افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

فوائدِ تفسیریہ و علومِ قرآنیہ

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

جلد اوّل

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

0321-9415300, 0300-9475300

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

فوائدِ تفسیریّہ و علومِ قرآنیّہ

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

فوائدِ تفسیریہ و علومِ قرآنیہ

فتاوی رضویہ کی روشنی میں

جلد اوّل

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

0321-9415300 0300-9415300

1
1

نام کتاب ______ فوائد تفسیریہ وعلوم قرآنیہ فتاوٰی رضویہ کی روشنی میں جلد ا
ترتیب ______ حافظ محمد عبدالستار سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
فیضانِ کرامت ______ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سرپرستی ______ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمصطفٰے ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ
اہتمام ______ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمجتبیٰ ہزاروی ناظم شعبہ نشرواشاعت " " " "
تخریج وتصحیح ______ مولانا نذیر احمد سعیدی - حافظ محمد شہزاد ہاشمی
کتابت ______ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
صفحات ______ ٦٩٠
اشاعت ______ رجب المرجب ١٤٢٩ھ/ جولائی ٢٠٠٨ء
ناشر ______ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
مطبع ______
قیمت ______

ملنے کے پتے

(١) رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

٠٣٠٠/٩٤١٥٣٠٠ ٧٦٦٥٧٧٢

(٢) مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

(٣) ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

(٤) شبیر برادرز - ٤٠ بی اردو بازار، لاہور

(٥) مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی

٠٢١-٤٢١٩٣٢٤

فوائد تفسیر جلدا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُ للہ ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پہ لانے کے لئے مفتیِ اعظم پاکستان شیخ الحدیث، قدوۃ العلماء، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۲۶ اگست ۲۰۰۳ء) کی زیرِ سرپرستی دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں :

(۱) الدّولۃ المکیّۃ بالمادۃ الغیبیّۃ	(۱۳۲۳ھ)
مع الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیّۃ	(۱۳۲۶ھ)
(۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیئ	(۱۳۲۶ھ)
مع التعلیقات حاسم المفتری علی السید البری	(۱۳۲۸ھ)
(۳) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم	(۱۳۲۴ھ)
(۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	(۱۳۰۵ھ)
(۵) ہادی الاضحیۃ بالشاۃ الہندیۃ	(۱۳۱۴ھ)
(۶) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ	(۱۳۰۷ھ)

(۷) الاجازات المتینۃ لعلماء بکّۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ)

(۸) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

اس ادارے کا عظیم کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہٗ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً سولہ ۱۶ سال کے مختصر عرصہ میں یہ عظیم منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

فتاویٰ رضویہ شریف فہارس واشاریہ والی جلدوں سمیت مجموعی طور پر تینتیس ۳۳ مجلدات اور تقریباً بائیس ہزار (۲۲۰۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۶۸۴۷ سوالوں کے جوابات اور ۲۰۶ رسائل شامل ہیں۔ دنیا کے اس عظیم وضخیم ترین فتاویٰ میں احکام شرعیہ ومسائل فقہیہ کے ساتھ ساتھ متعدد دیگر علوم وفنون سے متعلق مباحث کثیرہ ودقائق عدیدہ پر بھی سیر حاصل گفتگو مذکور ہے۔ اگرچہ کتابی صورت میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی کوئی تفسیر موجود نہیں مگر متفرق طور پر آپ کی تحریرات وتصانیف میں اس سے متعلق کافی مواد موجود ہے۔ آپ ایک دفعہ شاہ عبد القادر بدایونی کے عرس میں شرکت کیلئے بدایوں گئے تو وہاں چھ ۶ گھنٹے مسلسل سورۃ والضحیٰ پر تقریر فرمائی اور بعد میں فرمایا: "میں نے اس سورۃ کی بعض آیات کی تفسیر لکھی تھی جو اسّی (۸۰) جز تک لکھ کر چھوڑ دی کہ اتنا وقت کہاں لاؤں کہ پورے قرآن کی تفسیر لکھ سکوں[۱]"۔ آپ نے بعض اہم کتب وتفاسیر پر حواشی تحریر فرمائے ہیں اور اپنی تحریروں میں جگہ جگہ قرآنی آیات کی تفسیر اور دیگر علوم قرآنیہ پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ آپ کی تمام تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کرکے قرآنی آیات کی تفسیر اور دیگر علوم قرآنیہ سے متعلق مباحث کو جمع کر دیا جائے تو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل تفسیر معرض وجود میں آسکتی ہے۔

آپ کے اکثر وبیشتر فتاویٰ کسی نہ کسی آیت قرآنی یا اس سے ماخوذ اصول پر مبنی ہوتے ہیں۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا اسلوب تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں پھر حدیث نبوی سے استفادہ فرماتے ہیں، اس کے بعد اقوال فقہاء سے دلیل پیش کرتے ہیں۔ بعض فتاویٰ میں آپ نے ایک آیت کریمہ سے مختلف طرق سے استدلال فرمایا اور بعض فتاویٰ میں ایک مسئلہ پر کئی آیات اور ان کے مختلف طرق سے استدلال فرمایا۔ الغرض قرآن حکیم ہی فتاویٰ رضویہ کا اوّلین ماخذ ہے۔ پیش نظر کتاب اسی بحر ذخار

---

[۱] ماہنامہ معارف رضا کراچی، ۱۹۹۹ء، شمارہ ۱۹ از ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ص ۲۴
ماہنامہ انوار رضا جوہر آباد ۲۰۰۳ء (تاجدار بریلی نمبر) از علامہ عبد الحکیم شرف قادری ص ۸۷

میں بکھرے ہوئے لطائفِ تفسیریہ و جواہرِ قرآنیہ کا مجموعہ ہے جنھیں راقم نے فتاوٰی رضویہ شریف سے اخذ کرکے مرتّب کیا ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل ابحاث و فوائد پر مشتمل ہے: تفسیر، اصولِ تفسیر، علومِ قرآن، رسم القرآن، تاریخِ جمع و ترتیبِ قرآن، لغاتِ قرآن، فضائلِ قرآن، احکامِ قرآن، اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ، تقابلِ اقوالِ مفسرین اور ان میں سے کسی ایک کی ترجیح پر دلائل، غلط اقوالِ تفسیریہ کا رَد، قواعدِ تجوید و قراءۃ، آدابِ تلاوت، اعلحضرت علیہ الرحمۃ کا اپنے مؤقف پر قرآنی آیات سے استدلال، مخالفین کے قرآنی آیات سے غلط استدلالات کا رَد، قرآنی آیات سے اقتباس، قرآن مجید خصوصاً آیاتِ متشابہات کے بارے میں کفار و مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ۔ الغرض فتاوٰی رضویہ میں مذکور ہر وہ فائدہ جس کا تعلق کسی اعتبار سے قرآن مجید سے بنتا ہے اُسے اس مجموعہ میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اعلحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی علومِ قرآنیہ و تفسیریہ میں تعمّقِ نظر اور توسّعِ مطالعہ کا اندازہ لگایا جا سکے اور معترضین و مخالفین کا منہ بند ہو سکے۔ پیشِ نظر کتاب ۴۳۴۱ فوائد اور ان میں مذکور تقریباً ۳۶۴۰ آیات پر مشتمل ہے جن کی فہرست مع سورۃ و آیت نمبر ہم نے کتاب کے شروع میں دے دی ہے۔ فہرست کو قرآنی سورتوں کی ترتیب کے مطابق مرتّب کیا گیا ہے ہر سورت کی آیات کو یکجا کر دیا گیا ہے، اور جو آیت تکرار کے ساتھ آئی ہے اس کو پہلے مقام پر عبارت سمیت آیت نمبر اور صفحہ نمبر کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ اختصار کے پیشِ نظر باقی مقامات کا اسی پہلے مقام پر صرف صفحہ نمبر شامل کیا ہے، نیز جہاں بھی کسی آیتِ کریمہ کا اعلحضرت نے ذکر فرمایا ہے کتاب ہذا میں ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ اس کا سیاق و سباق اور پسِ منظر ہر فائدہ کے شروع میں بیان کر دیا ہے تاکہ مبحث مذکور کو سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے، اور ہر فائدہ کے اختتام پر فتاوٰی رضویہ کی اُس جلد اور صفحہ کا حوالہ دے دیا ہے جہاں سے وہ اخذ کیا گیا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب مکمل و مفصل بحث دیکھنا چاہیں تو اصل کی طرف رجوع میں آسانی رہے۔

محمد عبد الستار سعیدی غفرلہٗ
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
جولائی ۲۰۰۸ء

فہرست مضامین

جلد اوّل (الف)

جلد اوّل (ب)

جلد دوم

جلد سوم

جلد چہارم

جلد پنجم

جلد ششم

جلد ہفتم

جلد ہشتم

2/2

جلد نہم

جلد دہم

جلد ۱۱

جلد ۱۲

جلد ۱۳

جلد ۱۴

فہرست آیاتِ قرآنی

سُورۃ الفاتحہ

سُورۃ البقرۃ

سُورۃ اٰل عمران

مَن استطاع الیہ سبیلا ۔ (آیت : ۹۷) ص : ۴۰۶

یٰایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علٰی اعقابکم فتنقلبوا خٰسرین ۔
(آیت : ۱۴۹) ص : ۵۳۹

ومصدّقا لما بین یدیّ من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم ۔ (آیت : ۵۰) ۵۵۱
ص :

لایتّخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی
شیٔ ۔ (آیت : ۲۸)

ص : ۵۵۵ ۔ ۶۳۹

واللہ علیم بذات الصدور ۔ (آیت : ۱۵۴) ص : ۵۵۹

کلّما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا قال یٰمریم انّٰی لک ھٰذا ط قالت ھو
مَن عند اللہ ط انّ اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ۔ (آیت : ۳۷) ص : ۵۷۹

وما اوتی مُوسٰی وعیسٰی والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ۔ (آیت : ۸۴)
ص : ۵۸۴

انّ الذین یکفرون بایٰتِ اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یأمرون بالقسط من
النّاس فبشرھم بعذاب الیم ۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۸۸

ولا یأمرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا ۔ (آیت : ۸۰) ص : ۵۸۸

سنکتب ما قالوا وقتلھم الانبیاء بغیر حق ۔ (آیت : ۱۸۱) ص : ۵۹۰

لن تقبل توبتہم واولٰئک ھم الضّآلون ۔ (آیت : ۹۰) ص : ۵۹۷

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بہا ۔ (آیت : ۱۲۰) ص : ۶۱۲ ۔ ۶۲۳

مَن ذکر او انثٰی بعضکم من بعض ۔ (آیت : ۱۹۵) ص : ۶۲۷

الّا ان تتقوا منھم تقٰۃ ۔ (آیت : ۲۸) ص : ۶۲۸

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ط ودّوا ما عنتم قد بدت البغضاء
من افواھھم ج وما تخفی صدورھم اکبر ط قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون الخ (آیت : ۱۱۸-۱۱۹)

ص : ۶۳۷ ۔ ۶۴۷ ۔ ۶۴۹ ۔ ۶۶۰ ۔ ۶۸۰ ۔

سورة النساء

لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا ۔ (آیت ۱۴۱) ص: ۱۲۱

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء ۔ (آیت ۴۸-۱۱۶)

ص: ۱۳۴ - ۳۵۹ - ۵۲۴

حتی تعلموا ماتقولون ۔ (آیت: ۴۳) ص: ۱۳۴ - ۲۳۵

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا ۔ (آیت: ۱۱۵) ص: ۱۵۴-۱۶۰-۲۲۵ - ۲۴۷ - ۳۲۸-۴۰۷-۶۹۰-

لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکری حتی تعلموا ماتقولون (آیت: ۴۳) ص: ۲۱۷

ان الذین یأکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا ۔ (آیت: ۱۰) ص: ۲۲۰ - ۳۶۶

یوصیکم اللہ فی اولادکم لذکر مثل حظ الانثیین ۔ (آیت: ۱۱) ص: ۲۲۱

فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم ۔ (آیت: ۱۲) ص: ۲۲۲

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مؤمنا ۔ (آیت: ۹۴) ص: ۲۲۵

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ (آیت: ۶۴) ص: ۲۶۰ - ۴۰۷

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم ۔ (آیت: ۱۰۳) ص: ۳۳۳

فقد وقع اجرہ علی اللہ ۔ (آیت: ۱۰۰) ص: ۳۴۸

ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا ۔ (آیت: ۸۵) ص: ۳۵۱

لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ۔ (آیت: ۲۹)

ص: ۲۵۶

واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ط ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر

وامهتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة۔ (آیت: ۲۳) ص: ۴۵۶ - ۴۵۸

وعاشروهن بالمعروف۔ (آیت: ۱۹) ص: ۴۶۲ - ۴۷۱ - ۵۱۲

فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة۔ (آیت: ۱۲۹) ص: ۴۶۳ - ۵۰۹ - ۵۱۱ - ۵۱۲

عسی ان تکرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا۔ (آیت: ۱۹) ص: ۴۷۵

ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها او دین ط (آیت: ۱۲) ص: ۴۸۶

ایبتغون عندهم العزة فان العزة لله جمیعا۔ (آیت: ۱۳۹) ص: ۴۹۲

وقد امروا ان یکفروا به ط ویرید الشیطن ان یضلهم ضللا بعیدا۔ (آیت: ۶۰) ص: ۵۲۰ - ۵۶۰

مبشرین ومنذرین۔ (آیت: ۱۶۵) والانعام (آیت: ۴۸) والکهف (آیت: ۵۶)

ص: ۵۲۵

ان الذین توفهم الملئکة ظالمی انفسهم قالوا فیم کنتم ط قالوا کنا مستضعفین فی الارض ط قالوا الم تکن ارض الله واسعة فتهاجروا فیها ط فاولئک ماوٰهم جهنم ط وساءت مصیرا۔ (آیت: ۹۷) ص: ۵۲۶ - ۵۳۲

الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا الخ

(آیت: ۹۸ - ۹۹) ص: ۵۲۶ - ۵۳۲

انتهوا خیرا لکم۔ (آیت: ۱۷۱) ص: ۵۳۰

وما صلبوه وما قتلوه۔ (آیت: ۱۵۷) ص: ۵۵۲

بشر المنفقین بان لهم عذابا الیما الذین یتخذون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ط ایبتغون عندهم العزة فان العزة لله جمیعا وقد نزل علیکم ان اذا سمعتم ایت الله یکفر بها ویستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره انکم اذا مثلهم ط ان الله جامع المنفقین والکفرین فی جهنم جمیعا۔ (آیت: ۱۳۸ تا ۱۴۰)

ص: ۵۷۴

سورة المائدة

تعاونوا علی البر والتقویٰ ۔ (آیت ۲) ص: ۱۴۹ - ۲۵۰ - ۳۹۹ - ۵۶۲

یٰایہا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم ۔ (آیت: ۱۰۵) ص: ۱۴۹

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الفٰسقون ۔ (آیت: ۴۷) ص: ۱۷۱ - ۳۳۷ - ۴۶۵ - ۴۹۴

وامسحوا برءوسکم ۔ (آیت: ۶) ص: ۲۰۴

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ (آیت: ۲) ص: ۲۱۴ - ۲۳۱ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۳۵۴ - ۳۶۳ - ۳۸۸ - ۳۹۵ - ۴۱۱ - ۴۴۲ - ۴۶۲ - ۵۶۲ -

کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ ط لبئس ما کانوا یفعلون ۔ (آیت: ۷۹) ص: ۲۲۹ - ۳۵۴ - ۳۵۶ - ۵۲۱ -

ولو اعجبک کثرۃ الخبیث ۔ (آیت: ۱۰۰) ص: ۲۴۱

ان کنت قلتہ فقد علمتہ ۔ (آیت: ۱۱۶) ص: ۲۴۹

یٰایہا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنہا حین ینزل القراٰن تبد لکم ط عفا اللہ عنہا ط واللہ غفور حلیم ۔ (آیت: ۱۰۱) ص: ۲۵۸

وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۔ (آیت: ۳۵)

ص: ۲۵۹

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الظّٰلمون ۔ (آیت: ۴۵) ص: ۳۳۷ - ۴۹۴

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الکٰفرون ۔ (آیت: ۴۴) ص: ۳۳۷ - ۴۹۴ - ۵۵۰

ان اللہ یحکم ما یرید ۔ (آیت ۱) ص: ۳۵۳

لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی (الیٰ قولہ تعالیٰ) جنّٰت تجری من تحتہا الانہٰر ط (آیت: ۱۲) ص: ۳۵۹ - ۵۸۵

محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان ۔ (آیت: ۵) ص: ۴۲۹

ومن یتولہم منکم فانہ منہم ۔ (آیت: ۵۱) ص: ۴۳۴ - ۵۷۱ - ۵۷۷ - ۶۰۳ - ۶۰۸ - ۶۳۶ - ۶۵۹ - ۶۷۱ - ۶۷۷ -

الیوم احل لکم الطیبٰت ط وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لہم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموہن اجورہن (آیت: ۵)

ص: ۴۵۹

سورۃ الانعام

سورۃ الاعراف

سورۃ الانفال

من اللہ ومأوٰہ جہنم۔ (آیت : ۱۶) ص : ۶۳۰

فانبذ الیھم علیٰ سواء۔ (آیت : ۵۸) ص : ۶۳۱

سورۃ التوبہ

انّ اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ (آیت : ۱۲۰) ص : ۱۱۱ - ۲۸۰ - ۳۵۳

انّما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا۔ (آیت : ۲۸) ص : ۱۱۲ - ۱۲۳ - ۵۶۹ - ۶۰۴ - ۶۰۹ - ۶۴۵ - ۶۴۹ -

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین۔ (آیت : ۶۲) ص : ۱۲۲ - ۶۶۱

اتّخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔ (آیت : ۳۱) ص : ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۲۴۰

ھل تربصون بنا الّا احدی الحسنیین۔ (آیت : ۵۲) ص : ۱۵۲

انّ اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ (آیت : ۱۱۱) ص : ۱۵۴

فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الیٰ یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ الخ۔ (آیت : ۷۷) ص : ۲۲۶

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔ (آیت : ۶۱) ص : ۲۴۴ - ۶۰۵ - ۶۶۶

انّما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ۔ (آیت : ۱۸) ص : ۲۵۴

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المؤمنین الخ۔ (آیت : ۱۰۷ تا ۱۰۹) ص : ۲۵۴ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ -

ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہ۔ (آیت : ۸۴) ص : ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۶۲ - ۵۷۶ - ۵۷۸ - ۵۹۹ - ۶۰۷ -

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ (آیت : ۱۰۳) ص : ۳۴۸

ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ویتخذ ما ینفق قربات عند اللہ۔ (آیت : ۹۹) ص : ۳۴۹

عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ (آیت : ۱۲۸) ص : ۳۵۰

انّ صلٰوتک سکن لھم۔ (آیت : ۱۰۳) ص : ۳۵۲

ومنھم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا۔ (آیت : ۵۸) ص : ۳۷۰

قَاتلهم اللہ انّٰی یؤفکون ۔ (آیت : ۳۰) ص : ۵۷۲ - ۶۴۶

یحلفون باللہ ما قالواط ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامہم ۔ (آیت : ۷۴)

ص : ۶۰۱ - ۶۰۵ - ۶۱۲

اَنّھم لا ایمان لہم ۔ (آیت : ۱۲) ص : ۶۰۱ - ۶۰۶ - ۶۴۷

یٰاَیھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ وماوٰھم جہنم ط وبئس المصیر ۔ (آیت : ۷۳)

ص : ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۲۱ -

یٰاَیھا الذین اٰمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار و لیجدوا فیکم غلظۃ ۔ (آیت : ۱۲۳)

ص : ۶۲۱

قَاتلوا المشرکین کافۃ کما یقٰتلونکم کافۃ ۔ (آیت : ۳۶) ص : ۶۲۳ - ۶۲۴

واَن احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلٰم اللہ ثم ابلغہ مأمنہ ۔ (آیت : ۶)

ص : ۶۲۳ - ۶۲۴

وَمن یتولہم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون ۔ (آیت : ۲۳) ص : ۶۳۳

وَاللہ لا یہدی القوم الظٰلمین ۔ (آیت : ۱۰۹) ص : ۶۳۴

امحسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جٰھدوا منکم و لم یتخذوا من دون اللہ ام...

(آیت : ۱۶) ص : ۶۴۳

الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ ۔ (آیت : ۱۰۴) ص : ۶۶۸

فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ۔ (آیت : ۱۲۲) ص : ۶۷۴ - ۶۷۷

الاّ تنصروہ فقد نصرہ اللہ ۔ (آیت : ۴۰) ص : ۶۷۵

لاتحزن ان اللہ معنا ۔ (آیت : ۴۰) ص : ۶۷۶

سُورہ یُونس

قُل آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ۔ (آیت : ۵۹) ص : ۸۷ - ۳۳۶ - ۳۵۷ - ۵۵۸

اَن یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون ۔ (آیت : ۲۶) ص : ۳۲۸ - ۴۰۳

اَن الظن لا یغنی من الحق شیئا ۔ (آیت : ۳۶) ص : ۳۲۸

للذین احسنوا الحسنٰی و زیادۃ ط (آیت : ۲۶) ص : ۳۶۳

سورہ ہود

سورۃ یوسف

ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۔ (آیت : ۳۸)
ص : ۱۱۹ - ۱۵۳

الا ما رحم ربی ط ان ربی غفور رحیم ۔ (آیت : ۵۳) ص : ۱۵۶

وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین ۔ (آیت : ۱۰۳) ص : ۲۴۸

وان کان قمیصہ قدّ من دبر ۔ (آیت : ۲۷) ص : ۲۴۹

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم من اہل القرٰی ۔ (آیت : ۱۰۹)
ص : ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۵۸۷

والفیا سیدہا لدی الباب ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۴۳۵

سورۃ الرّعد

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۔ (آیت : ۲۸) ص : ۱۵۷ - ۳۶۹

ویہدی الیہ من اناب ۔ (آیت : ۲۷) ص : ۳۹۸

وجعلوا للہ شرکاء ط قل سموہم ط ام تنبئونہ بما لا یعلم فی الارض ۔ (آیت : ۳۳)
ص : ۵۲۳

سورۃ ابراھیم

یفعل اللہ ما یشاء ۔ (آیت : ۲۷) ص : ۳۵۳

بدلوا نعمۃ اللہ کفرا ۔ (آیت : ۲۸) ص : ۵۳۳

وویل للکٰفرین من عذاب شدید ۔ (آیت : ۲) ص : ۵۴۵

مثل الذین کفروا بربہم اعمالہم کرمادن اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف ط لا یقدرون
مما کسبوا علی شیء ط ذٰلک ہو الضلٰل البعید ۔ (آیت : ۱۸) ص : ۶۸۹

سورۃ الحجر

لعمرک انہم لفی سکرتہم یعمہون ۔ (آیت : ۷۲) ص : ۱۵۳

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ۔ (آیت : ۹) ص : ۱۷۶ - ۵۶۴

واذ قال ربک للملٰئکۃ انی خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون ۝ واذا سویتہ

ونفخت فیه من روحی فقعوا له سٰجدین ۔ (آیت : ۲۸ - ۲۹) ص : ۳۷۳

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین ۔ (آیت : ۹۴) ص : ۶۰۳

واعبد ربك حتی یأتیك الیقین ۔ (آیت : ۹۹) ص : ۶۱۰

سورۃ النحل

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ (آیت : ۴۳) و الانبیاء (آیت : ۷) ص : ۸۰-۳۹۶

وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر ۔ (آیت : ۸۱) ص : ۱۴۷

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ۔ (آیت : ۱۰۶) ص : ۱۵۰، ۵۶۱

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۔ (آیت : ۱۱۶) ص : ۲۱۴-۲۵۹-۳۲۹-۳۳۳ - ۳۸۹ - ۶۶۴ - ۶۷۰۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ۔ (۱۱۶ - ۱۱۷) ص : ۱۲۳-۲۱۴-۲۳۴-۲۴۵-۲۵۹-۳۶۳-۳۸۹-۵۴۸-۶۸۰-

ویفعلون ما یؤمرون ۔ (آیت : ۵۰) ص : ۳۶۶-۶۶۷

خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ۔ (آیت : ۴) ص : ۳۷۵

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون ۔ (آیت : ۱۰۵) ص : ۳۸۹-۴۹۱-۴۹۳ - ۵۴۸

لتأکلوا منہ لحما طریا ۔ (آیت : ۱۴) ص : ۵۱۶

وینھٰی عن الفحشاء والمنکر ۔ (آیت : ۹۰) ص : ۵۳۶

سورۃ بنی اسرائیل

ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا ۝ (آیت : ۲۶ - ۲۷) ص : ۹۰

ولا تجعل یدك مغلولۃ الیٰ عنقك ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ۝ (آیت : ۲۹) ص : ۹۰

لن نؤمن سے کتٰبا نقرؤہ تک ۔ (آیت : ۹۰ تا ۹۳) ص : ۱۰۶

ونحشرهم یوم القیٰمة علیٰ وجوههم عمیا وبکما وصمّا۔ (آیت: ۹۷) ص: ٦٨٢

سُورۃ الکہف

ومن اظلم ممن ذکّر بایٰت ربه فاعرض عنها ونسی ما قدّمت یداه ط انا جعلنا علیٰ قلوبهم اکنّة ان یفقهوه وفی اذانهم وقرا ط (آیت: ۵۷) ص: ۲۱٦

اٰتینٰه رحمة من عندنا وعلّمنٰه من لدنا علما۔ (آیت: ٦۵) ص: ۲۳۸

قال انك لن تستطیع معی صبرا ہ وکیف تصبر علیٰ ما لم تحط به خبرا۔ (آیت ٦۷ - ٦۸)

ص: ۲۳۸

قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیٔ حتی احدث لك منه ذکرا۔ (آیت: ۷۰) ص: ۲۳۸

فانطلقا حتیٰ اذا رکبا فی السفینة خرقها ط قال اخرقتها لتغرق اهلها لقد جئت شیئا امرا ہ قال لم اقل انك لن تستطیع معی صبرا ہ (آیت: ۷۱ - ۷۲) ص: ۲۳۹

فانطلقا حتیٰ اذا لقیا غلٰما فقتله قال اقتلت نفسا زکیة بغیر نفس ط لقد جئت شیئا نکرا ہ قال الم اقل انك لن تستطع معی صبرا۔ (آیت ۷۴ - ۷۵) ص: ۲۳۹

قال هٰذا فراق بینی و بینك سأنبئك بتاویل ما لم تستطع علیه صبرا۔ (آیت: ۷۸) ص: ۲۳۹

وما فعلته عن امری ط ذٰلك تأویل ما لم تسطع علیه صبرا۔ (آیت: ۸۲) ص: ۲۳۹

قال الّذین غلبوا علیٰ امرهم لنتخذن علیهم مسجدا۔ (آیت: ۲۱) ص: ۳٦۰

بئس للظّٰلمین بدلا۔ (آیت ۵۰) ص: ۵۴۳

واذ قال موسیٰ لفتٰه (الی قوله تعالیٰ) فوجدا عبدا من عبادنا۔ (آیت: ٦۰ تا ٦۵) ص: ۵۸۴

واتخذوا اٰیٰتی ورسلی هزوا۔ (آیت: ۱۰٦) ص: ۵۸۵

الحمد لله الذی انزل علیٰ عبده الکتٰب۔ (آیت: ۱) ص: ۵۹٦

قل انما انا بشر مثلکم۔ (آیت: ۱۱۰) ص: ٦۷۹

سُورۃ مریم

وکان یأمر اهله بالصلوٰة والزکوٰة وکان عند ربه مرضیا۔ (آیت: ۵۵) ص: ۱۲۴-۱۲۵

واوصانی بالصلوٰة والزکوٰة ما دمت حیا۔ (آیت: ۳۱) ص: ۱۲۵

آیت	صفحہ
فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلٰوۃ ۔ (آیت : ۵۹)	ص : ۱۴۵
لہ ما بین ایدینا و ما خلفنا و ما بین ذٰلک ۔ (آیت : ۶۴)	ص : ۳۳۰
اطّلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عہدا ۔ (آیت : ۷۸)	ص : ۳۶۵
اولٰئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیّن ۔ (آیت : ۵۸)	ص : ۵۸۵
فسوف یلقون غیّا ہ الّا من تاب ۔ (آیت : ۵۹ - ۶۰)	ص : ۶۶۶
انّ کل من فی السمٰوٰت والارض الّا اٰتی الرحمٰن عبدا ۔ (آیت : ۹۳)	ص : ۶۷۳

سُورۃ طٰہٰ

آیت	صفحہ
فلا یصدّنّک عنہا من لا یؤمن بہا ۔ (آیت : ۶)	ص : ۸۸
وانّی لغفّار لمن تاب ۔ (آیت : ۸۲)	ص : ۱۰۷
وطفقا یخصفان علیہا من ورق الجنّۃ ۔ (آیت : ۱۲۱)	ص : ۱۰۹
وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا ۔ (آیت : ۱۳۰)	ص : ۱۲۷
ومن اٰنائ الیل فسبح و اطراف النہار لعلّک ترضی ۔ (آیت : ۱۳۰)	ص : ۱۲۷
ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب ۔ (آیت : ۶۱)	ص : ۲۳۴ - ۵۴۸ - ۶۰۴ - ۶۶۴
اقم الصلٰوۃ لذکری ۔ (آیت : ۱۴)	ص : ۳۲۲ - ۳۲۶ - ۳۳۹ - ۴۰۱
یعلم ما بین ایدیہم و ما خلفہم ۔ (آیت : ۱۱۰)	ص : ۳۲۹
الرحمٰن علی العرش استوی ۔ (آیت : ۵)	ص : ۶۷۳

سُورۃ الانبیاء

آیت	صفحہ
فنادی فی الظّلمٰت ان لا الٰہ الّا انت سبحٰنک انی کنت من الظّٰلمین ۔ (آیت : ۸۷)	ص : ۱۲۸
انّکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم ۔ (آیت : ۹۸)	ص : ۱۸۰
وما خلقنا السماء والارض وما بینہما لٰعبین ۔ (آیت : ۱۶)	ص : ۵۲۶
بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ہو زاہق الخ (آیت : ۱۸)	ص : ۶۲۶
لا یسبقونہ بالقول وہم بامرہ یعملون ۔ (آیت : ۲۷)	ص : ۶۶۷

سُورۃ الحج

ماجعل علیکم فی الدین من حرج ۔ (آیت : ۷۸) ص : ۱۲۱-۱۴۸-۱۸۸-۲۰۹-
وآذ بوّأنا لابراھیم مکان البیت ان لاتشرک بی شیئا وطھر بیتی للطّائفین والقائمین والرکع
السجود ۔ (آیت : ۲۶) ص : ۱۳۳
ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۲۴۲
لولادفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات و مساجد
یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ۔ (آیت : ۴۰) ص : ۲۵۴-۳۶۰
ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیرلہ عند ربہ ۔ (آیت : ۳۰) ص : ۲۵۹-۳۵۷
ومن یعظم شعائراللہ فانھا من تقوی القلوب ۔ (آیت : ۳۲) ص : ۲۵۹-۳۵۷
لتکبروا اللہ علیٰ ماھدٰنکم وبشر المحسنین ۔ (آیت : ۳۷) ص : ۳۳۷
یصب من فوق رءوسھم الحمیم ۔ (آیت : ۱۹) ص : ۳۶۰
یایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من
علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ الخ ۔ (آیت : ۵) ص : ۳۷۳
فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور الخ (آیت : ۳۰) ص : ۴۱۰
یایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ ۔ (آیت : ۷۳) ص : ۴۳۴
ولیوفوا نذورھم ۔ (آیت : ۲۹) ص : ۵۱۹
والبدن جعلنٰھا لکم من شعائراللہ ۔ (آیت : ۳۶) ص : ۵۵۷-۶۵۲-۶۵۸-۶۵۹
فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ۔ (آیت : ۴۶) ص : ۶۰۴
والبدن جعلنٰھا لکم من شعائراللہ لکم فیھا خیر الخ ۔ (آیت : ۳۶) ص : ۶۵۴
ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علیٰ مارزقھم من بھیمۃ الانعام ۔
(آیت : ۳۴) ص : ۶۵۵

سُورۃ المؤمنون

افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لاترجعون ۔ (آیت : ۱۰) ص : ۹۶-۱۰۸

5

اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنیا نموت و نحیا و ما نحن بمبعوثین ۔ (آیت : ۳۷) ص : ۹۶

وَالذین ھم علی صلواتھم یحافظون ○ اولٰئِک ھم الوارثون ○ الخ (آیت : ۹ تا ۱۱) ص : ۱۲۳

وَلقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین ○ ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین (الیٰ قولہ تعالیٰ) فتبٰرک اللہ احسن الخالقین ۔ (آیت : ۱۲ تا ۱۴) ص : ۳۷۲

رَبِّ ارجعون ۔ (آیت : ۹۹) ص : ۴۱۱

وَالذین ھم لفروجھم حٰفظون ○ اِلَّا علیٰ ازواجھم الخ (آیت : ۵ تا ۷)

ص : ۴۱۳ - ۴۲۸

وَصبغ للاٰکلین ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۵۱۳

لَا نکلّف نفسًا اِلَّا وسعھا ۔ (آیت : ۶۲) ص : ۵۳۶

ثُمَّ ارسلنا رسلنا تترا (ثم قال) ثم ارسلنا موسٰی ۔ (آیت : ۴۴ - ۴۵) ص : ۵۸۹

رَبِّ اعوذبک من ھمزات الشیٰطین ○ و اعوذبک رب ان یحضرون ۔ (آیت : ۹۷ - ۹۸)

ص : ۶۷۳

سُورۃ النّور

لَا تأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ ۔ (آیت : ۲) ص : ۱۲۲

اَلخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیّبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرءون مما یقولون ۔ (آیت : ۲۶) ص : ۱۲۳ - ۵۵۵

کُلٌّ قد علم صلٰوتہ وتسبیحہ ۔ (آیت : ۴۱) ص : ۱۲۷

وَتوبوا الی اللہ جمیعا اَیُّہا المؤمنون لعلکم تفلحون ۔ (آیت : ۳۱) ص : ۱۴۰

یَعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۲۱۵ - ۴۰۹ - ۴۴۳

لَولا اذ سمعتموہ ظنّ المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا ۔ (آیت : ۱۲) ص : ۲۲۸

اِنَّ الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ ۔ (آیت : ۱۹) ص : ۲۳۰

وَمن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور ۔ (آیت : ۴۰) ص : ۲۴۰ - ۵۷۵

فِی بیوت اذن اللہ ان ترفع ۔ (آیت : ۳۶) ص : ۳۱۹

5/5

الا تحبون ان یغفر اللہ لکم ۔ (آیت : ۲۲) ص : ۳۵۲
لیس علیکم جناح ان تأکلوا جمیعًا او اشتاتا ۔ (آیت : ٦١) ص : ۳٦۴
لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ۔ (آیت : ٦٣) ص : ۳۸۲
انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ و اذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا
حتی یستأذنوہ ۔ (آیت : ٦٢) ص : ۳۹۷
انکحوا الایامٰی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ۔ (آیت : ۳۲) ص : ۴۰۸ - ۴۷۳
لولاجاءوا علیہ باربعۃ شھداء ۔ (آیت : ۱۳) ص : ۴۰۹
لو لا اذ سمعتموہ قلتم الخ ۔ (آیت : ۱۲) ص : ۴۱۰
والذین یرمون المحصنٰت الخ ۔ (آیت : ۴) ص : ۴۱۰
ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ (آیت : ۳۳)
ص : ۴۱۲
والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک ط وحرم ذٰلک علی المؤمنین ۔ (آیت : ۳)
ص : ۴۱۳ - ۴۵۱
والذین یرمون ازواجھم (الیٰ قولہ تعالیٰ) و یدرؤا عنھا العذاب الخ ۔ (آیت : ٦ تا ۸)
ص : ۴۲۱

سُورۃ الفرقان

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما ۔ (آیت : ٦۷) ص : ۹۰
وانزلنا من السماء ماء طھورا ۔ (آیت : ۴۸) ص : ۱۱۲
وھوالذی مرج البحرین ھٰذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا
وحجرا محجورا ۔ (آیت : ۵۳) ص : ۱۱۴
ورتلناہ ترتیلا ۔ (آیت : ۳۲) ص : ۱٦٦
اولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت ۔ (آیت : ۷۰) ص : ۲۴۹
حسنت مستقرا ومقاما ۔ (آیت : ۷٦) ص : ۴۴۷
وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیأکلون الطعام ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۵۸۷

سورۃ الشعراء

سورۃ النمل

سورۃ القصص

كل شيء هالك الا وجهه - (آيت : ۸۸) ص : ۶۷۲

سُورة العنكبوت

والذين جٰهدوا فينا لنهدينهم سبلنا - (آيت : ۶۹) ص : ۱۵۴

ان الصلوٰة تنهٰى عن الفحشاء والمنكر - (آيت : ۴۵) ص : ۲۴۶

ولذكر الله اكبر - (آيت : ۴۵) ص : ۳۳۹

الٓمٓ ۞ احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا اٰمنا وهم لا يفتنون - (آيت : ۱ - ۲)

ص : ۴۳۷

وليحملن اثقالهم واثقالاً مع اثقالهم - (آيت : ۱۳) ص : ۵۴۶

سُورة الرّوم

ولا يستخفنك الذين لا يوقنون - (آيت : ۶) ص : ۸۸

وما اٰتيتم من ربًا ليربوا فى اموال الناس فلا يربوا عند الله وما اٰتيتم من زكٰوة

تريدون وجه فاولٰئك هم المضعفون - (آيت : ۳۹) ص : ۹۵

ولكن كل حزب بما لديهم فرحون - (آيت : ۳۲) ص : ۱۵۲

ولئن ارسلنا ريحا فرأوه مصفرا لظلوا من بعده يكفرون (الٰى قوله تعالٰى) من يؤمن

باٰيٰتنا فهم مسلمون - (آيت : ۵۱ تا ۵۳) ص : ۳۸۰

ومن اٰيٰته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة

ان فى ذٰلك لاٰيٰت لقوم يتفكرون - (آيت : ۲۱) ص : ۴۳۲ - ۴۳۳

اقيموا الصلوٰة ولا تكونوا من المشركين - (آيت : ۳۱) ص : ۶۱۱

سُورة لقمٰن

يٰبنى انها ان تك (الٰى قوله تعالٰى) ان انكر الاصوات لصوت الحمير - (آيت : ۱۶ تا ۱۹)

ص : ۱۰۶

ومن الناس من يشترى لهو الحديث - (آيت : ۶) ص : ۳۴۲

سُورۃ السّجدۃ

سُورۃ الاحزاب

خالصۃ لک من دون المؤمنین۔ (آیت : ۵۰) ص : ۴۱۵

یایہا النبی انا احللنالک ازواجک التی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افآء اللہ علیک وبنٰت عمک و بنٰت عمّٰتک و بنٰت خالک وبنٰت خٰلٰتک الخ (آیت : ۵۰) ص : ۴۴۶

فلما قضی زید منہا وطراً زوجنٰکہا لکی لایکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطراً۔ (آیت : ۳۷) ص : ۴۴۶ - ۴۷۳

ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّٖن۔ (آیت : ۴۰) ص : ۴۶۱ - ۵۷۹ - ۵۸۲۔ ۵۹۰ - ۵۹۳ - ۶۴۴۔

فاخوانکم فی الدین ۔ (آیت : ۵) ص : ۴۶۶

اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا۔ (آیت : ۴۹) ص : ۵۰۵ - ۵۰۶

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا۔ (آیت : ۵۸) ص : ۵۲۳

واذ اخذنا من النبیّٖن میثاقہم ومنک ومن نوح ۔ (آیت : ۷) ص : ۵۸۵

سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ط وکان امر اللہ قدرًا مقدورا ٥ الذین یبلغون رسٰلٰت اللہ۔ (آیت : ۳۸ - ۳۹) ص : ۵۸۷

یایہا النبی قل لازواجک وبنٰتک الخ۔ (آیت : ۵۹) ص : ۶۰۰

سورۃ سبا

اِن ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ (آیت : ۴۶) ص : ۳۳۰

سورۃ فاطر

انما تنذر الذین یخشون ربہم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ومن تزکّٰی فانما یتزکی لنفسہ (الی قولہ تعالٰی) ان انت الا نذیر۔ (آیت : ۱۸ تا ۲۳) ص : ۳۸۰

الیہ یصعد الکلم الطیّب۔ (آیت : ۱۰) ص : ۵۱۶

واِن من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ (آیت : ۲۴) ص : ۵۲۵

سُورہ یٰسٓ

سُورۃ الصّٰفّٰت

سُورۃ صٓ

الجياد ٥ فقال انی احببت حب الخیرعن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ۔(آیت : ۳۰ تا ۳۲) ص : ۱۲۶

وظن داؤد انما فتنٰه فاستغفر ربه وخر راکعا واناب ۔ (آیت : ۲۴) ص : ۱۳۳

ام نجعل المتقین کالفجار ۔ (آیت : ۲۸) ص : ۲۲۴

وخذ بیدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث ۔ (آیت : ۴۴) ص : ۳۸۷

ھٰذا عطاؤنا فامنن او امسك بغیر حساب ۔ (آیت : ۳۹) ص : ۳۹۲

ولاتتبع الھوٰی فیضلك عن سبیل الله ۔ (آیت : ۲۶) ص : ۴۳۵

جنّٰت عدن مفتحة لھم الابواب ۔ (آیت : ۵۰) ص : ۴۷۳

ماسمعنا بھٰذا فی الملة الاٰخرة ۔ (آیت : ۷) ص : ۵۴۵

سُورۃ الـزمـر

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون ۔(آیت : ۹) ص : ۲۲۴-۲۳۱-۴۶۵

الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین ۔ (آیت : ۶۰) ص : ۳۲۰

فبشر عباد ٥ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ۔ (آیت : ۱۷-۱۸) ص : ۳۳۸

ولعذاب الاٰخرة اکبر ۔ (آیت : ۲۶) ص : ۴۹۳

من یضلل الله فماله من ھاد ٥ ومن یھد الله فماله من مضل ۔(آیت : ۳۶ - ۳۷) ص : ۵۵۲

ص : ۵۸۵

وجائ بالنبیّن والشھداء ۔ (آیت : ۶۹) ص : ۵۸۷

ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك ۔ (آیت : ۶۵)

سُورۃ المؤمن

حٰمٓ ٥ تنزیل الکتٰب من الله العزیز العلیم الخ ۔(آیت ۱ تا ۳) ص : ۱۰۷

وسبح بحمد ربك بالعشی والابکار ۔ (آیت : ۵۵) ص : ۱۲۹

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ۔ (آیت : ۶۰) ص : ۳۳۲

النار یعرضون علیھا ۔ (آیت : ۴۶) ص : ۳۷۶

النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔
(آیت : ۴۶) ص : ۳۷۹

وخسر ھنالک المبطلون۔ (آیت : ۷۸) ص : ۵۴۸ - ۶۴۹

فتذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ (آیت : ۴۴) ص : ۵۵۲

انا لننصر رسلنا والذین آمنوا۔ (آیت : ۵۱) ص : ۵۸۵

سورۃ حم السجدۃ

من احسن قولا ممن دعا الی اللہ۔ (آیت : ۳۳) ص : ۱۴۸

قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء۔ (آیت : ۴۴) ص : ۱۵۵

لم شہدتم علینا۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۳۷

قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۳۷

وانہ لکتب عزیز ۝ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ط تنزیل من حکیم حمید۔
(آیت : ۴۱ - ۴۲) ص : ۵۶۵ - ۶۶۴

من عمل صالحا فلنفسہ۔ (آیت : ۴۶) ص : ۵۶۷

ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک۔ (آیت : ۴۳) ص : ۵۸۷

فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد وثمود ۝ اذ جاءتہم الرسل من بین ایدیہم ومن خلفہم۔ (آیت : ۱۳ - ۱۴) ص : ۵۸۹

سورۃ الشوریٰ

ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات۔ (آیت : ۲۵)۔

ص : ۲۲۶ - ۲۳۵ - ۶۶۸ - ۶۶۹

الا الی اللہ تصیر الامور۔ (آیت : ۵۳) ص : ۵۵۹

کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک لا اللہ العزیز الحکیم۔
(آیت : ۳) ص : ۵۸۷

سُورۃ الزّخرف

وَمن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیّض لہ شیطانا (الیٰ قولہ تعالیٰ) اذ ظلمتم انّکم فی العذاب مشترکون۔ (آیت ۳۶ تا ۳۹) ص : ۱۵۵

علیٰ رجل من القریتین عظیم۔ (آیت ۳۱) ص : ۳۲۳

وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا۔ (آیت ۴۵) ص : ۵۸۷

سُورۃ الاحقاف

ربّ اوزعنی ان اشکر نعمتک التی (الیٰ قولہ تعالیٰ) وانی من المسلمین۔ (آیت ۱۵) ص : ۱۱۹ - ۱۵۳

فھل یھلک الا القوم الفٰسقون۔ (آیت ۳۵) ص : ۲۴۵

اذھبتم طیّبٰتکم فی حیاتکم الدنیا۔ (آیت ۲۰) ص : ۶۸۸

سُورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ولا تبطلوا اعمالکم۔ (آیت ۳۳) ص : ۱۱۱ - ۲۱۱ - ۲۵۱ - ۳۱۵

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات۔ (آیت ۱۹) ص : ۲۳۳

وکاین من قریۃ ھی اشدّ قوۃ من قریتک التی اخرجتک اھلکنٰھم فلا ناصر لھم۔ (آیت ۱۳) ص : ۳۲۳ - ۳۲۴

افلایتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا۔ (آیت ۲۴) ص : ۳۲۶

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم ۝ اولٰئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمیٰ ابصارھم (آیت ۲۲ - ۲۳) ص : ۶۶۵۔

سُورۃ الفتح

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ (آیت ۹) ص : ۱۵۶ - ۳۲۶ - ۳۵۸

ید اللہ فوق ایدیھم۔ (آیت ۱۰) ص : ۲۳۷

سُورۃ الحُجرات

سُورۃ الذّٰریٰت

سُورۃ النجم

سُورۃ الرحمٰن

سُورۃ الواقعۃ

سُورۃ الحدید

مَن ذاالذی یقرض اللہ قرضاحسنا فیضعفہ لہ و لہ اجرکریم ۔ (آیت ۱۱:) ص : ۶۶۲
ومن یتولّ فان اللہ ھو الغنی الحمید ۔ (آیت : ۲۴) والممتحنة (آیت : ۶)ص : ۶۷۲
ھوالاول والاٰخروالظاھر والباطن وھوبکل شئ علیم ۔ (آیت : ۳) ص : ۶۷۳

سُورۃ المجادلة

اُولٰئِک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ۔ (آیت : ۱۹) ص : ۲۴۳
انّ امّھٰتھم الّا الّٰئی ولدنھم ۔ (آیت : ۲) ص : ۴۱۵ - ۴۵۴
یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت ط (آیت : ۱۱) ص : ۴۶۵
ماھن امھٰتھم ط ان امھٰتھم الّا الّٰئی ولدنھم ط وانھم لیقولون منکرًا من القول وزورا ط (آیت : ۲) ص : ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۸
لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادّون من حاد اللہ ورسولہ و لوکانوا اٰبائھم وابناء ھنم او اخوانھم اوعشیرتھم اولٰئِک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ۔ (آیت : ۲۲) ص : ۵۴۷ - ۶۰۸ - ۶۳۴ - ۶۳۶ - ۶۰۸ - ۶۳۴ - ۶۳۶ ۔
اِستحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ ط اولٰئِک حزب الشیطٰن ط الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ۔ (آیت : ۱۹) ص : ۵۷۸
کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۸۶
اتخذوا ایمانھم جُنّة فصدّوا عن سبیل اللہ فلھم عذاب مھین ۔ (آیت : ۱۶) ص : ۶۰۶
انّ الذین یحادّون اللہ ورسولہ اولٰئِک فی الاذلّین ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۶۰۹

سُورۃ الحشر

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا ۔ (آیت : ۷)
ص : ۲۲۶ - ۳۳۶ - ۴۸۳ - ۵۷۴ - ۶۵۷ ۔
یؤثرون علٰی انفسھم ۔ (آیت : ۹) ص : ۳۲۲
یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یاولی الابصار ۔ (آیت : ۲) ص : ۵۳۵ - ۵۵۶

سُورۃ الممتحنۃ

سُورۃ الصّف

سُورۃ الجمعۃ

سُورۃ المنٰفقون

نشہد انک لرسول اللہ ۔ (آیت ۱:) ص: ۲۱۴

واللہ یعلم انک لرسولہٗ واللہ یشہد انّ المنٰفقین لکٰذبون ۔ (آیت:۱) ص: ۲۱۴-۶۸۲

اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشہد انّک لرسول اللہ واللہ یعلم انّک لرسولہ ط (آیت ۱:)

ص: ۲۳۳

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لا یعلمون ۔ (آیت: ۸)

ص: ۵۴۱ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۷۴

انّ اللہ لا یہدی القوم الفٰسقین ۔ (آیت: ۶) ص: ۵۷۵

اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ ط واللہ یشہد انّ المنٰفقین لکٰذبون ۞ اتخذوا ایمانہم جُنّۃ فصدوا عن سبیل اللہ ط انہم ساء ما کانوا یعملون ۔ (آیت: ۱ - ۲) ص: ۶۰۲

سُورۃ التّغابن

فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا ۔ (آیت: ۱۶)

ص: ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۴۸ - ۵۳۲ - ۵۳۵ - ۵۶۰ ۔

فاٰمنوا باللہ و رسولہ ۔ (آیت: ۸) ص: ۵۸۵

سُورۃ الطلاق

فاذا بلغن اجلہن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ۔ (آیت: ۲)

ص: ۱۴۰ - ۴۷۵ - ۴۸۷ - ۵۱۵ ۔

لا یکلف اللہ نفساً الّا ما اٰتٰہا ط سیجعل اللہ بعد عسر یسرا ۔ (آیت: ۷)

ص: ۳۸۷ - ۶۲۰

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ۔ (آیت: ۱) ص: ۴۰۹ - ۶۷۷

یاَیہا النّبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتہن واحصوا العدۃ ۔ (آیت: ۱) ص: ۴۱۸ - ۴۷۶

آسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیّقوا علیھن۔(آیت : ٦)

ص : ۴۱۹-۴۶۲-۴۶۴-۴۷۰-۴۸۸-۵۰۱-۵۰۲

وآشھدوا ذوی عدل منکم ۔ (آیت : ۲) ص : ۴۲۵

وآولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ (آیت : ۴) ص : ۴۲۵-۵۰۸

فطلقوھن لعدتھن ۔ (آیت : ۱) ص : ۴۷۷

فعدتھن ثلٰثة اشھر والّئ لم یحضن۔ (آیت : ۴) ص : ۴۷۸

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا۔ (آیت : ۲) ص : ۴۸۲

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجد ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن ۔ (آیت : ٦) ص : ۵۰۷

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا، ویرزقہ من حیث لا یحتسبُ الخ۔(آیت : ۲-۳)

ص : ۵۱۰-۵۱۴

لینفق ذوسعة من سعتہ (الیٰ قولہ تعالیٰ) سیجعل اللہ بعد عسر یسرا۔(آیت : ۷) ص : ۵۱۳

ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا۔ (آیت : ۴) ص : ۵۱۴

لاتخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یأتین بفاحشة مبیّنة۔(آیت : ۱) ص : ۵۱۹

ومن یؤمن باللہ و یعمل صالحا ید خلہ جنّت تجری من تحتھا الانھٰر خالدین فیھا ابدا ط قد احسن اللہ لہ رزقا۔ (آیت : ۱۱) ص : ٦۸۳

سُورة التحریم

یاَیھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارة۔ (آیت : ٦)

ص : ۲۱۹-۲۲۹-۳۸۵-۳۹۲-۴۰٦-۴۲٦-۵۱۸-۵٦۲

تآئبات عابدات سائحات ۔ (آیت : ۵) ص : ۳۸۴

عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن (الیٰ قولہ تعالیٰ) ثیّبٰت وابکارا۔ (آیت : ۵) ص : ۴۰۳

یاَیھا النبی لم تحرّم ما احل اللہ لک (الیٰ قولہ تعالیٰ) قد فرض اللہ لکم تحلّة ایمانکم۔ (آیت : ۱-۲) ص : ۴۹۳

6

فان اللّٰہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذٰلک ظھیر۔ (آیت: ۴) ص: ۶۷۶

سُورۃ القلم

انّ ربّک ھو اعلم بالمھتدین۔ (آیت: ۷) ص: ۱۵۲

افنجعل المسلمین کالمجرمین ۝ مالکم کیف تحکمون۔ (آیت: ۳۵-۳۶) ص: ۳۵۵

فلا تطع المکذبین۔ (آیت: ۸) ص: ۵۳۹

ودّوا لو تدھن فیدھنون۔ (آیت: ۹) ص: ۶۰۳

سُورۃ الحاقۃ

وتعیھا اذن واعیۃ۔ (آیت: ۱۲) ص: ۳۷۱

سُورۃ المعارج

والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون ۝ اولٰئک فی جنّٰت مکرمون۔ (آیت: ۳۴-۳۵) ص: ۱۴۴

سُورۃ نُوح

ربّ انّی دعوت قومی لیلاً ونھاراً (الیٰ قولہ تعالیٰ) لتسلکوا منھا سبلاً فجاجا۔
(آیت: ۵ تا ۲۰) ص: ۱۰۶

فقلت استغفروا ربّکم انہ کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً۔
(آیت: ۱۰-۱۱) ص: ۱۵۴

سُورۃ الجن

انّا سمعنا قرانا عجبا (الیٰ قولہ تعالیٰ) واما القٰسطون فکانوا لجھنم حطبا۔ (آیت ا تا ۱۵) ص: ۱۰۶

قل اوحی الیّ انہ استمع نفر من الجن فقالوا انّا سمعنا قراٰنا عجبًا ۝ یھدی الی الرشد فاٰمنّا بہ۔ (آیت: ۱-۲) ص: ۱۳۳۔

انّ المسٰجد للّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احدًا۔ (آیت: ۱۸) ص: ۲۳۶-۲۴۶-۳۱۳-۳۱۵-

6/6

وَاَنّہ لمّا قام عبد اللہ ید عوہ کادوا یکونون علیہ لبدًا ۞ (آیت : ۱۹) ص : ۳۴۷-۵۹۵

سُورۃ المزّمّل

یٰاَیہا المزمل قم الّیل - (آیت ۱-۲) ص : ۱۳۱-۲۵۵

انّ ربک یعلم انک تقوم ادنٰی من ثلثی الّیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک -
(آیت : ۲۰) ص : ۱۳۱-۱۳۲

فاقرءوا ما تیسر من القراٰن - (آیت : ۲۰) ص : ۱۳۱-۱۵۲-۱۶۰-۲۱۱

ورتّل القراٰن ترتیلا - (آیت : ۴) ص : ۲۱۰

علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم (الیٰ قولہ تعالیٰ) علم ان سیکون منکم مرضٰی و اٰخرون
یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ - (آیت : ۲۰) ص : ۲۵۶

فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر من القراٰن - (آیت : ۲۰) ص : ۲۵۷

سُورۃ المُدّثّر

وثیابک فطہّر - (آیت : ۴) ص : ۱۳۰

وربک فکبّر - (آیت : ۳) ص : ۱۳۰

ثمّ نظر ۞ ثم عبس وبسر ۞ ثم ادبر واستکبر ۞ (آیت : ۲۱ تا ۲۳) ص : ۲۱۳

ماسلککم فی سقر ۞ قالوا لم نک من المصلین ۞ ولم نک نطعم المسکین ۞ وکنّا
نخوض مع الخائضین ۞ وکنّا نکذّب بیوم الدین ۞ حتٰی اتٰنا الیقین -
(آیت : ۴۲ تا ۴۷) ص : ۴۰۸

سُورۃ القیٰمۃ

اَیحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ ۞ بلٰی قادرین علٰی ان نسوّی بنانہ ۞ بل یرید
الانسان لیفجر امامہ ۞ یسئل ایّان یوم القیٰمۃ (الیٰ قول جل ذکرہ) یقول
الانسان یومئذٍ این المفرّ - (آیت : ۳ تا ۱۰) ص : ۳۷۳

ینبّؤا الانسان یومئذ بما قدّم و اخّر ۞ بل الانسان علٰی نفسہ بصیرۃ ۞

ولو القٰی معاذیرہ ○ (آیت : ۱۳ تا ۱۵) ص : ۳۷۴

سُورۃ الدّھر

اَنَّا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعًا بصیرا ۔ (آیت : ۲) ص : ۳۷۱ - ۳۷۴

یُوفون بالنذر ۔ (آیت : ۷) ص : ۵۱۹

وَلا تطع منھم اٰثمًا اوکفورًا ۔ (آیت : ۲۴) ص : ۵۳۹

سُورۃ المُرسَلٰت

وَاذا الرسل اقّتت ○ لایّ یوم اجّلت ○ (آیت : ۱۱ - ۱۲) ص : ۵۸۶

سُورۃ النّبا

یَومَ یقوم الروح والملٰئکۃ صفًا ۔ (آیت : ۳۸) ص : ۳۴۵

سُورۃ عبس

قُتل الانسان ما اکفرہ (الیٰ قولہ عزوجل) ثم اماتہ فاقبرہ ○ (آیت : ۱۷ تا ۲۱) ص : ۳۷۶

سُورۃ التّکویر

وَمَا ھو علی الغیب بضنین ۔ (آیت : ۲۴) ص : ۱۸۰

سُورۃ المطفّفین

کلا بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون ۔ (آیت : ۱۴) ص : ۵۴۲

سُورۃ البروج

اِنّ الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثمّ لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم

ص ۲۱۶

عذاب الحریق ۔ (آیت ۱۰)

سُورۃ الطارق

ص ۸۸

مَآء دافق ○ یخرج من بین الصلب والترآئب ۔ (آیت ۶-۷)

سُورۃ الاعلیٰ

ص ۱۳۰

وَذکر اسم ربّہ فصلّٰی ۔ (آیت ۱۵)

سُورۃ البلد

ص ۱۵۳

لآ اقسم بھٰذا البلد ○ وانت حل بھٰذا البلد ۔ (آیت ۱-۲)

سُورۃ الشمس

ص ۲۱۱

فَقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا ۔ (آیت ۱۳)

ص ۳۷۴

وَنفس و ما سوّٰیھا ○ فالھمھا فجورھا و تقوٰیھا (آیت ۷-۸)

سُورۃ الضّحیٰ

ص ۵۶۹

وَلسوف یعطیک ربک فترضیٰ ۔ (آیت ۵)

وَالضحیٰ ○ والّیل اذا سجیٰ ○ ما ودّعک ربک وما قلیٰ ○ وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ ○ (آیت ۱ تا ۴)

ص ۶۷۵

سُورۃ الانشراح

ص ۱۵۶

وَرفعنا لک ذکرک ۔ (آیت ۴)

فَاذا فرغت فانصب ○ والیٰ ربّک فارغب ۔ (آیت ۷ - ۸)

ص ۱۶۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۴۶-

سُورة التّین

سُورة العلق

سُورة البیّنة

سُورة الماعون

سُورة الکٰفرون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاوٰی رضویہ جلد ۱ (الف)

(۱) کسی قول کی حکایت اور اس قول پر فتوٰی کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا :

انما الافتاء ان تعتمد علی شیئ وتبین لسائلك ان ھذا حکم الشرع فی ما سألت، وھذا لایحل لاحد من دون ان یعرفه عن دلیل شرعی والا کان جزافا وافتراء علی الشرع ودخولا تحت قوله عزوجل "ام تقولون علی اللّٰه مالا تعلمون"[1] وقوله تعالٰی قل اللّٰه اذن لکم ام علی اللّٰه تفترون[2]۔

افتاء یہ ہے کہ کسی بات پر اعتماد کرکے سائل کو بتایا جائے کہ تمھاری مسئولہ صورت میں حکمِ شریعت یہ ہے۔ یہ کام کسی کے لئے بھی اُس وقت تک حلال نہیں جب تک اُسے کسی دلیلِ شرعی سے اس حکم کا علم نہ ہوجائے، ورنہ جزاف (اٹکل سے بتانا) اور شریعت پر افتراء ہوگا اور ان ارشادات کا مصداق بھی بننا ہوگا (۱) کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں (۲) فرماؤ کیا اللہ نے تمھیں اذن دیا یا تم خدا پر افترا کہتے ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۱۴)

(۲) دلیل کی تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

الدلیل اما تفصیلی الخ۔ او اجمالی کقوله سبحٰنه "فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[3]"، وقوله تعالٰی "اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[4]"، فانھم

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۸۰ — [2] القرآن الکریم ۱۰ / ۵۹

[3] " " ۱۶ / ۴۳ — [4] " " ۴ / ۵۹

العلماء علی الاصح۔

دلیل تفصیلی ہوگی الخ یا اجمالی ۔ جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے : ذکر والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔
اور ارشاد ہے : اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اُن کی جو تم میں صاحبِ امر ہیں۔
یہ اصحابِ امر بر قولِ اصح حضرات علماء کرام ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۱۴ و ۱۱۵)

(۳) اور فرماتے ہیں :

ومجیٔ النھی علی ھذا الاسلوب غیر مستنکر ان یتوجہ الی احد والمقصود بہ غیرہ قال اللہ تعالٰی "فلا یصدنك عنھا من لا یؤمن بھا"[1] وقال عزوجل " ولا یستخفنك الذین لا یوقنون"[2] ای لا تقبل صدہ ولا تنفعل باستخفافھم واللہ تعالٰی اعلم ھذا۔

اور اس طرز پر نہی آنا کہ توجہ کسی جانب ہو اور مقصود کوئی اور ہو، کوئی اجنبی و نامعروف چیز نہیں۔ باری تعالٰی کا ارشاد ہے : "تو ہرگز تجھے اس کے (قیامت کے) ماننے سے وہ نہ روکے جو اس پر ایمان نہیں لاتا" ـــــ اور رب عزوجل کا فرمان ہے : "اور تمھیں سُبک نہ کر دیں وہ جو یقین نہیں رکھتے" ـــــ پہلی آیت میں کلمۂ نہی ان کے لئے ہے جو ایمان نہیں رکھتے مگر "مقصود یہ ہے کہ ان کی رکاوٹ تم قبول نہ کرو"۔ اسی طرح دوسری آیت میں ہے کہ "وہ سبک نہ کریں" اور مقصود یہ ہے کہ "تم ان کے استخفاف کا اثر نہ لو"۔ اور اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۹۴)

(۴) عورت کی منی کی بابت فرماتے ہیں :

حاصلہ ان منی المرأۃ وان کان لہ دفق لشھادۃ قولہ تعالٰی "ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب"[3] لکن لا کمنی الرجل وذلك لانہ ینزل من صلبہ الی انثییہ الی ذکرہ وھو طریق ذو عوج فلولم یندفع بقوۃ شدیدۃ لبقی فی بعض الطریق بخلاف منیھا فانہ ینزل من ترائبھا الی رحمھا وھو طریق مستقیم فکان یکفیہ السیلان غیر ان نزولہ بحرارۃ فلزمہ نوع دفق ولا وجہ لانکارہ فانہ مشھود معلوم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۶
[2] القرآن الکریم ۳۰/ ۶۰
[3] " " ۸۶/ ۶ و ۷

اس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کی منی میں اگرچہ کچھ دفق (جست) ہوتا ہے جس کی شہادت ارشادِ باری تعالےٰ: "اچھلتا پانی جو پشت اور سینے کی پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے" ہے لیکن وہ مرد کی منی کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کی پشت سے انثیین پھر ذکر کی جانب اُترتی ہے۔ یہ ایک پیچیدہ راستہ ہے۔ اس لئے وہ اگر شدید قوت کے ساتھ دفع نہ ہو تو راستے ہی میں رہ جائے بخلاف عورت کی منی کے۔ اس لئے کہ وہ اس کے سینے کی پسلیوں سے رحم کی جانب اُترتی ہے، یہ سیدھا راستہ ہے، تو اس کے لئے بہنا کافی ہے مگر یہ ہے کہ اس کا اترنا کچھ حرارت کے ساتھ ہوتا ہے تو یہ ایک طرح کا دفق اسے بھی لازم ہے اور اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، اس لئے کہ یہ معلوم و مشاہد ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۷۱۹ و ۷۲۰)

(۵) لفظ "عند" کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

فلیست عند لجعل مدخولها ظرفا للموصوف بحیث یقع فیہ، انما مفادها القرب والحضور حسًّا او معنًی فلا تقول زید عند الدار اذا کان فیها بل اذا کان قریبا منها والقرب المفهوم هو العرفی دون الحقیقی وله عرض عریض، الا تری الٰی قولہ تعالٰی "عند سدرۃ المنتہٰی عندها جنۃ المأوٰی"[1] مع ان السدرۃ فی السماء السادسۃ کما فی صحیح مسلم[2] عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ والجنۃ فوق السمٰوٰت۔

کیونکہ لفظ "عند" یہ بتانے کے لئے نہیں کہ اس کا مدخول اس کے موصوف کا ایسا ظرف ہے کہ وہ اسی کے اندر واقع ہے جبکہ اس کا مفاد صرف قریب اور حاضر ہونا ہے حسًّا یا معنًی ——— زید عند الدار (زید گھر کے پاس ہے) اُس وقت نہیں بولتے جب زید گھر کے اندر ہو بلکہ اُس وقت بولتے ہیں جب گھر سے قریب ہو —— اور یہاں جو قریب سمجھا جاتا ہے وہ عُرفی ہوتا ہے حقیقی نہیں ہوتا۔ اور قرب عرفی کا میدان بہت وسیع ہے ——— دیکھئے باری تعالٰی کا ارشاد ہے: "سدرۃ المنتہٰی کے پاس، اسی کے پاس جنۃ الماوٰی ہے" ——— حالانکہ سدرہ چھٹے آسمان میں ہے —— جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/۱۴ و ۱۵

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۷

مروی ہے ــــ اور جنّت آسمانوں کے اُوپر ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۸۲۵)

(۶) فضول خرچی کی ممانعت کے بارے میں فرمایا:

اسراف بلاشبہہ ممنوع و ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین[1]

بیہودہ صرف نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ بیہودہ صرف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قال اللہ تعالیٰ:

ولا تبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین و کان الشیطٰن لربه کفورا[2] ○

مال بیجا نہ اُڑا بیشک مال بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ا ص ۹۲۶)

(۷) حاتم طائی کی داد و دہش اور سخاوت میں اعتدال کے بارے میں فرمایا:

حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص فی الحدیث (جیساکہ حدیث میں اس پر نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے، قال اللہ تعالیٰ:

ولا تجعل یدك مغلولة الیٰ عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا[3] ○

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہُوا نہ رکھ اور نہ پُورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔ (ت)

وقال اللہ تعالیٰ:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلك قواما[4] ○

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱ و ۷/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷
[3] 〃 ۱۷/ ۲۹ [4] 〃 ۲۵/ ۶۷

آیۂ کریمہ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا[1] (اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور بیجا خرچ نہ کرو۔ ت) کی شانِ نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم و معروف ہے رواہا ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج[2]۔ اُدھر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لے جاؤں گا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت لائے، حضور نے فرمایا: اہل وعیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی: اتنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ ارشاد ہوا: اہل وعیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی: اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس پر حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمھارے ان جوابوں میں۔

عہ نیز ایک صاحب انڈے برابر سونا لے کر حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! یہ میں نے ایک کان میں سے پایا میں اسے تصدق کرتا ہوں اس کے سوا میری مِلک میں کچھ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، انھوں نے پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا۔ پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا۔ پھر عرض کی، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے وہ سونا اُن سے لے کر ایسا پھینکا کہ ان کے لگتا تو در د پہنچاتا یا زخمی کرتا۔ اور فرمایا: تم میں ایک شخص اپنا پورا مال لاتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہوجائے، رواہ ابوداؤد[3] وغیرہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (اس کو ابوداؤد وغیرہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۱
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " " " " " ۸/ ۴۴

[3] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۶-۲۳۵

اور تحقیق یہ ہے کہ عام کے لئے وہی حکمِ میانہ روی ہے اور صدق توکل و کمال تبتّل والوں کی شان بڑی ہے۔

ع۵ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:
انفق یا بلال ولاتخش من ذی العرش اقلا لا۔ رواہ البزار عن بلال و ابویعلٰی والطبرانی فی الکبیر[1] والاوسط والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر کالبزار عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم باسانید حسان۔
اے بلال! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔ (بزار نے حضرت بلال سے، اور ابویعلٰی اور طبرانی نے کبیر میں، جبکہ بزار نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہم سے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اس حدیث کا مورد یُوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس ایک خرمنِ خُرمہ ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: بلال! یہ کیا ہے؟ عرض کی: حضور کے مہمانوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ فرمایا: اماتخشی ان یکون لك دخان فی نار جھنم[2] کیا ڈرتا نہیں کہ اس کے سبب آتشِ دوزخ میں تیرے لئے دُھواں ہو، خرچ کر اے بلال! اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کر۔
بلکہ خود انھیں بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے بلال! فقیر مرنا غنی نہ مرنا۔ عرض کی: اس کے لئے کیا طریقہ برتوں؟ فرمایا: مارزقت فلا تخبأ وماسئلت فلا تمنع جو تجھے ملے اُسے نہ چھپا اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے انکار نہ کر۔ عرض کی: یارسول اللہ! میں یہ کیونکر کرسکوں؟ فرمایا: ھوذاك او النار یا یہ یا نار۔ رواہ الطبرانی فی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۳۴۰
الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی وابی یعلٰی والبزار الترغیب فی الانفاق مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۱
کشف الخفاء حدیث ۶۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۰
کنزالعمال حدیث ۱۶۱۸۵ و ۱۶۱۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۸۷

[2] الترغیب والترھیب الترغیب فی الانفاق الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۱

حکمِ الٰہی کی حد سے بڑھنا ـــ یہ تفسیر ایاس بن معٰویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے،
ابن جریر وابوالشیخ عن سفیٰن بن حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس بایاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
الکبیر وابوالشیخ فی الثواب والحاکم وقال صحیح الاسناد[1] (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا یہ صحیح الاسناد ہے۔ ت)
اگر کہیے اُن پر تاکید اس لئے تھی کہ وہ اصحابِ صُفّہ سے تھے اور ان حضرات کرام کا عہد تھا کہ کچھ پاس نہ رکھیں گے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں اور ہم بھی نہیں کہتے کہ ایسا کرنا ہر ایک پر لازم ہے مگر ان حضرات پر اُس کے لازم فرمانے ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام فی نفسہٖ محمود ہے اور ہر صادق التوکل کو اُس کی اجازت ورنہ اُن کو بھی منع کیا جاتا جیسے ایک صاحب نے عمر بھر رات کو نہ سونے کا عہد کیا، ایک نے عمر بھر روزے رکھنے کا، ایک نے کبھی نکاح نہ کرنے کا۔ اس پر ناراضی فرمائی اور ارشاد ہوا: میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور شب کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور نکاح کرتا ہوں فمن رغب عن سنتی فلیس منّی تو جو میری سنّت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں، رواہ عن انس[2] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ایک شخص نے پیادہ حج کی منّت مانی، ضُعف سے دو آدمیوں پر تکیہ دیے چل رہا تھا اُسے سوار ہونے کا حکم دیا اور فرمایا:
ان اللہ تعالٰی عن تعذیب ھذا نفسہ لغنی۔ رواہ[3] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔
اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے (اس کو شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ ت)

ع وقع فی نسخۃ الدر المنثور المطبوعۃ بمصر سعید بن جبیر وھو تصحیف اھ منہ عفی عنہ
(درمنثور مطبوعہ مصر کے نسخہ میں سعید بن جبیر واقع ہوا ہے، یہ تصحیف ہے اھ منہ عفی عنہ۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۳۴۱
المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/۳۱۶
الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی وابی الشیخ والحاکم الخ الترغیب فی الانفاق مصطفی البابی مصر ۲/۵۲
[2] صحیح البخاری کتاب النکاح ۲/۷۵۷ و صحیح مسلم کتاب النکاح ۱/۴۴۹
[3] صحیح البخاری ابواب العمرۃ ۱/۲۵۱ و صحیح مسلم کتاب النذر ۲/۴۵ قدیمی کتب خانہ کراچی

بن معٰویۃ فقالوا ما السرف قال ماتجاوزت بہ امر اللہ فہو سرف[1]

ابن جریر و ابو الشیخ سفیان بن حسین سے راوی ہیں، وہ ابو البشر سے، انھوں نے کہا: ایاس بن معٰویہ کے گرد جمع ہو کر لوگوں نے ان سے پوچھا، اسراف کیا ہے؟ فرمایا: جس خرچ میں تم امرِ الٰہی سے تجاوز کر جاؤ وہ اسراف ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۹۲۷ تا ۹۳۱)

(۸) زیب و زینت میں خرچ کرنے کے بارے میں فرمایا:

مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے اُن میں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ ان میں خرچ بھی اسراف نہیں جب تک حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ قال اللہ تعالٰی:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[2]

اے نبی! تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کئے ہیں۔ (ت)

مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر بکار آمد بات مراد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۹۳۴)

(۹) نہر سے وضو میں بھی اسراف ثابت ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

اتمامِ تقریب یہ کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہو کر آیا ہے۔ آیۂ کریمہ لاتسرفوا انہ لایحب المسرفین[3] (اسراف نہ کرو اللہ تعالٰی مسرفین کو محبوب نہیں رکھتا۔ ت) مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم و ممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء میں نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۹۸۴)

(۱۰) معنیٔ عبث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بلا شُبہہ فاعل سے دفع عبث کے لئے صرف فعل فی نفسہٖ مفید ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اس سے فائدۂ معتد بہا بمعنیٰ مذکورہ کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول و بیمعنے سے کیا تو اس پر الزامِ عبث ضرور لازم،

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۶/۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۷۴
الدر المنثور بحوالہ ابی الشیخ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۳۲/۳

[2] القرآن الکریم ۷/۳۲

[3] 〃 ۶/۱۴۱ و ۷/۳۱

فانما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی[1]۔

کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی (ت)

اور قصد کے لئے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہیں ہو سکتا، زید سرِ راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اس نے ہزار روپے اُٹھا کر اُسے دے دیئے کہ نہ صدقہ نہ صلۂ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد، کوئی نیت صالحہ نہ تھی، نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اسے ضرور حرکت عبث کہیں گے اگرچہ واقع میں وہ اس کا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا۔ مقاصدِ شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ ج وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون[2]۔

جو فزونی تم دو کہ لوگوں کے مال میں زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھے گی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھیں لوگوں کے دُونے ہیں۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الی الرجل یقول للرجل لاموّلنك فیعطیہ فھذا لا یربو عند اللہ، لانہ یعطیہ لغیر اللہ لیثری مالہ[3]۔

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کر دوں گا، پھر اسے دیتا ہے کہ یہ دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیر خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھا دوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذا القرابۃ المال یکثر بہ مالہ[4]۔

یہ زمانۂ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

[2] القرآن الکریم ۳۰/۳۹

[3] جامع البیان (تفسیر الطبری) عن ابن عباس تحت الآیۃ ۳۰/۳۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱/۵۵

[4] " " بحوالہ ابراہیم النخعی " " " " " ۲۱/۵۵

رواھما ابن جریر (ان دونوں کو ابن جریر نے روایت کیا۔ ت)

دیکھو فعل فی نفسہٖ مثمر ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلۂ رحم ومواسات پر مشتمل تھا مگر جب کہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۰۰۰ تا ۱۰۰۲ ج)

(۱۱) حکمِ عبث کی تنقیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل میں فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر وارادۂ شر کو بھی شامل، تو بظاہر مثل اسراف اس کی بھی دو صورتیں، ایک فعل بقصد شنیع، دوسری یہ کہ نہ کوئی بُری نیت ہو نہ اچھی۔ رب عزوجل نے فرمایا:

افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون[1]

کیا تم اس گمان میں ہو کہ ہم نے تمھیں عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے۔

علماء نے اس آیۂ کریمہ میں عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہم نے تم کو بیکار بنایا، تمھاری آفرینش میں کوئی حکمت نہ تھی، یونہی بیمعنے پیدا ہوئے، بیہودہ مرجاؤ گے، نہ حساب نہ کتاب، نہ عذاب نہ ثواب۔ جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے:

ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیٰی وما نحن بمبعوثین[2]۔

یہ تو نہیں مگر یہی ہماری دُنیا کی زندگی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور مرنے کے بعد دوبارہ ہم نہ اُٹھائے جائیں گے۔ (ت)

اس پر رَد کو یہ آیت اُتری۔

کما تفید بعض نقولہ وزعم العلامۃ الخفاجی بعد ما ذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاھر ان المراد (ای فی ھذہ الکریمۃ) الاول[3] اھ اقول اولاً علمت ان الکل واحد وثانیاً ان ابقینا التغایر فالظاھر الاخیران لان فی الھمزۃ انکار ما حسبوہ لایجاب ما سلبوہ ولیس المراد اثبات فائدۃ ما ولو غیر معتد بھا ولھذا قال فی الارشاد بغیر حکمۃ

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۱۵

[2] 〃 ۲۳/ ۳۷

[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۶۱۱

7

بالغة[1] واطلق الجلال لان حکم اللہ تعالیٰ کلھا بالغۃ علی ان الحکمۃ نفسھا یستحیل ان لایعتد بھا۔

جیسا کہ اس کی کچھ نقلیں گزر چکیں —— اور علامہ خفاجی نے عبث سے متعلق وہ تین عبارتیں ذکر کیں جو گزر چکیں، پھر یہ کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مراد پہلا معنی ہے اھ ——

اقول اولاً یہ واضح ہوچکا کہ سب تعریفیں ایک ہی ہیں۔ ثانیاً اگر ہم تغایر باقی رکھیں تو ظاہر آخری دو تعریفیں ہیں۔ اس لئے کہ ہمزہ میں ان کے گمان کا انکار ہے تاکہ اس کا اثبات ہو جس کی انھوں نے نفی کی۔ اور مراد یہ نہیں کہ کسی بھی فائدہ کا اثبات ہو جائے اگرچہ قابل لحاظ شمار نہ ہو۔ اور اس لئے ارشاد میں فرمایا: بغیر حکمتِ بالغہ کے۔ اور جلال نے مطلق رکھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بالغ ہے، علاوہ ازیں بذاتِ خود حکمت ناممکن ہے کہ غیر معتد بہا ہو۔ (ت)

اور سیدنا ہود علےٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا:

اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون ○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون[2] ○

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لئے، اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں بعض نے کہا: راستوں میں مسافروں کے لئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابوالسعود والجمل قال فی الانوار (اٰیۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائھا اذ کانوا یھتدون بالنجوم فی اسفارھم فلا یحتاجون الیھا[3] اھ فاوردان لانجوم بالنھار وقد یحدث باللیل من الغیوم مایستر النجوم، واجاب فی العنایۃ بانھم لایحتاجون الیھا غالبا اذ مرالغیم نادر لاسیما فی دیار العرب[4] اھ۔

---

[1] الارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۲۳/۱۱۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دارالفکر بیروت ۴/۲۴۷

[4] عنایۃ القاضی علےٰ تفسیر البیضاوی " " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/۱۹۹

فتاویٰ رضویہ جلد

7/7

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور بیضاوی، ابوالسعود اور جمل نے اس کا اتباع کیا۔ انوار التنزیل بیضاوی میں ہے (نشان) گزرنے والوں کے لئے علامت (عبث کرتے ہو) اسے بنا کر۔ اس لئے کہ وہ اپنے سفروں میں ستاروں سے راہ معلوم کرتے تھے تو انھیں نشانات کی حاجت نہ تھی اھ۔ اس پر اعتراض ہُوا کہ دن میں ستارے نہیں ہوتے اور رات کو کبھی اتنی بدلی ہو جاتی ہے کہ ستارے چُھپ جاتے ہیں ـــ عنایۃ القاضی میں علامہ خفاجی نے اس کا یہ جواب دیا کہ زیادہ تر انھیں اس کی حاجت نہ تھی اس لئے کہ بدلی ہونا نادر ہے خصوصاً دیارِ عرب میں اھ۔(ت)

اقول اولا لم یجب عن النہار وانما بہ اکثر الاسفار وثانیا ان سلم الندور فعمل مایحتاج الیہ ولو احیانا لایعد عبثا قال "مع انہ لو احتیج لہا لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتہا عبث اھ"[1]

اقول اولا دن والی صورت سے اعتراض کا جواب نہ دیا جب کہ زیادہ تر سفر دن ہی میں ہوتے ہیں۔ ثانیا اگر بدلی کا نادراً ہی ہونا تسلیم کر لیا جائے تو بھی ایسی چیز بنانا جس کی ضرورت پڑتی ہو اگرچہ کبھی کبھی پڑتی ہو، عبث شمار نہ ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں: باوجودیکہ اگر اس کی ضرورت ہو تو بھی اس کی ضرورت نہیں کہ ہر بلندی پر بنائیں اس لئے کہ ان نشانات کی کثرت بلاشبہہ عبث ہے اھ (ت)

اقول ھذا منزع اٰخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنہا المرتفعۃ تغنی عنہا فہی عبث اھ[2]۔

اقول یہ ایک دوسرا رُخ ہے اس سے قاضی کا اعتراض نہیں اٹھتا آگے لکھتے ہیں فاضل یمنی نے کہا ان بلند جگہوں سے ان نشانات کا مقصد یُونہی پُورا ہو جاتا تھا تو یہ عبث ٹھہرے اھ۔

اقول اولا ارتفاع الاماکن لایبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان بعید قصد وثانیا ھو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار، وبالجملۃ ھو وجہ زیف ولا اعلم لہ سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ اسقطہ من تلخیص الکبیر۔

اقول اولاً جگہوں کی اونچائی اس حد تک نہیں ہوتی کہ عازمِ سفر جس دُور جگہ سے بھی چاہے دیکھ لے۔

---

[1] و [2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۹۹

ثانیاً یہ ایک تیسرا رُخ ہوا۔ اور ہماری گفتگو کلامِ بیضاوی سے متعلق ہے ۔ الحاصل یہ ایک کمزور درجہ ہے اور سلف سے اس کی کوئی سند میرے علم میں نہیں ۔ اور نیشاپوری نے بہت اچھا کیا کہ تفسیر کبیر کی تلخیص سے اسے ساقط کردیا ۔ (ت)

اقول وتعبیری اذ قلت یبنون من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعہ کما تری۔

اقول میری یہ تعبیر کہ "بے حاجت بھی بناتے تھے" تفسیر کبیر اور اس کے متبعین کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ پیشِ نظر ہے ۔ (ت)

امام مجاہد و سعید بن جبیر نے فرمایا : جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں ۔

رواہ عن الاول ابن جریر[1] فی (اٰیۃ) وھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع)[2] وعزاہ للثانی فی المعالم[3]۔

اسے امام مجاہد سے ابن جریر نے "آیہ" کے معنی[1] میں روایت کیا اور ابن جریر، فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ان سے "مصانع" کے معنی میں روایت کیا ۔ اور معالم التنزیل میں اسے حضرت سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا ۔ (ت)

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو ۔ بعض نے کہا ، ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبّر و تفاخر کے لئے بناتے ۔

ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابناء حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد وتتخذون مصانع قال قصورا مشیّدۃ وبنیانا مخلدا[4] ولابن جریر عنہ قال اٰیۃ بنیان[5]۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/ ۱۱۰

[2] الدر المنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ 〃 〃 〃 〃 ۶/ ۲۸۲

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۳۶

[4] الدر المنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ 〃 ۲۶/ ۱۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۲

[5] جامع البیان (تفسیر الطبری) 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹/ ۱۱۰

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور اس کے بعد کے مفسرین نے بھی ــــ اور فریابی، ابن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کی "وتتخذون مصانع" انھوں نے کہا مضبوط محل اور دوامی عمارت ــ اور ابن جریر نے ان سے روایت کی کہ آیۃ یعنی عمارت (ت) ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہُوا جو راستے سیدنا ہُود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جاتے اُن پر محل بناتے تھے کہ اُن میں بیٹھ کر خدمتِ رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے۔ ذکرہ فی مفاتیح[1] الغیب و رغائب الفرقان (اسے مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) اور رغائب الفرقان (نیشاپوری) میں ذکر کیا۔ ت) یا سرِ راہ بناتے ہر راہ گیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی[2] وابوالسعود واقتصر علیہ الجلال[3] ملتزما للاقتصار علی اصح الاقوال (اسے بغوی، بیضاوی اور ابوالسعود نے ذکر کیا، اور جلالین میں صرف اسی کو بیان کیا کہ اس میں یہ التزام کیا ہُوا ہے کہ اس تفسیر میں صرف اصح اقوال پر اکتفا ہوگا۔ ت)

اِن دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصدِ شر و ارادۂ ضرر۔

بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب میں اس کا استعمال معنی دوم پر ہی ہے، بیہودہ و بیمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی و ظلم و غضب و زنا و ربا وغیرہا کو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۰۱۲ تا ۱۰۱۷)

(۱۲) وسوسۂ شیاطین کے بارے میں فرماتے ہیں:

شیطان دو قسم کے ہوتے ہیں:

شیاطین[1] الجن کہ ابلیس لعین اور اس کی اولاد ملاعین ہیں اعاذنا اللہ والمسلمین من شرھم وشر الشیٰطین اجمعین (اللہ تعالٰی ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کے شر اور تمام شیاطین کے شر سے پناہ دے۔ ت)

دوسرے[2] شیاطین الانس کہ کفار و مبتدعین کے داعی و منادی ہیں۔

۱؎ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)	تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۹	دارالکتب العلمیہ بیروت	۲۴/ ۱۳۵
غرائب القرآن و رغائب الفرقان)	″ ″ ″	مصطفی البابی مصر	۱۹/ ۶۵
۲؎ معالم التنزیل (تفسیر البغوی)	″ ″ ″	دارالکتب العلمیہ بیروت	۳/ ۳۳۷
انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی)	″ ″ ″	دارالفکر بیروت	۴/ ۲۴۸
۳؎ تفسیر جلالین	″ ۲۶/ ۱۲۸	اصح المطابع دہلی	ص ۳۱۴

لعنهم اللہ وخذلہم ابدا ونصرنا علیہم نصرا مؤبدا اٰمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین، اٰمین!

خدا ان پر لعنت فرمائے اور ان کو ہمیشہ بے سہارا رکھے اور ان پر ہمیں دائمی نصرت عطا فرمائے، الٰہی بطفیل سید المرسلین قبول فرما، حضور پر اور تمام رسولوں پر خدائے برتر کا درود و سلام ہو۔ آمین۔(ت)

ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے:

وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا[۱]

یُونہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں اور شیطان جِنّوں کو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کے لئے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا، اللہ کی پناہ مانگ شیطان آدمیوں اور شیطان جِنّوں کے شر سے۔ عرض کی: کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ رواہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی عن ابی امامۃ واحمد[۲] وابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کی روایت احمد نے ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابی امامہ سے اور احمد نے ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب میں ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے کی۔ ت)

ائمہ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے رواہ ابن جریر عن عبد الرحمٰن بن زید (اس کو ابن جریر نے عبد الرحمٰن بن زید سے روایت کیا۔ ت)

اقول آیۂ کریمہ میں شیاطین الانس کی تقدیم بھی اسی طرف مشیر، اس حدیث کریم نے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے اتنا کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ "تو جھوٹا ہے"۔ دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرمادیا، شیطان آدمی ہو خواہ جن اُس کا قابو اُسی وقت چلتا ہے جب اُس کی سُننے اور

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲

[۲] مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۷۸ و ۲۶۵
الدر المنثور بحوالہ احمد وابن ابی حاتم وغیرہا تحت الآیۃ ۶/ ۱۱۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۰۷ و ۳۰۸

تنکا توڑ کر ہاتھ پر دھر دیجئے کہ "تُو جھوٹا ہے" تو خبیث اپنا سا مُنہ لے کر رہ جاتا ہے۔

آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رَد میں فلاں وقت لکچر دیا جائے گا یہ سُننے کے لئے دوڑے جاتے ہیں، کسی پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہو گی، یہ سُننے کے لئے دوڑے جاتے ہیں۔

بھائیو! تم اپنے نفع ونقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمھارا رب عزوجل تمھارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اُن کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمھارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ "تُو جھوٹا ہے"۔ نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کے اُن کے پاس جاؤ اور اپنے رب جل وعلا، اپنے قرآن، اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کلماتِ ملعونہ سُنو۔

اقول یہ آیت جو ابھی تلاوت ہوئی اسی کا تتمہ اور اس کے متصل کی آیات کریمہ تلاوت کرتے جاؤ دیکھو قرآن عظیم تمھاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتیں بتاتا اور اُن ناپاک لکچروں، نداؤں کی نسبت تمھیں کیا کیا ہدایت فرماتا ہے، کریمہ مذکورہ کے تتمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

ولوشاء ربك ما فعلوه فذرهم وما يفترون[1]

اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتیں نہ بناتے پھرتے، تو تُو انھیں اور ان کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے۔

دیکھو اُنھیں اور اُن کی باتوں کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اُن کے پاس سننے کے لئے دوڑنے کا۔ اور سنئے اس کے بعد کی آیت میں فرماتا ہے:

ولتصغى اليه افئدة الذين لايؤمنون بالاخرة وليرضوه وليقترفوا ماهم مقترفون[2]

اور اس لئے کہ اُن کے دل اُس کی طرف کان لگائیں جنھیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور جو کچھ ناپاکیاں وہ کر رہے ہیں یہ بھی کرنے لگیں۔

دیکھو اُن کی باتوں کی طرف کان لگانا اُن کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اُس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی اُن جیسے ہو جائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں ہم پر ان کا کیا اثر ہو گا حالانکہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۳

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من سمع بالدجال فلینأ منہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مؤمن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات ۔ رواہ ابوداؤد[1] عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا۔

جو دجال کی خبر سُنے اُس پر واجب ہے کہ اُس سے دُور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اس کے پاس جائے گا اور یہ خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں یعنی مجھے اس سے کیا نقصان پہنچے گا وہاں اُس کے دھوکوں میں پڑ کر اُس کا پیرو ہو جائے گا (اسے ابوداؤد نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور تمام صحابہ سے روایت کیا۔ ت)

کیا دجال ایک اُسی دجال اخبث کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے، حاش تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب سے دور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اس میں یہی اندیشہ بتایا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ۔ مسلم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آخر زمانے میں دجّال کذاب لوگ ہوں گے کہ وہ باتیں تمھارے پاس لائیں گے جو نہ تم نے سُنیں نہ تمھارے باپ دادا نے، تو اُن سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (اسے مسلم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور سُنئے اس کے بعد کی آیات میں فرماتا ہے :

افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتٰب مفصلا ؕ والذین اٰتینٰھم الکتٰب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق فلا تکونن من الممترین ○ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰتہ وھو السمیع العلیم ○ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن

---

[1] سُنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۳۷

[2] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

سبیل اللّٰہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ○ ان ربك ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین[1] ○

تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ڈھونڈوں حالانکہ اس نے مفصل کتاب تمہاری طرف اتاری اور اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اُتری تو خبردار شک نہ کرنا اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں کامل ہے کوئی اس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور وہ شنوا و دانا ہے اور زمین والوں میں زیادہ وہ ہیں کہ تُو ان کی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں وہ تو گمان کے پیرو ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔

یہ تمام آیاتِ کریمہ انھیں مطالب کے سلسلۂ بیان میں ہیں گویا ارشاد ہوتا ہے تم جو اُن شیطان آدمیوں کی باتیں سُننے جاؤ کیا تمھیں یہ تلاش ہے کہ دیکھیں اس مذہبی اختلاف میں یہ لکچرار یا پنڈت کیا فیصلہ کرتا ہے، ارے خدا سے بہتر فیصلہ کس کا، اس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمھیں عطا فرمادی، اس کے بعد تم کو کسی لکچر ندا کی کیا حاجت ہے لکچر والے جو کسی کتاب دینی کا نام نہیں لیتے کس گنتی شمار میں ہیں یہ کتاب والے دل میں خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہے کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہیں تو تجھے کیوں شک پیدا ہو کہ اُن کی سُننا چاہے تیرے رب کا کلام صدق و عدل میں بھرپور ہے کل تک جو اس پر تجھے کامل یقین تھا آج کیا اس میں فرق آیا کہ اس پر اعتراض سُننا چاہتا ہے کیا خدا کی باتیں کوئی بدل سکتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چھُپ رہے گا وہ سُنتا جانتا ہے۔ دیکھ اگر تُونے اُن کی سُنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے کیا یہ خیال کرتا ہے کہ ان کا علم دیکھوں کہاں تک ہے، یہ کیا کہتے ہیں۔ ارے ان کے پاس علم کہاں وہ تو اپنے اوہام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں جن کا تحمل نہ بڑا، جب اللہ واحد قہار کی گواہی ہے کہ ان کے پاس نری مہمل اٹکلوں کے سوا کچھ نہیں تو اُن کو سننے کے کیا معنے، سننے سے پہلے وہی کہہ دے جو تیرے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ "کذبت" شیطان تُو جھوٹا ہے، اور اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ مجھ کو کیا گمراہ کریں گے میں تو راہ پر ہوں، تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور کون راہ پر ہے، تو پورا راہ پر ہوتا تو بے راہوں کی سُننے ہی کیوں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۴ تا ۱۱۷

جاتا حالانکہ تیرا رب فرما چکا ذرھم وما یفترون[1] چھوڑ دے اُنھیں اور اُن کے بہتانوں کو، تیرے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرما چکے: ایاکم وایاھم[2] اُن سے دُور رہو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو، کہیں وہ تم کو بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۱ص، ۱۰۵۷ تا ۱۰۶۲)

(۱۳) کفار کے جلسوں میں جا کر لیکچر سُننے کے گناہ اور وبال کے بارے میں فرماتے ہیں:

اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں اپنے ربّ[ؐ] و قرآن و رسول کی عزت و عظمت پیش نظر رکھیں اور ایکا کرلیں کہ وہ خبیث لکچر گندی ندائیں سُننے کوئی نہ جائے گا جو وہاں موجود ہو وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہہ کر کہ تُو جھوٹا ہے چلا جائے گا تو کیا وہ دیواروں پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے تو تم سُن سُن کر کھلواتے ہو نہ تم سُنو نہ وہ کہیں، پھر انصاف کیجئے کہ اس کہنے کا وبال کس پر رہوا۔ علماء فرماتے ہیں ہٹّے کٹّے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے ہیں اور اسی کو اپنا پیشہ کر لیتے ہیں اُنھیں دینا ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر شہ دینی ہے، لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور محنت مزدوری کریں۔ بھائیو! جب اس میں گناہ کی امداد ہے تو اس میں تو کفر کی مدد ہے، والعیاذ باللہ تعالٰے۔ قرآن عظیم کے نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کر دیا اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سُنو تو کیا ارشاد کیا۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا[3]۔

یعنی بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہوتا اور ان کی ہنسی کی جاتی ہے تو اُن لوگوں کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور باتوں میں مشغول نہ ہوں، اور تم نے نہ مانا اور جس وقت وہ آیات اللہ پر اعتراض کر رہے ہیں وہاں بیٹھے رہے تو جب تو تم بھی انھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے، یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرمارہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی انھیں جیسے ہو۔ مسلمانو! کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کر دیں یا اللہ عزّوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کر لیا۔ اور جب کچھ نہیں تو ان جمگھٹوں کے کیا معنے ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں اُن جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا[ؐ] و رسول و قرآن پر اعتراض[ؐ]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰ علہ و عہ جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۱۲ منہ

کے لئے جاتے ہیں۔ بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے، انکم اذا مثلھم[1] (تم بھی انھیں جیسے ہو۔ ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۰۶۲ و ۱۰۶۳)

(۱۴) جنبی کے لئے قراءتِ قرآن کی ممانعت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ظاہر ہے کہ ان کے ماوراء مثل قصص وغیرہا میں نہ تو حاجت ہے نہ وہ دُعا و ثنا کے معنی ہیں کہ ان سے ملحق ہوسکیں تو بعد قصد قرآن پھر تبدیل نیت وہی شہد کو دانستہ نمک ٹھہرا کر کھانا ہوگا تو حکمِ ممانعت ہی چاہئے جب تک شرع سے اجازت ثابت نہ ہو اور وہ کہیں ثابت نہیں معہذا اگر مطلقاً تبدیل نیت کی اجازت ہو تو جو کلام طویل قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں مقبولوں یا دشمنوں سے نقل فرمائے اور دُور تک ان کا سلسلہ چلا گیا ہے جیسے سورۂ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قال چھوڑ کر رب انی دعوت قومی لیلا و نہارا ۵ سے لتسلکوا منہا سبلا فجاجا[2] ۵ تک سولہ[۱۶] آیتیں متواتر، اور سورۂ جن میں انا سمعنا قراٰنا عجبا ۵ سے واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا[3] ۵ تک پندرہ[۱۵] آیتیں، اور سورہ لقمان میں یٰبنی انھا ان تک سے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر[4] ۵ تک چار[۴] طویل آیتیں کہ ہر ایک تین آیت کی مقدار سے زائد ہے، اور سورۂ اسراء میں" وقالوا" چھوڑ کر "لن نؤمن" سے" کتبا نقرؤہ[5]" تک اس نیت سے کہ یہ نوح و لقمان و جن و کفار کے کلام ہیں پڑھ سکے بلکہ تمام سورۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام شروع سورت کے اذ قال یوسف لابیہ سے گیارھویں رکوع کے اواخر والحقنی بالصلحین[6] ۵ تک جس کی مقدار نصف پارۂ قرآن عظیم سے بھی زائد ہے بحالِ جنابت بہ نیت حکایتِ قصہ پڑھ جائے اور جائز ہو صرف بیچ بیچ میں سے چند جملے جو قرآنیت کے لئے متعین ہیں ترک کردے یعنی رکوع دوم میں واوحینا الیہ لتنبئنھم[7] نصف آیت، سوم میں وکذٰلک مکنا سے نجزی المحسنین[8] ۵ تک کچھ کم دو[۲] آیتیں، پھر کذٰلک لنصرف[9] نصف آیت، ہفتم میں وکذٰلک مکنا[10] ایک آیت، ہشتم میں وانہ لذو علم لما علمنٰہ[11] تہائی آیت، نہم میں کذٰلک کدنا لیوسف اور نرفع درجٰت من نشاء[12] چہارم آیت و بس جس کی مقدار

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[2] القرآن الکریم ۷۱/ ۵ تا ۲۰
[3] " ۷۲/ ۱ تا ۱۵
[4] " ۳۱/ ۱۶ تا ۱۹
[5] " ۱۷/ ۹۰ تا ۹۳
[6] " ۱۲/ ۴ تا ۱۰۱
[7] " ۱۲/ ۱۵
[8] " ۱۲/ ۲۱ و ۲۲
[9] " ۱۲/ ۲۴
[10] " ۱۲/ ۵۶
[11] " ۱۲/ ۶۸
[12] " ۱۲/ ۷۶

چورانوے[۹۴] آیت طویل ہوئی یہ کس قدر مستبعد اور قرآن عظیم کے ادب سے جدا و ابعد ہے تو سوا ان صور استثنار کے مطلقاً ممانعت چاہئے، اور حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ بہ نیتِ قرآن ایک حرف بھی روا نہیں، اور جو الفاظ اپنے کلام میں زباں پر آجائیں اور بے قصد موافقت اتفاقاً کلماتِ قرآنیہ سے متفق ہوجائیں زیرِ حکم نہیں، اور قرآن عظیم کا خیال کرکے بے نیتِ قرآن ادا کرنا چاہے تو صرف دو صورتوں میں اجازت، ایک یہ کہ آیاتِ دعا وثنا بہ نیتِ دعا وثنا پڑھے، دوسرے یہ کہ بحاجتِ تعلیم ایک ایک کلمہ مثلاً اس نیت سے کہ یہ زبانِ عرب کے الفاظِ مفردہ ہیں کہتا جائے اور ہر دو لفظ میں فصل کرے متواتر نہ کہے کہ عبارت منتظم ہوجائے کما نصوا علیہ (جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) ان کے سوا کسی صورت میں اجازت نہیں۔

هذا ما ظهر لی وارجوا نیکون صوابا و باللہ التوفیق وللہ الحمد ابدا۔

یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور امید رکھتا ہوں کہ درست ہو، اور خدا ہی سے توفیق ہے اور اللہ ہی کے لئے ہمیشہ حمد ہے۔ (ت)

تنبیہ: تمام کتب میں آیاتِ ثنا کو مطلق چھوڑا اور اس میں ایک قید ضروری ہے کہ ضروری یعنی بدیہی ہونے کے سبب علمائے ذکر نہ فرمائی وُہ آیاتِ ثنا جن میں رب عزوجل نے بصیغۂ متکلم اپنی حمد فرمائی جیسے وانی لغفار لمن تاب[۱] اُن کو بہ نیتِ ثنا بھی پڑھنا حرام ہے کہ وُہ قرآنیت کے لئے متعین ہیں بندہ اُنھیں میں انشائے ثنا کی نیت کرسکتا ہے جن میں ثنا بصیغۂ غیبت یا خطاب ہے۔

تنبیہ: اقول یہاں ایک اور نکتہ ہے بعض آیتیں یا سورتیں ایسی ہی دعا وثنا ہیں کہ بندہ اُن کی انشا کرسکتا ہے بلکہ بندہ کو اسی لئے تعلیم فرمائی گئی ہیں مگر اُن کے آغاز میں لفظ قل ہے جیسے تینوں قل اور کریمہ قل اللھم مٰلك الملك[۲] ان میں سے یہ لفظ چھوڑ کر پڑھے کہ اگر اس سے امرِ الٰہی مراد لیتا ہے تو وہ عین قراءت ہے اور اگر یہ تاویل کرے کہ خود اپنے نفس کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے قل اس طرح کہہ، یُوں ثنا و دُعا کر، تو یہ امر بدعا وثنا ہوا نہ کہ دعا وثنا، اور شرع سے اجازت اِس کی ثابت ہوئی ہے نہ اُس کی۔

تنبیہ: اقول یُوں ہی وُہ ادعیہ واذکار جن میں حروفِ مقطعات ہیں مثلاً صبح وشام کی دعاؤں میں آیۃ الکرسی کے ساتھ سورۂ غافر کا آغاز حٰمٓ ٥ تنزیل الکتٰب من اللہ العزیز العلیم ٥ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول ط لا الٰہ الا ھو ط الیه المصیر ٥[۳] تک

---

[۱] القرآن الکریم ۲۰/ ۸۲ [۲] القرآن الکریم ۳/ ۲۶
[۳] القرآن الکریم ۴۰/ ۱ تا ۳

پڑھنے کو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے اور شام پڑھے تو صبح تک۔ رواہ الترمذی[1] والبزار وابنا نصر و مردویۃ والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بحالتِ جنابت اسے نہیں پڑھ سکتا کہ حروفِ مقطعات کے معنے اللہ و رسول ہی جانتے ہیں جل وعلا وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ کیا معلوم کہ وہ ایسا کلام ہو جس کے ساتھ غیرِ خدا بے حکایت کلامِ الٰہی تکلم نہ کر سکتا ہو، معہذا اجازت صرف دُعا و ثنا کی ہے کیا معلوم کہ ان کے معنے میں کچھ اور بھی ہو۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

تنبیہ: اقول ہماری اس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جن آیات میں بندہ دعا و ثنا کی نیت نہیں کر سکتا بحالِ جنابت وحیض انھیں بطورِ عمل بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً تفریقِ اعداء کے لئے سورۂ تبّت نہ کہ سورۂ کوثر کہ بوجہ ضمائرِ متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے۔ عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں: یا[1] تو دُعا جیسے حزب البحر، حرزِ یمانی یا اللہ عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت جیسے عمل سورۂ یٰس وسورۂ مزمل صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یا[2] اعدادِ معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہو جائے اس کے موکلات تابع ہو جائیں، اس تیسری نیت والے تو بحالِ جنابت کیا معنے بے وضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے، اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت و سورت بھی جائز نہیں ہو سکتی جس میں صرف معنی دعا و ثنا ہی ہے کہ اولاً یہ نیت نیتِ دُعا و ثنا نہیں، ثانیاً اس میں خود آیت و سورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اُس کے خدام مطیع ہوں تو نیتِ قرآنیت اُس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیتِ اولٰے ناممکن اور نیتِ ثانیہ عین نیتِ قرآن ہے اور بقصدِ قرآن اُسے ایک حرف بھی روا نہیں۔

تنبیہ: یہی حکم دم کرنے کے لئے پڑھنے کا ہے کہ طلبِ شفا کی نیت تغیرِ قرآن نہیں کر سکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے کون کہے گا کہ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا[2] تا آخر سورت مصروع و مجنون کے کان میں جنب

ع: حدیث میں ہے کوئی آسیب زدہ یا مجنون تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اس کے کان میں یہی آیتیں پڑھیں وہ فوراً اچھا ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا: تم نے اس کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ الترمذی والبزار ومحمد بن نصر الخ تحت الآیۃ ۱۴/ ۱تا ۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۳۳/۷
شعب الایمان حدیث ۲۴۷۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴۸۳/۲

[2] القرآن الکریم ۱۱۵/۲۳

پڑھ سکتا ہے، ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا وثنا بصیغۂ غیبت وخطاب ہوں اور اس کے اول میں قُل بھی نہ ہو، نہ اس میں حروفِ مقطعات ہوں، اور اس سے قرآنِ عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعا وثنا کی برکت سے طلبِ شفا کرنے کے لئے اس پر دَم کرے تو روا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۱۱۲ تا ۱۱۱۶)

(۱۵) بغیر تلاوتِ قرآن آدم علیہ السلام کی طرف نافرمانی اور گناہ کی نسبت کرنے کی ممانعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی کی رِیس کرکے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید ومدید عذابِ جہنم وغضبِ الٰہی کا مستحق نہ ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

امام ابوعبداللہ قرطبی تفسیر میں زیر قولہ تعالٰے وطفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ[۱] (اور آدم وحوّا اپنے جسم پر جنّت کے پتّے چپکانے لگے۔ ت) فرماتے ہیں:

قال القاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذلک عن اٰدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالٰی عنہ او قول نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان نبتدی ذٰلک من قبل انفسنا فلیس بجائزلنا فی اٰبائنا الاَدنَین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی جمیع الانبیاء والمرسلین[۲]۔

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ آج ہم میں سے کسی کے لئے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ کہنا جائز نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اُسے باری تعالٰی کے کلام یا اس کے نبی صلی اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کان میں کیا پڑھا؟ انھوں نے عرض کیا۔ فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سچّے یقین والا اگر ان آیتوں کو پہاڑ پر پڑھے تو اُسے جگہ سے ہٹا دے گا۔ اخرجہ الامام الحکیم الترمذی[۳] وابویعلی وابن ابی حاتم وابن السنی وابونعیم فی الحلیۃ وابن مردویۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

[۲] الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۲۰/ ۱۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۱/ ۱۶۹
المدخل لابن الحاج بحوالہ القرطبی فصل فی مولد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶

[۳] الدرالمنثور بحوالہ الحکیم وابی یعلی وابن ابی حاتم وغیرہم تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ داراحیاء التراث العربی ۶/ ۱۱۴

تعالےٰ علیہ وسلم کے کلام کے اثنا میں ذکر کریں۔ اسے ابتداءً اپنی طرف سے بتانا تو ہمارے لئے اپنے ان قریبی آباء کے حق میں بھی جائز نہیں جو ہماری ہی طرح ہیں پھر ان کے حق میں کیوں کر روا ہوگا جو ہمارے سب سے پہلے باپ ہیں جو بڑی عظمت و بزرگی والے اور سب سے پہلے نبی بھی ہیں، ان پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر خدائے برتر کا درود و سلام ہو۔(ت)

امام ابو عبداللہ محمد عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمهم الله تعالیٰ ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انه عصی او خالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذٰلك[1]

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کے بارے میں بھی غیر تلاوت و حدیث میں یہ کہے کہ انھوں نے نافرمانی یا خلاف ورزی کی تو وہ کافر ہے، اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔(ت)

ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۱۱۹ و ۱۱۲۰)

فتاویٰ رضویہ جلد ۲

(۱) ماءِ مستعمل کی صورتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما المغیر تحول نجاسة حکمیة و منها نجاسة الاٰثام وهی تزول کلا او بعضا بکل قربة لعموم قوله تعالیٰ "ان الحسنات یذهبن السیاٰت ط ذٰلك ذکری للذاکرین ہ"[2]

جبکہ پانی میں تغیر پیدا کرنے والی چیز اس کی طرف نجاست حکمیہ کا آنا ہے اور گناہوں کی نجاست بھی نجاست حکمیہ ہی ہے جو کُلاً یا بعضاً ہر قربت سے دُھل جاتی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی "انّ الحسنٰت یذهبن السیّئٰت ذٰلك ذکری للذاکرین (نیکیاں بُرائیوں کو ختم کردیتی ہیں یہ ذاکرین کے لئے نصیحت ہے) کے عموم کا تقاضا ہے۔(ت)

اقول نعم ولوجه اللہ الحمد ابدا تزول الاٰثام باذن اللہ بکل قربة رحمة

---

[1] المدخل لابن الحاج بحوالہ القرطبی فصل فی مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴

منه جلت آلاؤہ بھذہ الامۃ المبارکۃ المرحومۃ دنیا واخری بنبیہا الکریم الرؤف الرحیم المرسل رحمۃ والمبعوث نعمۃ افضل صلوات ربہ واجمل تسلیماتہ واتم برکاتہ وادوم تحیاتہ علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وامتہ ابدا ولکن الزوال بقربۃ لا یوجب التحول الی التھا التی اقیمت بھا وما علمنا ذلک الا فی اٰلۃ عینھا الشرع کالمال فی الزکوۃ والماء فی الطھر لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصدقات انما ھی اوساخ الناس[1] رواہ احمد ومسلم عن عبدالمطلب بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہاں یہ درست ہے کہ گناہ ہر عبادت سے اللہ کی رحمت سے زائل ہوجاتے ہیں مگر گناہوں کا کسی قربت کی وجہ سے زائل ہونا اس امر کا مقتضی نہیں کہ وہ آلہ تطہیر کی طرف منتقل ہوجائیں، یہ بات صرف اس آلہ میں ہے جس کو شریعت نے متعین کیا ہو جیسے زکوٰۃ میں مال اور طہارۃ میں پانی، کیونکہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ لوگوں کا میل کچیل ہے، اس کو احمد ومسلم نے عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۶۲)

(۲) مزید فرمایا:

للعبد الضعیف کلام فی توقف الثواب فی الطہارۃ علی الاتمام بل الثواب منوط بنیۃ الامتثال کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[2] فمن جلس یتوضأ ممتثلا لامر ربہ ثم عرض لہ فی اثنائہ ما منعہ عن اتمامہ فکیف یقال لایثاب علی ما فعل ان اللہ لایضیع اجر المحسنین[3] نعم من نوی من بدء الامر انہ لا یأتی الا ببعض فھذا الذی یرد علیہ انہ لم یقصد الوضوء الشرعی بل ھو عابث بقصد ما لا یعتبر شرعا والعابث لایثاب بخلاف من قد مناوصفہ ویترا ای لی ان مثل ذلک العابث من قصد الوضوء الشرعی واتی ببعض الاعمال ثم قطع من دون عذر فان اللہ تعالٰی سمی القطع ابطالا اذ یقول عزمن قائل ولا تبطلوا اعمالکم[4] والباطل لاحکم لہ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح مسلم تحریم الزکوٰۃ علٰے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۵

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی " " " ۱/ ۲

[3] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۰ [4] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳

عبد ضعیف کو اس امر میں کلام ہے کہ ثواب موقوف ہے طہارت کے مکمل ہونے پر بلکہ ثواب موقوف ہے حکم ماننے کی نیت پر، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے۔" تو جو شخص اپنے رب کے حکم کو ماننے کے لئے وضو کرنے بیٹھا پھر درمیان میں کوئی ایسا امر لاحق ہوا کہ وہ وضو مکمل نہ کر سکا تو اب یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ وہ کر چکا ہے اس پر اس کو ثواب نہیں ملے گا، اللہ اچھے کاموں کا اجر برباد نہیں کرتا، ہاں اگر کسی نے شروع سے ہی یہ نیت کی کہ وہ بعض اعضاء کو دھوئے گا، تو یہ وہ ہے جس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اُس نے وضو شرعی کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ وہ ایک ایسا کام کر کے جو شرعاً غیر معتبر ہے عبث کر رہا ہے، اور جو عبث کرتا ہو اس کو ثواب نہیں ملے گا بخلاف اس کے جس کا وصف ہم نے پہلے بیان کیا۔ اور مجھے لگتا ہے کہ اسی عبث کرنے والے کی طرح ہے وہ شخص جس نے شرعی وضو کا ارادہ کیا اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نامکمل چھوڑ دیا کیونکہ اللہ نے قطع کو ابطال قرار دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو" اور باطل کا کوئی حکم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۷۳، ۷۴)

(۳) مزید فرمایا:

ومعلوم ان الطھوریۃ صفۃ جرم الماء قال اللہ عزوجل وانزلنا من السماء ماء طھورا[1]، وقال تبارک وتعالٰی وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ[2] لا صفۃ احد اطرافہ التی لا وجود لھا الا بالانتزاع علی فرض اتصال الاجسام ولا فی الغسل صفۃ طرف لا یتجزی لانہ اسالۃ ولا اسالۃ الا بالجسم والا فبم یمتاز عن المسح۔

اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی برسایا"، نیز فرمایا: "وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو اسی سے پاک کرے" یہ اس کی کسی طرف کی صفت نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا اتصال فرض کیا جائے، اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو، اس لئے کہ غسل کا معنی بہانا ہے اور بہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے کیونکر ممتاز ہوگا! (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۱۶۸، ۱۶۹)

(۴) ہنود و نصارٰی کے جھوٹے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

انما المشرکون نجس[3] کافر نرے ناپاک ہیں۔ یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے، پھر اگر شراب وغیرہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۸ [2] القرآن الکریم ۸/ ۱۱ [3] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

نجاستوں کا اثر اُن کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ایسا ہی ناپاک ہے جیسا کُتّے کا بلکہ اُس سے بھی بدتر لخلاف مالك فی الكلب (کیونکہ کُتّے کے بارے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ ت) اور حُقّے وغیرہ جس چیز کو اُن کا لعاب لگ جائے گا ضرور ناپاک ہو جائے گی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۳۱۶)

(۵) حُقّے کے پانی کی طہارت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اگر سفر میں ہو اور وضو کو پانی کم تھا کہ مثلاً ایک یا دونوں پاؤں دھونے سے رہ گئے اور حُقّے میں پانی ہے جس سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے تو اس صورت میں تیمم جائز نہ ہوگا نماز باطل ہوگی بلکہ اُسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہوگی لانه یجد ماء وانما یقول الله تعالیٰ فلم تجدوا ماء[1] (کیونکہ وہ پانی کو پا رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۳۲۰)

(۶) کیا مالِ صبی میں والدین تصرف کر سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں فرمایا:

اس تقدیر پر ظاہر یہ ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحالِ غنا ان کو تصرف ناروا ہوتا قال تعالیٰ: من كان غنيا فليستعفف[2] (جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے۔ ت) تو یہ روایت صورتہٗ کانہٗ استیلاء سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا استثناء کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادرہ روایت آئی ہے کہ اگر بچّہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے تو وہ والدین کے لئے مباح ہے تو یہ روایت بھی احکامِ مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی ہی ٹھہرا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۵۰۹)

(۷) مزید فرمایا:

اقول وباللہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عُرف وعادت اس کے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ قلیل عفو قرار دیں جس پر قرآن وحدیث سے دلیل ہے، قال اللہ عزوجل:

ويسئلونك عن اليتمٰى قل اصلاح لهم خير وان تخالطوهم فاخوانكم والله يعلم المفسد من المصلح[3]

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۳

[2] 〃 ۴/۶

[3] 〃 ۲/۲۲۰

اور وہ آپ سے یتیموں کی بابت پُوچھتے ہیں فرما دیجئے ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ اپنا مال ملا کر کھاؤ وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مفسد کو مصلح سے جانتا ہے۔ (ت)

اس آیت میں احد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے:

وفی الزاھدی قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما المخالطۃ ان تأکل من ثمرہ ولبنہ وقصعتہ وھو یأکل من ثمرتک ولبنک وقصعتک والاٰیۃ تدل علی جواز المخالطۃ فی السفر والحضر یجعلون النفقۃ علی السواء ثم لا یکرہ ان یأکل احدھما اکثر لانہ لما جاز فی اموال الصغار فجوازہ فی اموال الکبار اولٰی ھذا لفظہ فاحفظہ فانہ نافع جدا وحجۃ علٰی کثیر من المتعصبین فی زماننا اھ[1]۔

اور زاہدی میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ مخالطت یہ ہے کہ تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اُسی طرح تمہارے ساتھ تمہارے پھل کھائے اور تمہارا دُودھ پیئے اور تمہارے پیالے میں کھائے، اور یہ آیت مخالطت کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو جبکہ نفقہ کو برابر کا رکھیں، پھر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ ان میں سے کوئی زائد کھالے کیونکہ یہ چیز جب بچّوں کے مال میں جائز ہے تو بڑوں کے اموال میں بطور اولٰی جائز ہے، یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے عہد کے بہت سے متعصبین پر حجت بھی ہیں اھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

فتاوٰی رضویہ جلد ۳

(۱) سمندر کے پانی کی طبیعت میں انبات ہے یا عدمِ انبات۔ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

اقول وھذا وجیہ فان الاصل عدم العارض وان کان لا یتم الاستدلال علیہ بقولہ عزوجل وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا[2]، فان المرج ھو الخلط والارسال ولا یلزم ان

---

[1] التفسیرات الاحمدیۃ بیان اصلاح الیتامٰی کریمی کتب خانہ بمبئی ص ۱۰۳

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۵۳

یکون فی بدء خلقهما بل بعد تغیر احدهما بعارض واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ بات مدلل ہے کہ اصل عارض کا نہ ہونا ہے اگرچہ اس پر استدلال اللہ تعالٰی کے قول وھوالذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا (اور اللہ وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کئے دو سمندر یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا اور روکی ہوئی آڑ) سے تام نہیں ہوتا، کیونکہ مرج کے معنی ملانے اور چھوڑنے کے ہیں، اور یہ لازم نہیں کہ یہ صورت ان کی ابتداءِ تخلیق میں ہو، بلکہ ان میں سے کسی ایک کو عارض کی وجہ سے متغیر ہونے کے باعث ہو۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۶)

(۲) اولیاء اللہ کے لئے ذبح کئے جانے والے جانوروں کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

مسلمانان جانوران کہ برائے اولیاء کرام قدست اسرارہم ذبح مے کنند زنہار عبادت غیر نمی خواہند ایں بدگمانی شدید ست و بدگمانی از طریق اسلامی بعید قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]، در درمختار فرمود لانسئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھذا النحر[3]، در ردالمحتار ست ای علٰی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم[4] باز اگر گیرم کہ بعض آرندگانِ جہاں ہمچناں خواستہ باشد اگر ذابح برائے خدا ذبح کرد و نام او عزوعلا گرفت حلال شد کہ اعتبار نیت وقول ذابح راست کما حققناہ فی رسالتنا الصغیرۃ حجما الکبیرۃ نفعا ان شاء اللہ تعالٰی سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء ومولٰی سبحنہ وتعالٰے در قرآن عظیم فرماید "ما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ"[5] شمارا چیست کہ نخورید از انچہ برآں نام خدا گرفتہ شدہ است۔

مسلمان جن جانوروں کو اولیاء اللہ کے لئے ذبح کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد یا نیت ہرگز غیر اللہ کی عبادت نہیں ہوتی۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے جو مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے، اور اسلام میں بدگمانی

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] الدر المختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[4] ردالمحتار " مصطفٰے البابی مصر ۵/ ۲۱۸

[5] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۹

ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مومنو! بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی گناہ ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ جھوٹی بات ہے۔ اور درمختار میں فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی نہیں کرسکتے وہ اس ذبح سے غیر اللہ کے تقرب اور عبادت کی نیت کرتا ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ عبادت کے طور پر گمان نہیں ہوسکتا کیونکہ اس گمان سے مسلمان کو کافر بنانا ہے اور مسلمان سے یہ بات بعید ہے۔ اور اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ دنیا میں کوئی ایسا واقعہ ہے تو بھی جب ذبح کرنے والے نے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام پڑھ لیا تو وہ جانور حلال ہوجاتا ہے کیونکہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قول کا اعتبار ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو ایک چھوٹے رسالے میں ثابت کیا ہے اگرچہ وہ رسالہ فائدہ میں ان شاء اللہ بڑا ہے اس کا نام "سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: تمھیں کیا ہوا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا تم اس کو نہیں کھاتے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۲۵۶، ۲۵۷)

(۳) تیمم میت کے بارے میں فرمایا:

اقول وربما یترجح بہ قول من قال ان الموت حدث وافاد فی طہارۃ البحر الرائق انہ الاصح فان التیمم لم یعرف الا مطہرا عن نجاسۃ حکمیۃ قال تعالٰی او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا[1] الاٰیۃ الا ان یقال ان المولٰی[ع] سبحٰنہ وتعالٰی جعل ھذا المسح بالصعید مزیلا للخبث عن جمیع

ع ولا بد للقائلین بالحقیقیۃ ایضا الالتجاء الٰی مثل ھذا فقد نصوا ان المیت تکفی فیہ غسلۃ واحدۃ وانما التثلیث سنۃ ولو کانت حقیقیۃ لوجب التثلیث فاجابوا بان ھذا من تکریم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی عبدہ المسلم المیت جعل تطہیرہ بمرۃ واحدۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔

نجاست حقیقیہ ماننے والوں کے لئے بھی اس طرح کی بات سے مفر نہیں کیونکہ انھوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ میت کے بدن کو ایک بار دھونا ہی کفایت کرتا ہے اور تین بار دھونا فقط سنت ہے

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۳

بدن المیت عند امتناع الغسل تفضلا منہ وتکرما تعبدا غیر معقول المعنی کما جعل المسح بالحجر مزیلا لہ فی الاستنجاء، واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول اس سے ان حضرات کے قول کی ترجیح سمجھ میں آتی ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ موت حدث ہے، اور البحرالرائق کے باب طہارت میں افادہ فرمایا ہے کہ یہی اصح ہے اس لئے کہ تیمم نجاستِ حکمیہ سے مطہر ہونے کی حیثیت سے ہی جانا پہچانا گیا ہے، ارشادِ باری تعالٰی ہے: "تم میں کا کوئی پاخانہ سے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو"۔ مگر یہ کہا جائے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے غسل نہ ہوسکنے کی صورت میں جنسِ زمین سے اس مسح کو پورے بدنِ میت سے خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے محض ازراہِ فضل وکرم، ایسا حکم تکلیفی جس کا معنٰی عقل کی دسترس میں نہیں، جیسے استنجاء میں پتھر سے مسح کو خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۰۸)

(۴) شریف زادی کے گھر میں پانی نہ رہے باہر جا نہیں سکتی تو کیا تیمم کرسکتی ہے۔ اس مسئلہ میں فرمایا:

وہ کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقاً عادی نہیں جس طرح بحمداللہ تعالٰی بریلی میں شریف زادیوں کا دستور ہے یہ ہر طرح معذور ہے اور کیونکر اُسے مجبور کیا جائے گا حالانکہ اُس نے کنواں دیکھا تک نہیں، نہ اُس تک راہ جانتی ہے، نہ کسی سے پُوچھ سکے گی، نہ اُس کے قدم اٹھیں گے، لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1] (خدا کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) عادت چھڑانے میں حرج ہے خصوصاً وہ نیک عادت کہ کمال حیا پر مبنی ہو اور حیا جتنی زائد ہو اُسی قدر بہتر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحیاء خیر کلہ حیا سراسر بہتر ہے رواہ البخاری[2] ومسلم وابوداؤد والنسائی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اگر نجاست حقیقیہ ہوتی تو تین بار دھونا واجب ہوتا۔ اس کا انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کی جانب سے اپنے بندۂ مسلم کی میت کی تکریم ہے کہ ایک بار سے ہی اس کی تطہیر کا حکم فرمادیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[2] صحیح مسلم باب عدد شعب الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸
صحیح البخاری کتاب الادب باب الحیاء " " " ۲/ ۹۰۳

(اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرات عمران بن حصین اور تمام صحابہ سے روایت کیا ہے خدا ان سے اور تمام صحابہ سے راضی ہو۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۱۸)

(۵) جو مریض بروقتِ نماز قیام اور پانی کے استعمال پر قادر نہیں مگر بعد از خروجِ وقتِ نماز اس پر قادر ہوجانے کا ظن غالب ہے تو وہ کیا کرے۔ اس بارے میں فرماتے ہیں :

فاقول لا اری انیکون المذھب فیہ الامر بتفویت الصلٰوۃ کیف وان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ۔ قال ربنا تبارک وتعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] ولا ینظر فیھا الا الی الحالۃ الراھنۃ الا تری ان راجی الماء اٰخر الوقت لیس علیہ التاخیر بل لہ ان یصلی الاٰن متیمما۔

فاقول میں نہیں سمجھتا کہ اس صورتِ عجز میں نماز فوت کرنے کا حکم ہمارے مذہب میں ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ طاعت بقدرِ استطاعت ہی لازم ہوتی ہے۔ ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: "تو اللہ سے تم ڈرو جہاں تک تمہیں استطاعت ہو" اور استطاعت کے معاملہ میں موجودہ حالت پر ہی نظر کی جائے گی۔ دیکھئے اگر کسی کو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ نماز مؤخر کرے بلکہ وہ اُسی وقت تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۵۶)

(۶) نماز وقتِ مقرر میں پڑھنے کی تاکید ہے، چنانچہ فرمایا :

نحن نعلم قطعا ان المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کما امرنا بالصلٰوۃ امرنا بایقاعھا فی وقتھا وحرم اخراجھا عنہ الا لعذر فالکل مقصود عینا قال سبحٰنہ وتعالٰی ان الصلٰوۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا[2] وقال عزوجل حافظوا علی الصلوات والصلٰوۃ الوسطٰی[3] وقال اللہ تعالٰی فویل للمصلین الذین ھم عن صلٰوتھم ساھون[4] وھم الذین یؤخرونھا حتی یخرج وقتھا سماھم مصلین وجعل لھم الویل لاخراجھم ایاھا عن وقتھا فکان الوقت مقصودا عینا۔

ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے جس طرح ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کریں اور بغیر کسی عذر کے اس وقت سے باہر لانا حرام فرمایا ہے، تو سبھی مقصود بالذات ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے: بیشک نماز ایمان والوں پر باندھا ہوا (مقررہ وقت میں) فرض ہے، اور ارشاد باری تعالٰی ہے : حفاظت کرو سب نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی۔ نیز ارشاد فرمایا: تو خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو نماز کو اس حد تک مؤخر کرتے

---

[1] القرآن الکریم ۶۴/۱۶ [2] القرآن الکریم ۴/۱۰۳ [3] القرآن الکریم ۲/۲۳۸ [4] القرآن الکریم ۱۰۷/۴

ہیں کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے، انھیں نمازی کہا ساتھ ہی ان کے لئے ویل بھی قرار دیا اس لئے کہ وہ نماز وقت سے باہر ادا کرتے تو خود وقت بھی مقصود بالذات ہوا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۵۸)

(۷) جنس ارض کی منفرد جامع و مانع تعریف پیش کرکے بطور تحدیث نعمت فرمایا:

بحمد اللہ یہاں تک تعریف رضوی کی شرح مبسوط تھی کہ نہ ایسی تعریف کہیں ملے نہ کوئی ایسی شرح پائے اور اسی کے ختم سے سوالِ اول کا جواب ختم ہوا جو بفضلہٖ تعالٰی ایسی تحقیقاتِ جلیلہ جزیلہ بدیعہ رفیعہ پر مشتمل ہے جن کی نظیر نظر نہ آئے۔

ذٰلك من فضل اللّٰه علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرونَ[۱] رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت عليّ وعلىٰ والديّ وان اعمل صالحا ترضٰه واصلح لي في ذريتي اني تبت اليك واني من المسلمين[۲]، واللّٰه سبحٰنه وتعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

وہ ہے خدا کا فضل ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے رب! مجھے یہ توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری نسل میں نیکی دے، بیشک میں تیری بارگاہ میں رجوع لایا اور میں مسلمانوں سے ہوں، اور خدائے پاک و برتر خوب جانتا ہے، اور اس کا علم کامل و محکم ہے اس کا مجد برتر ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۳ ص ۷۱۶)

فتاوٰی رضویہ جلد ۴

(۱) مانع تیمم کے پیدا ہونے کی توقع تیمم سے مانع نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

وھذا ما قدمت في الظفر لقول زفر انه اذا ادرك الوقت فاراد الصلوٰة لاينهىٰ عنها ولا ينظر الا الى حالته الراهنة وقلت قبله فيه ان الطاعة بحسب الاستطاعة قال ربنا تبارك وتعالىٰ فاتقوا اللّٰه ما استطعتم[۳]، ولا ينظر الا الى الحالة الراهنة واستشهدت عليه بمسألة الراجي هٰذه ان ليس عليه التأخير۔

یہی بات میں رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بیان کرچکا ہوں کہ جب وقت ہوگیا اور اس نے نماز ادا کرنی چاہی تو اُسے اس سے روکا نہ جائے گا اور صرف اس کی موجودہ حالت دیکھی جائے گی۔ اس سے پہلے اس رسالہ میں مَیں نے لکھا ہے کہ طاعت حسبِ استطاعت ہوتی ہے۔ ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے، "تو تم خدا سے ڈرو جتنی تمھیں استطاعت ہو۔ اور موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی، اس پر

[۱] القرآن الکریم ۱۲/ ۳۸ [۲] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵ [۳] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶

میں نے پانی کی امید رکھنے والے کے اس مسئلہ سے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۴ ص ۸۷، ۸۸)

(۲) کتابی کے ذبیحہ کی حلت کے بارے میں فرمایا:

طہارت شرطِ ذبح نہیں، جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے بلکہ وہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اترتا یعنی کافرانِ کتابی، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآنِ عظیم میں حلال فرمایا ہے:

طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم[1]

کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ جلد ۴ ص ۳۲۴)

(۳) بواسیر کا جو مریض کپڑے پاک نہیں رکھ سکتا اس کے بارے میں فرمایا:

اگر سمجھتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا تو اس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا جب تو اس پر لازم ہے کہ ہر وقت کپڑا بدلے اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی اور کپڑا پھر اتنا ہی ناپاک ہوجائے گا تو اُسے معافی ہے اُسی کپڑے سے پڑھے لا یکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعھا[2] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ جلد ۴ ص ۳۷۵)

(۴) نظرِ شارع میں تیسیر محبوب ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لاسیما علی من ابتلی باقتنائہ لصید او زرع او ماشیۃ والتیسیر محبوب فی نظر الشارع یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3]، وقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ان الدین یسر الحدیث[4]. رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا رواہ احمد والشیخان[5] والنسائی عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

خصوصاً جو شخص شکار، کھیتی باڑی یا جانوروں کی حفاظت کے لئے اس کے رکھنے پر مجبور ہو اور شارع کی نظر میں آسانی محبوب ہے (ارشادِ خداوندی ہے) "اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا"۔ اور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے" (الحدیث) اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور سرکار دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو۔ اس حدیث کو امام احمد، بخاری و مسلم اور نسائی نے حضرت انس

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵ [2] القرآن الکریم ۲/۲۸۶ [3] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[4] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[5] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۴

بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۱۴۴)

(۵) احکامِ دینیہ میں خبرِ کافر معتبر نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

حلت و حرمت و طہارت و نجاست احکامِ دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض [ع] نامعتبر۔

قال اللہ تعالٰی لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دے گا۔ (ت)

بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کہ کافر۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[2] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو الآیۃ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۴ ص ۴۸۱)

(۶) ہم فقط ایسی ہی چیز استعمال کرنے کے مکلّف نہیں جو نفس الامر میں طاہر و حلال ہو۔ چنانچہ فرمایا:

حضرتِ حق جل و علا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع و نفس الامر میں طاہر و حلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے وراء ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]

ارشادِ باری تعالٰی ہے: "اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔ (ت)

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم و یقین کی رُو سے طیّب و طاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص۔

قال اللہ تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[4] و قال تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[5]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: دین کے سلسلے میں تمہیں کسی حرج میں نہیں ڈالا"۔ اور فرمایا" اللہ تعالٰی تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا"۔ (ت)

ع یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے بات اس کی مقبول اور گوشت حلال، اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اس کا ماخوذ اور لحم حرام، وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا ۱۲ منہ (بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱ [2] القرآن الکریم ۴۹/ ۶ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[4] " ۲۲/ ۷۸ [5] " ۲/ ۱۸۵

اے عزیز! یہ دین بحمداللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لئے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اس کے لئے سخت ہوتا جائے گا یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ (فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۵۱۲)

(۷) مدارات خلق اہم امور سے ہے مگر جب تک مداہنت فی الدین نہ ہو اور گناہ لازم نہ آئے۔ فرمایا:

قال اللہ تعالیٰ لایخافون لومۃ لائم[۱] وقال تعالیٰ لاتأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ[۲] وقال تعالیٰ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[۳] وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف[۴] رواہ الشیخان و ابوداؤد والنسائی عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق رواہ الامام احمد ومحمد الحاکم عن عمران والحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہم۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔" اور ارشاد خداوندی ہے: "ان دونوں (زانی اور زانیہ) کے بارے میں تمھیں دین خداوندی میں نرمی نہیں کرنی چاہیے۔" ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ (لوگ) انھیں راضی کریں اگر وہ ایمان دار ہیں۔" نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں فرمانبرداری صرف نیک امور میں ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت جائز نہیں۔ اس حدیث کو امام احمد اور محمد حاکم نے حضرات عمران اور حکم بن غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۲۷)

(۸) متورع ورع کی آڑ میں دوسروں پر طعن وتشنیع مت کرے، اس سلسلہ میں فرمایا:

اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اسے استعمال کرتے ہوں ان پر طعن واعتراض کرے انھیں نظر میں حقیر سمجھے اس سے تو ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع وتحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلل وھذا حرام

---

[۱] القرآن الکریم ۵/۵۴ [۲] القرآن الکریم ۲۴/۲ [۳] القرآن الکریم ۹/۶۲

[۴] صحیح البخاری کتاب اخبار الآحاد باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق ۲/۱۰۷۸

لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1] و قال جل مجدہ ولا تلمزوا انفسکم[2] ای لا یعیب بعضکم بعضاً[3] واللمز ھو الطعن باللسان[4]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہ کہو اُسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا۔" اور اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا، اپنے آپ پر طعن نہ کرو یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۴ ص ۵۴۹)

(۹) جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ انگلی پر لگی ہوئی نجاست چاٹ لینے سے منہ اور انگلی دونوں پاک ہو جاتے ہیں، اس کی مذمت میں فرمایا:

انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک رُوح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے، اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا، نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہو جائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا مُنہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہو جائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہے۔

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرؤن مما یقولون[5]

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے، اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہیں جو لوگ کہتے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۶۵)

(۱۰) ہنود کی اشیاءِ خوردنی اور آیۂ کریمہ انما المشرکون نجس سے ان کی نجاست پر استدلال کے بارے میں فرمایا:

آیت کریمہ انما المشرکون نجس[6] اُن کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے اجسام

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۴۹/۱۱

[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۴۹/۱۱ اصح المطابع کراچی نصف ثانی ص ۴۲۸

[4] تعلیقات جدیدہ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین مع الجلالین اصح المطابع دہلی ۲/۴۲۸

[5] القرآن الکریم ۲۴/۲۶ [6] القرآن الکریم ۹/۲۸

اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں تمام کتبِ فقہ متون وشروح وفتاوی اس کی تصریحات سے مالامال ہیں، ان کے یہاں کا گوشت توضرور حرام ہے مگر اُس حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت حلال ہے ورنہ حرام، اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں ورنہ طاہر وحلال کہ اصل اشیا میں طہارت وحلت ہے۔ قال تعالٰی[1] :

خلق لکم ما فی الارض جمیعا[1]

زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے فائدے کے لئے پیدا فرمایا (ت)

جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں : بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[2]

ہم اسی پر عمل کریں گے جب تک کسی معیّن چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ (ت)

مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں ان کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں تک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولٰی ہے غرض فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز۔ (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۶۵ ، ۵۶۶)

(۱۱) کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی قباحتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا :

یہ نصارٰی سے تشبّہ ہے اور ان کی سنّتِ مذمومہ میں اُن کا اتباع ہے، آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اس کی یہی علت اور موجبِ عذاب وعقوبت ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

لا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن[3] شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۸۶)

فتاوی رضویہ جلد ۵

(۱) کیا صلوات خمسہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاصہ ہیں ؟ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا :

اقول لك ان تقول بعد تسلیم لزوم الخصوص فی کل عطاء یعطی فی مقام الاختصاص، لایلزم الخصوص من کل وجہ، فقد کانت الصلوٰۃ فریضۃ علی الانبیاء صلوات اللہ وتعالی وسلامہ علیھم وفی کل دین الٰھی، کما قال تعالی فی سیدنا اسمٰعیل علی ابنہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم "وکان یأمر اھلہ بالصّلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا"[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۲۹ [2] الفتاوی الہندیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۴۲

[3] القرآن الحکیم ۲ / ۱۶۸ [4] القرآن الحکیم ۱۹ / ۵۵

وقال عزوجل عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام "واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا[1]"

اقول (میں کہتا ہوں) تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اختصاص کے موقعہ پر جو چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری ہے، تاہم ہر لحاظ سے خاص ہونا تو کوئی ضروری نہیں ہے، کیونکہ نمازیں تمام انبیاء پر اور ہر دینِ الٰہی میں فرض تھیں جس طرح اللہ تعالٰی سیدنا اسمٰعیل — ان کے کریم بیٹے پر اور ان پر صلوٰۃ و سلام ہو — کے بارے میں فرماتا ہے: "وہ حکم دیا کرتا تھا اپنے اہل خانہ کو نماز اور زکوٰۃ کا، اور وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا۔" اور اللہ عزوجل نے اپنے بندے عیسٰی علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے "اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالٰی نے نماز اور زکوٰۃ کا جب تک میں زندہ رہوں۔" (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۹)

(۲) اسی بحث مذکور میں مزید فرمایا:

اقول نعم، لابد للخصوص من وجہ، اما مطلقا فلا، فقد کان الجہاد فی الامم السابقۃ قال تعالٰی وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر[2] الاتری الی قولہ، والامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ویستحیل نفیھما عن الانبیاء السابقین علیھم الصلوٰۃ والسلام، فما کانوا یبعثون الا لھذا، وقد انجی اللہ تعالٰی قوما ینھون اصحاب السبت معذرۃ الٰی ربھم ولعلھم یرجعون، ولم تزل الصدقۃ فی الامم، وتقدم قولہ تعالٰی وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ[3]، فانما المراد لم یعطوا علی صفۃ اعطی نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، احلت لہ الغنائم ولم تحل لاحد قبلہ، والصدقۃ تؤخذ من اغنیائنا وترد علٰی فقرائنا، وامرنا بالمعروف ونھینا عن المنکر یاعلی وجوھہ وھو الجہاد، وامر الجہاد فی شرعنا اقوی منہ فی سائر الشرائع - قالہ الرازی عن القفال، فکذلک خصصنا فی الصلوٰۃ باشیاء لم یعطھن احد قبلنا، وللہ الحمد۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہاں، خصوصیت کے لئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے ورنہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) مطلقاً اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں ہیں کیونکہ جہاد پہلی اُمتوں میں بھی تھا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "کتنے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے لڑائی کی۔" کیا تم نہیں دیکھتے ہو حدیث میں

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۱
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۶
[3] 〃 ۱۹/ ۵۵

مذکور اس قول کی طرف "اور اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" حالاں کہ ان کاموں کا انبیاءِ سابقین میں نہ پایا جانا محال ہے کیونکہ وہ تو بھیجے ہی انہی کاموں کے لئے جاتے تھے اور (اسی نہی عن المنکر کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحابِ سبت کو شکار کرنے سے منع کرتے تھے تاکہ اپنے رب کے رُوبرو اپنا عذر پیش کر سکیں اور اس لئے کہ اس طرح شاید اصحابِ سبت غلط کام سے باز آجائیں۔ تو در حقیقت مراد یہ ہے کہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں دی گئیں جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ مثلاً جہاد میں حاصل ہونے والی غنیمت رسول اللہ کے لئے حلال کر دی گئی حالانکہ اس سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کی گئی تھی، اسی طرح صدقہ ہمارے اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء کو دیا جاتا ہے (حالانکہ اس سے پہلے اس کو آگ جلا دیا کرتی تھی) یونہی ہمارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلیٰ درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے، کیونکہ جہاد کا معاملہ ہماری شریعت میں بنسبت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے، یہ بات رازی نے قفال سے نقل کی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ہمیں نماز میں بھی بعض اشیاء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں (یعنی اذان، اقامت وغیرہ) وللہ الحمد۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۵۱ و ۵۲)

(۳) کونسی نماز کس نبی نے سب سے پہلے پڑھی، اس مسئلہ میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا:

معہذا اُن سب اقوال میں کہیں نہ کہیں گرفت ضرور ہے، اوّل نے صاف تصریح کی کہ عشاء انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں کسی نے نہ پڑھی، اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدرِ کلام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے اور اُمتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قدمنا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ ت) تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے جس طرح اشعہ وغیرہا کی عبارتوں میں تھا نہ بلحاظ امم، اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف وقولِ مرجوح ہے۔ اوّل و دوم نے عصر کو عزیر و یونس علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ:

ووھبنا لداوٗد سلیمٰن نعم العبد انہ اوّاب ○ اذ عرض علیہ بالعشی الصّٰفنٰت الجیاد ○ فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب[1] ○

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بندہ ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا، جب اس کے سامنے اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی چیز کی محبت نے اپنے رب کی یاد سے غافل کر دیا یہاں تک کہ وہ پردے میں چھپ گئے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۳۰ تا ۳۲

علماء فرماتے ہیں یہ نماز نمازِ عصر تھی۔

جلالین میں ہے: عن ذکر ربی ای صلاۃ العصر[1]۔

"اپنے رب کی یاد" سے مراد نمازِ عصر ہے۔ (ت)

مدارک میں ہے:

غفل عن العصر وکانت فرضا فاغتم[2]۔

عصر سے غافل ہوگئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس لئے غمزدہ ہوگئے تھے (ت)

اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس وعزیر علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاۃِ عصر ان دونوں صاحبوں کے لئے کیونکر ہوسکتی ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۷۱)

(۴) قبل از معراج نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال والذی یظہر انہا کانت من النفل المطلق، اوکانت من الصلاۃ المفروضۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل لیلۃ الاسراء، وفی فتاوی النووی مایؤید الثانی[3] اھ باختصار۔

شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر شبِ معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاوی نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

اقول وفی الاستدلال بقولہ عزاسمہ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا[4] نظر، فان تتمۃ الایۃ ومن اٰناء اللیل فسبح واطراف النہار لعلک ترضی[5]، فان حمل التسبیح علی الصلاۃ لقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کل تسبیح فی القراٰن صلاۃ[6] اخرجہ الفریابی عن سعید بن جبیر وان کان ربما یفید الاستثناء من کلیتہ علی ما **اقول** قولہ جل ذکرہ، کل قد علم صلوتہ وتسبیحہ[7]، وقولہ تعالیٰ فلولا انہ کان من المسبحین o للبث فی

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۳۸/۳۰ تا ۳۲ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۸۰
[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دار الکتاب العربی بیروت ۴/۴۱
[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس فی المعراج والاسراء دار المعرفۃ بیروت ۶/۵۴
[4] القرآن الکریم ۲۰/۱۳۰ [5] القرآن الکریم ۲۰/۱۳۰
[6] الدر المنثور تحت الآیۃ ۲۱/۸۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۸۵
[7] القرآن الکریم ۲۴/۴۱

بطنه الیٰ یوم یبعثون[1]٥ فان الظاھر ان المراد به ماذکرعنه ربه عزوجل بقوله "فنادی فی الظلمٰت ان لا اله الا انت سبحٰنك انی کنت من الظٰلمین[2]٥ به فسره سعید بن جبیر ارشد تلامذة ابن عباس، الراوی عنه تلك الکلیة۔ وقد قال الحسن البصری، کما فی المعالم: ماکانت له صلٰوة فی بطن الحوت، ولکنه قدم عملا صالحا[3] اھ، بیدان ان ابن عباس ھٰھنا ایضا مشی علی اصله فقال رضی الله تعالیٰ عنه، من المسبحین، من المصلین[4]۔ ویکون المعنی حینئذ ماقال الضحاك، انه شکرالله تعالیٰ له طاعته القدیمة[5]، کمافی المعالم ایضا۔ فعلیٰ ھذا الحمل واخذ الامر للوجوب، تدل الاٰیة باٰخرھا علیٰ فریضة اکثر من صلاتین؛ الا ان یقال: لم یقصد الحصر، بدلیل ان قیام اللیل کان فریضة من قبل قطعا؛ ولکن یبقی قوله تعالیٰ واطراف النھار؛ وحمله علی المذکورتین یستلزم التکرار۔

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ عزّ اسمہٗ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ "تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے" محلِ نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے: "اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہوجاؤ"۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا ہے کہ قرآن میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید ابن جبیر سے روایت کیا ہے، اگرچہ ابن عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کررہا ہوں، اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے: "ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے"۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یوم بعث تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا"، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے: "پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرے سوا، تُو پاک ہے، بیشک میں ظلم کرنے والوں میں تھا"۔ سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے مندرجہ بالا

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۴۳ و ۱۴۴ [2] القرآن الکریم ۲۱/ ۸۷
[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الاٰیة ۳۷/ ۱۴۳ و ۱۴۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۴/ ۳۶
[4] " " " " " " " " " " "
[5] " " " " " " " " " " "

کلبیہ کے راوی ہیں اُنھوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے ۔ حسن بصری نے کہا ہے جیسا کہ معالم میں ہے کہ انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل کیا تھا اھ البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا

اس صورت میں ـــــ جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے ـــــ

اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت (اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے۔ معالم میں بھی اسی طرح ہے۔ بہرحال اگر "فسبح بحمد ربك" میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لئے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جا سکتا ہے کہ دو میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالٰی کا یہ فرمان" اور دن کے اطراف میں" بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی (کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتدا میں ہو چکا ہے) ۔(ت)

اما استدلال مقاتل بقولہ تعالٰی وسبح بحمد ربك بالعشی والابکار[1]، فاقول: اضعف، واضعف؛ بل لیس بشیئ اصلا، فان الاٰیۃ من سورۃ حم المؤمن، وقد تأخر نزولہا عن سورۃ بنی اسرائیل النازلۃ بخبر الاسراء، بزمان طویل، فقد روی ابن الضریس فی فضائل القراٰن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، فی حدیث ترتیب نزول السور، قال: کان اول ما انزل من القراٰن اقرأ باسم ربك، ثم ن، فذکر الحدیث الی ان قال ثم بنی اسرائیل ثم یونس ثم ھود، ثم یوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم الصافات، ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم المؤمن الحدیث[2]۔ فکیف یستدل بہا علی ایجاب صلاۃ قبل الاسراء؟ لاجرم ان فسرھا ترجمان القراٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ بالصلوات الخمس، کما فی المعالم[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۵۵

[2] الاتقان بحوالہ فضائل القرآن لابن ضریس النوع الاول فی معرفۃ المکی والمدنی دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۵۹

[3] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت الآیۃ ۴۰/ ۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۸۹

رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے" اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے۔" تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے، کیونکہ یہ آیت سورہ حٰم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے، طویل زمانے کے بعد ہُوا ہے۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ" قرآن میں سب سے پہلے سورۂ اقرأ باسم ربک نازل ہوئی، پھر نٓ۔ ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے" پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر صٰفّٰت، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر، پھر حٰم مومن ــــ آخر تک۔ تو پھر حٰم مومن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے ہی نماز فرض تھی ــ جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اسی لئے ترجمان القرآن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے۔ جیسا کہ معالم میں ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۷۸ تا ۸۱)

(۵) مزید فرمایا:

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے ــــ **اقول** ملاحظۂ آیات و احادیث سے ظاہر کہ وُہ نماز اُسی انداز کی تھی اس میں طہارتِ ثوب بھی تھی قال تعالٰی فی سورۃ المدثر، وثیابك فطھر[1] (اللہ تعالٰی نے سورۂ مدثر میں فرمایا ہے" اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو"۔ ت) وضو بھی تھا کما تقدم انفا (جیسا کہ ابھی گزرا) تکبیرِ تحریمہ بھی تھی۔ قال تعالٰی:

وربك فکبر[2]

اور اپنے رب کی تکبیر کہو (ت)

وقال عزاسمہ فی سورۃ الاعلٰی النازلۃ قدما" و ذکر اسم ربہ فصلّٰی[3]

اور اللہ تعالٰی نے سورۃ اعلٰی میں، جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے، کہا ہے" اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی۔ (ت)

قیام بھی تھا، قال تعالٰی:

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/۴ [2] القرآن الکریم ۷۴/۳
[3] " " ۸۷/۱۵

یایھا المزمل ہ قم الیل[1] الاٰیات الی قولہ جل ذکرہ ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معك[2]

"اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو" اور اس سے بعد کی آیتیں، اس آیت تک "بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات ۔ اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے ۔(ت)

قراءت بھی تھی ۔

قال تعالٰی فی سورۃ المزمل فاقرءوا ما تیسر من القراٰن[3] ، وقال الزرقانی تحت ما تقدم من قول مقاتل رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی ، یحتمل انہ کان یقرأ فیھما بما اتاہ من سورۃ اقرأ ، حتی نزلت الفاتحۃ[4]

اللہ تعالٰی نے سورۂ مزمل میں فرمایا ہے : "پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہو سکے" ۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں ، اس کے تحت زرقانی نے کہا ہے "ممکن ہے کہ نزولِ فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۂ اقرأ کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں ۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۸۶)

(۷) مزید فرمایا :

سجود بھی تھا ،

کما فی حدیث ایذاء ابی جھل وغیرہ من الکفرۃ لعنھم اللہ تعالٰی ، حین صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند الکعبۃ ، فرمقوا سجودہ ، فالقوا علیہ ما القوا بہ فی قلیب بدر ملعونین ۔ والحمد للہ رب العٰلمین ۔ والحدیث معروف فی الصحیحین وغیرھما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ، وفیہ من قول الکفار یجیئ بہ ثم یمھلہ حتی اذا سجد وضع بین کتفیہ ؛ قال : فانبعث اشقاھم فلما سجد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضعہ بین کتفیہ ، وثبت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۱ و ۲ — [2] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰

[3] " ۷۳/ ۲۰

[4] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول مراتب الوحی دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۳۵

ساجداً[1] الحدیث۔ وقد قال تعالٰی فی سورۃ اقرأ، واسجد واقترب[2]۔

جیساکہ اس حدیث میں ہے جس میں ابوجہل اور دیگر کفار لعنہم اللہ کی ایذارسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدے پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی اوجھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنویں میں ملعون کرکے پھینک دیئے گئے۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جاکر اوجھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے، اس وقت اس کے شانوں کے درمیان اوجھڑیاں رکھ دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بدبخت تھا وہ اس کام کے لئے تیار ہوگیا، اور جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے اوجھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحدیث۔ اور اللہ تعالٰے نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے: "اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو"۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۸۷)

(۸) مزید فرمایا:

جماعت بھی تھی۔

کما تقدم من حدیث المبعث، ولفظہ عن ابن اسحٰق، ثم قام بہ جبرئیل فصلی بہ، وصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بصلاتہ (الی ان قال فی خدیجۃ) صلی بہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما صلی بہ جبرئیل، فصلت بصلاتہ[3]اھ وقد قال تعالٰی وطائفۃ من الذین معک[4]۔

جیساکہ بعث والی حدیث گزری اور اس کے الفاظ ابن اسحٰق کے ہاں اس طرح ہیں: "پھر جبرئیل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نماز کے مطابق پڑھی اھ، اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: "اور ایک جماعت اُن لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے"۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۸۸)

---

[1] صحیح البخاری باب المرأۃ تطرح علی المصلی شیئاً من الاذٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۴

[2] القرآن الکریم ۹۶/۱۹

[3] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ابتداء فرض الصلوٰۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۰۶

[4] القرآن الکریم ۷۳/۲۰

(۹) مزید فرمایا؛

جہر بھی تھا۔

قال تعالٰی قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قراٰنا عجبا یهدی الی الرشد فاٰمنّا به[1]، وقد کانوا سمعوه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی صلٰوة الفجر۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے "کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنّوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے" اور جنّات نے رسول اللہ (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی یہ قراءت نمازِ فجر میں سُنی تھی۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۸۸، ۸۹)

(۱۰) نماز میں رکوع امتِ محمدیہ کے خصائص سے ہے۔ چنانچہ فرمایا؛

اور دعوی اختصاص امت پر آیۂ کریمہ وظن داؤد انما فتنّٰه فاستغفر ربه وخرّ راکعا واناب[2] (اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی۔ ت) کے ورود میں اگر تأمّل بھی ہو فان کثیرا منهم فسروا ههنا الرکوع بالسجود وان قال الحسین بن الفضل ان معناه خر بعد ما کان راکعا ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنٰی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔ ت) تو آیۂ کریمہ یٰمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الرٰکعین[3] (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے رُوبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ ت) ظاهرة الورود ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۹۴)

(۱۱) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا؛

ثم اقول الحدیث ان دلّ علٰی خلو صلاة بنی اسرائیل عن الرکوع، کان ادل علی خلو صلاة الامة الابرٰهیمیة عنه، فان ملتنا هذه هی الملة الابرٰهیمیة، مع ان اللّٰه تعالٰی یقول "وعهدنا الٰی ابرٰهیم واسمٰعیل ان طهرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود[4]"، وقال تعالٰی "واذ بوأنا لابرٰهیم مکان البیت ان لا تشرك بی شیئا وطهر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود[5]"، وادعاء ان المراد بالرکع الامة المحمدیة خاصة

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۱، ۲
[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۴
[3] " ۳/ ۴۳
[4] " ۲/ ۱۲۵
[5] " ۲۲/ ۲۶

واضح البعد، صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب وآلہ وامتہ وبارك وسلم۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر (حضرت علی والی) حدیث اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریقِ اولیٰ دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملتِ ابراہیمی ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمٰعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے، اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جب ٹھکانا بنادیا ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لئے، قیام کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔" اور یہ دعوٰی کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف اُمتِ محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے، صلی اللہ علی الحبیب وآلہ وامتہ وبارک وسلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۹۶، ۹۷)

(۱۲) مرتکبِ کبیرہ کے بارے میں فرمایا:

کافۂ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں۔

قال اللہ عزوجل وان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں"۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۰۱)

(۱۳) نشہ آور اشیاء پی کر نماز پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

وعیدات سب مقید بمشیّت ہیں ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء[2] (اس سے (یعنی شرک سے) کم تر گناہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت)

صورت مذکورہ میں صحتِ نماز وادائے فرض میں شبہہ نہیں رہا، قبول محلِ عدل میں اُس کی شرط عظیم ہے۔ انما یتقبل اللہ من المتقین[3] (اللہ تعالیٰ متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقامِ فضل حدث عن البحر بما شئت ولاحرج (سمندر کے جود وسخا کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ت) ہے، یہاں رب العزۃ نے حدیہ مقرر فرمائی ہے حتی تعلموا ما تقولون[4] (یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ کہہ رہے ہو۔ ت) جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو زید سے عدمِ قبول پر جزم جہل وجرأت

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۹
[2] القرآن الکریم ۴/۴۸
[3] ؍؍ ۵/۲۷
[4] ؍؍ ۴/۴۳

علی اللہ ہے جیسے عمرو غیر شارب سے قبول پر اتقولون علی اللہ مالا تعلمون[1] (کیا تم اللہ پر وہ افترا کرتے ہو جو تم نہیں جانتے ۔ ت) ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ شارب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، خالص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[2] (گواہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے ۔ ت) یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۱۴)

(۱۴) سود خور اور شرابی کے بارے میں فرمایا:

ربا وشراب دونوں حرام وگناہِ کبیرہ ہیں خمر اگرام الخبائث ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو ربا میں حق العبد بھی ہے۔

لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[3]۔

باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۱۴، ۱۱۵)

(۱۵) تبلیغ حق کے لئے جانے والوں اور انھیں روکنے والوں کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ہدایت کو جانے کے لئے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

ونکتب ما قدموا واٰثارھم[4]۔

ہم لکھتے ہیں ان کے کام اور اُن کے قدموں کے نشان۔

اور جو بغیر سواری نہ جا سکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں، یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانی قول ہے، امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے، فرض سے روکنا شیطانی کام ہے۔ بنی اسرائیل میں جنھوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بندر کر دئے گئے اور جنھوں نے انھیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا کہ

لم تعظون قوما اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا[5]۔

کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔

یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۱۷)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۸
[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸
[3] " " ۲/ ۱۸۸
[4] " " ۳۶/ ۱۲
[5] " " ۷/ ۱۶۴

(۱۶) کیا تارکِ نماز کافر ہے ؟ فرمایا :

بلا شبہہ صدہا صحابۂ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمۂ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارکِ صلاۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد :

واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین[1]

نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔

زمانۂ سلف صالح خصوصاً صدرِ اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترکِ نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے ، جیسے اب زنّار باندھنا یا قشقہ لگانا علامتِ کفر ہے ۔جب وہ زمانۂ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترکِ نماز فی نفسہٖ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیتِ نماز سے منکر نہ ہو ، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۱۹)

(۱۷) وقت نماز مغرب کے بارے میں قرآن سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا :

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیۂ کریمہ تولج الیل فی النہار و تولج النہار فی الیل[2] (تُو ، رات کو دِن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے ۔ ت) کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عزّ جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی ،

فان ایلاج شئ فی شئ یقتضی وجودھما ، لا ان یعدم احدھما فیعقبہ الاٰخر ، واللیل والنہار بمعنی الملوین متضادان لا یجتمعان ، فلا بد من التجوز ، ومن اقرب وجوھہ ما ذکر العبد ، من حمل اللیل علی السواد ، فیبقی النہار علٰی حقیقتہ ویظھر الایلاج من دون کلفۃ ، ولا یتجاوز التجوز قدر الحاجۃ ، ویمکن العکس ایضا ، بان یحمل النہار علی الاشعۃ الشمسیۃ واللیل علٰی حقیقتہ ، فیکون اشارۃ الٰی ظھور نور الشمس فی الافق الشرقی واللیل باق بعد ، کما فی الصبح الاول ، وان ارید اللیل العرفی فاظھر و اکمل ، والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربی من الشفقین الاحمر والابیض وان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالٰی لا یرضی ان یجعل تلک

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۳/ ۲۷

الانوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضا، کما اطال الکلام فیہ فی سورۃ الانعام، تحت قولہ عزوجل فالق الاصباح[1] ولیس الامر کما ظن، و اغتر بقولہ العلامۃ الزرقانی فظن ان ھذا مذھب منقول، فنسبہ لاھل السنۃ، مع انہ لیس الامن توسعات الامام فی البحث و الکلام ولم یستدل الابحث عقلی، لاتام ولاجلی، ومن البدیھی عند کل احد ان الشفق والصبح اختان، وما امرھما الاواحد ا۔ وقد اخرج ابن ابی شیبۃ عن العوام بن حوشب قال: قلت لمجاھد، ما الشفق؟ قال: ان الشفق من الشمس، ذکرہ فی الدر المنثور[2] تحت قولہ تعالیٰ فلا اقسم بالشفق، بل فی التفسیر الکبیر تحت الکریمۃ، اتفق العلماء علی انہ اسم للاثر الباقی من الشمس فی الافق بعد غروبھا[3]۔ اما دلیلہ العقلی فقد ردہ العبد الضعیف بکلام لطیف ذکرتہ علی ھامشہ۔ وباللہ التوفیق۔

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تبھی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہوجائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل ونہار یعنی رات دن، آپس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہوسکتے، تو مجازی معنیٰ مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہوجائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے، یعنی نہار سے مراد سورج کی شعاعیں لی جائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے، جیساکہ صبحِ کاذب کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہوجاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغربی افق میں شفق احمر اور ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے، اس کے باوجود رات ہوجاتی ہے۔ اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں کو، حتیٰ کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی سورج کی روشنی ماننے پر بھی راضی نہیں ہیں، جیساکہ سورۂ انعام کی تفسیر میں اللہ تعالےٰ کے فرمان "فالق الاصباح" کے تحت انھوں نے اس موضوع پر لمبی گفتگو کی ہے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۷۷تا ۸۰

[2] الدر المنثور 〃 ۸۴/ ۱۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۴۲۰

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۱/ ۹۹

حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح انھوں نے سمجھا ہے۔ ان کی گفتگو سے علامہ زرقانی کو دھوکا ہوا انھوں نے رازی کی رائے کو مذہبِ منقول سمجھ کر اہلسنت کی طرف منسوب کردیا حالانکہ یہ ان توسعات میں سے ہے جو امام رازی بحث اور کلام میں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ امام رازی نے اس پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی صرف ایک عقلی بحث کی ہے جو نہ تام ہے نہ واضح۔ اور یہ تو سب کے لئے بدیہی ہے کہ شفق اور صبح دونوں بہنیں ہیں اور ان کا معاملہ ایک جیسا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عوام ابن حوشب سے تخریج کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا: "شفق کیا ہے؟" انھوں نے فرمایا: "شفق سورج سے ہے"۔ یہ روایت درمنثور میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "فلا اقسم بالشفق" کے تحت مذکور ہے، بلکہ تفسیر کبیر میں بھی اسی آیت کے تحت لکھا ہے علماء کا اتفاق ہے کہ شفق سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروبِ آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی عقلی دلیل، تو اس کو عبدِ ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کردیا ہے جو تفسیر کبیر کے حاشیے پر مرقوم ہے، وباللہ التوفیق۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱۴۰ تا ۱۴۲)

(۱۸) نمازِ جمعہ کے وقت سے متعلق اعلیحضرت علیہ الرحمہ پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا[1]۔

یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کردیئے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو ان کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقایانِ کرام کے ترکہ سے محروم رہیں، جائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالائقوں کو ان کریموں کے ترکہ سے حصہ ملے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: واعرض عن الجٰھلین[2] (جاہلوں سے منہ پھیرلو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یوں کہو: لا نبتغی الجٰھلین[3] (جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے) نہ کہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی، اور مفتری بے حجاب بھی، اور معاند تعصب مآب بھی۔ ایسوں کیلئے یہ مناسب ہے کہ "ذرھم فی طغیانھم یعمھون"ع (انھیں چھوڑدو کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں) ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاوی میں موجود

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲ [2] القرآن الکریم ۷/ ۱۹۹

[3] ۲۸/ ۵۵

ع یہ قرآن پاک سے اقتباس ہے۔

ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سُود اور کذب و افترا کا علاج مفقود۔ سائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں اُن کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی۔ سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بیہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

(۱۹) میاں نذیر حسین دہلوی نے سفر میں جمع صوری بین الصلوٰتین کو خلافِ عقل قرار دیا۔ اس کے رَدِّ بلیغ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اقول اوّلاً اللہ عزوجل نے نماز خواص وعوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لئے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لئے اول و آخر بتائے اور ان پر واضح و عام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص و عام کو آسان ہوجائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ماجعل علیکم فی الدین من حرج[1] یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2] (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی، اللہ تعالٰے تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ ت) تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچاننا خواص وعوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں افق سامنے اور صاف میدان، جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اس پر ہے نہ کہ شرع مطہر پر۔ ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آنِ واحد و جزء لایتجزی ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصہ انبیاء و اولیاء عامۃ البشر کی طاقت سے وراء ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثانیاً اول و آخر کا پہچاننا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالاجماع مبطل و حرام ہے، کیا اللہ عزوجل نے امرِ محال کی تکلیف دی، لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] (اللہ تعالٰے کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۸۸، ۱۸۹)

(۲۰) مزید فرمایا:

واو مطلق جمع کے لئے ہے نہ معیت و تعقیب کے واسطے، جمیعا بھی اُسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے نہ[ع] خواہی نخواہی اجتماع فی الوقت، آیۂ کریمہ

ع بیضاوی شریف میں زیر آیہ کریمہ قلنا اھبطوا منھا جمیعا ہے:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون[1] (اور توبہ کرو اللہ تعالےٰ کی طرف تم سب اے اہلِ ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ت) نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکمِ توبہ سب کو شامل ہو، یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معاً توبہ کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۲۶، ۲۲۷)

(۲۱) عربی و فارسی اور اردو کے محاورے میں قربِ وقت کو اس وقت کے ساتھ تعبیر کرنے کی مثالیں پیش کرتے ہوئے فرمایا:

بعینہٖ اسی طرح یہ محاورے زبانِ مبارک عرب بلکہ خود قرآنِ عظیم و احادیث میں شائع و ذائع ہیں ـــ قال اللہ تعالےٰ:

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[2]۔

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انھیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روک لو یعنی رجعت کرلو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ (ت)

کہ بے قصدِ مراجعت عدت بڑھانے کے لئے رجعت نہ کرو، وقال تعالےٰ:

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف[3]

جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل، اور اُسے روکنے چھوڑنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جمیعا، حال فی اللفظ، تاکید فی المعنی، کانہ قیل، اھبطوا انتم اجمعون، ولذلک لایستدعی اجتماعھم علی الھبوط فی زمان واحد کقولک جاؤا جمیعا اھ[4]

۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

"جمیعا" لفظاً حال ہے معنیً تاکید ہے، گویا کہ کہا گیا، تم سب اُترو۔ اسی لئے اس کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ سب ایک ہی وقت میں اتریں، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ سب آئے اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

[3] " " ۶۵/ ۲

[4] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲/ ۳۸ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰۲

کا کیا اختیار، تو بالیقین قربِ وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک تمھیں رجعت وترک دونوں کا اختیار رہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۳۴، ۲۳۵)

(۲۲) میاں نذیر حسین دہلوی کو الزام دیتے ہوئے فرمایا:

ثم اقول ہاں میں علماء سے کیوں نقل کروں خود مُلّاجی اپنے ہی لکھے کو تو روئیں،

اقرأ کتٰبك کفی بنفسك الیوم علیك شهیدًا۔ع

پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۵۱)

(۲۳) تقدیس باری تعالٰی میں فرمایا:

پاکی ہے اسے جس نے بہر تقییر وتطہیر میں عجز وجہل لبشر کو ظاہر کیا اور ذرہ ذرۂ عالم سے اپنے کمال علم وقدرت کو جلوہ دیا۔

سبحٰنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم[1]

تُو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جتنے کی تُو نے تعلیم دی ہے تو ہی علیم حکیم ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۵۳)

(۲۴) نصوص نفی جمع بین الصلوٰتین وہدایت التزام اوقات میں فرمایا:

یہ نصوص دو قسم ہیں:

اوّل عامہ جن میں تعیینِ اوقات کا بیان یا اُن کی محافظت کی ترغیب یا ان کی محافظت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لئے شرع مطہر نے جُدا وقت مقرر کردیا ہے کہ نہ اس سے پہلے ہوسکے نہ اسے کھو کر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیے۔

دوم خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ (الاٰیات) رب العزۃ تبارک وتعالٰے نے محافظت والتزامِ اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا:

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مومنون

(۶) معارج (۷) ماعون

ع اقتباس وضاسب المقام ھٰھنا الشهادۃ لا الحساب (قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب یہاں پر شہادت ہے نہ کہ حساب (اس لئے حسیبًا کی جگہ شہیدًا لایا گیا ہے)۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۲

آیت ۱ قال بناعزمن قائل:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا۔[1]

بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔

کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنیٔ آیت میں کلام علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود ملاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلۂ وقتِ ظہر میں ایک مثل تک تمامی وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کہا اللہ تعالٰی نے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علحدہ علحدہ ہے، تفسیر مظہری میں ہے، قولہ تعالٰی: کتٰبا موقوتا، یقتضی الکون لکل الوقت صلوٰۃ وقتا علیحدۃ تو مقتضا آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی۔[2] ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت ۲ قال مولٰنا جل وعلا:

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطٰی وقوموا للہ قانتین۔[3]

محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی، اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نمازِ عصر ہے

عـ۵ ھذا، لاخلاف فیہ بین العلماء الاشئ روی عن ابی موسٰی الاشعری وعن بعض التابعین اجمع العلماء علٰی خلافہ، ولاوجہ لذکرہ ھٰھنا لانہ لایصح عنھم، وصح عن ابی موسی خلافہ مما وافق الجماعۃ، فصار اتفاقا صحیحا[4] اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ۔

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابوموسٰی اشعری اور بعض تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے خلاف علماء کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ابوموسٰی سے بصحت منقول نہیں ہے بلکہ ابوموسٰی سے اس کے خلاف اور جمہور کے موافق قول صحیح طور پر ثابت ہے، اس لئے سب کا متفق ہونا ہی درست قرار پایا اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰۳

[2] معیار الحق بحث آخر وقت ظہر و اول وقت عصر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ و ۳۱۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۸

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۸

اُس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لئے اس کی خاص تاکید فرمائی۔

بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے:

حافظوا علی الصلوات، بالاداء لوقتہا والمداومۃ علیہا[1]۔

نمازوں کی محافظت کرو یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے:

حافظوا علی الصلوات، داوموا علیہا لمواقیتہا[2]۔

نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

حافظوا علی الصلوات ای داوموا علٰی ادائہا لاوقاتہا من غیر اخلال بشیئ منہا[3]۔

نمازوں پر محافظت کرو یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (ت)

آیت ۳ قال العلی الاعلٰی تبارک وتعالٰی:

والذین ھم علٰی صلواتھم یحافظون ۝ اولٰئک ھم الوارثون ۝ الذین یرثون الفردوس ھم فیہا خٰلدون[4] ۝

اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنّت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے:

یحافظون ای یداومون علی حفظہا ویراعون اوقاتہا، کرر ذکر الصلاۃ لیبین ان المحافظۃ علیہا واجبۃ[5]۔

---

[1] انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲/ ۲۳۸ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۳۶
[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) 〃 〃 〃 〃 〃 دار الکتاب العربیہ بیروت ۱/ ۱۲۱
[3] ارشاد العقل السلیم 〃 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی ۱/ ۲۳۵
[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۹ تا ۱۱
[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۳/ ۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۵۶

وہ لوگ اوقاتِ نماز کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)

آیت ۴ قال المولی الاجل عزوجل:

والذین ھم علٰی صلاتھم یحافظون ○ اولٰئک فی جنّٰت مکرمون○ [1]

اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کیے جائیں گے۔

جلالین شریف امام جلال الملّۃ والدّین شافعی میں ہے:

یحافظون، بادائھا فی اوقاتھا [2]

محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ (ت)

تفسیر نسفی شریف میں ہے:

المحافظۃ علیھا ان لا تضیع عن مواقیتھا۔ [3]

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)

آیت ۵ قال المولٰی تقدس وتعالٰی:

والذین یؤمنون بالاٰخرۃ یؤمنون بہ وھم علٰی صلاتھم یحافظون [4]

اور جنھیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں۔

تفسیر کبیر [ع] میں ہے:

المراد بالمحافظۃ التعھد لشروطھا من وقت وطہارۃ وغیرھما والقیام علی

ع ذکرہ تحت اٰیۃ المؤمنون ۱۲ منہ۔

ع یہ انھوں نے سورۂ مومنون کی آیت ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷۰/ ۳۴ و ۳۵

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۷۰/ ۳۴ و ۳۵ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷۲

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) ″ ″ ″ دارالکتاب العربیہ بیروت ۴/ ۲۹۲

[4] القرآن الکریم ۶/ ۹۲

ارکانھا واتمامھا حتی یکون ذلك دابه فی کل وقت[1]

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطور عادت کرنے لگے۔ (ت)

محافظتِ وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے حنفیہ کے سوا ہر آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو، خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

آیت ۶ قال رب العلی عزّ وعلا:

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلٰوۃ[2]۔

پھر آئے ان کے بعد وہ بُرے پسماندے جنھوں نے نمازیں ضائع کیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اخروھا عن مواقیتھا وصلوھا لغیر وقتھا[3] (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیہ کریمہ میں فرمائی گئی وہ ہیں جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدر فی عمدۃ القاری باب تضییع الصلوات عن وقتھا والامام البغوی فی المعالم۔

افضل التابعین سید سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

ھو ان لایصلی الظھر حتی یاتی العصر[4] (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثرہ محی السنۃ۔

تفسیر انوار التنزیل میں ہے:

اضاعوا الصلٰوۃ ترکوھا او اخروھا عن وقتھا[5]۔

نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے یا وقت گزار کر پڑھنا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲۳/ ۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۳/ ۷۲

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۹

[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب تضییع الصلٰوۃ حدیث ۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۴ و ۲۵

[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۳/ ۹ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/ ۱۶۸

[5] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) ؍؍ ۱۹/ ۵۹ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۳

10/10

آیت ۷ قال سبحنہ ما اعظم شانہ :

فویل للمصلین o الذین ھم عن صلاتھم ساھون o[1]

خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے :

ساھون غافلون یؤخرونھا عن وقتھا۔[2]

ساھون غافل لوگ جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹا کر پڑھتے ہیں۔ (ت)

تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے :

ساھون یفید امرین اخراجھا عن الوقت وکون الانسان غافلا فیھا۔[3]

ساھون سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں، ایک نماز کو وقت سے نکالنا، دوسری یہ کہ انسان کا ادائیگی نماز سے غافل ہوتا۔

اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر خود حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۶۹ تا ۲۷۴)

(۲۵) میاں نذیر حسین دہلوی نے کہا انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں۔ اس پر گرفت کرتے ہوئے اعلحضرت نے فرمایا :

اقول اولاً اس کی نسبت اگر بعض اجلۂ شافعیہ کے قلم سے براہِ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا مُلّا مدعی اجتہاد وحرمت تقلیدِ ابوحنیفہ وشافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم رد کرنے کے لئے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید رَدِ احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز وصحیح ہوگا اب نہ اس میں شائبۂ نصرانیت ہے نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ[4] (انھوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا لیا۔ ت) کی آفت کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون o[5] (اللہ کے نزدیک بڑا جرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۹۳)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۷/ ۴ و ۵

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۰۷/ ۴ و ۵ مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۵۰۵

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ۱۰۷/ ۶ و ۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۲/ ۱۰۸

[4] القرآن الکریم ۹/ ۳۱

[5] " ۶۱/ ۳

(۲۶) مزید فرمایا:

یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لئے ایک رام پوری مُلّا کی تقلید سے حلال بتاؤ "اتخذوا احبارھم ورھبانھم[۱]" (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۹۴)

(۲۷) حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملّا مذکور کے غلط استدلال کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

انہی دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیکھا انھیں دو کو صلوٰتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع، قال عزّوجل:

وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر[۲]

اور تمھارے لئے لباس بنائے جو تمھیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ (ت)

خود انھیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا، کیا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے؟ فرمایا: لا الا بجمع (نہ مگر مزدلفہ میں) کما قدمنا عن سنن النسائی[۳]۔

ملّا جی! یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرۃً چھوڑ دیا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۹۵، ۲۹۶)

(۲۸) عذر سفر سے جمع بین الصلوٰتین سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتا[۴]۔

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔ (ت)

کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھنا روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۳۳۲)

(۲۹) زمین دُور دور تک تر اور ناپاک ہے، کوئی ایسی چیز بھی موجود نہیں جو نیچے بچھا کر نماز پڑھی جائے تو نماز کیسے پڑھی جائے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

---

[۱] القرآن الکریم ۹/۳۱ — [۲] القرآن الکریم ۱۶/۸۱

[۳] سنن النسائی باب الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۹۹

[۴] القرآن الکریم ۴/۱۰۳

شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کرکے سوال کرنا وبال لاتا ہے اور کبھی اسے مشکل میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے :

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نفل المسائل[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بے ضرورت مسائل پوچھنے سے منع کیا ہے۔ (ت)

رہا سوال کا جواب، وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ :

لا یکلف اللہ نفسا الّا وسعھا[2]

اللہ تعالےٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتا۔ (ت)

فاتقوا اللہ ما استطعتم[3]

جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو۔ (ت)

ما جعل علیکم فی الدین حرج[4]

اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ (ت)

نماز کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ واللہ تعالےٰ اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۳۴۳، ۳۴۴)

(۳۰) نمازوں کے بعد صلاۃ صلاۃ پکارنے کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

نماز جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن بآوازِ بلند کہتے ہیں :

الصلٰوۃ علی المیت یرحمکم اللہ (میّت پر نمازِ جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت)

اور یہ سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ :

من احسن قولا ممن دعا الی اللہ[5]

اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب یکرہ من قیل وقال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[3] 〃 ۶۴/ ۱۶

[4] 〃 ۲۲/ ۷۸

[5] 〃 ۴۱/ ۳۳

من دعا الی الھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ فلہ اجرہ واجر من تبعہ[1]۔

جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اس کے لئے اُس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں اُن سب کا ثواب ہے اور اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۳۸۵)

(۳۱) علماءِ اہل سنت سے فرمایا:

حضرات! احیائے سنّت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے، آپ کے رب کا حکم ہے:

تعاونوا علی البر والتقوٰی[2]

نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیانِ حق فرمائیے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۰۳)

(۳۲) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں فرمایا:

ازالۂ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کردے اور اس میں بھی فتنہ و فساد ہو تو دل سے بُرا جانے پھر اُن کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

لا تزر وازرۃ وزر اخری[3]

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت)

وقال تعالٰی:

یٰایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[4]

اے اہلِ ایمان! تم پر اپنی جان لازم ہے تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جب کہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم

نوٹ: صحیح مسلم میں الفاظ یوں ہیں: من دعا الی الھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ الخ۔

[1] صحیح مسلم باب من سن سنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱

[2] القرآن الکریم ۵/۲ [3] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

[4] 〃 ۵/۱۰۵

یستطع فبقلبہ ، وذٰلك اضعف الایمان[1]

تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔(ت)

اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کرسکتا یونہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کرسکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اتباع سنت کا اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ وفساد اُٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہوگا حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے اُس کے ذریعہ سے بندوبست کراسکتا ہے، ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی اور مفسدوں کا خوف حدِ مجبوری تک پہنچاتا تو حالتِ اکراہ تھی اس وقت اس پر مؤاخذہ نہ ہوتا۔ قال تعالٰی :

الّا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[2]

مگر وہ شخص جس کو مجبور کردیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔(ت)

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا اُن کی سرکشی وفتنہ پردازی کے وقت مطلقاً ساقط ہوجاتا ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا اور خود عمل کرنا اُس وقت ساقط ہوگا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کرسکے اور حقیقی مجبوری ہو کر استطاعت اصلاً نہ رہے۔ قال تعالٰی :

فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا[3]

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے اور اس کا فرمان سنو اور حکم مانو۔(ت)

باوصف قدرت بندوبست واستعانت بحکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رورعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہوسکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین آج اس امر کے لئے کہتے ہیں کل کو اگر انھوں نے خود نماز پر فتنہ اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دے گا؟ نہیں نہیں بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کہ اپنا مکان خالی کردو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا ہبہ نامہ لکھ دو

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون النہی عن المنکر من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱
سنن النسائی تفاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۱۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۲۶۵

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[3] " " ۱۶/ ۶۴

ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (تو) اُس وقت اُن کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد و مکان چھوڑ بیٹھے گا، جو جب کرے گا وہ اب کرے اور اتباعِ احکامِ شرع کو مکان و جائداد سے ہلکا نہ جانے، ہاں دوسروں کے سر چڑھنے اور فتنہ وفساد کے اٹھانے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ قال تعالٰی:

والفتنۃ اشد من القتل[1]۔

فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت)

وقال تعالٰی:

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا[2]۔

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ (ت)

وقال تعالٰی:

لہا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون[3]۔

اس امت کے لئے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کیا، تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۰۶ تا ۴۰۸)

(۳۳) بعد اذان الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے کو خلافِ شرع قرار دینے والے کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

مخالف جھوٹا ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے، ثبوت دے کہ شرعِ مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلافِ شرع کہتا ہے، ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلاً فرد فرض ہے۔ قال تعالٰی:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[4]۔

بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

ربِ عزّوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثنا فرمادیا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجو جب پڑھا جائے گا اسی حکمِ الٰہی کا امتثال ہوگا، فلہذا ہر بار درود پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اُسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا نظیر اس کی تلاوتِ قرآن کریم

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۹۱ [2] القرآن الکریم ۷/۵۶

[3] " ۲/۱۴۱ [4] " ۳۳/۵۶

ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآنِ عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقرءوا ماتیسّر من القراٰن[1] (پس پڑھ قرآن سے جو تمھیں آسان ہے۔ ت) کے اطلاق میں ہے، آج کل ایسا کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ، اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۲۲)

(۳۴) احادیث اولیاءِ کرام کے بارے میں ایک نفیس فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عبادُ اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ خوف رکھنے والے، اللہ تعالےٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے۔ ت) تھے۔

ولکن کل حزب بمالدیھم فرحون[2]۝ ان ربك ھو اعلم بالمھتدین[3]۔

اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے، اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۹۱)

(۳۵) فضائل اعمال سے متعلق حدیث ضعیف کے معتبر ہونے کے بارے میں فرمایا:

یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا تو اب ہمیں تحقیقِ محدثانہ کیا ضرور ہے، اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک کا اچھا پھل پایا، ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین[4] (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۹۴)

(۳۶) علماء و مشایخ کرام فضائل میں بلا سند حدیث کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:

مواہب شریف، نسیم الریاض اور مدارج النبوۃ وغیرہا میں علماءِ کرام نے اس حدیث (حضورِ اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا آپ کو ندا کرتے ہوئے کہنا "بابی انت و امّی یا رسول اللہ") کو زیر بیان آیۂ کریمہ لااقسم بھٰذا البلد۝ وانت حل بھٰذا

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/۲۰

[2] القرآن الکریم ۳۰/۳۲

[3] القرآن الکریم ۶۸/۷

[4] القرآن الکریم ۹/۵۲

البلد[1] (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، اور اے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ ت) جس میں رب العزۃ جل وعلا نے شہرِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محلِ استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پُرنور سید المحبوبین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی جانِ پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرك انھم لفی سكرتھم یعمھون[2] (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد[3] مگر اس قسم میں اُس سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں: میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ! ۔ اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی لا اقسم بھذا البلد ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۵۵۶)

(۳۷) اپنے ایک رسالہ "الامن والعلٰی لناعتی المصطفی بدافع البلاء" کے بارے میں بطور تحدیثِ نعمت فرمایا:

یہ مختصر رسالہ کہ چار جُز سے بھی کم ہے ایک سو تیس ۱۳۰ سے زیادہ فائدوں اور تینتیس ۳۳ آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے، بحمد اللہ اس کی نفاست، اس کی جلالت، اس کی صولت، اس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون[4] ٥ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلٰی والدیّ وان اعمل صٰلحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین[5] ٥ والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے

---

[1] القرآن الکریم ۹۰/ ۱ و ۲
[2] " ۱۵/ ۷۲
[3] " ۹۰/ ۱
[4] " ۱۲/ ۳۸
[5] " ۴۶/ ۱۵

اعمال کی توفیق دے جس سے تُو راضی ہوجائے، اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہوں، تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۰۵، ۶۰۶)

(۳۸) ایک وہابی مولوی نے اذان واقامت میں تقبیلِ ابہامین کو بدعت و بے اصل کہا، اس کے رد میں فرمایا:

یہ وہی مرضِ غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماعِ امت کا رَد اور غیر سبیل المومنین کا اتباع بد ہے جس پر قرآن عظیم میں نصلہٖ جھنم وساءت مصیرا[1] کی وعید مؤکد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۳۷)

(۳۹) بندوں کی مختلف اقسام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ ورسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں، اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ ورسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ ورسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دُنیوی تو دُنیوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں اُن کے لئے وصلِ ذات ہے جن کو فرمایا:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا[2]

جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُبھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ[3]

اللہ تعالٰی نے مومنوں سے ان کی جان ومال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ (ت)

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا:

فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱۵
[2] القرآن الکریم ۲۹/۶۹
[3] 〃 ۹/۱۱۱
[4] 〃 ۷۱/۱۰ و ۱۱

میں کہتا ہوں تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زوردار بارش بھیجے گا۔ (ت)

اور فرمایا:

قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء[1]

فرمادیجئے یہ مومنوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ (ت)

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا[2] وفی حدیث حجوا تستغنوا[3]

روی الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والاٰخر عبد الرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصلہ فی مسند الفردوس۔

جہاد کرو غنیمت پاؤ گے، اور روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے، اور سفر کرو غنی ہوجاؤ گے، اور ایک حدیث میں ہے حج کرو غنی ہوجاؤ گے۔ پہلی حدیث کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبد الرزاق نے صفوان بن سلیم سے مرسلاً روایت کیا، اور مسند الفردوس میں یہ متصلاً مروی ہے۔ (ت)

چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امیدِ نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں قرآن وحدیث میں عذابِ نار کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا:

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطٰنا فھو لہ قرین ○ وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون ○ حتی اذا جاءنا قال یٰلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ○ ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون ○[4]

جسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۴

[2] المعجم الاوسط حدیث ۸۳۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۱۴۴

[3] المصنف لعبد الرزاق باب فضل الحج حدیث ۸۸۱۹ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۱

[4] القرآن الکریم ۴۳/ ۳۶ تا ۳۹

ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم (مشرق ومغرب) کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے، اور ہرگز تمھارا اس (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو تم عذاب میں شریک ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۴۴، ۶۴۵)

(۴۰) تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا:

اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً ماموربہ۔

قال اللہ تعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[1]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے: تم اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم وتوقیر بجالاؤ۔ (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۵۰)

(۴۱) آیہ کریمہ "ورفعنا لك ذكرك" کی تفسیر کے بارے میں فرمایا:

حضور کا ذکر عین ذکرِ خدا ہے امام ابن عطا پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قولہ تعالٰی ورفعنا لك ذكرك[2] میں فرماتے ہیں:

جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك ذكرني[3]

میں نے تمھیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمھارا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

اور ذکرِ الٰہی بلاشبہہ رحمت اُترنے کا باعث ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۶۶)

(۴۲) قبر پر اذان کے جواز میں دلیل دوازدہم میں فرمایا:

خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مُردے کو اس نئے مکان تنگ وتاریک میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم[4] (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب بخشش فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ت) اور اذان دافع وحشت و باعث

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۹

[2] " ۹۴/۴

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الاول فیما جاء من ذالک مجیئ المدح والثناء الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۱

[4] القرآن الکریم ۱۲/۵۳

اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب[1]۔

سُن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۶۷)

(۴۳) دلیل چہار دہم میں فرمایا :

قال اللّٰہ تعالٰی :

یٰایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا[2]۔

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۶۹)

(۴۴) عالم نیت جب نماز کے لئے مسجد کو چلے تو متعدد نیتیں کر کے خوب نیکیاں کما سکتا ہے، اس سلسلہ میں اعلٰی حضرت نے چالیس نیتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں سے نیت نمبر ۸ میں فرمایا :

امرِ الٰہی خذوا زینتکم عند کل مسجد[3] (اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ ت) کے امتثال کو جاتا ہوں۔

اور نیت نمبر ۳۱ و ۳۲ میں فرمایا :

خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پاچکا فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالٰی اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۷۴، ۶۷۵)

فتاوٰی رضویہ جلد ۶

(۱) مقتدیوں کے دروں میں کھڑے ہونے سے قطعِ صف لازم آتا ہے۔ اس کی کراہت بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دے جب بھی قطعِ صف ہے کہ صف ناقص چھوڑ دی، کاٹ دی پوری نہ کی، اور اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸ [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۱
[3] 〃 ۷/ ۳۱

اتموا الصفوف[1] (صفوں کو مکمل کرو۔ ت)

اور اگر اس وقت اور زائد لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان مہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ:

تلك حدود الله فلا تقربوها۔[2]

یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں پس ان کو توڑنے کے قریب مت جاؤ۔ (ت)

اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صف نہ سمجھنا محض خطا ہے۔ علماء کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۳۴)

(۲) رفع یدین کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:

آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں، غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا، نہ کیا تو کچھ برائی نہیں۔ مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا، دو گروہ کر دینا، نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والفتنة اشد من القتل۔[3] (فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے) (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۵۵)

(۳) فاتحہ خلف الامام کے بارے میں فرمایا:

مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔[4]

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۸۳، ۱۸۴)

(۴) آمین جہراً کہنا ناجائز ہے، چنانچہ فرمایا:

آمین بآواز بلند کہنا نماز میں مکروہ و خلاف سنت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ادعوا ربکم تضرعا وخفیة۔[5]

تم اپنے رب کو عاجزی اور تواضع سے آہستہ پکارو۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۸۴)

---

[1] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۷ [3] القرآن الکریم ۲/۱۹۱ [4] القرآن الکریم ۷/۲۰۴

[5] " ۷/۵۵

(۵) بدمذہبوں سے اجتناب کے بارے میں فرمایا،

مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ ان کی بات سُننی جائز، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ؛

واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اور جب کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

(۶) تارکینِ نماز کی تہدید کے لئے کیا کارروائی کی جائے، اس کے بارے میں فرمایا ؛

بہ نرمی سمجھائیں ترکِ نماز و ترکِ جماعت و ترکِ مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سُنائیں، جن کے دلوں میں ایمان ہے اُنھیں ضرور نفع پہنچے گا، اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے ؛

و ذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین[2]

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (ت)

اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ اور جو کسی طرح نہ مانے اس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعے سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام میل جول یک لخت ترک کر دیں۔ قال اللہ تعالٰے ؛

واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]

اور جب کبھی تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

(۷) زید نماز میں زبان سے قراءت نہیں کرتا، زبان کو تالو سے چپکا کر دلی خیال سے ادا کرتا ہے اور اسکو اصفیاء کا طریقہ بتاتا ہے، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا ؛

زید نے شریعت پر افترا کیا، صوفیہ کرام پر افترا کیا، اپنی نمازیں سب برباد کیں، اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی، نہ اس کے پیچھے دوسروں کی ہوئی۔ اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے، اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُن کی قضا کریں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸   [2] القرآن الکریم ۵۱/۵۵

[3] ؍؍ ؍؍

قرآن عظیم حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لئے۔
قال اللہ تعالٰے:

وقراٰنا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علی مکث[1]

اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

نماز میں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے۔ قال اللہ تعالٰے:

فاقرأوا ما تیسر من القرآن[2]

نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو۔

اس کا نام پاک ہی قرآن ہے۔ قرآن قرات سے اور قرات پڑھنا، اور پڑھنا نہ ہو گا مگر زبان سے، دل سے تصور کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے۔ حالتِ جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔
نماز میں قراءتِ کلام مجید پر اجماعِ مسلمین کا خلاف، جہنم کا خیال ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی و نصلہ جھنم و ساءت مصیرا[3]

جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ چلتا ہے ہم پھیر دیں گے اسے اس راہ پر جس پر وُہ چلا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۹۲، ۱۹۳)

(۸) ایک گمراہ فرقہ جو بعد از نماز دُعا کو بدعت کہتا ہے، اس کے رد میں فرمایا:

الحمد للہ سلسلۂ سخن دراز ست و در فیض الٰہی باز خامہ اگر بتفصیل گراید ہماناں نامہ گرد آوردن باید لاجرم یک آیت و ہفت حدیث بسند و می نماید آیہ قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والٰی ربک فارغب[4] ○ قول اصح در تفسیر آیۂ کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دُعا ست یعنی چوں از نماز فارغ شوی در دُعا جہد و مشقت نما و بسوئے پروردگار خود بزاری و تضرع گرا فی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلٰوۃ فانصب اتعب فی الدعاء والٰی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱۰۶
[2] القرآن الکریم ۷۳/۲۰
[3] " ۴/۱۱۵
[4] " ۹۴/۷ و ۸

ربك فارغب تضرع[1] ہمد خطبہ اوست ھذا فی تکملة الامام جلال الدین المحلی علی نمطه من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترك التطویل بذکر اقوال غیر مرضیة[2] اھ ملخصا علامہ زرقانی درشرح مواہب لدنیہ فرماید ھو الصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال[3]

الحمد للہ اگر اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے بات بڑی طویل ہوگی، بہرحال اس سلسلہ میں یہاں ایک آیت اور سات احادیث مع سند ذکر کی جائیں گی، آیۃ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: پس جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے ہی رب کی طرف رغبت کرو۔ اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں راجح قول حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ فراغ ازنماز ونصب نصب در دعاست یعنی جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور بارگاہِ خداوندی میں آہ وزاری کے ساتھ رغبت کرو۔ جلالین میں ہے: جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں کوشش کرو اور اپنے رب کی طرف آہ وزاری کرو۔ جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ انھی کے طریقہ پر ہے اور ان کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار وراجح قول پر اعتماد کرتے ہیں اور غیر مختار اقوال سے تطویل نہیں کرتے اھ تلخیصاً، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا: یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انھوں نے مختار وراجح قول کے ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۲۴، ۲۲۵)

(۹) ض کو ظ یا ذ پڑھنے کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی کے ایک فتویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من عنداللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اُسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہیں پھر بوجہ عسر حرف وقصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مثل ض میں کہ اعسر الحروف ہے۔ تیسیرا علی الامۃ فتویٰ بعض متاخرین پر عمل کرکے صحتِ نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو یسر وآسانی مطلوب ومرغوب ہے۔

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۹۴/ ۷، ۸ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۵۰۰

[2] تفسیر جلالین خطبۂ کتاب " " " حصہ اول ص ۲

[3] شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی المقصد الثانی کنیتہ صلے اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۱

قال المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر[1]، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا[2] اخرجہ الائمۃ احمد والشیخان عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ سبحانہ وتعالٰی کا ارشاد ہے: اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے کہ "آسانی پیدا کرو، مشکل وتنگی پیدا نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ"۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں، اور اگر اپنی طرف سے خاص ارادہ احدالاغلاط کا حکم دیجئے تو یہ وہی تعمد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع، ولہذا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارتِ تاتارخانیہ:

اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربہ الا ان فیہ بلوی العامۃ کالذال مکان الضاد اوالزاء المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ اھ۔

جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج اور قربِ مخرج نہ ہو اس صورت میں جب عمومِ بلوٰی ہو مثلاً ذال ضاد کی جگہ یا زا ذال کی جگہ اور ظاء ضاد کی جگہ پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ (ت)

نقل کرکے فرمایا:

قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف ھمزۃ کما ھو لغۃ عوام زماننا فانھم لایمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء ولاسیما علی قول القاضی ابی عاصم وقول الصفار وھذا کلہ قول المتأخرین وقد علمت انہ اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۵

[2] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولاتنفروا الخ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴

شرح المنية وھوالذی صححه المحققون وفرعوا علیه فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلٰوۃ التی ھی اول مایحاسب العبد علیھا۔[1]

میں کہتا ہوں اس کے مطابق ان صورتوں میں فساد نہیں ہونا چاہئے جبکہ کوئی شخص ثاء کی سین، قاف کی جگہ ہمزہ پڑھے جیساکہ ہمارے دور کے عوام کی زبان ہے وہ ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے اور یہ ان پر نہایت دشوار ہے جیساکہ ذال اور زاء میں فرق کرنا خصوصاً قاضی ابوعاصم اور صفار کے قول پر۔ اور یہ تمام متاخرین کا قول ہے۔ اور آپ جان چکے کہ اس میں کافی وسعت ہے اور متقدمین کا قول احوط ہے۔ شرح ملیہ میں فرمایا اسی کو محققین نے صحیح کہا اور اسی پر انھوں نے تفریع بٹھائی پس مختار پر عمل کرو، اور احتیاط اولٰی ہے خصوصاً نماز کے معاملات میں، کیونکہ بندے سے اسی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا۔ (ت)

اس تحقیق انیق سے ظاہر ہوا کہ تعمد نہ ظاد کا جائز نہ دُواد کا کہ نہ وہ ظاء ہے نہ دال مفخم، اور بعد قصد ض وارادۂ حرف صحیح واستعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیراً صحت نماز پر فتوٰی لتعسر الرمی وتکثر البلوی ھذا ما عندی فلتنظر نفس ما ذا تری (کیونکہ ادائیگی مشکل اور استعمال زیادہ ہے یہ میری رائے ہے پس تمھاری رائے اس میں کیا ہے اس پر غور وخوض کرو۔ ت)

ہندیہ وحلیہ وخزانۃ الاکمل میں ہے:

ان جری علی لسانه اولا یعرف التمیز لا تفسد ھو المختار۔[2]

اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا امتیاز کی معرفت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مختار ہے (ت)

وجیز کردری میں ہے:

ھو اعدل الاقاویل وھو المختار۔[3]

یہ سب سے معتدل قول ہے اور یہی مختار ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ٦ ص ٢٦٤ تا ٢٦٦)

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری دار احیاء التراث العربی بیروت ١/ ٤٢٥ و ٤٢٦
[2] ردالمحتار بحوالہ خزانۃ الاکمل " " " ١/ ٤٢٥
[3] ردالمحتار بحوالہ البزازیۃ " " " ١/ ٤٢٥

(۱۰) حرف ضاد کے مخرج پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا :

ظاد اور دُواد دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگاکر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگاکر، بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اُسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اُوپر کو تالو سے ملنا اور ادا میں سختی و قوت ہونا ہے، اس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے، جو شخص سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا جو عزوجل کی طرف سے اُترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحتِ نماز پر فتوٰی دیا جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۷۲)

(۱۱) مزید فرمایا :

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصاً عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں، سخت مشکل، مسلمانوں پر لازم کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو، اپنی طرف سے نہ ظاد کا قصد کریں نہ دُواد کا، کہ دونوں محض غلط ہیں، اور جب اس نے حسبِ وسع و طاقت جہد کیا اور حرفِ صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں، لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعہا[۱] (اللہ تعالٰی کسی ذی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں ٹھہراتا۔ ت) خصوصاً ظاء سے اس حرف کا جُدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امرِ عظیم ہے لا یخرج الانسان من الاسلام الاجحود ما ادخلہ فیہ (انسان کو اسلام سے خارج نہیں کرتی مگر جب اس چیز کا انکار کرے جو اسے دین میں داخل کرتی ہے۔ ت) اور جمہور متاخرین کے نزدیک فسادِ نماز کا بھی حکم نہیں۔

ردالمحتار ان کان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینہما بلاکلفۃ کالصاد مع الطاء فاتفقوا علی انہ مفسد وان لم یکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد فاکثرہم علی عدم الفساد لعموم البلوی[۲] اھ ملخصا، وفی الدر المختار الا مایشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسدھا[۳]۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

[۲] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۲۴

[۳] دُرمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

ردالمحتار میں ہے اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر خطا کرے تو اگر ان دو کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن ہو جیسا صاد اور طاء کے درمیان تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد ہو جائیگی، اور اگر امتیاز کرنے میں مشقت ہو مثلاً ظاء اور ضاد، تو اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ عموم بلوی کے پیش نظر نماز فاسد نہ ہو گی اھ ملخصاً۔ اور در مختار میں ہے مگر جن حروف میں امتیاز مشکل ہو جیسے ضاد اور ظاء، تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی۔(ت)

اور ائمۂ متقدمین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان و امہات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید پھیلا رہے ہیں اُن سے کام نہیں رکھتے، اور لطف یہ ہے کہ وہ جہال جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ضاد اور دُواد پر کٹے مرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی معاند بدباطن بقصد تغییر کلام اللہ و تبدیل وحی منزل من اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بے شک اپنے اس قصد خبیث کے سبب حکم کفر کا مستحق ہو گا۔ اس میں ظاد و دواد وسین صاد سب برابر ہیں وھذا ھو محمل التعمد المذکور فی کلام الامام الفضلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (امام فضلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے کلام میں مذکورہ تعمد کا محمل یہی ہے۔ت)

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۲۷۲ تا ۲۷۴)

(۱۲) مزید فرمایا:

ض و ظ کا قدرے مشتبہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار، مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام نکالتے ہیں یہ ذ مفخم ہے، ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر برعایت استعلاء و اطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور مشابہ الصوت بض ہو گی یہاں تک کہ اگر استطالہ واقع ہو ض ہو جائے، ذواد نہ مستحسن ہے نہ مستہجن بلکہ محض غلط، اسی طرح دواد، اور صحیح ظواد بھی نہیں، فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی، نماز فاسد جیسے مغظوب اور مغدوب، اور بحالت صحت معنی، صحیح جیسے ظالین دوالین[1] کما فی الغنیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ وغیرہ میں ہے۔ت)۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۲۷۵)

(۱۳) ترتیل کی اہمیت اور حد کے بارے میں فرمایا:

ترتیل کی تین حدیں ہیں، ہر حد اعلیٰ میں اس کے بعد کی حد ماخوذ و ملحوظ ہے۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۶

حدِ اوّل یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر باآہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے،
کما قال تعالٰی ورتلناہ ترتیلا[1] ای انزلناہ نجما نجما علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالٰی وقراٰنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا[2]
جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے ورتلناہ ترتیلا یعنی ہم نے اسے بندوں کی ضروریات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے) اسی طرح اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے ہم نے قرآن کو جدا جدا کرکے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں پر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر، اور ہم نے اسے تدریجًا نازل فرمایا۔ (ت)

الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں حروف کو اُن کی صفات شدت وجہر وامثالہا کے حقوق پورے دیئے جائیں اظہار واخفاء وتفخیم وترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ وناپسند، اور اس کا اہتمام فرائض وواجبات میں تراویح سے زیادہ اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ۔ جلالین میں ہے:

رتل القراٰن تثبت فی تلاوتہ[3]

رتل القراٰن کا معنٰی قرآن کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا ہے۔ (ت)

کمالین میں ہے:

ای تان واقرأ علٰی تؤدۃ من غیر تعجیل بحیث یتمکن السامع من عد اٰیاتہ وکلماتہ[4]

یعنی قرآن مجید کو اس طرح آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو کہ سُننے والا اس کی آیات والفاظ گن سکے (ت)

اتقان امام سیوطی میں برہان امام زرکشی سے ہے:

کمال الترتیل تفخیم الفاظہ والابانۃ عن حروفہ وان لایدغم حرف فی حرف وقیل ھذا اقلہ[5]

کمالِ ترتیل یہ ہے کہ الفاظ میں تفخیم (حرف کو پُر کرکے پڑھنا) اور حروف کو جُدا جُدا کرکے پڑھا جائے، ایک حرف کو دوسرے حرف میں نہ ملایا جائے۔ بعض نے کہا یہ ترتیل کا کم درجہ ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۳۲ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۰۶
[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ورتل القراٰن الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷۶
[4] کمالین علی ہامش تفسیر جلالین " " " " " " ۲/ ۴۷۶
[5] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ داراحیاء التراث العربی ۱/ ۳۴۴

اُسی میں ہے :

یسن الترتیل فی قرأۃ القراٰن قال اللہ تعالٰی" ورتل القراٰن ترتیلا" وروی ابوداؤد وغیرہ عن أم سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نعتت قرأۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرأۃ مفسرۃ حرفا حرفا[1] الخ۔

قراءتِ قرآن میں ترتیل سنّت ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : قرآن کو خوب ترتیل کے ساتھ پڑھو۔ اور ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قرأۃ کی صفت کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ آپ اس طرح تلاوت فرماتے کہ قراءت مفسّر ہوتی اور ایک ایک حرف جدا معلوم ہوتا تھا الخ (ت)

حدیث میں ہے :

لا تنثروہ نثر الدقل ولا تھذوہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکون ھم احدکم اٰخر السورۃ[2] الخ۔

یعنی قرآن کو سُوکھے چھوہاروں کی طرح نہ جھاڑو (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ پڑتی ہیں) اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو، عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اُس سے تدبر سے جنبش دو، اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں۔

رواہ ابوبکر الاٰجری فی کتاب حملۃ القراٰن وعن طریقہ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ والدیلمی مثلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قولہ ورتل القراٰن ترتیلا قال فذکرہ۔

اسے امام ابوبکر آجری نے کتاب "حملۃ القرآن" میں نقل کیا ہے، اور امام بغوی نے معالم میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول اور دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، عسکری نے المواعظ میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے حوالے سے بیان کیا

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۲

[2] " " " " " " " " " " " " "

کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی ورتل القراٰن ترتیلا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ الفاظ سے تشریح فرمائی۔ (ت)

درمختار میں ہے :

یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم[1]

فرض نماز میں اس طرح تلاوت کرے کہ جُدا جدا ہر حرف سمجھ آئے، تراویح میں متوسط طریقے پر، اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جسے وہ سمجھ سکے۔ (ت)

اُس کے بیان تراویح میں ہے :

ویجتنب ھذرمۃ القراءۃ۔[2]

اور جلدی جلدی قرأت سے اجتناب کرے۔ (ت)

دوم مد و وقف و وصل کے ضروریات اپنے اپنے مواقع پر ادا ہوں، کھڑے پڑے کا لحاظ رہے، حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہو ان کے بعد غُنّہ نہ نکلے، انّا کُنّا کو ان کن یا اناں کناں نہ پڑھا جائے با و جیم ساکنین جن کے بعد 'ت' ہو بشدت ادا کئے جائیں کہ پ اور چ کی آواز نہ دیں، جہاں جلدی میں ابترا اور تجتنبوا کو اپترا اور تچتنبوا پڑھتے ہیں، حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہال جب صراط و قاطعہ میں ص و ط کو اطباق کرتے ہیں حرکت تابع حرف ہوکر کسرہ مشابہ ضمہ ہوجاتا ہے کوئی حرف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے ت و ط کے اجتماع میں مثلاً "یستطیعون" "لا تطع" بے خیالی کرنے والوں سے حرف تا بھی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے "عتو" میں بھی بوجہ تفخیم عین و ضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے، بالجملہ کوئی حرف و حرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حرف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو، نہ محدود مقصور ہو نہ ممدود، اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف جو بعض جُہّال "واستبقا الباب"، "دعوا اللہ"، "وقال الحمد للہ"، "ذاقا الشجرۃ" کے قیاس پر "کلتا الجنتین" "قیل ادخلوا النار" میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل و کاسد و واجب و اجماعی مدمتصل ہے منفصل کا ترک جائز، ولہذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا

---

[1] درمختار باب الامامۃ فصل ویجہر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] ؍؍ باب الوتر والنوافل ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۹۹

اور جس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضآلین ، الٓمٓ ، وہاں بھی مد بالاجماع واجب۔ اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین ، الرحیم ، العباد ، یوقنون بحالت وقف ، یا قَالَ اللّٰھُمَّ بحالتِ ادغام ، وہاں مد وقصر دونوں جائز۔ اس قدر ترتیل فرض وواجب ہے اور اس کا تارک گنہگار، مگر فرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسدِ صلوٰۃ ہو۔ مدارک التنزیل میں ہے :

ورتل القراٰن ترتیلا ای اقرأ علی تؤدة بتبیین الحروف وحفظ الوقوف و اشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر به وانه لابد منه للقاری[1]

قرآن کو آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو ، اس کا معنی یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ حروف جدا جدا ، وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا ہے "ترتیلا" اس مسئلہ میں تاکید پیدا کر رہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

یمد اقل مد قال به القراء والاحرم لترك الترتیل المامور به شرعا ط[2]۔

اسے تھوڑا لمبا کر کے پڑھا جائے ، قرار کا یہی قول ہے ، ورنہ مامور بہ ترتیل کی خلاف ورزی ہو گی اور یہ شرعاً حرام ہے ط۔ (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اس نے انما الصدقٰت للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا ، فرمایا : ماھکذا اقرأنیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[3] (مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے یُوں نہ پڑھایا) عرض کی : آپ کو کیا پڑھایا؟ فرمایا : انما الصدقٰت للفقراء مد کے ساتھ ادا کر کے بتایا۔ رواہ سعید بن منصور فی سننه والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح (اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اتقان میں ہے :

قداجمع القراء علی مد نوعی المتصل وذی الساکن اللازم وان اختلفوا

---

[1] مدارک التنزیل المعروف بتفسیر النسفی سورۃ مزمل زیر آیۃ ورتل القرآن الخ دارالکتاب العربیہ بیروت ۴/ ۳۰۳

[2] ردالمحتار فصل فی القراءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶۳

[3] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ سعید بن منصور والطبرانی فی الکبیر النوع الثانی والثلاثون الخ " " " ۱/ ۳۱۵

فی مقدارہ واختلفوا فی مد النوعین الاٰخرین وھما المنفصل وذوا الساکن العارض وفی قصرھما[1]

تمام قراء مدِ متصل کی دونوں انواع مدِ متصل اور ساکن لازم پر متفق ہیں اگرچہ ان کی مقدار میں انھوں نے اختلاف کیا ہے۔ مد کی آخری دو انواع میں اور وہ مدِ منفصل اور ساکن عارض ہیں اور ان دونوں کی قصر میں بھی ان کا اختلاف ہے (ت)

ہندیہ میں ہے:

اذا وقف فی غیر موضع الوقف اوابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ووقف ثم ابتدأ بقولہ اولٰئك ھم خیر البریۃ، لاتفسد بالاجماع بین علمائنا ھٰکذا فی المحیط، وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لولم یقف عند قولہ اصحٰب النار بل وصل بقولہ الذین یحملون العرش لاتفسد لکنہ قبیح ھٰکذا فی الخلاصۃ، وان تغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرأ اشھد اللہ انہ لا الٰہ ووقف ثم قال الا ھو لاتفسد صلاتہ عند عامۃ علمائنا وعند البعض تفسد صلٰوتہ والفتوٰی علی عدم الفساد بکل حال ھکذا فی المحیط[2]۔

جب کسی نے غیر وقف کی جگہ وقف کیا یا مقام ابتدا کے غیر سے ابتدا کی تو اگر معنی میں فحش تبدیلی نہیں ہوتی، مثلاً پڑھنے والے نے ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولٰئك ھم خیر البریۃ سے ابتدا کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے۔ اسی طرح اگر وصل کی جگہ کے علاوہ میں وصل کرلیا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے قول اصحٰب النار پر وقف نہ کیا بلکہ اسے الذین یحملون العرش کے ساتھ ملالیا نماز فاسد نہ ہوئی، لیکن ایسا کرنا سخت ناپسند ہے۔ خلاصہ میں اسی طرح ہے۔ اور اگر معنی میں فحش تبدیلی ہو مثلاً کسی نے اشھد اللہ انہ لا الٰہ پر وقف کرکے پڑھا "الا ھو" تو ہمارے اکثر علماء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور بعض کے ہاں فاسد ہوجائے گی، اور فتوٰی اس پر ہے کہ ہر صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی والثلاثون الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۱

اسی طرح ہے۔ (ت)

جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اُس کی امامت نہ چاہئے مگر نماز ہو جائے گی اگرچہ بکراہت۔ عالمگیریہ میں ہے:

من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القرأۃ کثیرا۔[1]

جو شخص مقاماتِ وقف میں وقف نہیں کرتا بلکہ مقاماتِ وقف کے غیر میں وقف کرتا ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے، اسی طرح اس کو امام نہ بنایا جائے جو اکثر کھانستا رہتا ہو۔ (ت)

سوم جو حروف وحرکات کی تصحیح ا ع، ت ط، ث س ص، ح ہ، ذ ز ظ وغیرہا میں تمیز کرے غرض ہر نقص وزیادت وتبدیل سے کہ مفسد معنیٰ ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پروائی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا۔ ہمارے ائمہ کرام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک اس کی نماز باطل، اور اس کی امامت کے بطلان اور اس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ علمائے متاخرین نے بنظرِ تیسیر جو توسیعیں کیں وہ عند التحقیق صورت لغزش وخطا سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہک کر غلط ادا ہو گیا نہ کہ معاذ اللہ فتویٰ بے پروائی اجازت غلط خوانی وترکِ تعلم وکوشش، جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وبائے عالمگیر کی طرح پھیلا ہُوا ہے، اور نہ بھی سہی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کو امام بنانے کے لئے، وہی علماء جو وہ توسیعات لکھتے ہیں بطلانِ امامت کی تصریح فرماتے ہیں، اور جو قادر ہی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۷۵ تا ۲۸۱)

(۱۴) خلافِ شرع فیصلے کرنے والے کی امامت کے بارے میں فرمایا:

جو شخص خلافِ شریعتِ مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالٰی:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفسقون۔[2]

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۶

[2] القرآن الکریم ۵/ ۴۷

جو لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ لوگ فاسق ہیں۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[1]۔

اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ تمام گنہگار ہوں گے۔ (ت)

اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۸۲)

(۱۵) ضاد کے مخرج کے بارے میں اعلیٰحضرت کا مستقل رسالہ:

نعم الزاد لروم الضاد (ضاد کے پڑھنے کا بہترین طریقہ)

مسئلہ از ریاست رامپور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مرسلہ محمد یحیٰی صاحب ۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں باب کہ در قرارت غیرا لمغضوب علیھم ولا الضالین درچند اشخاص نزاع مے مانند واکثر رسائل و فتاوٰی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد را بدال توراث بین الناس دلیل مے آرند و بعضے برائے تبدیل ظا و زا تشابہ صورت را دلیل مے گردانند وقاری عبد الرحمان مرحوم پانی پتی دررسائل و فتاوٰی خلاصہ تحقیق بدیں نہج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض غلط است ہر حرف خصوصًا ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کردن برہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور وشغب بعضے خواص عوام سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش درچند امور غلجان واقع گردید نزد صدا ز علمائے ماہرین ومعتبرین کہ از جواب رافع غلجان احقاق حق وابطال باطل فرمایند اجرکم اللہ تعالٰی فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ وغلجان مخصوص ادائے ضاد شبیہ بدال مہملہ یا ظا معجمہ دریافت طلب از علمائے دین۔

علمائے شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ غیرا لمغضوب علیہم ولا الضالین کے پڑھنے میں کچھ لوگوں کا اختلاف ہے، اکثر رسائل اور فتاوے اس بارے میں مختلف ہیں بعض لوگ توارث بین الناس (معمول) کو دلیل بناتے ہوئے ضاد کو دال کے ساتھ پڑھنے کا کہتے ہیں اور بعض اسے ظا اور زا کے ساتھ تبدیلی کے قائل ہیں اور آواز میں مشابہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں قاری

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

عبدالرحمان مرحوم پانی پتی نے کہا کہ رسائل اور فتاوی میں اس بارے میں خلاصۂ تحقیق یوں بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی جگہ دال یا کوئی اور حرف پڑھنا محض غلط ہے ، ہر حرف خصوصاً ضاد کو اپنے مخرج سے اس کی صفات کے ساتھ ادا کرنا ہر شخص پر لازم ہے ، اس معاملہ میں بڑا اختلاف اور شور ہے بعض خواص اور عوام اسے دال پڑھنے پر شرح کبیر سے سند ذکر کرتے ہیں ، اس معاملہ میں چند امور سے خلجان واقع ہو رہا ہے ماہرین شریعت اپنے جواب سے انھیں رفع کریں تاکہ حق ثابت ہو اور باطل کا بطلان ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ دارین میں تجھے اجر سے نوازے ، ضاد کو دال یا ظا پڑھنے کی صورت میں جن امور میں اشتباہ و خلجان واقع ہو رہا ہے وہ علماء سے دریافت طلب ہیں (وہ یہ ہیں :)

اوّل فصل زلۃ قاری کہ در کتب فقہ علیحدہ ذیل حکم قراءت فی الصلوٰۃ موضوع شدہ آیا حکم مسائل آں مخصوص بداں صورت است کہ از قاری بلا قصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے فجأۃً بر زبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است قاری و تالی بالقصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہرگاہ حکم قراءت بالارادہ نوشتہ شدہ باعث معنون کردن فصل بہ زلۃ القاری چیست حالانکہ در زلۃ کہ معرب لغزش است ارادہ مفقود است ۔

اوّل کتب فقہ میں نماز کی قراءت کے ضمن میں "زلۃ القاری" (قاری کا پھسلنا) کی جو فصل قائم کی گئی ہے اس کے مسائل کا حکم صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب قاری سے بلا قصد و ارادہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف اچانک زبان پر جاری ہو جائے ، یا حکم عام ہے خواہ قاری اور تلاوت کرنے والا عمداً اور قصداً کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے اگر عموم حکم والی (شق) تسلیم کر لی جائے تو جب اس میں قصداً قراءت کا حکم بھی تحریر ہوا ہے تو پھر اس فصل کا عنوان زلۃ القاری کیوں رکھا گیا ، حالانکہ لفظ زلۃ لغزش سے معرب ہے جس میں قصد اور ارادہ مفقود ہوتا ہے (ت)

دوم در صورت عموم صرف بر اتحاد مخرج یا قرب مخرج و تشابہ صوت عموم و سہولت ادا اکتفا کردہ خواہد شد یا لحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد و بصورت تبدیل معنی و فساد آں حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد بذال توارث بین الناس را مطلقاً دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواہد شد ۔

دوم عموم کی صورت میں صرف اتحادِ مخرج یا قربِ مخرج اور تشابہ کی صورت میں عام و آسان ادائیگی پر اکتفا کر لیا جائے گا یا معنی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور بصورتِ تبدیلِ معنی و فساد ، حکم فساد نماز کا ہوگا اس صورت میں جو شخص ضاد کو ذال سے بدل کر پڑھنے پر مطلقاً لوگوں کے معمول کو

دلیل بناتا ہے اس کے قول کی صحت کی توجیہ کیسے ہوگی؟ (ت)

سوم چنانکہ صاحب غنیۃ المستملی شرح منیہ در فصل زلۃ قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحرفے مدار بر صحت و فساد معنی داشتہ بصورتیکہ معنی صحیح از بدل مے شود حکم صحت نماز نگاشتہ و جائکہ از بدل فساد معنی شدہ حکم فساد نماز دادہ ہمیں حکم در ابدال ضاد بدال مہملہ ہم جاری خواہد ماند و بہر جاکہ ضاد بدال مہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز دادہ خواہد شد یانہ، اگر شق اول مسلّم است پس ابدال ضاد بدال مہملہ و بصوت دال خواندن عموماً و مطلقاً چگونہ صحیح خواہد شد، و اگر شق ثانی است مخصص آں و موجب تخصیص کدام دلیل است۔

سوم جس طرح صاحب غنیۃ المستملی نے شرح منیہ کی فصل زلۃ القاری میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی صورت میں مدار معنی کی صحت و فساد پر رکھا ہے تو جس صورت میں تبدیلی حرف کے باوجود معنی درست ہوگا نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا اور جہاں تبدیلِ حرف کی وجہ سے معنی فاسد ہوگا وہاں نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری ہوگا اور جب ضاد کو دال پڑھا جائے تو پھر بھی یہی حکم جاری ہوگا جہاں ضاد کو دال پڑھنے سے فساد معنی لازم آئے وہاں نماز کے فساد کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اگر شق اول مسلّم ہے تو ضاد کو دال سے بدل کر دال کی آواز میں پڑھنا عموماً و مطلقاً کیسے صحیح ہوگا اور دوسری شق ہے تو اس کا مخصص اور موجب تخصیص کون ہے؟ (ت)

چہارم کسیکہ از عبارت شرح کبیر و لا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لاتفسد الخ خواندن دال بجائے ضاد بدون لحاظ تخالف و تباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یانہ زیرا کہ دریں آیۂ کریمہ ھل ندلکم علٰی رجل الخ صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ و حکم صحت نماز دادہ و ممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضاد بدال فساد معنی شود معنی آں خواہد شد تباہ شوند و در "اکواب موضوعۃ" کہ بمعنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہرگاہ مودوعۃ خواندہ شود معنی آں پدرود کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر بر انقطاع آنست علٰی ہذا بسیارے آیات ہستند کہ حالش بر متفحّص خبیر پوشیدہ نخواہد ماند پس دراں صورت لامحالہ حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و ہرگاہ مدار حکم صحت و فسادِ نماز بصورتِ ابدال ضاد بظاء و دال خود حسبِ تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت و فساد معنی بدل شد چگونہ قیاس مذکور بسبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ در حق عوام است کہ ہیچ امتیاز در صحت لفظ و فرق معنی نمیدارند ہمچناں در حق خواص کہ امتیاز ہرگونہ دارند جاری خواہد شد یانہ۔

چہارم جس شخص نے شرح کبیر کی عبارت و لا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لاتفسد الخ سے ضاد کی جگہ دال پڑھنا بغیر لحاظ مخالفت تباعد معنی علی العموم قیاس کیا ہے وہ قیاس فاسد ہے یا

نہیں؛ کیونکہ آیۂ کریمہ ھل ندلکم علیٰ رجل الخ میں صاحبِ شرح کبیر نے تبدیلی سے قربِ معنیٰ ثابت کیا ہے اور صحتِ نماز کا حکم دیا ہے اور ممکن ہے کہ دوسرے مقام پر ضاد کو دال سے بدلنے سے فسادِ معنیٰ لازم آئے اور اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ تباہ ہوگئے، یا "اکوابِ موضوعہ" میں کہ اس کا معنیٰ ہے وہ برتن جو ترتیب سے رکھے گئے ہوں، اگر اسے "مودوعۃ" پڑھا جائے جس کا معنیٰ یہ بنے گا رخصت کیا ہوا، یہ معنیٰ وہ ہے جو اس کے انقطاع کی طرف مشعر ہے علیٰ ھٰذا القیاس بہت سی آیاتِ قرآنی ہیں جن کا حال ہر صاحبِ مطالعہ اور باخبر شخص سے مخفی نہیں ہیں، پس اس صورت میں یقیناً نماز کے فساد کا حکم ہی دیا جائے گا، جب ضاد کو ظا اور دال سے بدل کر پڑھنے میں نماز کی صحت وفساد کے حکم کا مدار خود صاحبِ شرح کبیر کی تحریر کے مطابق صحتِ معنیٰ وفسادِ معنیٰ کی تبدیلی پر ہے، تو پھر عمومِ بلوی کی بنیاد پر عوام کے حق میں عدمِ فسادِ نماز کے قول کا کیا معنیٰ جس کی وجہ یہ ہے کہ صحتِ لفظ اور تبدیلِ معنیٰ کا فرق عوام نہیں کرتے اسی طرح خواص جو ہر قسم کا فرق کرسکتے ہیں تو ان پر بھی یہ حکم جاری ہوگا یا نہ؟ (ت)

پنجم ہرگاہ از عبارت تمہید جزری وشرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزری و ہم از شرح ملّا علی قاری برآں ثابت است کہ السنۂ ناس در ادائے ضاد مختلف است بعضے ظائے معجمہ و بعضے دال مہملہ و بعضے ذال معجمہ و بعضے باشمام زائے معجمہ مے خوانند و ایں ہمہ حضرات از قرائے عرب معدودند دریں صورت دعوٰی توارث ادائے ضاد بصوت دال مہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد۔ بیّنوا توجروا۔

پنجم جب امام جزری کی تمہیدی عبارت اور شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح مقدمہ جزری اور شرح ملّا علی قاری میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں ضاد کی ادائیگی میں مختلف ہیں، بعض ظا، بعض دال، بعض زال اور بعض اسے زا کی بو دے کر پڑھتے ہیں اور یہ تمام حضرات قرائے عرب میں شمار ہوتے ہیں اس صورت میں ضاد کو دال مہملہ پڑھنے پر توارث کا دعوٰی کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا (ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی نبیہ ضٓ والصلوٰۃ والسلام علی افصح من نطق بضٓ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ الذین وصحبہ الذین اقتدوھم لسفر الاٰخرۃ زادصلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم علیہ وعلیھم وزاد حق جل وعلا وتبارک قرآن عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرستاد و برائے تلاوت واستماع واستفاضہ و

انتفاع عباد آں صفت کریمہ قدیمہ خود را بکسوت حروف و اصوات تجلی داد سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما انزل الیہ بصحابہ کرام رسانید و صحابہ بتابعین و تابعین بہ تبع و ہمچناں قرناً بقرنٍ و طبقۃً فطبقۃً ہر ہر حرف و حرکت و صفت و ہیأت بر اقصٰے غایات تواتر کہ ما فوق آں متصور نیست بما رسید والحمد للہ العلی المجید و ذٰلک قولہ تعالٰی انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحفظون[1]، پس بحمد اللہ چنانکہ در ہیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش اصلاً محل توہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچناں بمنت مولٰی عزّ وجل در ہیچ حرفے از حروف طیبہ اش زنہار جائے ترددے نیست کہ شاید بجائے لام تعریف میم تعریف بودہ باشد پس ہمچنانکہ بیقین قاطع میدانیم کہ ا و ع و ق در زبان عربی جداگانہ است و در قرآن عظیم الا و علا و فلا بر معانی مختلف بر ہماں وجہ بتیقن جازم می شناسم کہ ض و ظ و د نیز در لسان عرب سہ حرف متباین است و در فرقان کریم ضل و ظل و دل بمدلولات متخالفہ پس ض را ظ یا د خواندن بعینہ ہماں ماند کہ کسے "ا" را ع یا ف خواند ادعائے تواراث در ادائے د بجائے ض سخنے است بس غلط و پر بیہودہ۔ تواراث اگر در علمائے معتمدین قرأت مقصود خود باطل و مردود، و اگر در عوام ہند مراد، ازیں چہ کشاد سکتات سورۃ فاتحہ از صدہا سال در عامیاں رائج است و جہلہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان در روے تراشیدہ اند دلل، ھرب، کیو، کنع، کنس، تعلی، یعلی، و بعض دیگر فرمودند مما و مصرا، وکذٰلک کان ینبغی علی مزعومھم شدت تحفظ ایشاں بریں سکتات بیشتر و فزودتر از تحفظ بر واجبات اجماعیہ تجویدے بینم، و ہر کہ مراعات آنہاں نکند ایں ناداناں او را از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند فانظر کیف صار فیھم المعروف منکرا والمنکر معروفا۔ ایں اختراعات باطلہ را حقیقت بیش ازاں نیست کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا[2]۔ علماء ایں سکتات باطلہ را تقبیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح، علامہ ابراہیم حلبی در غنیۃ المستملی فرماید قال فی فتاوی الحجۃ، المصلی اذا بلغ فی الفاتحۃ ایاک نعبد و ایاک نستعین لاینبغی ان یقف علی قولہ ایاک ثم یقول نعبد و انما الاولی والاصح ان یصل ایاک نعبد و ایاک نستعین انتہی فلا اعتبار بمن یفعل ذٰلک السکت من الجھال المتفقھین بغیر علم[3] اھ۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱

تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اپنے نبی پر حق (قرآن کریم روشن عربی زبان میں) نازل کیا اور صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس نے ض کو فصیح زبان سے ادا کیا (قرآن کی تلاوت سب سے اعلیٰ فرمائی) اور آپ کی آل واصحاب پر جنھوں نے آپ کی اقتداء کی جبکہ وہ آخرت کے سفر کے لئے سامان ہیں اللہ جل جلالہٗ رحمتیں، برکتیں اور سلامتی آپ پر اور ان سب پر نازل فرمائے اور زیادہ کرے،
قرآن عظیم روشن عربی زبان میں اللہ عز وجل نے اپنے عربی قریشی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اس کی تلاوت وسماعت اور اس سے استفاضہ ونفع کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کریمہ قدیمہ کو حروف وتجلیٔ اصوات کا لباس پہنا کر اپنے بندوں کو عنایت فرمایا۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صحابہ تک قرآن پاک کو اسی طرح پہنچا دیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا پھر صحابہ نے تابعین تک، تابعین نے تبع تابعین تک، اور اسی طرح ہر دَور اور ہر طبقہ میں اس کا ہر حرف، ہر حرکت، ہر صفت اور ہیئت تواتر کے اعلیٰ درجہ کے ساتھ ہم تک منقول ہے کہ اس سے بڑھ کر تواتر کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ حمد ہے اللہ کے لئے جو بلند بزرگی والا ہے اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "بلا شبہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" الحمد للہ قرآن مجید کے کلمات میں سے کسی ایک کلمہ کے بارے میں بھی ہرگز کسی قسم کا وہم نہیں کیا جاسکتا کہ شاید الحمد کی جگہ اللہ کو نازل ہوا تھا، اسی طرح اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ قرآن کے کسی حرف کے بارے میں شک وتردد نہیں کہ شاید الف لام کی جگہ تعریف کے لئے میم نازل ہوا تھا، جس طرح ہمیں قطعی یقین ہے کہ ا، ع، ق عربی زبان میں جُدا جُدا حروف ہیں اور قرآن میں الیٰ، علا اور فلا کے الگ الگ مختلف معانی ہیں، اسی طرح ہم اس پر بھی حتمی یقین رکھتے ہیں کہ ض، ظ اور د زبانِ عرب میں آپس میں متبائن تین حروف ہیں اور قرآن عظیم میں ضل، ظل اور دل کے معانی مختلف اور متبائن ہیں پس ض کو بعینہٖ ظ یا د پڑھنا اسی طرح ہے جیسے کوئی الف کو عین یا فا پڑھا کرے، باقی اس توارث کا دعویٰ کہ ض کی جگہ دال ہے سخت غلط ہے کیونکہ اس توارث سے مراد قابلِ اعتماد قرا کا مقصود ہو تو یہ از خود باطل ومردود ہے (وہ لوگ ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں) اور اگر مراد عوامِ ہند کا توارث ہے تو اس سے مقصد کیسے حاصل ہوسکتا ہے! عوام کا حال تو یہ ہے کہ صدہا سال سے سورۃ فاتحہ میں سات سکتے رائج ہیں اور جاہل ان کی توجیہ میں سات شیاطین کا نام لیتے ہیں: دلّی، ھرب، کیو، کنع، کنس، تعلی، بعلی، اور بعض ان دو ناموں مہما اور مصرا کا اضافہ کرتے ہیں ان کے زعم پر انھیں یونہی مناسب نظر آیا یا اپنے غلط زعم کے مطابق ان سات سکنات کا تحفظ تجوید کے اجماعی واجبات سے بڑھ کر کرتے ہیں، اور جو ان کی پابندی نہیں کرتا

یہ بیوقوف اسے تجویدِ قرآن سے جاہل اور غافل قرار دیتے ہیں، آپ غور سے دیکھیں گے عوام کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہے، ان خرافاتِ باطلہ کی کوئی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ ان کے خود ساختہ نام اور تصورات ہیں، اہلِ علم نے ان باطل سکتوں کی سخت تقبیح کی ہے اور ان کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں: فتاوی الحجہ میں ہے کہ جب نمازی فاتحہ میں ایاك نعبد و ایاك نستعین پر پہنچے تو وہ یہ نہ کرے کہ ایاك پر رک جائے پھر نعبد کہے بلکہ اولٰی اور اصح یہی ہے کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین کو متصل کرکے پڑھے انتہی اگر بعض جاہل ان پڑھ لوگ بغیر کسی دلیل کے سکتہ کرتے ہیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا اھ۔ (ت)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در منح الفکریہ بعد ایراد عبارت فتاوی الحجہ مے فرمایند اقول ومما اشتھر علی لسان بعض الجھلۃ من القرأن فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل ھذہ التراکیب من البناء فخطأ فاحش واطلاق قبیح ثم سکتھم عن نحو دال الحمد وکاف ایاك وامثالھا غلط صریح[1]۔ علامہ محمد بن خالد قرشی حنفی در رد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الرسائل من فقیر در عنفوان امر خود مدتے پیش از وقوف بریں کلمات ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم ومنشاء اختراع آنہا مے دانم کہ اگر غرابت سخن مانع نبودے بقلم می سپردم، علماء کہ اختلاف السنۃ ناس در اداے ض بیان فرمودہ اند حاشا مراد نہ آنست کہ ایں طرق ادا قراء عرب است بلکہ مقصود بیان غلط وخطائے عوام ور ادائے ایں حرف وتنبیہ بر بطلان وتحذیر از آن ست۔ عبارت مولانا قاری در شرح مقدمہ جزریہ زیر قول ماتن، "والضاد باستطالۃ ومخرج میز من الظاء وکلھا تجئ ۔ فی الظعن ظل ظھر عظم الحفظ ۔ ایقظ وأنظر عظم ظھر اللفظ" چنان ست قد انفرد الضاد بالاستطالۃ حتی تتصل بمخرج اللام لما فیہ من قوۃ الجھر والاطباق والاستعلاء، ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ وألسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنھم من یخرجہ ظاء، ومنھم من یخرجہ ذالا مھملۃ او معجمۃ ومنھم من یخرجہ طاء مھملۃ کالمصریین ومنھم من یشمہ ذالا ومنھم من یشیربھا بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلاً بالنسبۃ الی غیرہ امر الناظم بتمییزہ عنہ نطقا ثم بین ماجاء فی القرأن بالظاء لفظاً الخ[2]

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الوقف علی رؤس الآیۃ سنۃ مصطفی البابی مصر ص ۶۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ مطلب ادغام المتجانسین ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۸

ایں شدت تحفظ علما آست بر تمایزہ حروف و آں چنانکہ امام ناظم رحمہ اللہ تعالےٰ کلمات قرآنیہ وارده بظائے معجمہ را ضبط فرموده تا بدانند کہ ایں حرف بقرآن عظیم درہمیں مواد است و آنچہ غیر اینہاست ہمہ بضاد است ہمچناں فاضل ادیب حریری درمقامہ حلبیہ عامہ لغات عرب وارده بظاء را مضبوط نمود جائیکہ فرمود ایھا السائلی عن الضاد والظاء ۔ لکیلا تضله الالفاظ ۔ ان حفظ الظاء ات یغنیك فاسمعها ۔ استماع امرئ له استیقاظ[1] غیر طائعة فی مخارج هذه الحروف وفی ذٰلك حرج عظیم والظاهر ان هذا محمل ما فی جمیع الفتاوی باز فرمود ثم فی الخزانة ایضا لو قرأ ولا الضالین بالظاء فسدت صلٰوته وعلیه اکثر الائمة منهم ابو مطیع و محمد بن مقاتل و محمد بن سلام و عبد الله بن الازهری وعلٰی هٰذا القیاس فی جمیع القراٰن ولو قرأ بالظاء مکان الضاد تفسد صلاته الا فی قوله تعالٰی وما هو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فهما قرأتان[2] ببیں چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلہا از کج مج زبانی ہائے کُردیاں و تُرکیاں و دہقانیاں کوفہ وغیرہم عوام و اعجام است ولہذا اکثر علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کرده اند ایں ترخیص را ہم بحق عامیاں مقصور داشتند باز حکم جمہور ائمہ نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند وہمیں است مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا الامام الاعظم و امام ابی یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین علی خلاف بینهم فی ما اذا کان مثله فی القراٰن او لا کما فصله فی الغنیة باحسن تفصل فالله یجزیه الجزاء الجلیل درخانیہ و خلاصہ و بزازیہ و غنیہ و حلیہ و خزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ مذہب بکثرت فروع ایں تبدیلہا است کہ در وے حکم بفساد نماز داده اند من شاء فلیراجعها فان فی نقلها طولا کبیرا و خود علامہ قاری در شرح جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء (البیان) ای فبیان کل منهما لازم ولا یجوز الادغام لبعد مخرجهما قال الیمنی فلو قرأ بالادغام تفسد الصلاة وقال ابن المصنف وتبعه الرومی ولیتحرز من عدم بیانهما فانه لو أبدل ضادا بظاء او بالعکس بطلت صلاته لفساد المعنی وقال المصری فلو ابدل ضادا بظاء فی الفاتحة لم تصح قراءته بتلك الکلمة[3] (ملخصًا) باز کلام ابن الہمام وکلام مذکورہ منیہ آورده گفت قال الشارح وهذا معنی ما ذکر فی فتاوی الحجة

---

[1] مقامات الحریری المقامۃ السادسۃ والاربعون الحلبیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۵۰۵
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مصطفی البابی مصر ص ۴۳

انہ یفتی فی حق الفقہاء باعادۃ الصلاۃ وفی حق العوام بالجواز اقول وھذا تفصیل حسن فی ھذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ، وفی فتاویٰ قاضی خان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المھملۃ لا تفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد[1] (ملخصا) در شرح امام شیخ الاسلام زکریا انصاری است (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء فقل (البیان) لاحدھما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدھما بالاخر فتبطل بہ صلاتہ[2] سبحٰن اللہ اگر ایں نہج ادا قرائے عرب را بودے حکم فساد راچہ گنجائش بود بلکہ قطعاً ادغام روا بودے ونماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ درما ھو علی الغیب بضنین[3] وہمچنیں در قول او تعالےٰ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم[4] ، حصب وحضب وحطب وحظب بصاد وضاد وطاء وظاء ہرچہ خواند نماز قطعاً صحیح است کہ ایں کلمہ بہر چہار حروف مطبقہ در قرارت آمدہ است کما فی المنح الفکریۃ وغیرھا۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری منح الفکریہ میں فتاوی الحجہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں میں کہتا ہوں بعض جاہل لوگوں کی زبان پر یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کی سورۃ فاتحہ میں اس ترکیب سے شیطان کے نام ہیں ، یہ بات صراحۃً غلط ہے اور اس کا قبیح پر اطلاق ہے ۔ اور پھر ان کے سکتوں سے مراد الحمد کی د اور ایاك کا کاف ہے اور ان کی مثل دوسرے حروف ہیں جو نہایت ہی غلط اور باطل ہیں ، علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی نے اس باطل خیال کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا ذکر صاحب کشف الظنون نے رسائل میں کیا ہے ۔ فقیر نے اپنے ابتدائی دور میں علماء کے مذکورہ ارشادات پر اطلاع نہ ہونے کے باوجود ان سکتوں کا رد کیا ، اور ان خرافات کے منشاء سے بھی آگاہی حاصل ہے اگر غرابت سخن مانع نہ ہوتی تو میں اسے احاطۂ تحریر میں ضرور لاتا۔ علماء نے ضاد کی ادائیگی میں لوگوں کی مختلف زبانوں کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ قراءِ عرب کی ادائیگی کا یہ طریقہ ہے بلکہ اس سے مقصود صرف اسی حرف کی ادائیگی کے بارے میں عوام کی خطا اور غلطی کی نشان دہی کرنا ہے اور اس کے بطلان پر تنبیہ اور اس سے پرہیز پر متوجہ کرنا ہے ،

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مصطفی البابی مصر ص ۴۳

[2] شرح المقدمۃ الجزریۃ لابی زکریا الانصاری علی ہامش المنح الفکریۃ باب التحذیرات ؍ ص ۴۳

[3] القرآن الکریم ۸۱ ؍ ۲۴ [4] القرآن الکریم ۲۱ ؍ ۹۸

عبارت مُلّا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں ماتن کے اس قول "ضاد میں استطالہ ہے اور اس کا مخرج ظاء سے الگ ہے اور ظاء ان تمام میں ہے : ظعن، ظلل، ظھر، عظم الحفظ ؛ ایقظ، انظر، عظم، ظھر اللفظ ؛ کے تحت یوں ہے کہ ضاد استطالہ میں منفرد ہے حتیٰ کہ وہ لام کے مخرج کے ساتھ متصل ہے کیونکہ اس میں قوّتِ جہر، اطباق اور استعلاء پایا جاتا ہے اور حروف میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کی ادائیگی ضاد کی طرح مشکل ہو اس کی ادائیگی میں لوگوں کی زبان مختلف ہے بعض اسے ظاء اور بعض دال یا ذال کے مخرج سے پڑھتے ہیں اور بعض ظاء کے مخرج سے پڑھتے ہیں جیسے مصری لوگ، اور بعض اسے ذال کی بودیتے ہیں بعض ظاء سے ملا کر پڑھ دیتے ہیں لیکن چونکہ اس کا امتیاز دیگر حروف کی بنسبت ظاء سے مشکل ہے اس لئے ناظم (ماتن) نے صراحۃً اس سے ممتاز کرنے کی بات کی، پھر وُہ مقامات بیان کئے جہاں قرآن مجید میں ظاء لفظاً استعمال ہوا ہے الخ یہ شدّتِ حروف کے امتیاز کے تحفظ پر علماء کے کاربند ہونے کے لئے ہے اور وُہ جو امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی نے کلماتِ قرآنی ذکر کر دئے ہیں جن میں ظاء ہے تاکہ ہر کوئی جان لے کہ قرآن کریم میں ظاء کے ساتھ یہی کلمات ہیں اور ان کے علاوہ میں ضاد ہے، اسی طرح فاضل ادیب حریری نے مقامہ حلبیہ میں ظاء کے الفاظ عربی ذکر کر کے کہا جس جگہ کہا اے ضاد اور ظا کے بارے میں پوچھنے والے "تاکہ الفاظ میں غلط ملط نہ ہو اگر تو ظاء کے تمام مقامات محفوظ کرے تو بے نیاز ہو جائے گا پس اب تو انھیں غور سے سُن جس طرح ایک بیدار آدمی سنتا ہے کُرد لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں، اور اس میں حرج عظیم ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ تمام فتاوٰی کا محمل یہی ہے - پھر فرمایا کہ خزانہ میں بھی ہے کہ اگر ولا الضالین میں ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہو جائیگی، اکثر ائمہ اسی پر ہیں، ان میں سے ابو مطیع، محمد بن مقاتل، محمد بن سلام، عبداللہ بن الازہری بھی ہیں اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ تمام قرآن میں ضاد کی جگہ اگر ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اللہ تعالٰی کا قول وما ھو علی الغیب بضنین مستثنیٰ ہے کیونکہ اس میں ظاء اور ضاد دونوں کے ساتھ دو قراتیں آتی ہیں، آپ نے دیکھا کہ کس قدر واضح تصریحات ہیں کہ یہ تبدیلی کُرد، تُرک اور کوفہ کے بادیہ نشین وغیرہ عام اور عجمی لوگوں کی زبانیں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے ہے - یہی وجہ ہے کہ اکثر علمائے متاخرین جو مشقت کے مقام پر آسانی کی طرف گئے ہیں انھوں نے بھی اس رخصت کو عوام کے حق میں جائز رکھا ہے پھر جمہور ائمہ کا حکم دیکھو انھوں نے اس تبدیلی پر فسادِ معنیٰ کے وقت فسادِ نماز کا حکم دیا ہے، اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ اس کی مثل قرآن مجید میں ہے یا نہیں، اس کی پُوری اور عمدہ تفصیل غنیہ میں ہے،

پس اللہ تعالٰی انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، حلیہ، خزانۃ المفتین اور دیگر کتب معتمدہ مذہب میں ایسی تبدیلی کے متعدد جزئیات کا ذکر کرکے نماز کے فساد کا حکم بیان کیا گیا جو شخص تفصیل چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے کیونکہ ان تمام کے نقل کرنے میں طوالت کا خدشہ ہے۔ خود علامہ علی قاری شرح جزریہ میں فرماتے ہیں (اور اگر یہ دونوں اکٹھے ہوں) یعنی ضاد اور ظاء، تو ہر ایک کا امتیاز ضروری ہے، ان کے بعد مخرج کی وجہ سے ادغام جائز نہیں۔ یمنی نے کہا کہ اگر کسی نے مدغم کرکے پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ ابن مصنف اور ان کی اتباع میں رومی نے کہا ان دونوں کے عدمِ امتیاز سے احتراز چاہئے کیونکہ اگر ضاد کو ظاء سے بدلا یا اس کا عکس کہا تو فسادِ معنی کی وجہ سے نماز باطل ہوجائے گی۔ اور مصری نے کہا اگر کسی نے فاتحہ میں ضاد کو ظاء سے بدل کر پڑھا تو اس کلمہ کی قراءت درست نہ ہوگی۔ پھر ابن الہمام اور منیہ کی مذکورہ گفتگو کے بعد کہا شارح نے کہا فتاوٰی حجہ میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ علماء و فقہاء کے حق میں نماز کے لوٹانے کا فتوٰی دیا جائے گا اور عوام کے حق میں جواز کا۔ میں کہتا ہوں اس معاملہ میں یہی تفصیل احسن ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور ولا الضالین میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ امام شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح میں ہے (اور اگر یہ دونوں متصل ہوں) یعنی ضاد اور ظاء، تو قاری کے لئے دونوں کو الگ الگ کرکے پڑھنا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ مختلط نہ ہوجائے ورنہ اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔ سبحان اللہ اگر اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ قراءِ عرب کا ہوتا تو فساد کے حکم کی یہاں کیا گنجائش تھی بلکہ ادغام جائز اور نماز مطلقاً بالاتفاق درست ہوتی جیسا کہ ماھو علی الغیب بضنین میں ہے، یہی حکم اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی میں ہے، انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم۔ یہاں حصب، حضب، حطب اور حظب صاد، ضاد، طاء اور ظاء کے ساتھ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے نماز درست ہوگی، کیونکہ اس کلمہ کی ان چاروں حروف کے ساتھ قراءت ثابت ہے جیسا کہ منح الفکریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق بتحقیقنا ھذا ظھر لك انخساف ما زعم بعض النحاۃ وھو ابن الأعرابی الکوفی حیث کان یقول جائز فی کلام العرب ان یعاقبوا بین الضاد والظاء، فلا یخطئ من یجعل ھذہ فی موضع ھذہ، وینشد

الی اللہ اشکو من خلیلٍ اودّہ ثلث خلالٍ کلھا لی غائض

بالضاد ویقول: ھکذا سمعتہ من فصحاء العرب نقلہ ابن خلکان فی وفیات الاعیان[1]
وذٰلک لانہ لوکان ما زعمہ صحیحا لما حکم ائمۃ الفقہ وھو ما ھم فی جمیع
فنون العربیۃ وغیرھا من العلوم الدینیۃ بفساد الصلوٰۃ فی غیر المضوب
وامثالہ مما یفسد بہ المعنی، ولما فرقوا بینہ وبین ضنین وظنین فاین ھذا
مما مر عن الحلیۃ عن الخزانۃ عن الائمۃ ان فی جمیع القراٰن تفسد بہ الصلوٰۃ
ما خلا ضنین، ومن سوغ فانما نظر الی التیسیر علی العوام لانہ صحیح فی فصیح
الکلام، اما البیت فلا حجۃ لہ فیہ فقد یکون من غاضہ اذا القصۃ قال الاسود بن
یعفر ؎

اما تریٰنی قد فنیت وغاضنی ما نیل من بصری ومن اجلادی

قال فی تاج العروس معناہ نقصنی بعد تمامی وھذا ابن الاعرابی قد انشد
بنفسہ ؎

ولو قد عض معطسہ جریری لقد لانت عریکتہ وغاضا

وفسرہ فقال اثر فی انفہ حتی یذل وقد قال ابن سیدۃ فی ذٰلک البیت یجوز عندی[2]
ان یکون غائض غیر بدل ولکنہ من غاضہ ای نقصہ ویکون معناہ حینئذ انہ
ینقصنی ویتھضمنی نقلھا فی التاج[3] ایضا وعن ھذا حکم علماؤنا بعدم الفساد فیما
لو قرأ لیغیض بھم الکفار بالضاد مکان الظاء کما فی الخانیۃ[4] قال فی الغنیۃ لان
معناہ مناسب ای لینقص بھم الکفار[5] اھ وکذا قال فی قولہ تعالٰی قل موتوا
بغیظکم[6] وبالجملۃ فالفقۃ لایوخذ من قول نحوی خالف نصوص الائمۃ بل الانصاف
عند من نور اللہ بصیرتہ تقدیم قولہ علی اقوال النحاۃ فی العربیۃ ایضا فان

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ محمد بن زیاد ابن الاعرابی ۶۳۳ دار الثقافۃ بیروت ۴/۳۰۷
[2و3] تاج العروس فصل الغین من باب الضاد دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۶۴،۶۵
[4] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸
[5] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۷
[6] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۶۹

الاجتہاد لایتاتی الا لمتصلح منہا مقذوف فی قلبہ نور الالٰہی فاعرف ذٰلك فانہ نفیس مہم، آرے ما را انکار نیست کہ در کلام عرب معاقبہ میان ض و ظ اصلاً نیامدہ، کلمات عدیدہ بہر دو حرف وارد شدہ چوں عض الحرب والزمان وعظ الزمان جنگ گزید و گزند رسانید و تماضوا وتماظوا باہم بجنگ افتادند و بریک دگر زبان گفتن کشادند و فاض فلاں و فاظ بمرد و بظ الضارب اوتارہ و بض چنگ زن اوتار را برائے زدن جنبانید و مہیا نمود و تقریظ و تقریض مدح کردن و بیض و بیظ خایہ مور و بظر و بضر خروسہ الٰی غیر ذٰلك مما رواہ ابن مالك فی کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد اما ایں معنی مستلزم آں نباشد کہ ہر جا ابدال روا بود چنانکہ میان لام و را جا ہا معاقبہ است در مجمع بحار الانوار آورد فیہ کان یکرہ تعطر النساء وتشبہھن بالرجال اراد عطرا یظھر ریحہ کما یظھر عطر الرجال وقیل اراد تعطل النساء باللام وھی من لاحلی علیھا ولاخضاب واللام والراء یتعاقبان[1] وزنہار جائز نبود کہ ہر جا خواہند یکے بجائے دیگرے خوانند، علماء تصریح فرمودہ اند کہ در "یوم تبلی السرائر" سرائل یا در یوم ترجف الارض والجبال بجائے جبال جبار خواند نماز فاسد شود کما فی الخانیۃ[2] والمنیۃ وغیرھما باز ایں جملہ کہ گفتہ آمدیم در خصوص ظائے معجمہ است و حاشا کہ جاہلے وکنیزے و دہقانے از عرب بجائے ض دیا طا مہملتین یا ذیا ز معجمتین بر زبان راند سخن من در عرب خالص است نہ در قومے کہ باعجم مخالطہ شدہ و در زبان نیز خالط و مالط شدند رجعت قہقہری را گہگری گویند و ثلٰثہ عشر را تلتعشر ونغذ کذا را خد کدا خدکدا بکسر کاف و دال مہملہ الٰی غیر ذٰلک من التغیرات المہملۃ و با بعضے از اعراب و اطرافِ یمن ملاقی شدم و ہکذا را ہیچا می گفتند و منک خطاب بانثی را منچ بجیم فارسی و بعضے دیگر دیدم کہ جیم را کاف فارسی مسجد را مسگد و جمال را گمال مے گفتند قال الرضی والفاء کالباء قال السیرافی ھی کثیرۃ فی لغۃ العجم واظن ان العرب انما اخذوا ذٰلك من العجم لمخالطتھم ایاھم[3] باز اخراج ز معجمہ بجائے ض خالصًا یا اشماماً در کلام علماء نقلش از عوام جہال نیز بیاد نیست البتہ بعض عامیان زمان کہ تشابہ صوت شنیدہ اند بجائے ض ظ برآوردن می خواہند

---

[1] مجمع بحار الانوار   تحت لفظ عطر   مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ   ۳/۶۲۱

[2] فتاوٰی قاضی خاں   فصل فی قراءۃ القرآن خطاء   منشی نولکشور لکھنؤ   ۱/۶۸

[3] شرح شافیہ للرضی   مخارج الحروف الفرعیۃ   دار الکتب العلمیۃ بیروت   ۳/۲۵۶

وبعض دیگر کہ تحفظ کنند وتنواں چیزے بین الضاد والظاء برمی آرند واولٰئک امثلہم طریقا نسأل اللہ ان یرزقنا الحق فی کل باب تحقیقا۔

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے ایک نحوی ابن الاعرابی کوفی کے اس قول کی کمزوری بھی واضح ہوجاتی ہے جو اس نے کہا تھا کہ ضاد اور ظاء کو ایک دوسرے کی جگہ کلامِ عرب میں پڑھا جاسکتا ہے توجو ایک کی جگہ دوسرے کو پڑھ دے اسے خطادار نہیں کہا جائے گا اور اس نے یہ شعر پڑھا:

اللہ کے ہاں یہی میری شکایت ہے اپنے محبوب دوست کی تین عادتوں کی، جو سب مجھے ناپسند ہیں۔

(اس شعر میں غائض ضاد کے ساتھ ہے)

اور یونہی میں نے فصحاءِ عرب سے سنا ہے، اسے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر اُن کا قول درست ہوتا تو یہ تمام ائمۂ فقہ جو علوم دینیہ اور فنونِ عربیہ کے ماہر ہیں غیر المغضوب اور اس جیسے دیگر الفاظ جن میں فسادِ معنٰی لازم آتا ہے سے نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری نہ کرتے اور ضنین و ظنین اور مذکورہ لفظ کے درمیان فرق نہ کرتے، یہ اس میں سے کہاں ہے جو حلیہ سے خزانہ سے ائمہ کے حوالے سے گزرا کہ ضنین کے علاوہ تمام قرآن میں (جب فسادِ معنٰی ہو) تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور جن لوگوں نے اسے جائز قرار دیا تھا انھوں نے عوام پر آسانی کی خاطر ایسا کیا ہے یہ نہیں کہ ایسا کرنا فی الواقع فصیح کلام میں صحیح ہے۔ رہا معاملہ شعر کا، وہ اس سلسلہ میں ان کی حجت نہیں بن سکتا تو کبھی یہ غاضہ سے آتا ہے اس وقت اس کا معنٰی نقص ہوتا ہے، چنانچہ اسود بن یعفر نے کہا:

کیا تُو دیکھتی نہیں کہ میں فنا ہوچکا ہُوں اور میری آنکھوں اور اعضاء کے عوارضات نے مجھے ناقص کردیا ہے۔

تاج العروس میں ہے: اس کا معنٰی یہ ہے کہ اس نے مجھے کمال تک پہنچنے کے بعد ناقص کردیا، اور اس ابن اعرابی نے خود یہ شعر کہا:

اگر جریری نے اس کی ناک کو کاٹا ہے تو ضرور اس کی ناک کی ہڈی نرم اور ناقص ہوگی۔

اور اس کی شرح کرتے ہُوئے کہا کہ اس نے اس کی ناک کو داغدار کردیا حتی کہ وُہ ذلیل ہوگیا۔ اور ابن سیدہ نے اس (پہلے) شعر کے متعلق کہا کہ اس میں "غائض" غاظ، ظ سے نہیں بدلا بلکہ وہ غاض سے ہے

جس کا معنیٰ نقص ہے، لہذا اب معنیٰ یوں ہوگا اس نے مجھے ناقص کر دیا۔ اس کو تاج العروس نے بھی نقل کیا ہے۔ اور اسی بناء پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے لیغیظ بھم الکفار میں ظاء کی جگہ ضاد پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ غنیہ میں ہے کہ اس کا معنیٰ مناسب ہی رہتا ہے یعنی ان سے کافروں میں نقص و اضطراب ہو اھ۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی قل موتوا بغیظکم میں کہا، بالجملہ دین و فقہ کا مسئلہ نحوی کے ایسے قول سے نہیں لیا جا سکتا جو ائمہ کی تصریحات کے خلاف ہو، بلکہ ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت سے نوازا ہے وہ ائمہ کے اقوال کو فنونِ عربیہ میں بھی نحاۃ کے اقوال پر مقدم رکھے گا کیونکہ اجتہاد وہ کر سکتا ہے جس میں اس کی کامل صلاحیت ہو اور اس کا دل نورِ الٰہی سے پُر ہو، اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ نہایت ہی اہم اور قیمتی تحقیق ہے۔ البتہ ہمیں اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ کلامِ عرب میں ضاد اور ظاء ایک دوسرے کی جگہ آ ہی نہیں سکتے، بہت سے کلمات ان دونوں حروف کے ساتھ وارد ہیں مثلاً عض الحرب والزمان وعظ زمان (دونوں کا معنیٰ یہ ہے کہ جنگ نے کاٹا اور تکلیف پہنچائی) تماضوا اور تماظوا آپس میں جنگ وغیرہ کرنا اور ایک دوسرے پر زبان کھولنا "فاض فلاں" اور "فاظ" فلاں فوت ہوا، بظ الضارب اوتارہ بعض صاحبِ موسیقی کا تار کو بجانے کے لئے حرکت دینا۔ تقریظ اور تقریض تعریف کرنا۔ بیض اور بیظ مور کا انڈہ۔ بظر وبضر عورت اور شرمگاہ الیٰ غیر ذٰلک یہ وہ ہیں جنھیں ابن مالک نے "کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد" میں شمار کیا ہے لیکن یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ ابدال ہر جگہ جائز ہوگا مثلاً لام اور را کئی مقام پر ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں۔ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواتین کے خوشبو لگانے اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ یہاں عطر سے وہ خوشبو مراد ہے جو اس طرح مہک دار ہو جو مرد لگاتے ہیں۔ بعض نے کہا یہاں را کی جگہ لام ہے یعنی تعطل النساء لام کے ساتھ، یعنی عورت کا بغیر زیور اور مہندی کے ہونا مراد ہے کہ لام اور را ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں (یہ اگرچہ جائز ہے) مگر یہ بعض مقام پر جائز نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ لیں۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ یوم تبلی السرائر کی جگہ سرائل یا یوم ترجف الارض والجبال میں جبال کی جگہ جبار پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، جیسا کہ خانیہ اور غنیہ وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ تمام گفتگو جو میں نے کی ہے یہ صرف ظاء معجمہ کے لئے خاص ہے، ہو سکتا ہے کوئی جاہل، لونڈی یا دیہاتی از عرب ضاد کی جگہ دال، طا، ذال یا زا اپنی زبان پر جاری کر دے کیونکہ ہماری گفتگو عرب خالص میں ہے نہ کہ اس قوم میں جو عجم کے ساتھ ملی ہو اور اس کی زبان غلط ملط

ہوگئی ہو مثلاً رجعتِ قہقری کی جگہ رجعت گہگری اور ثلثہ عشر کی جگہ تلتعشر، خذکذا کو خدکدا، خدکدا کاف کے کسرہ اور دال کے ساتھ پڑھتے ہیں ان کے علاوہ دیگر بے مقصد لایعنی تغیرات یا بعض ایسے بدوی اور یمنی لوگوں سے ملا ہوں جو ہکذا کو ہجامی پڑھتے تھے مؤنث کو خطاب کرتے ہیں تو منك کی جگہ منچ پڑھتے ہیں۔ بعض دیگر ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے کہ جیم کو کاف کے ساتھ مثلاً مسجد کو مسگد، جمال کو گمال بولتے ہیں۔ رضی نے کہا وہ باء جو فاء کی طرح ہے سیرفی کہتا ہے یہ لغتِ عجم میں کثرت کے ساتھ مستعمل ہے، اور میرا گمان ہے کہ عرب نے عجم سے اختلاط کی وجہ سے یہ اخذ کیا ہے پھر ضاد کی جگہ خالصًا یا اشمامًا زا پڑھنے کے بارے میں جاہل لوگوں نے علماء کے کلام سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ بھی محفوظ نہیں، البتہ جن بعض عوام زماں سے متشابہ صوت سُنا گیا ہے کہ ض کی جگہ ظاء پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے ہوئے بھی کوشاں رہتے ہیں ضاد اور ظاء کے درمیان پڑھتے ہیں یہ لوگ بہتر اور اوسط راہ پر ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر معاملہ تحقیقی میں حق پر چلنا نصیب کرے، آمین۔ (ت)

بالجملہ حق واضح ہمیں است کہ ایں ہمہ حروف باہم متبائن است و ہر یکے مخرج جدا و ابدال ض با ہر حرفیکہ باشد مردود و نا روا ایں حرفے است کہ حق جل وعلا او را تنہا آفرید و ہیچ حرفے را قرینش نگردانید و لہذا سیبویہ گفت و در صفت لولا الاطباق فی الصاد لکان سینا وفی الظاء کان ذالا وفی الطاء کان دالا ولخرجت الضاد من الکلام لانہ لیس شیئ من الحروف من موضعہا غیرہا[1] اھ نقلہ الرضی و آنکہ از قاری پانی پت نقل کردند **اقول** تحقیق آنست کہ در صفات حروف بعضے لازمہ است کہ فقدانش مستلزم فقدان ذات باشد چنانچہ اطباق در ظ و انفتاح در ت او قطعًا واجب المراعات ست و بعضے نہ چناں ست اگر بجا نیارند ذات حرف در ہم نخورد چوں تہوع در ہمزہ و تفشے در ش وھو کما فی المنح انتشار الصوت عند خروجہا حتی تتصل بحروف طرف اللسان منہا مخرج الظاء المثالۃ والحال ان مخرجہا حافۃ اللسان من محاذاۃ وسطہ[2] پس مراعات صفات مطلقًا واجب نیست بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب است و آں صفت تکریر در رائے مخفف مطلقًا و در مثقلہ بیش از یکبار معنی ایں صفت در را آنست کہ قابلِ تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید باین معنی بتوفیق اللہ تعالٰی

---

[1] شرح شافیۃ للرضی صفات الحروف دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۶۲

[2] المنح الفکریۃ مطلب بیان ان الحروف المہموسۃ مجتمعۃ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۹

بخاطرم خطور کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولٰنا علی قاری چہرہ کشود حیث قال تحت قول الماتن والراء بتکریر جعل، معنی قولھم ان الراء مکرر ھو ان الراء لہ قبول التکرار لارتعاد طرف اللسان بہ عند التلفظ کقولھم لغیر الضاحک انسان ضاحک یعنی انہ قابل للضحک وفی الجعل اشارۃ الی ذٰلک، وتکریرہ لحن فیجب معرفۃ التحفظ عنہ للتحفظ بہ کمعرفۃ السحر لیتجنب عن تضررہ ولیعرف وجہ رفعہ قال الجعبری وطریقۃ السلامۃ انہ یلصق اللافظ ظہر لسانہ باعلی حنکہ لصقا محکما مرۃ واحدۃ ومتی ارتعد حدث من کل مرۃ راء، وقال مکی لابد فی القراءۃ من اخفاء التکریر وقال واجب علی القاری ان یخفی تکریرہ ومتی اظھر فقد جعل من الحرف المشدد حروفا ومن المخفف حرفین[1] اھ ببعض اختصار، ودر وجوب ادا از مخرج بر معنی کہ مسلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ تواں گفت کہ چوں ادائے صادق دروا عسر از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت دروے بنسبت سائر حروف رو بتخفیف است فان المشقۃ تجلب التیسیر وماضاق امر الا اتسع ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2]، وما جعل علیکم فی الدین من حرج[3]، یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[4]، والحمد للہ رب العٰلمین آرے خصوصیت ض بوجہ عسر مر او در شدت احتیاج باہتمام درآں تحفظ و تیقظ در ادائے آنست۔

بالجملہ حق واضح یہی ہے کہ تمام حروف آپس میں متبائن اور ان کے مخارج الگ الگ ہیں لہذا ضاد کا کسی بھی حرف کے ساتھ بدل کر پڑھنا مردود اور ناجائز ہے۔ اس حرف (ضاد) کو اللہ تعالٰی نے اتنا جُدا پیدا کیا ہے کہ کوئی حرف بھی اس کا قریبی نہیں گردانا جاسکتا اُسی لئے سیبویہ نے کہا اور خوب کہا اگر صاد میں اطباق نہ ہو تو وہ سین بن جائے، اگر ظاء میں نہ ہو تو وہ ذال بن جائے، اگر طاء میں نہ ہو تو وہ دال بن جائے اور ضاد کلام سے ہی خارج ہو جائے کیونکہ اس کے متبادل کوئی حرف ہی نہیں اھ اسے رضی نے نقل کیا اور جو انھوں نے قاری پانی پتی سے نقل کیا ہے اس کے بارے میں **میں کہتا ہوں** تحقیقی بات

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الحروف المھموسۃ مجتمعۃ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶ [3] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[4] " " ۲/ ۱۸۵

یہ ہے کہ حروف کی صفات میں بعض ایسی صفات لازمہ ہیں جن کے فقدان سے حروف کی ذات کا فقدان لازم آتا ہے مثلاً " طار " میں اطباق اور " تار " میں انفتاح، اس کی رعایت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور بعض حروف ایسے نہیں یعنی اگر انھیں ان صفات سے ادا نہ کیا جائے تو ان کی ذات ختم نہیں ہوتی مثلاً ہمزہ میں تہوّع اور شین میں تفشّی، یہ وہی ہے جو المنح میں ہے کہ اس کے خروج کے وقت آواز کا اس طرح انتشار یہاں تک ہو کہ حروف کے ساتھ طرف لسان متصل ہو جائے، ایسے حروف میں سے ظار کا مخرج بھی ہے حالانکہ اس کا اصل مخرج اس کے محاذاتِ وسط سے اور حافۂ زبان ہے۔ پس صفاتِ حروف کی رعایت ہر جگہ لازم نہیں بلکہ بعض حروف کی صفات ایسی ہیں جن کا ترک ضروری ہے اور وہ رائے مخففہ میں مطلقاً اور رار متثقلہ میں ایک بار سے زائد تکرار ہے یعنی را میں اس صفت کی موجودگی کا معنیٰ یہ ہے کہ را قابلِ تکرار ہے، یہ نہیں کہ اس میں تکرار ضروری ہے۔ یہ معنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میرے ذہن میں آیا اور اس کی تصریح مولانا علی قاری کے اس کلام میں ظاہر ہوئی جو انھوں نے ماتن کے قول " والراء بتکریر جعل " کے تحت کی ہے کہ قرار کے قول " را میں تکرار ہے " کا معنی یہ ہے کہ را تکرار کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کے تلفظ کے وقت طرفِ زبان حرکت کرتی ہے جیسا کہ غیر ضاحک کو انسان ضاحک کہا جائے کہ وہ ضحک کے قابل ہے، اس جعل میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس کا تکرار غلط ہے، پس اس کے ساتھ تلفظ کرتے ہوئے اس سے بچنے کی معرفت ضروری ہے تاکہ غلطی سے بچا جا سکے، جیسا کہ جادو کا علم اس لئے حاصل کیا جائے تاکہ اس کے نقصان سے بچا جائے اور اس سے دفاع کی معرفت ہو جائے اور اس کو اٹھایا جا سکے، جعبری نے کہا سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تلفظ کرنے والا اپنی زبان کے اوپر والے حصے کو تالو کے بلند حصے کے ساتھ ایک دفعہ مضبوط طریقہ سے ملائے، اب جب وہ حرکت کرے گی تو ہر دفعہ را پیدا ہوگی۔ مکی نے کہا ہے قرارت میں اخفارِ تکریر ضروری ہے اور فرمایا قاری پر لازم ہے کہ اس کے تکرار میں اخفار کرے اور جب اظہار کرے گا تو حرفِ مشدّدہ میں کئی حروف پیدا کریگا اور مخففہ میں دو حروف پیدا کرے گا۔ اھ یہ عبارت کچھ اختصار کے ساتھ ہے اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے اس طرح ادا کرنے کا وجوب اس معنی پر ہے کہ تمام حروف کا متساوی الاقدام ہونا مسلّم ہے اس میں ضاد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اس کی صحیح ادائیگی دیگر حروف کی نسبت زیادہ مشکل ہے تو اس مشقت کے پیشِ نظر دیگر حروف کے اعتبار سے اس کے حکمِ وجوبی میں تخفیف ہوگی کیونکہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ہر مشکل معاملہ میں گنجائش ہے اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم تکلیف نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے معاملے میں تنگی نہیں رکھی۔ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کا ارادہ رکھتا ہے

اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ اور تمام خوبی اللہ تعالٰی کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ ہاں ضاد میں تنگی کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے خوب اہتمام اور تحفظ ہونا چاہئے اور ادائیگی میں ہوش سے کام لیا جائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۸۳ تا ۳۰۱)

(۱۶) ضاد کے مخرج اور ادائیگی کے طریقوں سے متعلق رسالہ "الجام الصاد عن سنن الضاد"

(حرف ضاد کے احکام اور پڑھنے کا طریقہ)

مسئلہ از دربھنگہ محلہ اسمٰعیل گنج ڈاکخانہ لہریا سرائے مرسلہ مولوی محمد الیسین صاحب

۱۰ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ض معجمہ کو قصدًا ظ یا ذ بلکہ ز معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بُوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقًا فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہلِ ندوہ وغیرہ ہندیانِ زمانہ کے[1] چھ فتوے دکھاتے ہیں جن کا خلاصۂ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ د مہملہ پڑھنے پر حکم فساد اور[2] اُس پر ان دو وجہ سے استناد ہے:

اوّلًا فی فتاوٰی قاضی خان:

ولوقرأ الظاآلین بالظاء او بالذال لاتفسد صلاتہ ولوقرأ الداآلین بالدال تفسد[1]

اگر الضالین کو الظاآلین یا الذاآلین پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر داآلین دال کے ساتھ پڑھا تو فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

ثانیًا ضاد مشابہ ظا کے، نہ دال کے، میان ضاد و دال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و دال میں صوتًا تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔

فتوٰی مذکورہ کی عبارت یُوں ہے: الیسی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنٰی ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن، اور ایسی صورت میں فقہاء فسادِ نماز کو لکھتے ہیں۔

شامی میں ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطأ الخ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۹

اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینھما بلا مشقۃ تفسد والا یمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد قال اکثرھم لا تفسد[1] (ملخصًا)

جب کسی حرف کی جگہ دوسرا بولا جائے اور معنی بدل جائے اگر ان کے درمیان امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بغیر مشقت ممکن نہ ہو جیسا کہ ظا اور ضاد کا معاملہ ہے، تو اکثر علماء نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

پانچ فتووں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے، اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظالین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر، اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعمد یہاں بھی مفسد ہے، یہی مذہب مختار ہے کما فی البزازیۃ (جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ ت) ان فتووں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق ومؤید ہیں یا نہیں، اور جو لوگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدمِ قدرت صاف ادا نہ ہو اور سننے میں دال سے مشابہ ہو تو اُن کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور جو قصدًا ض کو ز پڑھے اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور بہنگامِ تغیرِ حرف وتفاوتِ معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا، ع۔ ت، ط۔ س، ث، ص۔ ح، ہ کو بھی عام ہے، اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے؟ جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے، بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزہ سبیل الرشاد عن تحریف کل صاد، واوعد بالعذاب من حاد وضاد والصلوٰۃ والسلام علی الکریم الجواد علی مولی العباد مولی المراد وآلہ الاسیاد وصحبہ الامجاد ما اھملت الصاد واعجمت الضاد، کشفِ صواب وایضاحِ جواب کو چند مجمل جملے ملحوظ ہیں:

اوّل ض ظ ذ ز معجمات سب حروف متباینہ متغایرہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوتِ قرآن میں قصدًا بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرونِ نماز حرامِ قطعی وگناہِ عظیم، افترا علی اللہ

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۵

وتحریفِ کتابِ کریم ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ "نعم الزاد لروم الضاد" میں اس پر دلائل قاہرہ باہرہ قائم کئے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی و امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ و علامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے۔ محیط برہانی میں ہے:

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او علی العکس فقال لایجوز امامته ولو تعمد یکفر[1]

امام فضلی سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ضاد کی ظا یا ظا کی جگہ پڑھا تو فرمایا اس کی امامت جائز نہیں، اور اگر اس نے قصداً ایسا کیا تو یہ کفر ہے۔ (ت)

منح الروض میں ہے:

امّا کون تعمّدہ کفرا فلا کلام فیہ[2]

عمداً ایسا کرنا کفر ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

عالمگیری میں ض کی جگہ ز عمداً پڑھنے کو کفر لکھا

حیث قال سئل عمّن یقرأ الزاء مقام الضاد وقرأ اصحاب الجنة مقام اصحاب النار قال لاتجوز امامته ولو تعمد یکفر[3] اھ فی النسخة الھندیة الضاد معجمة وفی المصریة الصاد وکلاھما محتمل والحکم واحد لایتبدل۔

عبارت یہ ہے سوال یہ کیا گیا کہ کوئی ضاد کی جگہ زا اور اصحاب النار کی جگہ اصحاب الجنة پڑھے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے ایسا عمداً کیا تو اسے کافر قرار دیا جائیگا اھ اس فتاوٰی کے ہندوستانی نسخہ میں ضاد اور مصری میں صاد ہے اور ان دونوں کا احتمال ہے حکم ایک ہی ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (ت)

اس طائفہ حادثہ کا حکم تو یہیں سے ظاہر ہوگیا۔

دوم قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہوا تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم غلط و فاسد ہے، عبارتِ امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا، نہ کہ بربنائے تباین صوت وسہولت

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ محیط فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ص ۴۵۷

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ محیط فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۱

تمییز، حکم مطلق، حنفیہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب مہذب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ جماہیر محققین نے اُسی کی تصحیح کی، اس پر اعتماد فرمایا، خود واضح و آشکار کہ اس میں صرف صلاح و فساد معنی پر بنائے کار، تو جہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہرگز نہ ہوگا۔

مثل افید وا بتضمین معنی المن و الانعام فی قوله تعالٰی افیضوا علینا من الماء ومثل اکواب مودوعة موضع موضوعة و رادیة مردیة مکان راضیة مرضیة کما بیّناه فی نعم الزاد۔

جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی افیضوا علینا من الماء میں افیضوا کی جگہ افیدوا جو احسان و انعام کے معنی پر مشتمل ہے اور اکواب موضوعة کی جگہ اکواب مودوعة اور راضیة مرضیة کی جگہ رادیة مردیة پڑھنا جس پر تفصیلی گفتگو ہم "نعم الزاد" میں کرچکے ہیں۔(ت)

یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لئے عسر و یسر تمیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکمِ فساد دیں گے اگرچہ معنی متغیر نہ ہوں، یہ اصل مذہب سے آسانی ہوئی یا اور شدت و گرانی نہیں، ان کا حکم قطعاً اسی صورت میں مقصور، جہاں معنی بگڑیں اور ان حرفوں میں تمیز آسان ہو، دیکھنے والے اگر اِن کلماتِ علماء پر نظر رکھتے اس امر کے نصوص واضح ملتے۔ یہی امام اجل قاضی خان اپنے اس فتاوی میں فرماتے ہیں:

اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف فی کلمة ولم یتغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبه ذلك لم تفسد صلٰوته لانه لا یغیر المعنی، وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلٰوته عند الکل، وان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة قال اکثرھم لا تفسد صلٰوته[1] اھ مختصرًا۔

جب خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایک کلمہ میں پڑھ دیا لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہوئی مثلاً انّ المسلمون، ان الظالمون۔ اسی کی طرح دیگر مقامات، تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی متغیر نہیں ہوتا، اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معنی میں تبدیلی آجائے تو اگر دونوں حروف کے درمیان بغیر مشقّت کے امتیاز ممکن تھا جیسے طا اور صاد یعنی صالحات کی جگہ طالحات پڑھا تو تمام کے نزدیک

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءة القرآن خطأ الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور دونوں حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ تھا تو اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصاراً (ت)

اسی طرح فتاوٰی ہندیہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول، ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

فی الخانیۃ والخلاصۃ انہ ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت عند الکل وان شق فاکثرھم لا تفسد[1]

خانیہ اور خلاصہ میں ہے اگر معنٰی میں تبدیلی نہیں آئی تو نماز (مطلقاً) ہر حال میں جائز، اور اگر معنی میں تبدیلی آجائے تو اب ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز مشکل نہیں تو تمام کے نزدیک نماز فاسد، اور اگر امتیاز میں مشقت ہے تو اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

سوم قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدیہی، دعوٰی میں یہ تھا اور سند میں وہ۔ اور قطع نظر اس عبارت سے کہ عبارتِ خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مستدل کے صریح خلاف، اور معجمہ ہے تو مہملہ کا ذکر اصلاً نہیں، تو سند دعوٰی سے بے علاقہ صاف، ہمیں عبارتِ قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتوٰی ندوہ نے بھی استناد کیا، اس عبارت میں دال و ذال کے صرف اسماء لکھے ہیں انھیں صفت مہملہ و معجمہ سے مقید نہ فرمایا اور نقول خصوصاً مطابع میں نقاط کا تغیّر کوئی نئی بات نہیں، مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق مولانا علی قاری مکی نے منح فکریہ شرح مقدمہ جزریہ میں یہی عبارت قاضی خاں بتصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحۃً مذکور کہ ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائیگی، اوّل نے فرمایا ہے:

ھذا فصل وھوا بدال احد ھذہ الاحرف الثلثۃ اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنورد ماذکرہ فی فتاوٰی قاضی خان من ھذہ القبیل قرأ ولا الضآلین بالظاء المعجمۃ اوالدال المہملۃ لاتفسد لوجود لفظھما فی القرآن وقرب المعنی ولو قرأ بالذال المعجمۃ تفسد لبعد معناہ[2] (ملتقطا)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان تین حروف یعنی ضاد، ظاء اور ذال کو کسی دوسرے حرف سے تبدیل کرکے پڑھنا اس سلسلہ میں فتاوٰی قاضی خان میں جو کچھ بیان ہوا اس کا عنقریب ہم تذکرہ کرتے ہیں اگر ضالین کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸

جگہ ظالین اعجاماً یا دالین اہمالاً پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان دونوں کا وجود قرآن میں ہے اور معنی بھی قریب ہی ہے، اور اگر ذالین ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس کے معنی میں بُعد ہے (ملتقطاً)۔ (ت)

ثانی نے فرمایا:

فی فتاوٰی قاضی خان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلوتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ والدال المهملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد[1]

فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور ولا الضالین کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اگر ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خان ان دونوں اکابر کی نقل پر اُن کے صریح مخالف وعکس مراد ہے، ندوہ کا دار الافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے ورنہ تحقیقِ بالغ وتنقیحِ بازغ کے لئے بحمد اللہ تعالٰی فقیر کا رسالہ "نعم الزاد" ہے۔

چہارم ض و ظ میں دشواری تمیز اصلاً اس طائفہ حادثہ کو اصلاً مفید نہیں، وہ ایک گروہِ متاخرین کے نزدیک ہنگامِ لغزش وخطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذ اللہ قصداً تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب، مغذوب، مغزوب پڑھے اس کی نماز بلاشبہہ فاسد اور وہ پڑھنے والے مغضوب ومفسد۔ تو یہ سب فتوٰی اس کے حق میں بیکار و نامؤید۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

محل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلوۃ اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذلک افادہ ابن امیر الحاج[2]

محلِ اختلاف خطاء ونسیان کی صورت میں ہے۔ رہا عمداً کا معاملہ، تو اس صورت میں مطلقاً

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات تجارت الکتب بمبئی ص ۴۳
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی باب ما یفسد الصلوۃ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۸۶

بالاتفاق نماز فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ایسی قرارت میں ہو جس سے نماز فاسد ہوسکتی ہو، اور اگر ایسا معاملہ ثناء میں ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عمداً ہو۔ ابن امیر الحاج نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

ثم ماسنذکر من الخلاف من المتقدمین والمتأخرین فی ھذا علی ما فی الخانیۃ ینبغی ان یکون محلہ ما اذا لم یتعمد فتنبہ لہ[1]

پھر اس مسئلہ میں ہم متقدمین ومتاخرین کا جو اختلاف خانیہ کے حوالے سے بیان کریں گے اس کا محل ومقام اسی صورت میں ہے جو عمداً ہو، پس اسے محفوظ کرلو۔ (ت)

پانچویں فتوٰی کی عبارت سوال میں مذکور، اس میں توصراحۃً تعمد ظ پر حکمِ فساد مسطور، پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل وفہم سے دُور، اس خاص جزئیہ کی عبارتیں بکثرت ہیں، حلیہ میں خزانۃ الفتاوی وغیرہا سے منقول :

غیر المغضوب بالظاء والظّٰلمین بالذال او بالضاد قال بعضھم لاتفسد وھم ابوالقاسم الصفار ومحمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابوالمحسن والقاضی الامام ابوعاصم ان تعمد ذٰلک تفسد وان جری علٰی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین لاتفسد وھوالمختار[2]

اگر غیر المغضوب کو ظاء کے ساتھ، الظالمین کو ذال یا ضاد کے ساتھ پڑھا تو بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی ان کے اسماء یہ ہیں ابوالقاسم الصفار، محمد بن سلمہ، اور متعدد مشائخ نے عمومِ بلوٰی کی وجہ سے اسی پر فتوٰی دیا ہے کیونکہ عوام مخارجِ حروف سے آگاہ نہیں ہوتے، اور امام ابوالمحسن اور قاضی امام ابوعاصم نے کہا اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا اِن دُونوں حروف میں امتیاز کرنے والا نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی میں خزانۃ الاکمل سے ہے :

اذا قرأ مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

الاحسن ان یقال ان تعمد ذٰلک تبطل صلاتہ عالما کان او جاھلا اما لوکان مخطئا اراد الصواب فجری ھذا علٰی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ھی فغلط جازت صلٰوتہ وھو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمٰعیل الزاھد وھو احسن لان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراک غیر طائعۃ فی مخارج ھذہٖ الحروف وفی ذٰلک حرج عظیم والظاھر ان ھذا محمل ما فی جمیع الفتاوٰی[1]

جب کسی نے ظاء کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا احسن یہ ہے کہ اگر اس نے عمدًا ایسا کیا تو کہا جائے گا کہ نماز باطل ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، لیکن اگر خطاءً ایسا ہوا یعنی درست پڑھنے کا ارادہ تھا مگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ ان دونوں حرفوں میں امتیاز نہ کرنے والا ہو اور اس کا گمان یہی ہو کہ اس نے کلمہ صحیح ادا کیا ہے لیکن درحقیقت غلط تھا تو اس کی نماز ہوجائے گی، یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے، اور شیخ اسمٰعیل الزاہد نے اسی پر فتوٰی دیا ہے اور یہی احسن ہے کیونکہ کُرد، عراقی اور ترکی لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں اور اس میں بہت تنگی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ تمام فتاوٰی جات کی گفتگو کا محمل بھی یہی ہے۔ (ت)

اقول انما یشیر الٰی اطلاق الفساد فی العمد انہ مطمح انظارھم جمیعا والا فاطلاق عدمہ فی الخطأ لایمکن ان یحمل علیہ ما فی جمیع الفتاوٰی فان منھم من یفصل بعسر الفصل ومنھم من یفرق بقرب مخرج۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ جو مطلقاً فساد کی طرف اشارہ ہے یہ قصد کی صورت میں ہے کیونکہ ان تمام کی آراء کا مطمح یہی ہے ورنہ خطا کی صورت میں عدمِ فساد کا اطلاق ہوگا اور اس پر ان کے کلام کو محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بعض ان میں سے عسر و تنگی کے ساتھ اور بعض قربِ مخرج کی بنا پر فرق کرتے ہیں (ت)

منیہ میں ہے:

اما اذا قرأ مکان الذال ظاء او مکان الضاد ظاء او علی القلب فتفسد صلٰوتہ وعلیہ اکثر الائمۃ وروی عن محمد بن سلمۃ رحمہ اللہ تعالٰی انھا لا تفسد لان العجم لایمیزون بین ھذہ الحروف وکان القاضی الامام الشھید المحسن یقول الاحسن فیہ ان یقول ان جری علٰی لسانہ ولم یکن ممیزا وفی زعمہ انہ ادی الکلمۃ علی وجھھا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

لاتفسد وکذا روی عن محمد بن مقاتل والشیخ الامام اسمٰعیل الزاھد[1]۔

جب کسی نے ذال کی جگہ ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء یا اس کا عکس کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اکثر ائمہ اسی پر ہیں۔ محمد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عجمی لوگ ان حروف میں امتیاز نہیں کرسکتے۔ اور قاضی امام الشہید المحسن فرمایا کرتے تھے کہ احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر زبان پر اس طرح از خود جاری ہوگیا اور وہ امتیاز کرنے والا نہ تھا اور اس کا گمان یہی تھا کہ اس نے کلمہ کو صحیح طور پر ادا کیا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ محمد بن مقاتل اور شیخ امام اسمٰعیل الزاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (ت)

بزازیہ میں در بارۂ مغضوب و ذالین و ظالین ہے،

قال القاضی ابوالحسن والقاضی ابوعاصم ان تعمد فسد وان جری علی لسانہ اوکان لایعرف التمیز لایفسد وھو اعدل الاقاویل وھوالمختار[2]۔

قاضی ابوالحسن اور قاضی ابوعاصم نے کہا کہ اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر زبان پر از خود اس طرح جاری ہوگیا یا وہ امتیاز نہ کرسکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور یہ تمام اقوال میں معتدل قول ہے اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں اس سے منقول۔

اقول والظاھران ھذہ الاختیارات ترجع الی شق الجواز عند الخطاء اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیہ کما تقدم مایفیدہ عن الحلیۃ والتصریح بہ عن الطحطاوی وھو معنی استظھار الاکمل انہ مجمل مافی جمیع الفتاوٰی کیف واذا جعلوا التعمد من الردۃ فما بقاء الصلٰوۃ ھذا واضح جدا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ تمام اختلافات میں مختار اقوال جواز کی طرف اسی صورت میں راجح ہوتے ہیں جب ایسا معاملہ خطاءً واقع ہو۔ رہا معاملہ عمداً کا، تو اس صورت میں فسادِ نماز پر اتفاق ہے جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے افادہ کے طور پر گزرا۔ اور طحطاوی کی تصریح گزری، اور اکمل کا بطور استظہار کہنا کہ "تمام فتاوٰی جات کا اجمال یہی ہے"، کا معنی بھی یہی ہے اور یہ کیسے نہ ہو

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۴۱

[2] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ " " نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲

حالانکہ انھوں نے عمداً ایسا کرنے سے ارتداد کا حکم لگایا ہے تو نماز کے باقی رہنے کا کیا معنی! اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

پنجم ضاد و دال میں فرق صفات کا ذکر لغو وفضول اور محل بحث سے یکسر معزول، متقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ اُن کے یہاں تشابہ اور عدمِ تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور متاخرین قرب مخرج یا عسر تمیز پر لحاظ کرتے ہیں صفات سے انھیں بھی بحث نہیں، نہ صفات خواہی نہ خواہی آسانی تمیز کو مستلزم، نہ اُن کا تشارک دشواری پر حاکم ط مہملہ دال مہملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تمیز کی آسانی مبین اور تائے مثناۃ سے متعدد صفات میں تباین تام اور دشواری یا فصل منصوص اعلام، ط مجہورہ ومستعلیہ مطبقہ قلقلہ ہے اور ت مہموسہ مستفلہ منفتحہ بے قلقلہ، خانیہ وخلاصہ وہندیہ وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

ان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالطاء مع التاء[1] الخ۔

اگر دو حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ ہو جیسے طاء اور تاء الخ (ت)

شرح جزریہ میں ہے:

قال الرمانی وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء دالا لانہ لیس بینھما فرق الا الاطباق[2]

رمانی وغیرہ نے کہا کہ اگر اطباق نہ ہو تو طاء دال ہوجائے گی اس لئے کہ اطباق کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں۔ (ت)

ششم فتوٰی ندوہ کا قول کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنی عجیب، الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر مسمے مراد تو ان کے لئے معنی کہاں، بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے، اور اگر اسماء مقصود یعنی حدود دال تو نہ وہ حرف نہ اُن میں مقال، شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض و د دو حرف جداگانہ ہیں، کسی کلمے میں اُن کا تغیر، معنی کے لئے مستلزم تغایر، یہ معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اوّلاً اطلاق ممنوع، ثانیاً ہر تغیر میں بحد فساد مدفوع، دیکھو ضالین و دالین میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق حلبی نے تغیر نہ مانا وھذا ابدا ھتہ غنی عن ابانۃ (یہ بات

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قراءۃ القرآن خطأ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۸

[2] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الاسنان علٰی اربعۃ اقسام مصطفی البابی مصر ص ۱۵

بدیہی ہونے کی وجہ سے محتاجِ بیان نہیں۔ت)

ہفتم دو حرفوں میں تغایرِ صوت ہرگز سب کے لئے سہولت تمیز کو مستلزم نہیں ح و خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو اُن میں تمیز سخت دشوار۔ غنیہ میں ہے:

ذکر محمد بن الفضل فی فتاواہ ان الترک لا یمکنه اقامة الحاء الا بمشقة الخ[1]۔

محمد بن فضل نے اپنے فتاوٰی میں تحریر کیا کہ ترک لوگوں کے لئے حاء کی ادائیگی مشقت کے بغیر ممکن نہیں الخ۔(ت)

ان سے زیادہ ہمزہ و ق کی آوازوں کا تباین ہے۔ مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے عوام پر اُن میں تمیز کمال مشکل ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیة اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربه الا انه فیه بلوی العامة کالذال مکان الصاد والظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ اھ قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال القاف همزة کما هو لغة عوام زماننا فانهم لا یمیزون بینهما ویصعب علیهم جدا کالذال مع الزاء وهذا کله قول المتاخرین[2] اھ باختصار۔

تتارخانیہ میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج نہ ہو اور نہ ہی قربِ مخرج ہو مگر اس صورت میں ضرورت عامہ ہو مثلاً صاد کی جگہ ذال یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں اس بناء پر قاف کو ہمزہ کے ساتھ بدلنے میں (جیسا کہ ہمارے زمانے کے عوام کی زبان ہے) بھی فساد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتے، ذال اور زاء کے درمیان فرق کرنا ان پر نہایت ہی دشوار و مشکل ہے، یہ تمام متاخرین کے قول پر ہے اھ باختصار(ت)

ان عبارات سے واضح ہُوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لئے اس کا حال معتبر ہے۔ قربِ مخرج یا تشابہ وغیرہ کچھ ضرور نہیں، تو عوام ہند اگر ض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ اُن کے لئے اسی مشقت فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ت و ط کا شمار ہوا، اب عبارت شامی منقولہ، فتوٰی ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحث سے محض بیگانہ، بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلان نماز۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱ و ۴۸۲۔

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۲۵ و ۴۲۶

ہشتم یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جان برادر! عربی عبارت میں مِنْ عَلیٰ فِی کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علمائے اعلام تک رسائی اور ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مشقت جس سے فتوی ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں، علماء کا وہ قول صورتِ خطاء و زلت میں ہے کہ لغزشِ زبان سے باوصفِ قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صاف صورت عجز ہے کہ یہ ظالین یا اس کے مشابہ دالین پڑھنے والے ہرگز ادائے ض پر قادر نہیں، جس طرح خزانۃ الاکمل و حلیہ کی عبارت گزری کہ،

ان السنۃ الاکراد و اھل السواد والاتراک غیر طائعۃ فی مخارج ھذہ الحروف[1]
کرد، عراقی اور ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضیخان وغیرہ کی عبارت اُوپر گزری کہ اس قول کو اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف[2] (یعنی اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف خطاءً زبان سے نکل گیا۔ت) میں ذکر فرمایا، اب محقق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجلی سنئے، فتح میں فرماتے ہیں:

اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطأ واما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لاتفسد وان غیر فسدت فالعبرۃ فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی، وحاصل ھذا ان کان الفصل بلا مشقۃ تفسد وان کان بمشقۃ قیل تفسد واکثرھم لاتفسد ھذا علٰی رأی ھٰؤلاء المشائخ، ثم لم تنضبط فروعھم فاورد فی الخلاصۃ ماظاھرہ التنافی للمتأمل فالاولی قول المتقدمین والثانی وھو الاقامۃ عجزا کالحمد للہ الرحمٰن الرحیم بالھاء فیھما اعوذ بالمھملۃ الصمد بالسین ان کان یجھد اللیل والنھار فی تصحیحہ ولا یقدر فصلٰوتہ جائزۃ ولو ترک جھدہ ففاسدۃ ولا یسعہ ان یترک فی باقی عمرہ[3] اھ مختصرا
رہا معاملہ حروف کا، تو جب ایک حرف کو کسی دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا جائے تو یہ خطاءً ہوگا یا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] فتاوٰی قاضی خان　فصل فی قراءۃ القرآن خطاءً الخ　نولکشور لکھنؤ　۱/ ۶۸
[3] فتح القدیر شرح الہدایۃ　فصل فی القراءۃ　نوریہ رضویہ سکھر　۱/ ۲۸۱

عجزاً، پہلی صورت میں اگر معنیٰ نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر معنیٰ بدل گیا ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی، پس نماز کے عدمِ فساد میں معنیٰ کے تبدیل نہ ہونے کا اعتبار ہے، اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر حروف میں امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس میں مشقت ہو تو بعض نے کہا نماز فاسد ہوگی لیکن اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، یہ ان مشائخ کی رائے کے مطابق ہے، پھر ان کی تمام فروعات و جزئیات منضبط نہیں، پس خلاصہ میں ایسی چیز کو وارد کیا گیا ہے جو بظاہر صاحبِ غور و فکر کے ہاں منافی ہے۔ پس متقدمین کا قول اولیٰ ہے اور دوسری صورت کہ یہ عمل عجزاً ہو مثلاً الحمد للہ، الرحمٰن الرحیم میں ھا کے ساتھ، اعوذ میں دال کے ساتھ اور الصمد میں سین کے ساتھ پڑھتا ہے، اس صورت میں اگر اس نے تصحیح کے لئے شب و روز محنت کی اور قادر نہ ہو سکا تو اس کی نماز درست ہوگی اور اگر جد و جہد ترک کر دی تو نماز فاسد ہوگی اور اس کے لئے باقی عمر میں جد و جہد ترک کرنے کی گنجائش نہیں اھ اختصاراً (ت)

دیکھو خطا و عجز کو صاف دو۲ صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورتِ عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ س و ص و د و ذ کی مثالوں سے حروف متشابہ الصوت و غیر متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحۃً ظاہر فرما دیا تو بحالتِ عجز مغظوب مغدوب بلکہ بالفرض مغکوب مغموب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرف دو حرف کا فرق باطل۔

ثم ہم مانا کہ ظاء طائفہ جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی، نہ دال عوام پر، نہ اقوال علماء میں فرق عجز خطا وغیرہ پر، اور باتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصحح و مختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا، یہ سب مسلّم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا، متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابو عاصم و امام محمد ابن مقاتل و امام اسمٰعیل زاہد وغیرہم اکابر اماجد کا قول بہت باقوت تھا جس پر امام زاہد نے فتوٰی دیا، امام محسن و صاحبِ خزانۃ الاکمل نے احسن کہا، خزانۃ الفتاوٰی و حلیہ وغیرہما میں مختار بتایا۔ وجیز کردری و ہندیہ وغیرہما میں اعتدال الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیرِ امر چہارم گزریں یعنی اگر خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں، اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صرف خطاءً یا عدم تمیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ و د کا ایک حال ہو اور بحالِ عدم تعمد صحتِ نماز پر فتوٰی دیا جائے کون سی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قولِ متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قولِ جلیل نہ لیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلہ، شانے دارد، پھر جس مصلحت کے لئے قول ائمہ متقدمین سے عدول ہوا یعنی عوام پر آسانی، وہ بھی اسی میں اتم و ازید،

ہاں اگر منظور یہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران معظمین کی نمازیں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں، اس لئے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار ہے۔

دہم بلکہ یہاں ایک اور قول باقوت تھا جسے امام ابوالقاسم صفار و امام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلّہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتوٰی دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتوٰی دیں گے، اسی شامی میں یہیں تھا:

وفی التاتارخانیه عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطأ اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فیه بلوی عامة الناس لانهم لایقیمون الحروف الا بمشقة اھ وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربه الا ان فیه بلوی العامة لاتفسد عند بعض المشائخ[1] اھ مختصرًا وقد مر تمامه۔

تاتارخانیہ میں حاوی سے منقول ہے کہ امام صفار کہا کرتے تھے کہ حروف میں خطا ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس میں عوام الناس کو شدید ضرورت ہے کیونکہ وہ مشقت کے بغیر ان حروف کو ادا نہیں کر سکتے اھ، اسی میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج اور قربِ مخرج نہ ہو البتہ اس میں عمومی بلوی ہو تو بعض مشائخ کے ہاں نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصارًا اور تمام عبارت پیچھے گزر چکی ہے (ت)

حلیہ میں ہے:

قال بعضهم لاتفسد منهم ابوالقاسم الصفار و محمد بن سلمة وکثیر من المشائخ افتوا به لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف[2]۔

بعض علمائے نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، انہی میں سے شیخ ابوالقاسم الصفار اور محمد بن سلمہ ہیں، اور کثیر مشائخ نے ضروریاتِ عامہ کی بنا پر اسی پر فتوٰی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے واقفیت نہیں رکھتے۔ (ت)

اس قول پر تو صراحۃً عکس مراد ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور د یا مشابہ د میں عام ابتلاء، خود انھیں فتووں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلاء عام اس زمانے میں یہ ہوگئی ہے کہ ض کو بصورتِ د پڑھتے ہیں، اب تو لازم تھا کہ ان طائیوں ندویوں کے بھائیوں کی نماز

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فاسد کرتے اور عامہ عوام کی نماز صحیح، الحمد للہ تلك عشرة کاملة وقد بقی خبایا فی زوایا لو لا ان السائل اوصی بالاجمال لاتینابها (تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے یہ دس کامل دلائل مکمل ہیں، ابھی کچھ دلائل خفا کے گوشے میں رہ گئے ہیں اگر سائل نے اجمالاً لکھنے کا نہ کہا ہوتا تو ہم ان کا بھی تذکرہ کر دیتے۔ ت)
یہاں تک ان فتووں کی حالتیں ظاہر ہوگئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں، امورِ مسئولہ میں صرف اس کا جواب رہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے، جہل اور عوام اہلسنت کے جہلا کا علم، ض کا دشوار ترین حروف ہونا تو ظاہر، ادا نہ ہو سکنے میں وہ علماء اور یہ جہلا برابر، مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ کلام اللہ وتحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا، وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزوجل نے اتارا ہے اُسی کو پڑھیں اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہو سکتا ہے اس کی یہی آواز ہے، مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز وجہل کے طعنے سمجھیں، دقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بناء ہی آرام پروری پر ہے۔ تراویح کی آٹھ، وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصود وہی آرام نفس ہے۔ جاڑا لگتا ہے تیمم کرلو، جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو، سال دو سال خاوند کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو، تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلالے سمجھو، چھ چیز کے سوا سب میں سود روا، خون و مردار وغیرہ دو ایک چیزیں ناپاک، باقی تمام اشیاء حتی کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی، بھتیجی سوتیلی خالہ سب حلال بلکہ سگی پھوپھی کے لئے بھی یہی خیال۔ انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اُوپر ہی سے مسح کرلو۔ مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے وامسحوا برؤسکم[1] فرمایا تم بعمامتکم سمجھو۔ وہ تو وہ، مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کہ پہنچے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر، ورنہ انھیں ایدیکم کی جگہ استینکم بنالینا کیا دشوار تھا۔ یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا، صاحبو تم نے تہجد میں آپ دشواریاں لگالی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لیے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دُبک رہے۔ مسلمانو! کریمہ "لم تجدوا ماء"[2] کے معنی سمجھے یعنی جب چارپائی پر رکھا ہوا گھڑا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ غبار، نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القہار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تحریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف، تو وہی احق بالانکار ہے، اور عوام کا ان کے علماء سے اعلم ہونا واضح وآشکار۔ اصل اس قدر ہے، آگے افراط وتفریط واجب الحذر۔ یہ جواب امور مسئولہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول وعطر تنقیح اکابر فحول یہ ہے کہ مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰی نے قرآن عظیم اتارا اور ہمیں بحمداللہ اس کے نظم ومعنی دونوں سے متعبد کیا

---

[1] القرآن الکریم ۵/۶
[2] القرآن الکریم ۵/۶

ہرمسلمان پرحق ہے کہ اُسے جیسا اُترا ویسا ہی ادا کرے ، حروف کی آواز بدلنے میں بلشمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ معاذاللہ کفرو اسلام کا فرق ہوجاتا ہے ، آوازِ صحیح سے جومعنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پرجو پیدا ہُوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر، تو معاذاللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا ، آج کل یہاں عوام بلکہ اکثر خواص نے اس امرِ خطیر میں مداہنت و بے پروائی اپنا شعار کرلی فقیر نے بگوشِ خود مولوی صاحبوں ، اصحابِ وعظ و درس و فتوٰی کو خاص پنچایت میں برملا پڑھتے سنا قل ھواللہ اھد ، حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امینِ وحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا ، نہ صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اھد پڑھایا ، پھر یہ قرآن کیونکر ہوا ۔ احد کے معنی ایک ، اکیلا ، شریک و نظیر سے پاک ، نرالا ۔ اور اھد کے معنی معاذاللہ بزدل کمزور ، فی القاموس الاھد الجبان[1] زاد فی تاج العروس الضعیف[2] (قاموس میں ہے الاھد بزدل ، تاج العروس میں کمزور کا اضافہ کیا ہے ۔ ت)

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(ان میں بڑا فرق ہے یہ کہاں اور وہ کہاں ۔ ت)

لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف دوسرے حرف سے ممتاز او رتبدیل و تلبیس سے احتراز ہو ، ہرمسلمان پر لازم ہے تصحیحِ مخارج و اقامتِ حروف کا اہتمام فرضِ متحتم ، علمائے متاخرین کا فتوٰی معاذاللہ پروانۂ بے پروائی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور خلاف ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب ، باوصفِ قدرتِ تعلّم تعلّم نہ کرنا اور اس امرِ اہم کو ہلکا سمجھنا ، غلط خوانیِ قرآن پر جمے رہنا ، کون جائز کہے گا ۔ اس سہل انگاری کی ایک نظیر سُن چکے ، اللہ کو احد ماننا اسلام اور معاذاللہ اھد کہنا صریح دشنام ، مانا کہ تمہیں قصدِ دشنام نہیں ، پھر اس سے کیا ہوا کفر سے بچ گئے بات کی شناعت کیا جاتی رہے گی ، تعریف کیجئے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں ، کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتا گئے ہیں ؟ کلّا ، واللہ ، حاشا للہ ، صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لایدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ[3] ۔ رواہ مالک والبخاری

[1] القاموس المحیط فصل الھاء باب الدال مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۱
[2] تاج العروس شرح قاموس فصل الھاء من باب الدال داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۴
[3] موطا الامام مالک باب ماجاء فی صلوٰۃ اللیل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۰
صحیح البخاری باب الوضوء من النوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴

ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجة عن امّ المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

جب تم میں کسی کو نماز میں اُونگھ آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لئے دُعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دُعا بد دعا نکلے (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لئے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصدِ دعا ہے، تو خود جاگتے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ تجربۃً بارہا منہ سے نکالنا کیونکر گوارا ہو سکے اگرچہ قصدِ ثنا ہے۔ اتقان شریف میں ہے:

من المھمات تجوید القراٰن وھو اعطاء الحروف حقوقھا ورد الحرف الی مخرجہ واصلہ ولاشك ان الامۃ کما ھم متعبدون بفھم معانی القراٰن واقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ من ائمۃ القراءۃ المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ وقد عد العلماء القراءۃ بغیر تجوید لحنا[1] ملخصًا۔

تجویدِ قرآن اہم امور میں سے ہے اور وہ حروف کو اُن کے حقوق دینا اور ہر حرف کو اس کے مخرج اور اصل کی طرف لوٹانا ہے، بلاشبہہ امتِ مسلمہ جس طرح معانیٔ قرآن کے فہم اور حدودِ قرآنی کے نفاذ میں پابند ہے اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کی تصحیح اور انھیں اسی طریقہ وصفت پر ادا کرنے کی بھی پابند ہے جس طرح ان کو قراءت کے ائمہ نے ادا کیا جن کا سلسلۂ سند نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تک متصل ہے اور علمائے نے بغیر تجوید کے قرآن پڑھنے کو لحن قرار دیا ہے ملخصًا (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قراءت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں، اور احسن الفتاوٰی فتاوٰی بزازیہ میں فرمایا:

ان اللحن حرام بلاخلاف[2]

لحن سب کے نزدیک حرام ہے۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن فصل المؤلفات فی تجوید القرآن واھمیۃ التجوید دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۴

[2] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۵۳

ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح و تعلّم میں اُس پر کوشش واجب۔ اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی، بلکہ جمہور علماء نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا، یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف و امام حسین بن مطیع کا ہے، محیط میں اسی کو مختار الفتوٰی فرمایا، خانیہ و خلاصہ و فتح القدیر و مراقی الفلاح و فتاوی الحجۃ و جامع الرموز و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، علامہ ابن الشحنہ نے اسی کو محرر بتایا، علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اسی کو معتمد فرمایا، اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا، امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تعویل کی، علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بیّنّا کل ذٰلك فی فتاوٰنا (جیسا کہ یہ سارے کا سارا ہمارے فتاوٰی میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) تو کیونکر جائز کہ جہد و سعی بالائے طاق، سرے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عملاً اسے متروک و مہجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کر دیں ھذا امر لایبیحه شرع ولا دین والعیاذ باللّٰه رب العالمین (شریعت اور دین اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن نظم و معنی جمیعاً بلکہ نظم دال علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متباین اور تبدیل جزء مستلزم تبدیل کل فان المولف من مبائن مبائن للمولف من مبائن اٰخر (ایک مبائن حروف کا مجموعہ دوسرے مبائن حروف کے مجموعے کے مبائن ہوتا ہے۔ ت) میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا۔ یہی منشا ہے امام فضلی و امام محمود و علامہ قاری وغیرہم کے اُس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض عمداً ظ سے بدلے کافر ہے۔

اقول ولاحاجة الی استثناء "وما هو علی الغیب بضنین" فان ههنا لیس اقامة الظاء مقام الضاد لان المکان لیس مکانها خاصة بل مکانهما جمیعا علی التوارد حیث قرئ بهما فی القراٰن فکان مثل صراط و سراط و بسطه و بصطة و یبسط و یبصط و مصیطر و مسیطر الی اشباه ذٰلك بخلاف مغضوب و مغظوب و بخلاف سجیل و صجیل فانه تبدیل۔

اقول میری رائے یہ ہے کہ وما هو علی الغیب بضنین کو مستثنٰی کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہاں ظاء کو ضاد کی جگہ رکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ صرف ضاد ہی کا مقام نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے دونوں کی جگہ ہے کیونکہ ان دونوں حروف کے ساتھ قراءتِ قرآنی ثابت ہے جیسے صراط اور سراط، بسطۃ اور بصطۃ،

یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر اور ان کے ہم مثل دیگر الفاظ بخلاف مغصوب اور مغضوب اور بخلاف سجیل اور صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص منزّل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہیے، **مخرج ضاد** زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اُسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہوا کچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے، زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوتی ہوئی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالو سے نزدیکی پائے "دانتوں یا زبان کی نوک کا اس میں کچھ حصہ نہیں" وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں، جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کوئی پارہ سانس کا اُن کے ساتھ جُدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتَ ہے یا سَتَشْحَثُكَ خَصَفَهْ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کرکے بولے ثثث تو آواز ثا کے تحت ایک حصہ ساکن کا جُدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہُوا مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو شروع تلفظ کے وقت موجود ہو انھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اس کا تلفظ ختم نہ ہو دوسری نہیں آتی جیسے ننن ظظظ، یونہی ضضض، یہ امر قوتِ اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی بے آواز بھی حابس دم ہے کما لا یخفی، جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر۔ فرق جو پڑتا ہے اس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف جھکی، پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا حالانکہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی دشواری و غرابت آڑے آئی کہ زبان دب گئی کما ینبغی اطباق نہ ہوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اوچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہوا یہ بیان دل پہ لکھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی صحت ادا میں بہت مددگار رہے و باللہ التوفیق اب بعد اس کے کہ آدمی صرف منزّل من اللہ ہی کا قصد کرے اور اس کا مخرج و طریقہ استعمال جان بھی لے، ادا کرنے والے مشابہت د سے تو اس تقریر آخری کا خیال کرکے بچ سکتے ہیں، اور اگر آدمی تا آخر جو کچھ ہم نے محررہ صفات میں بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہو جائے تو یقیناً اب جو حرف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سُننے والا ناشناسائی کے باعث اُسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدرِ قدرت اس کے

برتنے میں کمی بھی نہ کرے، تواب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحتِ نماز کا فتوٰی دیں گے کہ عسر متحقق ہولیا اور عذر واضح ہوچکا اور عسر جانب یسر ہے،

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1]، وقال اللہ تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2]، وقال تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا۔ رواہ الشیخان[4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی کا ارشادگرامی ہے اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ دوسرا فرمان ہے اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ تیسرے مقام پر فرمایا: اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے، آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، محبتیں پیدا کرو، نفرت نہ دلاؤ۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراکِ صفات خواہ اشتباہِ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ جبر اہ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قد منا فی جعل الاتراك الحاء خاءً وعوام عصر العلامۃ الشامی القاف ھمزۃ (جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ ترک لوگ حاء کو خاء اور علامہ شامی کے زمانہ کے لوگ ق کو ہمزہ بنادیتے ہیں۔ت) اس تحقیق انیق سے واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصدًا ضاد پڑھنا ٹھہرالیا ان کی نماز تو باجماع ائمہ متقدمین واتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولاالضالین تک نہیں پہنچنے پاتی، پہلی ہی رکعت میں مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب فعال بے معنی کئے جاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمدًا اس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہرالے اس کی نماز بھی مغدوب سے آگے نہ چلے گی، تعلم مخرج وطریق ادا وقصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص پر لازم، پھر جو کچھ ادا ہوا فتوٰی تیسیر صحت پر حاکم۔

نسأل اللہ تیسیر کل عسیر انہ ولیہ وعلیہ قدیر وصلی اللہ تعالٰی علی البشیر و

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵

[3] ۲۲/ ۷۸

[4] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴
صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب تامیر الامام الامراء علی البعوث الخ " " ۲/ ۸۲ و ۸۳

النذیر و اٰلہ وصحبہ۔

ہم اللہ تعالٰی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہر مشکل کو آسان فرمادے کیونکہ وہی مالک ہے اور اس پر وہ قادر ہے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس ذاتِ اقدس پر جو بشیر و نذیر ہے آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔(ت)

بالجملہ عمداً ظاد یا دواد دونوں حرام، جو قصد کرے کہ بجائے ض ظ یا د پڑھوں گا اس کی نماز کبھی تمام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی، مغدوب و مغظوب کہتے ہی بلاشبہہ فاسد و باطل ہوجائے گی اور جو حرف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہِ لغزشِ زبان یا جہلاً یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی و محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد، اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی اتفاق ہو کر اجماع ائمہ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۰۲ تا ۳۲۲)

(۱۷) قواعد تجوید کا انکار کرنے والوں اور اس کو ناحق بتانے والوں کے بارے میں فرمایا:

تجوید بنصِ قطعی قرآن و اخبارِ متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام و اجماعِ تمام صحابہ و تابعین وسائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب، اور علم دین شرعِ الٰہی ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ورتل القراٰن ترتیلاً۔[1]

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔(ت)

اسے مطلقاً ناحق بتانا کلمہ کفر ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی خاص قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہیے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۲۲ و ۳۲۳)

(۱۸) نماز میں دوران قراءۃ کسی نے کہا قال رسول اللہ، تو اس کی نماز فاسد ہوئی یا نہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا:

اگر یہ شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی لانہ من کلامہ ولیس ثناء او دعاء بل اخبار (کیونکہ یہ اس کا اپنا

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۴

کلام ہے ثنا اور دُعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔ت) اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیۂ کریمہ کا ٹکڑا ہے، قال اللہ تعالیٰ :

فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقيٰها[1]

تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۲۷)

(۱۹) نماز میں فرض قراءۃ کی مقدار بیان کرتے ہوئے فرمایا ؛

فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورۂ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے ۔ قال اللہ تعالیٰ ،

فاقرءوا ما تيسر من القراٰن[2]

قرآن سے جو آسان ہو وُہ پڑھو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۳۳)

(۲۰) نفل پڑھنے والے نمازی کے پاس قرآن باوازِ بلند پڑھنے کے بارے میں فرمایا ؛

حدیث صحیح میں قرآن مجید باواز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں ممانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم نے حکم فرمایا ہے کہ "جب قرآن پڑھا جائے کان لگاکر سُنو اور چُپ رہو[3]" تو ایسی جگہ جہر سے پڑھنا ممنوع اور دو[2] یا زیادہ آدمیوں کا باآواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالفِ حکمِ قرآن، اور قرآن عظیم کی بے حُرمتی ہے، اُن لوگوں کو چاہئے کہ آہستہ پڑھیں، اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے، نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی ہے رکوع سجود بھی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۳۸)

(۲۱) اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز رہے ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا ؛

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں اور خطاءً ہو تو ہمارے ائمۂ مذہب کے نزدیک مفسدِ نماز ہے جبکہ مفسدِ معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن میں نہ ہو، اور اس سے بچنا بے تعلم تمایز حروف ناممکن اور فسادِ نماز سے بچنا فرض عین ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا تبطلوا اعمالكم[4]"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : تم اپنے اعمال باطل نہ کرو۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹۱/ ۱۳
[2] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[3] " ۷/ ۲۰۵
[4] " ۴۷/ ۳۳

مقدمۂ امام جزری میں ہے : ؎

اذ واجب علیھم محتم ۔۔۔ قبل الشروع اولاً ان یعلموا

مخارج الحروف والصفات ۔۔۔ لینطقوا بافصح اللغات[1]

قرآن پاک میں شروع ہونے سے پہلے اولاً قاریانِ قرآن پر حروف کے مخارج وصفات (ذاتیہ و عرضیہ) کا جاننا قطعاً ضروری ہے تاکہ قاریانِ قرآن صحیح ترین لغات کے ساتھ قرآن پاک کا نطق کرسکیں (یعنی پڑھ سکیں)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۳۹)

(۲۲) لَمَا یتفجّر الانھٰر میں اگر کسی نے لَمَّا شدّ کے ساتھ پڑھ دیا تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں :

نماز درست باشد وبحال سہو وزلت کراہت نیست وحذف جزا برائے دلالت بر عظمت شانش شائع است قال اللہ تعالیٰ "فلما اسلما وتلہ للجبین ونادینٰہ ان یا ابراھیم"[2] جزا ذکر نفرمود ہمچناں ایں جا تاویل شود کہ ان منھا ما یکون منہ شئ عجیب لمّا یتفجّر منہ الانہٰر بالجملہ دریں صورت فسادِ معنیٰ نیست۔

نماز درست ہوگی، بھول اور پھسل جانے کی صورت میں کراہت نہیں، اس کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر جزا کا حذف مشہور ومعروف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : فلمّا اسلما وتلّہ للجبین ونادینٰہ ان یا ابراھیم یہاں جزا کو ذکر نہیں فرمایا اسی طرح مذکورہ مقام میں تاویل ہوسکتی ہے کہ ان میں سے بعض وُہ ہیں جن سے شئ عجیب صادر ہوتی ہے کہ جب وہ پھٹتے ہیں تو ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں، الغرض اس صورت میں فسادِ معنیٰ نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۴۱، ۳۴۲)

(۲۳) کس قدر قراءۃ سے نماز ہوجاتی ہے۔ اس سلسلے میں فرمایا :

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے، مثلاً الحمد للہ رب العلمین۔ اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی، اور پوری سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد متصلاً تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے، اگر اس میں کمی کرے گا نماز تو ہوجائے گی یعنی فرض ادا ہوجائے گا مکروہِ تحریمی

---

[1] مقدمہ جزریہ ۔۔۔ خطبۃ الکتاب ۔۔۔ سعیدیہ کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور ۔۔۔ ص ۴

[2] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۰۳ و ۱۰۴

ہوگی، بھول کر ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور قصداً ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی، اور بلا عذر ہے تو گنہگار بھی ہوگا، مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر[1] یا یہ الرحمٰن ۝ علم القرآن ۝ خلق الانسان ۝[2] ظاہر ہے کہ وُہ دو آیتیں وان یکاد الذین کفروا بلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نماز مع واجب ادا ہوگئی دُہرانے کی حاجت نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۴۷)

(۲۴) ایک جاہل واعظ کے بارے میں پُوچھا گیا جو کہتا ہے (۱) جو شخص مسجد کا دروازہ بعد نماز عشاء مقفل کرے اس مسجد میں نماز پڑھنی قطعی حرام اور وہ شخص سنگسار کیا جائے (۲) وہ بغیر علم کے ترجمۂ قرآن کرتا ہے (۳) وہ کتابوں کے جھوٹے حوالے دیتا ہے۔ (۴) اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ان سوالات کے جواب میں فرمایا:

(۱) مسئلہ مسجد میں خدا و رسول پر دو افترا اور کئے، ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام، دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے۔ پہلے افترا سے وہ اُن لوگوں میں داخل ہوا جنھیں قرآن عظیم نے فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہٗ وسعٰی فی خرابھا[3]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (ت)

اور دوسرے سے وہ بے گناہ مسلم کے ناحق قتل کا فتوٰی دینے والا ہوا، علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لئے دروازۂ مسجد بند کرنا جائز ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۴)

(۲) بے علم و فہم ترجمۂ قرآن مجید میں دخل دینا گناہِ کبیرہ ہے، خود قرآن مجید فرماتا ہے:

ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[4]

یا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۴)

(۳) کتابوں کے جھُوٹے حوالے دینا کذب و افتراء اور وہ بھی علماء پر اور وہ بھی امورِ دین میں، یہ سب سخت گناہ ہیں، مسائل میں علماء پر افتراء، شرع پر افتراء، اور شرع پر افتراء خدا پر افتراء۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/۲۱ تا ۲۳ [2] القرآن الکریم ۵۵/۱ تا ۳

[3] 〃 ۲/۱۱۴ [4] 〃 ۲/۸۰

قال اللہ تعالیٰ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]۔

ارشادِ ربّانی ہے، اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۵)

(۴) پس حتی الامکان ہرگز اس کی اقتداء نہ کریں اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے مدد و معاون ہیں وہ بھی جرم و گناہ میں اُس کے شریک ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۷)

(۲۵) مسائل حنفیہ مثلاً آمین بالخفاء وغیرہ کو خرافات کہنے والا مولوی جو خود کو حنفی المذہب ظاہر کرتا ہے اور مقلدین کو ذرّیۃ الشیطان بھی کہتا ہے، اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

جو ذرّیۃ الشیطان، کتاب وسنت کا منکر حنفیہ کرام خصھم اللہ تعالیٰ باللطف والاکرام کا نام رکھتا ہے پُر ظاہر کہ وُہ گمراہ خود کا ہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحتِ دنیوی سے براہ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال و اقوال مذکورۂ سوال اس کی صریح تکذیب پر دال۔ منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے: نشھد انک لرسول اللہ[3] ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآن عظیم نے اُن کے اقرار کو ان کے منہ پہ مارا:

واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون[4]۔

اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۸)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶
[2] القرآن الکریم ۵/۲
[3] 〃 ۶۳/۱
[4] 〃 ۶۳/۱

(۲۶) مزید فرمایا :

ہم چاروں (مقلدین ائمہ اربعہ) حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، باپ ہمارا اسلام، ماں ہماری سنت سنیہ سید الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ انکار تو ان گمراہوں پر ہے جو تقلید ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو معاذ اللہ شرک و حرام بتاتے اور مذاہب حقہ راشدہ اہل حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۱۵)

(۲۷) ایک فاسق وفاجر، عیار و مکار امام جو علماء اہلسنت کے وعظ کو ناپسند جانتے ہوئے مسجد میں وعظ کرنے سے روکتا ہے، بدعقیدہ لوگوں کے عقائد کی حمایت کرتا ہے، بار بار توبہ کرتا ہے اور توڑتا ہے، اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

زید کے اکثر افعال مذکورہ فی السوال فسق و گناہ کبیرہ ہیں اور خدا و رسول کی نافرمانی و ناراضی کے باعث خلق خدا کو گمراہ کرنا، راہ حق سے پھیرنا، علمائے اہلسنت کی اہانت و تحقیر، اُن پر افترا و بُہتان، خدا و رسول جن کی تعظیم کا حکم دیں خلق خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں خود کبیرہ ہیں موجب فسق مسقط شہادت خصوصًا جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو[2] کما ورد فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہے۔ت) وعظ علماء سے ناخوش ہونا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے۔ حق سبحانہ تعالٰی فرماتا ہے :

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3]۔

کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روکے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ ان میں ذکر کیا جائے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

[2] کشف الخفاء | تحت حدیث ۱۱۱۹ | دار الکتب العلمیۃ بیروت | ۱ / ۳۱۵
احیاء علوم الدین | فضیلۃ المسجد الخ | مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ | ۱ / ۱۵۲

[3] القرآن الکریم ۲ / ۱۱۴

اُس کا نام، اور کوشش کرے اُن کے ویران ہونے میں۔

اسی طرح وعظِ علما کو مکروہ سمجھ کے نہ سُننا اور وہاں سے چلا جانا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن ذکر بایات ربہ فاعرض عنہا ونسی ما قدمت یداہ انا جعلنا علٰی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اٰذانھم وقرا[1]۔

اور کون زیادہ ستمگار ہے اس سے جو نصیحت کیا گیا اپنے رب کی آیتوں سے تو ان سے منہ پھیر لیا اور بھول گیا جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے، بیشک ہم نے کر دیئے ان کے دلوں پر پردے اُس کے سمجھنے سے اور اُن کے کانوں میں ٹینٹ۔

مسلمانوں کے ساتھ عیاری و چالاکی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے فعال کر کے جن کے سبب لوگوں کی نماز اُن کے پیچھے خراب ہو اُن کی تسکین کے لئے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا مرتکب رہنا فتنہ ہے کہ اللہ کے نزدیک قتلِ ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذابِ جہنم کا موجب۔

قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[2]، وقال اللہ تعالٰی ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اور فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے: بلاشبہہ وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن خواتین کو فتنہ میں ڈالتے ہیں پھر توبہ نہیں کرتے اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۴۵، ۴۴۶)

(۲۸) مزید فرمایا:

ذوالوجہین کو قیامت میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی[4]۔

قرآن مجید اس حرکتِ شنیعہ کی مذمت سے مشحون ہے۔

قال اللہ عزّ وجل یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون[5]

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۷ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۷

[3] " ۸۵/ ۱۰

[4] مجمع الزوائد باب فی ذی الوجہین واللسانین دار الکتاب العربیہ بیروت ۸/ ۹۵

[5] القرآن الکریم ۲/ ۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وُہ دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو، اور حقیقت میں نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو، اور انھیں خبر نہیں۔

اور فرماتا ہے:

اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا واذا خلوا الیٰ شیٰطینھم قالوا انّا معکم انما نحن مستھزءون[1]

جب مسلمانوں سے ملیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ٹھٹھا کرتے ہیں۔

الغرض زید کے فاسق ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علماء حکم دیتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد میں چلا جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۴۷)

(۲۹) افیونی کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

اگر افیونی پینک کے زور میں ہو جب تو اُس کی خود نماز باطل اور اس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰرٰی حتی تعلموا ما تقولون[2]

نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (ت)

اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اس کے پیچھے نماز ممنوع ہے۔

لان الصلوٰۃ خلف الفاسق تکرہ کراھۃ تحریم کما حققہ فی الغنیۃ[3] وغیرھا۔

کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے جیسا کہ اس مسئلہ کی تحقیق غنیہ وغیرہ میں کی ہے۔ (ت)

اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۶۴)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۴

[2] ؍؍ ۴/۴۳

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

(۳۰) عدت کے دوران عورت کا نکاح عمداً پڑھا دینے والے امام کے بارے میں فرمایا:
وُہ نِرا فاسق ہی نہیں بلکہ کُھلا گمراہ بددین ہے۔ عدت کے اندر نکاح ناجائز وحرام قطعی ہے جس کی حُرمت پر خود قرآنِ عظیم ناطق۔

قال اللّٰہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[1]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: وہ عورتیں جو مطلّقہ ہوجائیں وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ (ت)

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں، اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز کم از کم سخت مکروہ ہے۔ فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۷۹، ۴۸۰)

(۳۱) حکام کے کہنے پر مسجد کو گرانے کے جواز کا فتوٰی دینے والے مولوی کے بارے میں فرمایا:
یہ شخص بنصِ قطعی قرآن شریف فاسق و فاجر ہے۔ قال اللّٰہ تعالٰی:

ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[2]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو باز رکھے خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا لئے جانے سے اور کوشش کرے ان کی ویرانی میں۔

عذر اکراہ محض جھُوٹا ہے، جو کمیٹیاں رائے زنی کے لئے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حُکّام کی طرف سے گلے پر چھُری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یُوں رائے نہ دی یوں تو قتل کردیئے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کردیئے جائیں گے، بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے، ہاں دُنیا پرست جیفہ خور خوشامد میں آکر دین و ایمان گنوا کر حکّام پر جبر و اکراہ کا طوفان اٹھا کر بحیلۂ کاذبہ اکراہ چاہے مسجد ڈھائیں، چاہے خدا و رسول کو گالیاں سنائیں، چاہے دو کے آتے تین گائیں۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

ایسے لوگ نہ عند اللہ معذور ہوسکتے ہیں نہ عند الحکام مجبور۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۸۱، ۴۸۲)

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۲۲۸
[2] القرآن الکریم ۲ / ۱۱۴
[3] 〃 〃 ۲۶ / ۲۲۷

(۳۲) جس شخص کی عورت اپنا سر اور ران ننگی رکھتی ہے اس کی امامت کے بارے میں فرمایا:

ران کھولنا حرام ہے، اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں، اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰایها الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اهلیکم نارا[1]

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته[2]

تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روزِ قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرتے خود فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[3]

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوث ہے۔

فی الدر المختار دیوث من لایغار علٰی امرأته او محرمه[4]

درمختار میں ہے وہ شخص دیوث ہوتا ہے جو اپنی بیوی اور کسی محرم پر غیرت نہ کھائے۔ (ت)

ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا۔ قال اللہ تعالیٰ:

لاتزر وازرة وزر اخرٰی[5]

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۸۴)

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۶

[2] صحیح البخاری باب الجمعۃ فی القرٰی والمدن قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۲۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈیمی لاہور ص ۵۱۳

[4] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

[5] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

(۴۳) مزید فرمایا:

عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اسے اپنی حدِ قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی، تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہوسکتی۔ قال اللہ تعالٰی:

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]

کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۹۴، ۴۹۵)

(۴۴) یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے والے امام کے بارے میں فرمایا:

پرایا مال بے اذنِ شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہِ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن[2]

چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوجاتا ہے۔

اور یتیموں کا مال ناحق لینا سخت تر کبیرہ ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[3]

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے۔

یتیموں کا حق کسی کے معاف کئے معاف نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں یا کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کر دیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للضرر (کیونکہ ولایت نگرانی کے لئے حاصل ہوتی ہے نقصان دینے کے لئے نہیں۔ ت) بلکہ خود یتیم نابالغ بھی معاف نہیں کرسکتے نہ ان کی معافی کا کچھ اعتبار ہے للحجر التام عما ھو ضرر (کیونکہ نقصان دہ معاملہ میں تصرف کرنے سے انھیں مکمل روک دیا گیا ہے۔ ت) محض یتیموں کا حق ضرور دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہئے کہ ضرور دلا دے، ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہوسکے گا، مقتدیوں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] صحیح البخاری کتاب الاشربہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۶

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حققہ فی الغنیۃ عن فتاوی الحجۃ واقرہ فی رد المحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ فتاوٰی حجہ کے حوالہ سے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور رد المحتار میں اسے برقرار رکھا۔ اس مسئلہ کا بیان ہمارے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر موجود ہے۔ ت) جس شخص نے کچھ لے کر بعض ناحق باتیں امام کی طرفداری کے حق میں ملا دیں وہ ضرور آیۂ کریمہ ولا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا[1] اور آیۂ کریمہ لا تلبسوا الحق بالباطل[2] کا مورد ہوا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۹۶، ۴۹۷)

(۳۵) فرقہ وہابیہ غیر مقلدین کے اہلسنت کی مساجد میں آنے کے بارے میں فرمایا:

فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں، انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، ان سے مخالطت آگ ہے، انھیں مساجد میں ہرگز نہ آنے دیا جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

وعہدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی[3]

اور ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے گھر کو صاف رکھیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۹۹)

(۳۶) مزید فرمایا:

تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جا سکتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

والفتنۃ اشد من القتل[4]

فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۰۰)

(۳۷) کیا امامت میں شرعاً وراثت ہوتی ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سہام فرائض پر تقسیم ہو اور بحکم آیۂ کریمہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[5] (اللہ تعالٰی تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ دو بیٹیوں کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۱   [2] القرآن الکریم ۲/۴۲
[3] 〃 ۲/۱۲۵   [4] 〃 ۲/۱۹۱
[5] 〃 ۴/۱۱

برابر بیٹے کا حصہ ہوگا۔ ت) دوہرا حصہ بیٹوں کو ملے اور اکہرا بیٹیوں کو، اور بحکم آیہ کریمہ فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم[1] (اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (یعنی بیویوں) کا تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ت) آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ پیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وارث تو وہ بھی ہیں، عورات و اطفال کا اصلاً اہلِ امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اسی شئے میں جاری ہوسکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو معاً پہنچنا لازم، اور امامت میں تعدد محال، تو کس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے۔ یہ صریح جہل مبین ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۱۳)

(۳۸) امامت اصل حق علماءِ دین کا ہے یا جاہلوں کا؛ اس کے جواب میں فرمایا:

امامت اصل حق حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

انی جاعلک للناس اماما[2]

بلاشبہہ میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ (ت)

اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر۔ اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علماءِ دین ہی نائبانِ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال، تو امامت خاص حقِ علماء ہے اس میں جہال کو ان سے منازعت کا اصلاً حق نہیں، ولہذا علماءِ کرام نے تصریح فرمائی ہے احق بالامامۃ اعلم قوم ہے۔

تنویر الابصار و دُرِ مختار وغیرہما میں ہے:

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانھر الاعلم باحکام الصلوۃ[3]

امامت کے لئے مقدم ہونے بلکہ مقرر کرنے میں زیادہ حقدار وہ ہے مجمع الانہر جو شخص احکام نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۱۴، ۵۱۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] " ۲/ ۱۲۴

[3] دُرِ مختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

(۳۹) آیت کریمہ میں اولی الامر سے مراد کون ہیں، اس سلسلے میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔[1]

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنوں میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ (ت)

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ (اس پر علامہ زرقانی نے شرح المواہب اور دیگر علمائے نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۱۶، ۵۱۷)

(۴۰) احق بالامامۃ کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساق و فجار بھی ہوں گے، فرمایا کہ:

ستکون علیکم امراء یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتہا۔[2]

تم پر ایسے امراء وارد ہوں گے جو نمازوں کو وقت سے مؤخر کریں گے۔ (ت)

اور معلوم تھا کہ اہلِ اصلاح کے قلوب ان کی اقتداء سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے اختلاف آتشِ فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء فاسق سے اہم و اعظم تھا ——

قال اللہ تعالٰی:

والفتنۃ اکبر من القتل۔[3]

فتنہ قتل سے بڑا اور بدتر ہوتا ہے۔ (ت)

لہٰذا دروازۂ فتنہ بند کرنے کے لئے ارشاد ہوا:

صلوا خلف کل بر وفاجر۔[4]

ہر نیک و فاجر کے پیچھے نماز ادا کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۵۹

[2] مسند الامام احمد بن حنبل مروی عن عبادۃ بن الصامت دار الفکر بیروت ۵/۳۱۴

[3] القرآن الکریم ۲/۲۱۷

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الجنائز دار صادر بیروت ۴/۱۹

یہ اس باب سے ہے :

من ابتلی ببلیتین اختیار اھونھما۔

جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔(ت)

اور فقہاء کا قول تجوز الصلوٰۃ خلف کل بر وفاجر (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے۔ ت) اُسی معنی پر ہے جو اوپر گزرا کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ غیر معلن کے پیچھے مکروہِ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر ان مدعیوں کے لئے اس حدیث وفلسفہ میں کوئی حجت وسند نہیں نفسِ جواز وصحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ام نجعل المتقین کالفجار[1]

کیا ہم صاحبِ تقویٰ کو فاجر لوگوں کے برابر کردیں گے۔(ت)

یہی فقہاء برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق اعلم قوم کو ہے، اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ، پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ وعیدین وکسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ بمعنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی کما تقدم بیانہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۱۹)

(۱۴) اندھے کی امامت کے بارے میں مولانا رومی کے ایک شعر کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا :

حضرت مولوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارنا بسرہ النوری اُن آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے انھیں کام ہے جس کی چشمِ باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کا عالم غیر عارف سے افضل و احق بالتقدیم ہے کہ علمِ لدنی علمِ رسمی سے بدرجہا اجل واکمل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

واتقوا اللہ ط ویعلمکم اللہ ط[2]

اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ ہی تمھیں علم کی دولت سے نوازتا ہے۔

وقال تعالیٰ :

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[3]

فرمادیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۲۰، ۵۲۱)

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۸
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۲
[3] " " ۳۹/ ۹

15

(۴۲) حیات النبی اور زیارتِ مدینہ منورہ کے منکر امام کے بارے میں فرمایا ؛

خالد گمراہ بددین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں ، حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارتِ مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو لوٹا لانا کارِ شیطان وخلافِ رائے مسلمانان ہے ۔
قال اللہ تعالےٰ ؛

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّٰی ونصلہ جہنم ؕ وساءت مصیرا[1]۔

جو مومنین کے علاوہ کسی کے راستے کی پیروی کرتا ہے ہم اسے اس طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ پھرتا ہے اور اُسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۲۵)

(۴۳) فحش گوئی امام کے بارے میں فرمایا ؛

خصوصًا اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گالیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیرہ ہے ۔ قال اللہ تعالےٰ ؛

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[2]۔

اللہ تمھیں حکم دیتا ہے تم آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرو اگر تم اہلِ ایمان ہو ۔ (ت)

بالجملہ شخص مذکور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۲۷)

(۴۴) ایسے سُنّی امام کے بارے میں فرمایا جس کی بیوی اور رشتہ دار روافض ہیں ؛

ایسی وجوہ سے کسی کے قلب وعقیدہ پر حکم نہیں لگا سکتے ، اور جب وہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہے اور اس کی کوئی بات عقیدۂ اہلسنت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کرکے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ؛

ولا تقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مؤمنا[3]۔

اور جو تمھیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تُو مومن نہیں ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۲۷)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱۵ [2] القرآن الکریم ۲۴/۱۷
[3] ” ۴/۹۴

(۴۵) خرافاتِ وہابیہ کے رَد میں فرمایا:

اللہ عزوجل نے تو وجوب وممانعت کا معیار یہ بتایا تھا:

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[1]

رسول جس بات کا تمھیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو۔(ت)

مگر وہابی صاحبوں نے معیارِ ممانعت یہ رکھا ہے کہ جسے ہم منع کر دیں اس سے بچو اگرچہ اللہ ورسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو، غرض یہ اس کا شرک فی الرسالت ہے، اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۴۹)

(۴۶) قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کا وعدہ کرکے پھر نہ دینے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کہی تھی پھر نہ دی تو بیجا ہے مگر چنداں الزام نہیں جبکہ کسی عذرِ شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی ہے، چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے۔

قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الٰی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون۔[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۵۱)

(۴۷) مرتکبِ کبیرہ اگر توبہ کرے تو اس کی امامت جائز، اور اس پر اعتراض غلط ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے۔

ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ۔[3]

وہ اللہ تعالٰی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔(ت)

اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷

[2] 〃 〃 ۹/۷۷

[3] 〃 〃 ۴۲/۲۵

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[1]

گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔

توبہ کے بعد اُس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں، بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۵۲)

(۴۸) بدگمانی سے بچنے کے بارے میں فرمایا؛

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[3]۔

بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہوتی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۵۳)

(۴۹) ایسے امام کے بارے میں فرمایا جس کے والدین اس پر ناراض ہوں؛

والدین اگر بلا وجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضا میں حدِ مقدور تک کمی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں، اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرتکب کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ۔ اور اگر ناراضی تو اُن کی بلا وجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پروا نہ کی وہ کھنچے تو یہ بھی کھنچ گیا جب بھی مخالفِ حکمِ خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ[4]۔

بچھا دے ماں اور باپ کے لئے ذلت و فروتنی کا بازو رحمت سے۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ | باب ذکر التوبہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۳۲۳

[2] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

[3] صحیح البخاری | کتاب الوصایا | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۳۸۴

[4] القرآن الکریم ۱۷/۲۴

اس کے خلاف واصرار سے بھی فاسق ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۵۹)

(۵۰) زید وبکر آپس میں بدفعلی کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان کے پدر وبرادران انھیں منع نہیں کرتے بلکہ ان کی کمائی کھاتے ہیں ایسوں کی امامت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل ومفعول بھی اگر بالغ وغیر مجبور ہوں فاسق ہیں، ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات و سوئے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں، اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیرا۔[1]

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا کہ مومن مردوں اور عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[2]

بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (ت)

اس پر لحاظ وکارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت ومعروف ہو تو فاسق معلن ہیں، ان کو امام بنانا گناہ، اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب، اور اگر ثبوت شرعی واقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اُڑ گئی ہو جن کے سبب اُن سے نفرت اور اُن کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے،

وان لم یثبت الذنب بل لو لم یکن لان المناط النفرۃ کمن شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اگرچہ گناہ ثابت نہ ہو بلکہ ہو ہی نہ کیونکہ بنیاد تو نفرت ہے اس شخص کی طرح جس کا برص پھیل گیا ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

پدر وبرادر اگر اس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

فاسق ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ یاَیھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس و الحجارۃ[1]، وقال تعالیٰ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ[2]۔

اللہ تعالٰے کا فرمان مبارک ہے: اے اہلِ ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰے کا یہ بھی فرمان ہے: وہ اس بُرے کام سے منع نہیں کرتے تھے جو بُرا کام لوگ کرتے تھے۔ (ت)

اُن کی یہ حالت اگر معروف ہو تو اُن کا بھی وہی حکم ہے کہ انھیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون[3]۔

اگر اُنھوں نے فاسق کو مقدم کر دیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

اور اگر اس حرام کمائی سے اُن کا فائدہ لینا اُسی طرح بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو، نہ فقط اتنا کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بئس مطیۃ الرجل زعموا۔ رواہ احمد[4] وابوداؤد عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شک اور تخمینہ کی بنیاد پر خبر دینا قبیح ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ (ت)

تو حرام خور بھی ہیں، اور اوّل سے سخت تر ـــ دُور کرنے کے سزاوار، اور اگر بقدرِ قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

[2] ؍؍ ۵/ ۷۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] مسند احمد بن حنبل عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۰۱

سنن ابی داؤد باب فی الرجل یقول زعموا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۳

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخری[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

لیکن افواہِ عام کی بنا پر نفرت وتقلیلِ جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکروہِ تحریمی اور گناہ نہیں۔ یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی، بفضلہ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین وافریقہ وامریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں، بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جدّ امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے[۹۱] برس، اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہٖ تعالیٰ اکاون[۵۱] برس ہونے کو آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس[۵۰] برس چھ[۶] مہینے گزرے، اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ[۱۲] مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں، بحمد اللہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائے گا بعونہٖ تعالیٰ ولہ الحمد، معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و دنی ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دُور دُور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ بھائیو! ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العٰلمین[2] میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۶۰ تا ۵۶۲)

(۵۱) مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور ان میں اشاعتِ فاحشہ کے مرتکب کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ[3]

جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پھیلے اُن کے لئے دُنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] 〃 ۲۶/ ۱۲۷

[3] 〃 ۲۴/ ۱۹

جب اس پر دونوں جہان میں عذابِ شدید کی وعید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہوا اور مرتکبِ کبیرہ فاسق ہے اور یہ فسق بالاعلان برسرِ مجلس وعظ ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق معلن ہوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۷۰)

(۵۲) مزید فرمایا:

ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نمازوں کی خرابی بلکہ تباہی و بربادی چاہنے والے اور اللہ و رسول کے خائن۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ص ۵۷۱)

(۵۳) عالم اور سیّد میں زیادہ مستحقِ امامت کون ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

عالم بہرحال زیادہ مستحقِ امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق معلن نہ ہو، اور دونوں عالموں میں جسے علمِ نماز و طہارت میں ترجیح ہو وہ مقدم ہے، اور اس میں مساوی ہوں تو قراءت و ورع و سن وغیرہا مرجحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی، عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے، عالم کسی قوم کا ہو اگر عالمِ دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون[2]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: تم فرماؤ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) (ت)

مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہو سکتا، اس میں کوئی تخصیص نسب وغیرہ کی نہ فرمائی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۷۶)

(۵۴) باجماعت نماز نہ پڑھنے والے مؤذن کے بارے میں فرمایا:

مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترکِ جماعت کرتا ہے دوہرا گنہگار ہے، ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲
[2] 〃 ۳۹/۹

دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بلانا اور خود باز رہنا۔

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون○ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون" [1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو (خود) نہیں کرتے، اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۷۷، ۵۷۸)

(۵۵) قیام ونعت کی وجہ سے محفلِ میلاد میں شریک نہ ہونے والے امام سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

"تجلی الیقین" کے کلمات سُن کر اثر نہ ہونا اور نعت شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کر رہا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون" [2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: دشمنی اُن کے مُونہوں سے ظاہر ہو گئی اور وہ جو اُن کے سینوں میں (غیظ و عناد) چھُپا ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمھیں عقل ہو۔ (ت)

بالجملہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین، اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز [3]

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (ت)

نماز درکنار بنصِ قرآنِ عظیم اُن کے پاس بیٹھنا حرام۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۲ و ۳

[2] " " ۳/ ۱۱۸

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

مع القوم الظالمین[1]

اللہ تعالٰی کا فرمانِ مبارک ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ٦ ص ٥٨٠، ٥٨١)

(٥٦) براہِ تقیہ خود کو حنفی کہنے والے غیر مقلد کی امامت کے بارے میں فرمایا:

غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز، اور جب اس کا غیر مقلد ہونا ثابت وتحقیق ہے تو اس کا براہِ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں۔

قال اللہ تعالٰی اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول اللہ واللہ یعلم انك لرسولہٗ واللہ یشهد ان المنٰفقین لکٰذبون[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے۔

قال اللہ تعالٰی واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ٦ ص ٥٨٨)

(٥٧) بیوۂ پسر سے زنا کرنے اور مسجد میں ناصحین کو گالیاں بکنے والے امام اور اس کی اعانت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

بیوۂ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور حسبِ عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اَسّی اَسّی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں، مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[4]

اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے: اور اے سننے والے! جب کہیں تجھے شیطان بھلادے

---

[1] القرآن الکریم ٦/ ٦٨
[2] القرآن الکریم ٦٣/ ١
[3] " " ٤٧/ ١٩
[4] " " ٦/ ٦٨

تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

اور اسے امام بنانا حرام، فتاوٰی حجہ میں ہے،

ولو قدموا فاسقا یاثمون[1]

اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے، اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور شریعتِ مطہرہ سے سرتابی ہے، باطل پر اعانت حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، گناہ اور زیادتی پر باہم تعاون نہ کرو۔ (ت)

ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۹۴، ۵۹۵)

(۵۸) داڑھی مُنڈے دعویدارانِ خلافت اور وہابی مولویوں کو بُرا کہنے والے امام کے بارے میں فرمایا:

ان وجوہ سے امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اُس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عزوجل و نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے اس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت عذابِ نار و غضبِ جبار کا مستحق ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[3]

وُہ جو اللہ پر جھوٹا افترا اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دُنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وقال تعالٰی:

ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[4]

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲

[3] " ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

[4] " ۲۰/ ۶۱

تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۹۸)

(۵۹) زانی جب تائب ہو جائے تو اس کی امامت درست ہے اور اس کی توبہ کو نہ ماننا گناہ ہے۔ چنانچہ فرمایا:

جب بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہوا اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشتا ہے۔

هو الذی یقبل التوبة عن عباده ویعفوعن السیئات[1]

وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔ (ت)

جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں، ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے قابلِ اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تُو نے توبہ کی اللہ توبہ قبول کرے، ہم تجھے امام اُس وقت بنائیں گے جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بجا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۰۵)

(۶۰) افیونی کی امامت کے بارے میں فرمایا:

افیونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض۔

قال تعالٰی حتی تعلموا ما تقولون[2]

اللہ تعالٰے کا ارشادِ گرامی ہے: حتی کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۰۶)

(۶۱) دیّوث کی امامت کے بارے میں فرمایا:

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہ دیّوث ہے اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اور اس کا پھیرنا لازم، اور اس کے حامی گنہ گار۔

قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]

اللہ تعالٰے کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۲۵ [2] القرآن الکریم ۴/۴۳
[3] " ۵/۲

اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اس کا امکان ہے بندوبست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ[1]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۰۹)

(۶۲) کسی کا یہ کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہے کریں، اس سلسلے میں فرمایا:

مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں، محض باطل ہے۔ مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں۔

ان المسٰجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً[2]۔

یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔ (ت)

اس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۱۵)

(۶۳) چھوٹی آستینوں والا کرتا پہن کر نماز پڑھانے والے امام کے بارے میں فرمایا:

زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں،

فانہ اذن من ثیاب مھنۃ والصلوٰۃ فیھا مکروھۃ۔

کیونکہ یہ اس کے کام کاج والے کپڑے ہوں گے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربارِ الٰہی بازار سے زیادہ قابلِ تعظیم و تذلل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد[3]، وقال ابن عمر اللہ احق ان تتزین لہٗ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: جب تم نماز کے لئے مسجد میں جاؤ اپنی زینت اختیار کرو۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کی بارگاہ میں زینت اختیار کرے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۱۹)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۶۴
[2] القرآن الکریم ۷۲/۱۸
[3] 〃 〃 ۷/۳۱

(۶۴) جُوتے پہن کر نماز پڑھنے والے امام کے بارے میں فرمایا:
تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے، عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تُو" ہے، اور یہاں جو باپ کو "تُو" کہے بیشک بے ادب، گستاخ اور اس آیۂ کریمہ کا مخالف ہے:

لا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما[1]

ماں باپ کو "ہُوں" نہ کہہ، نہ جھڑک، اور ان سے عزت کی بات کہہ۔ (ت)

صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جُوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں، ائمۂ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۳۴)

(۶۵) شیخ ابن عربی، مولانا روم اور مولانا جامی کی تکفیر کرنے والے غیر مقلد مولوی کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو زید و عمرو کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدست اسرارھم کی شان عظیم میں بعد وضوحِ حق اُس کلمۂ ملعونہ کہنے کا جواب جو روزِ قیامت ملے گا بس ہے، وہ حضرات جرأت شعار جسارت وثار جن کا مسلک عامۂ ائمہ و علمائے کبار کو عیاذًا باللہ مشرک بتائے اُن سے مدارکِ دقیقۂ حقائق اولیاء تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے، علاوہ بریں یہ مسئلہ خود اس قابل کہ اس میں ایک رسالۂ مستقلہ تصنیف میں آئے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۴۹)

پھر اس کے بعد فرمایا:

و آیت کریمہ:

يد الله فوق ايديهم[2]

اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)

و آیت:

وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى[3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۳ [2] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰
[3] " ۸/ ۱۷

اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی (ت)

وآیت:

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔[1]

تو تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمھاری طرف متوجہ) ہے۔

وآیت:

قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔[2]

تم فرماؤ رُوح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمھیں اس کا علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ (ت)

وآیت:

اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما۔[3]

(تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے علم لدنی عطا کیا۔ (ت)

وآیت:

قال انك لن تستطیع معی صبرا ○ وکیف تصبر علی ما تحط بہ خبرا ○[4]

کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں (ت)

وآیت:

قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شئ حتی احدث لك منہ ذکرا ○[5]

کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ (ت)

وآیت:

فانطلقا حتی اذا رکبا فی السفینۃ خرقہا قال اخرقتہا لتغرق اھلہا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵
[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۵
[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۵
[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۷ و ۶۸
[5] القرآن الکریم ۱۸/ ۷۰

لقد جئت شیئا امرا ۝ قال الم اقل انك لن تستطیع معی صبرا ۝[1]

اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندہ نے اسے چیر ڈالا، موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسے اس لئے چیرا ہے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو بیشک یہ تم نے بُری بات کی، کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (ت)

وآیت:

فانطلقا حتی اذا لقیا غلما فقتلہ قال اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا ۝ قال الم اقل لك انك لن تستطیع معی صبرا ۝[2]

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا تو اس بندہ نے اسے قتل کردیا۔ موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بےکسی جان کے بدلے قتل کردی، بیشک تم نے بہت بُری بات کی، کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے (ت)

وآیت:

قال ھذا فراق بینی وبینك سانبئك بتاویل ما لم تستطع علیہ صبرا ۝[3]

کہا یہ (وقت) میری اور آپ کی جُدائی کا ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر (یعنی علت ووجہ) بتاؤں گا جن پہ آپ سے صبر نہ ہوسکا۔ (ت)

وآیت:

وما فعلتہ عن امری ذلك تاویل ما لم تسطع علیہ صبرا ۝[4]

اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا، یہ پھیر (علت ووجہ) ہے ان باتوں کا جس پہ آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

وغیرہ ذلک آیات واحادیث بیحد والی کے لئے علم باطن اور اُس کے رجال ومضائق مجال وحقائق اقوال ودقائق افعال کا پتا دینے کو بہت ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۷۱

[2] " ۱۸/ ۷۴

[3] " ۱۸/ ۷۸

[4] " ۱۸/ ۸۲

ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور[1]

اور جسے اللہ تعالٰی نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (ت)

یا ہذا اس بحر عمیق کے لئے ساحل نہ یہ حضرات اس کی سیر کے قابل نہ اس معنی سے اصل غرض سائل۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۵۴ تا ۶۵۶)

(۶۶) غیر مقلدین کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیۂ کریمہ:

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ[2]

انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالٰی کے سوا خدا بنالیا۔ (ت)

کہ کفار اہلِ کتاب اور اُن کے عمائد وارباب میں اُتری ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہلِ سنّت وائمۂ اہلِ سنت کو اس کا مصداق بناتے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۵۷)

(۶۷) مزید فرمایا:

خبرِ صادق مخبرِ صادق صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ؎

پدر اگر نتواند پسر تمام کند

(باپ اگر نہ کرسکا تو بیٹا تمام (مکمل) کردے گا)

تیرھویں صدی میں حرمینِ طیبین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اٹھانہ رکھا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۵۸)

(۶۸) مزید فرمایا:

بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر وشرک پکڑا کہ ان

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰ [2] القرآن الکریم ۹/ ۳۱

[3] 〃 ۲۶/ ۲۲۷

16

معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک۔ یہاں یہ طائفہ بحکم الّذین فرّقوا دینھم وکانوا شیعاً[1] (وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں جُدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے۔ ت) خود متفرق ہوگیا، ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتا رہا، دوسرے نے ع

قدمِ عشق پیشتر بہتر

(عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے)

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ اِنھیں گمراہ یہ اُنھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفتِ اہلسنّت و عداوتِ اہلِ حق میں پھر ملّۃ واحدہ رہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۵۹)

(۶۹) مزید فرمایا:

اُن کے بعض مکلبین اپنی اس شذوذ و قلّت و مخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت و سوادِ اعظم کے مقابل آیۂ ولو اعجبك کثرۃ الخبیث[2] (اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت تعجب میں ڈال دے۔ ت) پڑھتے ہیں۔ یہ کیدان صاحبوں نے کہ تمام مذاہب باطلہ کے عطر مجموعہ ہیں حضرات روافض سے اڑایا وہ اپنی ذلّت و قلّت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیاتِ قرآنیہ میں یونہی تحریفیں کرکے خواہی نخواہی مدعا پہ جاتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۶۷)

(۷۰) مزید فرمایا:

ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہلسنت کفار حربی ہیں، ان کے خون و مال حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال۔ موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں۔

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر[3]۔

بُغض و بَیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ (غیظ و عناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ (ت)

ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ ھو المستعان علیٰ کل ذی شر۔

اس اللہ کے سوا کوئی طاقت و قوت نہیں رکھتا جو ہر شر کے خلاف مددگار رہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۶۹)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۹
[2] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۰
[3] ؍؍ ۳/ ۱۱۸

16/16

(۷۱) مزید فرمایا:

بدعتی مبغوضِ خدا ہے، اور مبغوضِ خدا سے نفرت و دُوری واجب۔ و لہٰذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [1]

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور اسی لئے احادیث میں فرقہ باطلہ سے قُرب و اختلاط کا منع آیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۷۵)

(۷۲) مزید فرمایا:

فسق سوم، عداوت عامہ اہلِ عرب و حجاز انھیں جو تعصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں،

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ [2]

بیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا وہ (غیظ و عناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے (ت) اور اُس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تفصیل و تذلیل میں آنا اور ربکرات و مرات ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص و عوام میں مشہور و مذکور، کچھ مدت ہُوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے اور اپنے دام بچھانے چاہے، حال کُھلتے ہی تعزیہ پاکر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہلِ حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین (دونوں جہان میں کالا چہرہ۔ ت) حاصل کیا، حالانکہ علاوہ اور باتوں کے ان سفیہانِ گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دار الاسلام سے دار الاسلام کو جانا مہاجرت نہیں یہ صورت مجاورت ہے اور مجاورت خود مکروہِ تحریمی، مگر افراد اولیاء اللہ کے لئے، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (جیسا کہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوی "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" میں کی ہے۔ ت) تو وہ جُہال مدعیان فضل و کمال اس فعل میں بھی آثم تھے خصوصًا جبکہ وہاں جا کر اشاعتِ بدعات چاہی۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ [3]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[3] " ۲۲/ ۲۵

جو مکہ معظمہ میں براہِ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۸۳، ۶۸۴)

(۷۳) مزید فرمایا:

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ، اُن سے کہئے،

تعالوا الٰی کلمۃ سواء بیننا و بینکم [1]

ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ (ت)

ہم اور تم سب مل کر ٹھہرا لیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں فبہا، ورنہ جان لیجئے کہ یہ قطعاً اہلِ حرمین کے مخالف مذہب اور سُنیانِ ہند وغیرہ کے مثل اُن پاک مبارک شہروں کے علماء کو بھی معاذ اللہ مشرک گمراہ و بددین جانتے ہیں پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنے۔ اور خود اُن سے پُوچھنے کی حاجت کیا ہے علمائے حرمین حفظہم اللہ تعالٰی کے فتاوے ان صاحبوں کے رَد میں بکثرت موجود، اُنھیں سے حال کُھل جائے گا کہ مخالفانِ مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دوسرا بھی اس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے، عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے، جب وہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ:

اولٰئك حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن هم الخٰسرون [2]۔

وہ شیطان کے گروہ ہیں، بیشک شیطان ہی کا گروہ گھاٹے میں ہے۔ (ت)

تو کیونکر معقول کہ یہ اُن کے دشمن نہ ہوں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۸۵ و ۶۸۶)

(۷۴) مزید فرمایا:

جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب محبوبانِ خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک اُن کے بانیِ مذہب نے تصریح کر دی کہ "اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے [3] انتہی"۔ اور چھوٹے چمار اور ناکارے لوگ تو نوکِ زبان پر ہے، خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے،

---

[1] القرآن الکریم ۳/۶۴ [2] القرآن الکریم ۵۸/۱۹
[3] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۰

اشد مقت اللّٰہ علیٰ کل من عادی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ رسولہ وآلہ وبارك وسلم۔

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہراس شخص پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کے ساتھ عداوت رکھے۔ (ت)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم[1]

جولوگ ایذادیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذاباً مھینا[2]۔

اللہ نے اُن پر لعنت کی دُنیا و آخرت میں اور اُن کے لئے تیار رکھا ہے ذلّت کا عذاب۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۸۶، ۶۸۷)

(۷۵) مزید فرمایا:

اور رب العالمین جل مجدہٗ اُن کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون[3]

جو خدا کی راہ میں مارے جائیں اُنھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔

اور فرمایا:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین[4]۔

خبردار شہیدوں کو مُردہ نہ جانیو بلکہ وُہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں شاد شاد ہیں۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور، خود حضور پُرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یُوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں[5]۔ قیامت میں اِن شاء اللہ تعالیٰ مرکر مٹی میں

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱　　[2] القرآن کریم ۳۳/ ۵۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴　　[4] 〃 ۳/ ۱۶۹

[5] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی ردّ الاشراک فی العادات اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۲

ملنے کا مزا الگ کھلے گا اور یہ جُدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بُو تھی جو تو نے "یعنی" کہہ کر محبوبِ اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کیا، حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پہلا سہرا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[1] ۞ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ۞

بیشک وُہ لوگ جو اللہ تعالٰی پر جُھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ یہ دنیا متاعِ قلیل ہے اور ان کے لئے (آخرت میں) المناک عذاب ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۶۸۷، ۶۸۸)

(۷۶) مزید فرمایا:

حدیث سے ثابت ہُوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں و چناں کہتے ہیں خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں۔ اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

فھل یھلك الا القوم الفاسقون[2]

کون ہلاک ہوا سوا فاسق لوگوں کے۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۶۸۹)

(۷۷) مزید فرمایا:

مصنف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہلِ حق و مبطلین کا فرق ظاہر، والحمد للہ ربّ العٰلمین ۞

قل کل یعمل علی شاکلتہٖ فربکم اعلم بمن ھو اھدٰی سبیلا[3]

تم فرماؤ سب اپنے اپنے طریقے پر کام کرتے ہیں تو تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۶۹۰)

(۷۸) مزید فرمایا:

ثمّ اقول آیۂ کریمہ قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرما علی طاعم یطعمہ[4] الاٰیۃ (محبوب فرما دیجئے میں اپنے اوپر نازل شدہ وحی میں نہیں پاتا کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷ [2] القرآن الکریم ۴۶/ ۳۵
[3] " " ۱۷/ ۸۴ [4] " " ۶/ ۱۴۵

سند کافی موجود، اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہوسکتی اور اصل اشیاء میں طہارت ہے، یُوں ہی حُرمت کا ثبوت بھی بے اس کے نہ ہوگا، اور اصل اشیاء میں اباحت تو غیر مقلد کو ان چیزوں کے نوش کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۹۳)

فتاوٰی رضویہ جلد ۷

(۱) ایک شخص قیلولہ ہمیشہ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی ظُہر کی جماعتِ اُولٰے ترک ہو جاتی ہے، اور عذر اس کا خوفِ فوتِ تہجد ہے جائز ہے یا نہ۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا،

اس مسئلہ میں جواب حق وحق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السوّال سرے سے بیہودہ وسراپا اہمال ہے وہ زعم کرتا ہے کہ سنتِ تہجد کا حفظ و پاس اُسے تفویتِ جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد بروجہ سنّت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اس کی محافظت کرتا نہ کہ اُلٹا فوت کا سبب ہوتا۔

قال عزوجل ان الصلٰوۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر[1]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: بیشک نماز بیحیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۷ ص ۸۵)

(۲) مسلمان جاروب کش کے شریک جماعت ہونے کے بارے میں فرمایا:

بے شک شریکِ جماعت ہوسکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بیشک صفِ اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائیگا قیام کریگا، کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المسٰجد للہ[2] بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العباد عباد اللہ[3] بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/۴۵ [2] القرآن الکریم ۷۲/۱۸

[3] مسند احمد بن حنبل از مسند الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۶۶

جب بندے سب اللہ کے، مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الٰہی کیونکر روک سکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے کہ ارشاد فرمایا:

من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ[1]

اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں خدا کا نام لینے سے۔
اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزجلالہ کا یہ عام دربار خاں صاحب، شیخ صاحب، مغل صاحب یا تجار زمیندار معافی دار ہی کے لئے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں۔
(فتاوٰی رضویہ جلد ۷ ص ۱۳۲، ۱۳۳)

(۳) مزید فرمایا:
اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو اُن کے برابر کھڑے ہونے کو تو فخر سمجھیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[2] (اور اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ت)
(فتاوٰی رضویہ جلد ۷ ص ۱۳۵)

(۴) جماعت کے وقت حاضر ہونے کے باوجود جماعت میں شریک نہ ہونے والے کے بارے میں فرمایا:
اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہِ تحریمی ہو تو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھنا جس سے نماز میں فساد آئے یا وہابی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا، تو زید پر الزام نہیں، اور اگر بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے، اس پر توبہ واجب ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴
[2] " ۳۳/ ۴
[3] " ۴/ ۱۱۵

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ چلے اُسے ہم اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے جو نہایت بُرا ٹھکانا ہے۔ (ت)

بحکمِ قرآن ایسا معلن شخص کہ بلا عذر شرعی جماعت ترک کرے مستحقِ جہنم ہے خصوصًا ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی رہے اور یہ بیٹھا رہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۳۷)

(۵) قربِ فعل حرام بھی ممنوع ہے، چنانچہ فرمایا:

جس طرح فعل حرام حرام ہے یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اُس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے ولہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے قُرب سے بھی ممانعت ہُوئی کہ:

تلك حدود الله فلا تقربوها[1]

یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۵۱)

(۶) حدیث "اذا جئت الصلٰوۃ فوجدت الناس فصل معهم وان کنت قد صلیت تکن لك نافلة وهذه مکتوبة" کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آنا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا سب باطل و بے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزا میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

قوله تعالٰی وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، اگرچہ آپ (ایمان پر) حریص ہیں مگر اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۷۴، ۱۷۵)

(۷) اسی بحث میں فرمایا:

کنت اور قد بھی منافی شرطیہ نہیں، قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فعلی هذا لا تقول ان قد فعلت وان قد تفعل[3] اھ "رضی"۔

یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لئے شرط کرتے ہیں کقوله تعالٰی عن عبده عیسٰی علیه الصلٰوۃ والسلام "ان کنت قلته

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷ [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۳

[3] شرح الکافیۃ لرضی الدین محمد بن الحسن بیان موضع دخول الفاء دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۶۲

فقد علمتہ[1] وقولہ تعالٰی عن شاھد یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام "وان کان قمیصہ قد من دبر"[2]

جس طرح اللہ تعالٰی نے اپنے بندے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ذکر کیا "اگر میں نے یہ کہا ہے تو ضرور جانتا ہے"، اللہ تعالٰی نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گواہ کے حوالے سے فرمایا اگر ان کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے۔ (ت)

یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا اور معنی ماضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اس پر ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا لہذا اسے خبر کان اور کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۱۷۸، ۱۷۹)

(۸) اسی حدیث پہ بحث کرتے ہوئے فرمایا؛

اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلی اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے کہ نماز تنہا ناقص اور جماعت میں کامل ہے، جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادم ہو کر جماعت میں ملا تو قضیۂ اصل وحکم عدل یہ ہے کہ اس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوتے مگر اس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس کامل کو اس کی فہرست فرائض میں داخل فرمالیا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے؛

اولٰئك یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت[3]

اللہ تعالٰی لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے (ت)

جب اس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۸۳)

(۹) محض وسوسہ کی بنیاد پر امام کے بارے میں بدگمانی کرنے والے مقتدیوں سے متعلق فرمایا؛

مقتدیوں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام،

قال تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۲۷
[3] " ۲۵/ ۷۰

اثم[1]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! بہت زیادہ ظن سے بچا کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہوجاتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۸۸)

(۱۰) صفوں میں مل کر کھڑے ہونے سے متعلق فرمایا:

تراصّ یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانے سے شانہ چھلے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

صفا کانھم بنیان مرصوص[3]۔

ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔

رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی دوست رکھتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۲۲۲)

(۱۱) اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ جھگڑالو مقتدی کا جماعت میں امام کو انتظار کرنا کیسا ہے؟:

امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی اُن نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہئے مگر جبکہ شریر و موذی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو مجبوری تا حدِ امکان کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے۔ قال اللہ تعالٰے:

الفتنۃ اشد من القتل[4]۔

فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۲۲۹)

(۱۲) اگر کوئی حرج نہ ہو تو وقتِ جماعت ہوجانے کے باوجود آنے والے نمازیوں کا انتظار کرلینا چاہئے۔ چنانچہ فرمایا:

اُس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجرِ عظیم ہے۔

قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البر والتقوٰی[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] القرآن الکریم ۶۱/ ۴ [4] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

[5] 〃 ۵/ ۲

اللہ تعالٰی نے فرمایا، نیکی اور تقوٰی پر لوگوں کے ساتھ تعاون کرو۔ (ت)

یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہیے کہ اگر رکوع میں کسی کی پہچل سُنے اور اُسے پہچانا نہیں تو دو ایک تسبیح زیادہ کہے کہ وہ شامل ہو جائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۲۳۰)

(۱۳) امام جب ایسی غلطی کرے جو موجبِ فسادِ نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے، اس سلسلے میں فرمایا:

ان میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی۔

وذٰلك لان الغلط لما كان مفسدا كان السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلٰوة وھو حرام بقوله تعالٰی ولا تبطلوا اعمالكم [1]

وجہ یہ ہے کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی نماز کے بطلان کا سبب ہے اور یہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو"۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۲۸۰)

(۱۴) مقرر کردہ سامع کے غیر کو لقمہ دینے سے روکنا اور کسی ایسے فعل کی وجہ سے دوسروں پر تشدد کرنا جس کا ارتکاب وہ خود بارہا کرتا ہو، اس سلسلے میں فرمایا:

حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز دار بچہ کا بھی اس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے۔ قنیہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے:

وفتح المراھق کالبالغ [2]

تمیز دار بچے کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ کے حکم میں ہے۔ (ت)

قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں، اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکر سلب ہو سکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوا دینا سب حرام ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳

[2] الفتاوی الہندیۃ الباب السابع فیما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹۹

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین[1]

زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

اور فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ[2]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لینے سے روکے

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ[3] رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

اور دوسرے کو منع کرنا اور خود مرتکب ہونا دوسرا الزام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایہا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۵ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون[4]۔

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، اللہ کو سخت ناپسند ہے وہ بات کہ وہ بات کہو جو خود نہ کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۲۸۴، ۲۸۵)

(۱۵) قیامِ امام در محراب کے بارے میں کتاب الآثار کی عبارت "واما نحن فلا نری بأسا الخ" پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

فقیر گوید یغفر اللہ لہ اما دفع تدافع میان حکم سنیت وتعبیر بلاباس بہ بنظر ظاہر خود آسان ست کلمۂ لاباس گاہے برائے دفع توہم باس آید گو آں کار سنت بلکہ واجب باشد قال اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما خالہ اش ام المومنین محبوبۂ رب العالمین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۰ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[3] الترغیب والترھیب من تخطی الرقاب یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۴

المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

[4] القرآن الکریم ۶۱/ ۲ و ۳

صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم وابیہا وعلیہا وسلّم را ازیں آیت پرسید وگفت فواللہ ما علٰی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ ام المومنین فرمود بئس ما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لوکانت کما اولتہا علیہ کانت لاجناح علیہ ان لا یطوف بہما ولکنہا انزلت فی الانصار کانوا قبل ان یسلموا یہلون لمناۃ الطاغیۃ التی کانوا یعبدونہا عند المشلّل فکان من اھل یتحرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسلموا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ذٰلک قالوا یا رسول اللہ انا کنا نتحرج ان نطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الاٰیۃ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطواف بینہما فلیس لاحد ان یترک الطواف بینہما۔[1]

فقیر (اللہ تعالٰی اسے معاف کرے) کہتا ہے کہ اسے سنّت قرار دینا اور "اس میں کوئی حرج نہیں" کہنا، اس پر منافات کا دور کرنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ "لاباس بہ" کے کلمات دفعِ وہم کے لئے بھی آجاتے ہیں اگرچہ وہ کام سنّت بلکہ واجب بھی ہو۔ اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: "صفا و مروہ اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔" حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین محبوبۂ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالٰی ان کے مبارک خاوند، ان کے والدگرامی، خود ان کی ذات پر رحمت وسلام نازل فرمائے) سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا اللہ کی قسم صفا و مروہ کا طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں، تو ام المومنین نے فرمایا: اے بھتیجے! تُو نے بہتر قول نہیں کیا اگر اس کا معنٰی یہی ہوتا جو تُو نے کیا ہے تو اس کے الفاظ یُوں ہوتے: "نہیں گناہ اس پر اگر وہ اُن کا طواف نہ کرے"۔ لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے پہلے مقام "مشلّل" میں "مناۃ" کی عبادت کیا کرتے تھے تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا، جب انصار اسلام لائے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "صفا و مروہ اللہ تعالٰی کی نشانیاں ہیں" (الاٰیۃ) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

[1] صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۲

علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کو سنّت قرار دیا، تو اب کوئی ان کے طواف کو ترک نہیں کرسکتا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۳۲۸، ۳۲۹)

(۱۶) مسجد کی حقیقت وصورت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

در آیۂ کریمہ انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ[1] وکریمہ ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسٰجد[2] وحدیث خیر البقاع المساجد وشر البقاع الاسواق[3] رواہ الطبرانی وابن حبان والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر ومعناہ لمسلم عن ابی ھریرۃ ولاحمد والحاکم عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث لاصلوٰۃ لجار المسجد الّا فی المسجد[4] رواہ الدارقطنی عن جابر وابی ھریرۃ وفی الباب عن الامیر المؤمنین علی وعن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واکثر احادیث واحکام فقہیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی ہمیں حقیقت است واُو را صُورتے ست کہ عبارت از بنائے مخصوص بروجہ مخصوص باشد در آیۂ کریمہ لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا[5] وکریمہ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا[6]

آیت مبارکہ "اللہ کی مساجد وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں"۔ آیت کریمہ "جب تم مساجد میں معتکف ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو" اور یہ حدیث کہ "سب سے اعلیٰ جگہ مساجد ہیں اور بدتر جگہ بازار ہیں" اسے طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۸

[2] " ۲/۱۸۷

[3] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی عن ابن عمر باب فضل المسجد دار الکتاب بیروت ۲/۶
الجامع الصغیر بحوالہ طب ک حدیث ۴۰۰۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۴۴
کنز العمال فضائل المسجد حدیث ۲۰۷۲۰ و ۲۰۷۴۸ موسسۃ الرسالہ " ۷/۵۲-۶۴۸

[4] سنن الدارقطنی کتاب الصلوٰۃ نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰

[5] القرآن الکریم ۲۲/۴۰

[6] " ۹/۱۰۷

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور مسلم نے اسی معنٰی کی روایت کی حضرت ابوہریرہ سے اور امام احمد و حاکم نے حضرت جبیر بن مطعم سے اور انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔
اور حدیث کہ "مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں"۔ اسے دارقطنی نے حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں امیرالمومنین حضرت علی اور ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ یہ تمام اور دیگر احادیث اور احکام فقہیہ کا تعلق بنظر اصلی یا کلی مسجد کی حقیقت کے ساتھ ہے، البتہ مسجد کی ایک صورت ہوتی ہے جو بنائے مخصوص بروجہ مخصوص سے عبارت ہے، درج ذیل آیات میں یہی صورت مراد ہے،
"اگر اللہ تعالٰی بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ کرتا تو یہود و نصارٰی کی عبادت گاہیں اور مساجد گرادی جاتیں جن میں اللہ کا ذکر کثیر کیا جاتا ہے"، "وہ لوگ جنھوں نے مسجد ضرار کو بنایا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۳۳۸، ۳۳۹)

(۱۷) تہجد کی شرعی حیثیت کے بارے میں بحث کے دوران فرمایا:
اب اس مبنٰی کو دیکھئے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد۔
قال اللہ تعالٰی یایھا المزمل قم الیل[1] وقال تعالٰی و من الیل فتھجد بہ[2]۔
اللہ تعالٰے کا فرمان ہے: اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو۔ دوسرے مقام پہ فرمایا، رات کو تہجد ادا کیا کرو۔ (ت)
ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو امر الٰہی ہے اور امر الٰہی مفید وجوب۔

ولاینافیہ قولہ تعالٰی نافلۃ فالنافلۃ الزیادۃ ای زائدۃ فی فرائضک اوفی درجاتک بتخصیص ایجابہ بک فان الفرائض اعظم درجات واکبر تفضیلا بل مؤیدہ قولہ تعالٰی لک قال الامام ابن الھمام، ربما یعطی التقیید بالمجرور ذٰلک فانہ اذا کان النفل المتعارف یکون کذٰلک لہ ولغیرہ[3] اھ۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۱-۲ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹
[3] فتح القدیر باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۹۱

اللہ تعالیٰ کا نافلہ فرمانا اس وجوب کے منافی نہیں کیونکہ نافلہ کا معنیٰ زائدہ ہے، اب معنیٰ ہوگا کہ آپ کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر یہ لازم و واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے درجے و فضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں بلکہ اس کی تائید اللہ تعالےٰ کے ارشاد "لک" سے ہورہی ہے۔ امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ بعض اوقات مجرور "ک" کے ساتھ مقید کرنا اسی بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۴۰۲، ۴۰۳)

(۱۸) مزید فرمایا:

ھذا لا یقنع به القائل بالفرضیة لانه یقول لعل ام المؤمنین ارادت ان صلٰوۃ اللیل کانت فریضة علی الامة ثم نسخها اللہ تعالٰی عن الامة و صارت نفلا و اما علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فبقیت الفرضیة کما کانت یظھر من خاتمة سورۃ المزمل[1] اھ اقول کانه یرید قوله تعالٰی "علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم[2]" وقوله تعالٰی علم ان سیکون منکم مرضی واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ[3] فان الظاھر ان الخطاب فیه للامة۔

جو حضور پر فرضیتِ تہجد کا قائل ہے وہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس فرمان سے قائع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ پہلے قیامِ شب اُمت پر فرض تھا پھر منسوخ ہوکر نفل ہوگیا۔ رہا معاملہ سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیسا کہ خاتمۂ سورۃ سے ظاہر ہورہا ہے اھ اقول شاید اس سے ان کی مراد خاتمہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "وہ جانتا ہے اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہوسکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تم پر رجوع فرمایا"۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "وہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کریں گے"، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں خطاب اُمت کے لئے ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۴۰۶)

---

[1] رسائل الارکان فصل فی صلٰوۃ اللیل مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۳۴

[2،3] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰

17

(۱۹) مزید فرمایا :

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں ۔ ت) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیامِ لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ اوّل سورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تقدیر تھی اُسے منسوخ فرماکر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی ،

لقولہ تعالٰی فتاب علیکم فاقرءوا ماتیسر من القراٰن[1]

کیونکہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے : اللہ تعالٰے نے تم پر اپنے کرم سے رجوع فرمایا ہے کہ اب تم اتنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو ۔ (ت)

اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استحباب رہا ہے ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۴۰۷)

(۲۰) سُنن مسجد یا گھر میں پڑھنے کے بارے میں فرمایا :

بالجملہ اصل حکمِ استحبابی یہی ہے کہ سُننِ قبلیہ مثل رکعتینِ فجر و رباعیِ ظہر و عصر و عشاء مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں ، اور سُننِ بعدیہ مثل رکعتینِ ظہر و مغرب و عشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینانِ کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اُسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سُنّتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر ، اور اس سے ایک زیادتِ ثواب یہ حاصل ہو گی کہ جتنے قدم بارادۂ ادائے سُنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے ۔

قال تبارك وتعالٰی ونکتب ما قدّموا واٰثارھم وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین[2]

اللہ تبارک و تعالٰے کا فرمان ہے : ہم لکھ رہے ہیں جو اُنھوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شئ کو ہم نے کتابِ مبین میں شمار کر رکھا ہے ۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظِ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۴۱۵ ، ۴۱۶)

(۲۱) قنوتِ نازلہ کے بارے میں بحث کے دوران فرمایا :

اور صحاح ستّہ میں بضمن حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیۂ کریمہ

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰ [2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۲

فوائد نفیسہ جلد

لیس لك من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون[1] (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہے تو اللہ تعالٰی ان کی توبہ قبول فرمائے یا انھیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ت) ہے، یہاں نظر دو طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً ممانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک فرمانا بربنائے ارتفاعِ شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوتِ نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنیٔ آیت اُن خاص لوگوں پہ دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ اُن میں بعض علمِ الٰہی میں مشرف باسلام ہونے والے تھے اور سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا ترک اُنھیں کے بارے ہو، نہ مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۴۹۹، ۵۰۰)

(۲۲) جس امر کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ ممنوع نہیں۔ اس ضابطہ کی تائید میں فرمایا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرّم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[2]

حلال وُہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا، اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے۔

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں۔ اور اس کی تصدیق میں قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جلّ ذکرہٗ:

یاایھا الذین اٰمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القراٰن تبد لکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور رحیم[3]

اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پہ کھول دی جائیں تو تمھیں بُرا لگے، اور اگر قرآن اُترتے وقت پُوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے، اور اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۵۸۱)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۲۸

[2] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ما جاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶
سنن ابن ماجہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹

[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۱

(۲۳) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

بالجملہ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے، اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح و رَوا، اور اس کو حرام وگناہ و نادرست وممنوع کہنا شریعتِ مطہرہ پر افترا۔

قال ربنا تبارك وتعالٰی لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذبؕ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]

ہمارے رب تعالٰی نے فرمایا: اپنی زبانوں کا مَن گھڑت جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا کرو۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالٰی پر افترا کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۵۸۳)

(۲۴) محبوبانِ خدا سے توسّل کے جواز سے متعلق فرمایا:

ان سے توسّل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون[2]

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

اور انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے:

اولٰئك الذین یدعون یبتغون الٰی ربھم الوسیلۃ[3]

وہ ہیں کہ دُعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۵۸۴)

(۲۵) اس بات پر دلائل دیتے ہُوئے فرمایا کہ محبوبانِ خدا کی نفس تعظیم بے شک اہم واجبات و اعظم قربات سے ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ[4]، وقال تعالٰی من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[5] ○ وقال تعالٰی انا ارسلنٰك

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶
[2] القرآن الکریم ۵/۳۵
[3] 〃 〃 ۱۷/۵۷
[4] 〃 〃 ۲۲/۳۰
[5] 〃 〃 ۲۲/۳۲

شاھدا و مبشرا و نذیرا ۝ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[۱]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالٰی کی عزت والی چیزوں کی تعظیم کریگا تو یہ اس کے لئے اللہ تعالٰی کے ہاں بہتر ہے۔ اور نیز فرمایا: جو شخص اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو یہ قلبی تقوٰی ہوگا۔ اور نیز فرمایا: ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، بشارت سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے مومنو! تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر بجالاؤ۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۵۹۴، ۵۹۵)

(۲۶) حاجت برآری کے لئے آدابِ توسل کے سلسلہ میں فرمایا:
سوالِ حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:
واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ۔[۲]
صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ (ت)
پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوبِ خدا کے قریب جائیے، اسی طرف حق جل و علا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے:
ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[۳] ۝
اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے لئے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔
سبحان اللہ! خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیماً وحدیثاً علماء و صلحاء اس آیۂ کریمہ کو زمانۂ حیات و وفاتِ سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عام اور حاضریِ مزار مبارک کو حاضریِ مجلسِ اقدس کی مثل سمجھا کئے اور اوقاتِ زیارت میں یہی آیۂ کریمہ تلاوت کرکے اللہ تعالٰی سے استغفار کرتے رہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۶۰۶)

---

[۱] القرآن الکریم ۴۸/۸، ۹
[۲] " ۲/۴۵
[۳] " ۴/۶۴

(۲۷) نمازِ تراویح میں ہر سُورۃ کے شروع میں بسملہ جہراً پڑھنے کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی، قاری عبد الرحمٰن پانی پتی اور ان دونوں کے ایک پیروکار کے رَد میں اعلیٰحضرت نے ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا جس میں مسئلہ مذکورہ اور بسملہ کے جزوِ قرآن ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں زوردار بحث فرمائی، وہ رسالہ یہ ہے :

وصّاف الرجیح فی بسملة التراویح (۱۳۱۲ھ)

(ختمِ تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان)

مسئلہ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب

۲٦ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلادِ ہندوستان میں کہ سب اہل سنت وجماعت بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سُنا کہ تمام حفاظِ قرآن، تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سُورت پر بس ایک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اب بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اُٹھاتے ہیں، زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع ۲ دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعوی کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے سرے پر ماسوا سورت برارت کے، ازبس لازم ہے ورنہ ایک ۱۱۳ سو تیرہ، اور کبھی کہتا ہے ایک ۱۱۴ سَو چودہ آیت کا نقصان لازم آئے گا، بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک تواتراً منقول ہے، حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ، بلکہ اجماع امت متفق ہیں، عمرو نے اس جہر سے انکار کیا، اس پر زید نے اسے کہا بتسویل نفسانی منہمک سیأت کے ہوا اور تخریب دینِ محمدی میں کمر باندھ کر اصول وقواعدِ دینیہ سے برطرف ہوا۔ اس رسالہ میں ایک عبارت اور ۲ دو فتوے مولویین مذکور سے نقل کئے، صفحہ ۵ پر لکھا قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمہ تحفہ نذریہ میں فرماتے ہیں، جان لو کہ جب اہل قرارت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں، پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے والے پر، جو ان قاریوں کی قرارت پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختمِ قرآن مجید میں سے اس کو ایک سو چودہ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے اُن شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے، پس معلوم نہیں اس ترک وغفلت کا کیا سبب ہے فقط۔ صفحہ ۷ پر لکھا: "استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی، بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحت نہیں ہوتی،

یہ بھی قرار کا مذہب ہے، اگر حضرت حفص کی اقتدار کرو، درست ومقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھو، تاہم کوئی عیب نہیں، سب حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظِ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبدالرحمان صاحب کے عند الحفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی"۔ صفحہ ۸ اپر لکھا: "استفتاء قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی، زمانہ قرار سبعہ کا، زمانہ اجتہاد وعمل بالسنہ کا تھا، زمانہ تابعین کا تھا، اور مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں، اور مدار قرار کا فقط روایت وصحت پر ہے اور قرار سب اپنی قرارت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قرارت میں کسی اہلِ ہوا کا خلاف نہیں ہے۔ ائمہ مذہب تا زمانۂ قرار محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ بعد قرار کے تھے، ائمۂ قرارت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے حمق ہے، بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا اصح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف کا ہے، جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قرارت پڑھے گا اس کی قرارت میں جو ہو اس کی اتباع کرے، جو کہ امام عاصم کی قرارت میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایۃً، اور کہیں حنفیہ کی کتب میں ممانعت قرارت عاصم و حفص کی استیعاباً واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا و الّا پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب، العبد عبدالرحمان عفی عنہ"۔ صفحہ ۱۲ پر لکھا: "صلٰوۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اس لئے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابوحنیفہ کا چاہئے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرائے مبسلین، بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکد کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے، چنانچہ یہی تحریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمان صاحب کی زبانی بھی سُنی ہے"۔

اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات وفتاوٰی صحیح ہیں یا غلط، اور یہاں مذہبِ حنفی میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ سرا وجہارا ولیلا ونہارا احمد اکبارا ادامۃ واکثارا والصلوات السامیۃ والتحیات النامیۃ علی من سن فی الصلٰوۃ اسرار التسمیۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ النفوس الحامیۃ لبیضۃ السنۃ من الغوغاء العامیۃ اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں آہستہ اور بلند، دن اور رات کو بڑی حمدیں اور زیادہ بلند درود اور اونچا سلام اس ذات پر جس نے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا سنّت فرمایا اور آپ کی آل واصحاب پر جو کہ خالص سنت کو عوام کے شورش سے محفوظ رکھنے والے ہیں آمین آمین یا ارحم الراحمین۔ (ت)

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر، مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح، اور حنفیہ کرام پر افترائے قبیح ہے تحصیل سنّت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اس کے دونوں متبوعوں کی تحریر سراسر بے تحریر و غیر صحیح ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے:

البسملة من القراٰن اٰیة فتقرأ فی الختم مرة۔[1]

یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔

ملک العلماء بحر العلوم اس کی شرح فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

علی ھذا ینبغی ان یقرأھا فی التراویح بالجھر مرة ولا تتأدی سنة الختم دونھا۔[2]

یعنی اس بنا پر چاہئے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی۔

شرح مولانا ولی اللہ میں ہے:

من قال بکون البسملة جزءً من القراٰن من غیر تعیین المحل اوبجزئیتھا لہ فی اول کل سورة قال بوجوب قراءتھا فیما یختم فیہ القراٰن من الصلٰوة کالتراویح الا ان الجماعة الاولی تقول بوجوب قراءتھا جھرًا مرّةً والثانیة تقول بوجوب قراءتھا جھرا فی اول کل سورة سوی البراءة۔[3]

یعنی جو علماء بسم اللہ شریف کو جزو قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علمائے حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورة کی پہلی آیت ہے (جیسے علمائے شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح، اس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ و جمہور علماء کے نزدیک

---

[1] مسلم الثبوت کامل مسئلة البسملة من القرآن مطبع انصاری دہلی ص ۱۵۱
[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی " " مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۲/۱۴
[3] شرح مسلم الثبوت ولی اللہ

صرف ایک بار بآواز اور شافعی مذہب میں سورۂ براءت کے سوا ہر سورۃ کی ابتداء پر۔
قمرالاقمار مولانا عبدالحلیم انصاری میں ہے:

اعلم ان التسمیۃ اٰیۃ من القراٰن کلہ انزلت للفصل بین السور ولیست جزء من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فالقراٰن عبارۃ عن مائۃ واربعۃ عشر سورۃ و اٰیۃ وھی التسمیۃ فلابد فی ختم القراٰن من قراءۃ التسمیۃ مرۃ علی صدر اٰیۃ سورۃ کانت وھذا کلہ عندنا علی المختار[1] اھ مختصرًا۔

یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی، نہ وہ فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے۔ پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے، یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے اھ مختصراً۔

جوابِ مسئلہ تو اسی قدر سے ہوگیا مگر فقیر غفراللہ تعالٰی بعون رب قدیر جل جلالہ تحقیق حق نجیح و تلخیص قول رجیح کے لئے چند افاداتِ عالیہ لکھے جن سے بتوفیقہٖ تعالٰی احکامِ مسئلہ کو نورِ انکشاف اور اوہام باطلہ کو ظہورِ انکساف ملے واللہ المعین وبہ نستعین (اللہ تعالٰی مددگار ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ت)

افادۂ اولٰی: بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ و تابعین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہبِ حق و محقق یہ ہے کہ وہ کسی سورتِ قرآن کی جز نہیں، جداگانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک و فصل بین السور کے لئے مکرر نازل ہوئی۔ امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کہ اجلّہ ائمہ حنفیہ سے ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں:

الصحیح من المذھب انھا من القراٰن لکنھا لیست جزء من کل سورۃ عندنا بل ھی اٰیۃ منزلۃ للفصل بین السور کذا ذکرابوبکر الرازی و مثلہ روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی[2]۔

صحیح مذہب ہمارا یہ ہے کہ وہ قرآن کی جز ہے مگر ہر سورت کی جز نہیں بلکہ یہ ایسی آیۃ ہے جو سورتوں

---

[1] قمرالاقمار حاشیہ نورالانوار | مقدمۃ الکتاب | مطبع علیمی دہلی | ص ۹
[2] کتاب التحقیق شرح حسامی | " | منشی نولکشور لکھنؤ | ص ۶

میں فاصلہ کے لئے نازل کی گئی ہے، یوں ابوبکر رازی نے ذکر کیا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ (ت)

امام محقق ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

المشھور عن اصحابنا انھا لیست بآیۃ من الفاتحۃ ولا من غیرھا بل ھی آیۃ من القراٰن مستقلۃ نزلت للفصل بین السور[1]

ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سُورۃ کی جز نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی مستقل آیۃ ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔ (ت)

علّامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

ان مذھبنا ومذھب الجمھور علی انھا لیست آیۃ من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ[2]

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام ابوالبرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلبی ملتقی الابحر اور علامہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں:

ھی آیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ[3]

یہ قرآن کی آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا البسملۃ آیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولا من اول کل سورۃ[4]

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بیان صفۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۶

[3] کنز الدقائق کتاب الصلوٰۃ فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲ و ۳۳
ملتقی الابحر باب صفۃ الصلوٰۃ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۷۹
درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۵

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب مایقول بعد التکبیر تحت الحدیث ۷۴۳/۱۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۱۵ء

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے نہ تو یہ فاتحہ کی جُز ہے اور نہ ہی کسی سورۃ کا یہ اول ہے۔ (ت)

اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

افادہ ثانیہ: مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں ورنہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورۃ فاتحہ مانتے کہ اُن کے نزدیک فاتحہ مکہ معظمہ میں نازل ہوکر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری۔ علامہ حسن چلپی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں:

تعدد نزولها لا یقتضی تعدد قرانیتها کیف وقد قیل بتکرار نزول الفاتحة ولم یقل احد بتعدد قرانیتها[1]

بسم اللہ کے نزول کا تعدد اس بات کو لازم نہیں کہ وہ متعدد بار قرآن کا جز بنے، یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ سورۃ فاتحہ کے نزول میں تعدد کا قول ہے لیکن فاتحہ کا قرآن کے متعدد جز ہونے کا قول کسی نے نہیں کیا۔ (ت)

علامہ مولٰی خسرو کے حاشیہ تلویح میں ہے:

القول بتکررہ لا یقتضی القول بتعددها کیف وقد قیل[2] الٰی اٰخر مامر۔

بسم اللہ کے تکرارِ نزول کا قول اس کے متعدد ہونے کو لازم نہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سُورۃ فاتحہ کے بارے، الٰی آخرہ۔ (ت)

ولہذا علامہ بحر نے بحر الرائق میں فرمایا:

انها فی القراٰن اٰیة واحدة یفتتح بها کل سورة وعند الشافعی اٰیات فی السور[3]

یہ بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے اس سے ہر سورۃ کا افتتاح کیا جاتا ہے، اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورۃ کی علیحدہ آیت ہے۔ (ت)

اسی طرح قمر الاقمار سے بھی گزرا کہ وُہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صرف ایک آیت ہے

---

[1] تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح حاشیہ ۱۹ متعلق ص ۵۰ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵

[2] حاشیہ تلویح لمنلا خسرو " " " ص ۳۱

[3] بحر الرائق باب صفۃ الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۳

نہ یہ کہ ایک سو تیرہ[113] یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت ادائے سنتِ ختم کے لئے آپ ہی کافی کما لایخفی علٰی کل عاقل فضلاً عن فاضل (یہ کسی عاقل سے مخفی نہیں چہ جائیکہ فاضل سے مخفی ہو۔ ت) کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک سو بار نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو۔

افادہ ثالثہ : بسم اللہ شریف کا جزءِ سورت ہونا، ہرگز ہرگز حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار، ثابت کرنا دشوار، اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان وافتراء، بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ،

لحدیث قسمۃ الصلٰوۃ وحدیث ثلثین اٰیۃ للملک وغیرھا کما فصلہ العلماء الکرام فی تصانیفھم ولاحاجۃ الٰی ایرادھا ھنا فان شھرۃ الکلام فیہ اغنتنا عن اعادتہ واطالۃ المقال بتذکارہ۔

جیسا کہ تقسیمِ نماز والی حدیث، اور وہ حدیث جس میں سورۃ ملک کی تیس[30] آیتوں کا ذکر اور ان جیسی اور احادیث جن کو علماءِ کرام نے مفصّل طور پر اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے یہاں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس بات کی شہرت نے ہمیں یہاں ذکر کرنے سے مستغنی کر دیا ہے نیز ان کے ذکر سے بات لمبی ہوگی۔ (ت)

افادۂ رابعہ : یونہی اُس پر اجماعِ اُمّت کا بیان افتراء و بہتان، بلکہ علماء فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزءِ سور نہیں، قولِ جزئیت اُن کے بعد حادث و نو پیدا ہوا۔ سیدی فقیر مقری علی نوری سفاقسی غیث النفع فی القراءٰت السبع میں فرماتے ہیں:

ھذا ان قلنا ان البسملۃ لیست باٰیۃ ولا بعض اٰیۃ من اول الفاتحۃ ولا من غیرھا وانما کتبت فی المصاحف للتیمن والتبرک اوانھا فی اول الفاتحۃ لابتداء الکتاب علٰی عادۃ اللہ جل وعزّ فی ابتداء کتبہ و فی غیر الفاتحۃ للفصل بین السور قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وھو مذھب مالک وابی حنیفۃ والثوری وحکی عن احمد وغیرہ وانتصر لہ مکی فی کشفہ وقال انہ الذی اجمع علیہ الصحابۃ والتابعون والقول بغیرہ محدث بعد اجماعھم وشنع القاضی ابوبکر بن الطیب بن الباقلانی المالکی البصری نزیل بغداد علٰی من خالفہ وکان

اعرف الناس بالمناظرۃ واد قهم فیها نظرا[1]

یہ تب ہے جب ہم یہ کہیں کہ بسم اللہ آیت نہیں اور فاتحہ اور کسی سُورۃ کی جزء نہیں اور یہ صرف قرآن میں برکت کے طور پر لکھی گئی ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالٰی کی عادت کریمہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کتابوں میں بسم اللہ سے ابتداء فرمائی لہذا سورۂ فاتحہ کی ابتداء میں بھی ذکر فرمائی اور باقی سورتوں کی ابتداء میں صرف سورتوں کے درمیان فصل کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو سورتوں کا فصل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نازل ہونے پر معلوم کرتے تھے۔ یہی امام مالک، ابوحنیفہ، ثوری کا مذہب ہے، اور امام احمد وغیرہ سے یہی بیان کیا گیا ہے، اور امام مکی نے اسی کو اپنی کتاب کشف میں اپنایا ہے اور فرمایا کہ یہی وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے بسم اللہ کے بارے میں کوئی اور بات اس اجماع کے بعد نئی چیز ہوگی، اور قاضی ابوبکر بن طیب بن باقلانی مالکی بصری نیز بغدادی نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے اور یہ قاضی ابوبکر خود بحث کے ماہر اس میں دقّتِ نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

امام زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سیّد ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

قال بعض اھل العلم و من جعلها من کل سورۃ فی غیر الفاتحۃ فقد خرق الاجماع لانھم لم یختلفوا فی غیر الفاتحۃ۔[2]

بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ کسی سُورۃ کا جزء مانتا ہے وہ اجماع کا خلاف کرتا ہے کیونکہ فاتحہ کے بغیر کسی سورۃ کے بارے میں اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

فان قیل نحن نقول انھا اٰیۃ فی غیر الفاتحۃ فکذٰلک انھا اٰیۃ من الفاتحۃ قلت ھذا قول لم یقل بہ احد ولھذا قالوا زعم الشافعی انھا اٰیۃ من کل سورۃ وما سبقہ الٰی ھذا القول احد لان الخلاف بین السلف انما ھو فی انھا من الفاتحۃ اولیست باٰیۃ منھا ولم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور[3]

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۵۷

[2] فتح المعین علی شرح الکنز بحوالہ الزیلعی فصل واذا اراد الدخول الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷

[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب ما یقول بعد التکبیر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۲

اگراعتراض کیا جائے کہ ہم بسم اللہ کو آیت مانتے ہیں تو اس کا معنٰی یہ ہوا کہ فاتحہ کی آیت ہے اور کسی اور سورۃ کی بھی آیت ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے اسی لئے جمہور نے کہا کہ صرف امام شافعی کا خیال ہے کہ یہ ہر سورہ کی آیت ہے جبکہ امام شافعی سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، کیونکہ اس سے پہلے اسلاف میں صرف یہ تھا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں، اور اس کو کسی نے باقی سورتوں کا جُز نہیں مانا ۔ (ت)

افادۂ خامسہ : تمام مصاحف حفصیہ میں، ہر بسم اللہ شریف پر نشانِ آیت موجود ہے وہ بلاشبہہ ان کے نزدیک آیت تامہ ہے، اب سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ ناس تک تمام سور میں آیاتِ حفصیہ کی گنتی بنائیے، دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے، مثلاً سورۂ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں، سورۂ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جُدا ہی تین آیتیں ہیں وعلٰی ھذا القیاس بخلاف سورۂ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انعمت علیھم پر آیت نہیں ولہذا ہمارے مصاحف میں اُس پر نشانِ آیت، عندالغیر ۵ لکھتے ہیں نہ ○، یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قرار کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورۃ کی جُز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص، سب کے نزدیک سوا فاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے، یہ بھی اُس ارشادِ علماء کا پتا دیتا ہے کہ قولِ جزئیت حادث وخلافِ اجماع ہے ۔ امام زیلعی تبیین پھر علامہ ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں :

ان کتاب المصاحف کلھم عدوا اٰیات السور فاخرجوھا من کل سورۃ وقال بعض اھل العلم[1] الٰی اٰخرما مر۔

قرآن پاک کے تمام کاتبوں نے سُورتوں کی آیات کو شمار کیا ہے اور انھوں نے بسم اللہ کو کسی سُورت کی آیات میں شمار نہیں کیا اور بعض علماء نے گزشتہ قول کو آخر تک بیان کیا ۔ (ت)

عمدہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا :

لم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور[2]۔

اس کو کسی نے باقی سُورتوں کی آیت نہیں مانا ۔ (ت)

---

[1] فتح المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب ما یقول بعد التکبیر دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۲۷

تنبیہ: شمار سے اخراج تو عدمِ جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علمائے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہوسکے گا۔ امام زیلعی نصب الرایۃ اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

لعل اباھریرۃ سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقرأھا فظنھا من الفاتحۃ فقال انھا احدی اٰیاتھا ونحن لاننکر انھا من القراٰن، ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدٰیھما انھا اٰیۃ من الفاتحۃ، والثانیۃ ان لھا حکم سائر اٰیات الفاتحۃ جھرا وسرا، ونحن نقول انھا اٰیۃ مستقلۃ قبل السورۃ ولیست منھا جمعا بین الادلۃ، وابوھریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال: ھی احدی اٰیاتھا، وقراءتھا قبل الفاتحۃ لایدل علی ذٰلک واذا جاز ان یکون مستند ابی ھریرۃ قراءۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لھا، وقد ظھر ان ذٰلک لیس بدلیل علی محل النزاع، فلا یعارض بہ ادلتنا الصحیحۃ الثابتۃ اھ[1]

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھتے ہوئے سُنا تو خیال فرمایا کہ بسم اللہ سُورۃ فاتحہ کی جزء ہے تو انھوں نے کہہ دیا کہ یہ فاتحہ کی آیات میں شامل ہے، بسم اللہ کا قرآن کی آیت ہونے سے ہمارا انکار نہیں ہے صرف بحث دو مسئلوں میں ہے، ایک یہ کہ کیا یہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا بسم اللہ کا حکم فاتحہ کی دوسری آیت والا ہے کہ جہر و سر میں ان کی طرح پڑھی جائے گی یا نہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک مستقل آیت ہے یہ سورۃ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں، یہ بات دلائل کو مطابق بنانے کے لئے ہے حالانکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ خبر نہیں دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورۃ فاتحہ ایک آیت ہے جبکہ محض سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور جب صرف حضور کا پڑھنا ہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دلیل ہو تو یہ محلِ نزاع یعنی فاتحہ کا جزء ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتی، لہٰذا یہ روایت ہمارے صحیح ثابت شدہ دلائل کے مقابل نہیں ہوسکتی۔ (ت)

افادۂ سادسہ: جزئیتِ بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا محض جہالت اور تصریحاتِ ائمہ کرام، علمائے عظام سے غفلت ہے بلکہ جزئیتِ سورت درکنار، جزئیتِ قرآن بھی خبرًا متواتر نہیں،

ولذا انکرھا الامام الاوزاعی والامام مالک وبعض مشایخنا ونسب للمتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف وغیرھما انہ المشھور من مذھب ابی حنیفۃ

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری احادیث البسملۃ فی الصلوٰۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۱۸
نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب الصلوٰۃ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/۴۲۰

رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]، قال القهستانی ان هذا لم یوجد[2]، قال الشامی فی رد المحتار ای بل هو قول ضعیف عندنا[3]۔

بسم اللہ کے قرآن کا جز ہونے کا امام اوزاعی، امام مالک اور ہمارے بعض مشائخ نے انکار کیا ہے اور متقدمین کی طرف منسوب کیا ہے بلکہ تلویح میں اور کشاف کے حواشی وغیرہ میں ہے کہ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مشہور مذہب ہے۔ امام قہستانی نے فرمایا: اس قول کا وجود نہیں ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ہے: بلکہ ہمارے نزدیک یہ قول ضعیف ہے۔ (ت)

علامہ حسن چلپی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں:

قال الجد المحقق فی تفسیر الفاتحة قال ابو حنیفة و مالك رحمهما اللہ تعالٰی المعتبر التواتر فی قرانیتها لا فی نقله فقط وهو الحق اذ من الظاهر ان النقل اذا لم یکن علی انه قراٰن لا یفید القراٰنیة و التواتر فی نقل البسامل لیس علی انه قراٰن والا لم یخالف فیه بل کتب فی المصاحف للفصل و التبرك بها[4] الخ۔

بزرگ محقق نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے فرمایا ہے بسم اللہ کے قرآن ہونے کے لئے صرف نقل متواتر نہیں بلکہ اس کا قرآن ہونا متواتر چاہئے اور یہی معتبر اور حق ہے کیونکہ ظاہر بات ہے کہ اگر قرآن ہونا منقول نہ ہو تو پھر بسم اللہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوگا، اور بسم اللہ کے نقل میں جو تواتر ہے وہ اس کے قرآن ہونے کا تواتر نہیں ورنہ اس میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ بسم اللہ کو قرآن میں سورتوں کے درمیان فصل اور تبرک کے لئے لکھا گیا ہے الخ (ت)

ہمارے ائمہ کہ اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف وامر بالتجرید، دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمعی، بالجملہ حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا جز قرآن عظیم ہونا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جز سورہ ہونا ہرگز نقلاً عقلاً کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل،

---

[1] التوضیح والتلویح مع حاشیہ چلپی بیان ادلّہ اربعہ منشی نولکشور کانپور ص ۵۰
[2] جامع الرموز فصل صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۵۱
[3] ردالمحتار مطلب قراءۃ البسملۃ بین الفاتحۃ والسورۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۳۰
[4] تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح بیان ادلہ اربعہ حاشیہ ۲۰ متعلق ص ۵۰ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵

اور بعض اخبارِ احاد کو، کہ موہم جزئیت واقع ہوئے مخالف قاطع کے سبب نامقبول و مضمحل بتاتے ہیں، نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی کہ قائلین جزئیت ہیں خود منکرِ قطعیت ہیں۔ امام نووی شافعی فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ امام عبدالعزیز بن احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں:

النقل المتواتر لما لم یثبت انہا من السورۃ لم یثبت ذلك[1]

جب نقل متواتر بسم اللہ کو سُورت کا جُز ہونا ثابت نہیں کرتا تو اس کا جُز ہونا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

علامہ بہاری مسلم الثبوت اور علامہ بحر فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

(لم یتواتر انہا جزء منہا) فلا تثبت الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لاثباتہا[2]

اس کا جُز ہونا تواتر سے ثابت نہیں، لہٰذا جزئیت ثابت نہ ہوگی کیونکہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ جزئیت کے اثبات کے لئے جزئیت کا تواتر شرط ہے۔ (ت)

اُنھیں میں ہے:

(عارضہ القاطع) وھو عدم تواتر الجزئیۃ الدال علٰی عدمہا فی الواقع فیضمحل المظنون وھذا ھو الجواب عن الاخبار الاحاد التی توھم الجزئیۃ بل یجب ان تکون ھذہ الاخبار مقطوع السہو والا لتواترت[3] الخ۔

بسم اللہ کے جُز ہونے کو ایک قطعی دلیل معارض ہے اور وہ جزئیت کے تواتر کا نہ ہونا جو کہ فی الواقع جُز نہ ہونے کی دلیل ہے پس ظنی امر کمزور قرار پائے گا، یہ جُزئیت کا وہم پیدا کرنے والی اخبارِ احاد کا جواب ہے بلکہ ان اخبار کا سہو قطعی ہے ورنہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جُز ہوتی تو تواتر سے ثابت ہوتی۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

لایثبت کونہا اٰیۃ من کل سورۃ من السور بلا دلیل قطعی کما فی سائر الاٰیات

---

[1] کتاب التحقیق شرح الحسامی مقدمۃ الکتاب نولکشور لکھنؤ ص ۶

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۲/ ۱۴

[3] ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ۲/ ۱۵

واجماع الصحابة علی اثباتها فی المصحف لایلزم منه انها اٰیة من کل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن انها من القراٰن وبه نقول انها اٰیة منه نزلت للفصل بین السور[1]

قطعی دلیل کے بغیر اس کا تمام سورتوں میں سے کسی کا جُز ہونا اور آیت ہونا ثابت نہیں ہوسکتا جس طرح باقی آیات کے بارے میں ہے، اور صحابہ کرام کا اس کو مصحف میں لکھنے پر اجماع ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ ہر سُورۃ کی آیت ہے بلکہ قرآن کو غیر سے مبرّا رکھنے کے حکم سے اتنا لازم آتا ہے کہ یہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو کہ سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔(ت)

علامہ بحرالفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار پھر علامہ سید محمد آفندی شامی منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

ھی قراٰن لتواتر فی محلھا ولا کفر لعدم تواتر کونھا فی الاوائل قراٰنا۔[2]

بسم اللہ قرآن ہے کیونکہ تواتر سے قرآن میں شامل چلی آرہی ہے لیکن سورتوں کی ابتدائی آیت ہونے کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ بات تواتر سے ثابت نہیں۔

علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

ثبوت قراٰنیتھا لا علی سبیل التواتر ولھذا اعلل فی النھر عدم تکفیر جاحدھا بعدم تواتر کونھا قراٰنا۔[3]

بسم اللہ کے قرآن ہونے پر تواتر نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی اس بات کا انکار کرے تو کفر نہ ہوگا، چنانچہ نہر میں عدمِ تکفیر کی یہی علّت بیان کی گئی ہے۔(ت)

علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

لانھا وان تواتر کتابتھا فی المصاحف لم یتواتر کونھا قراٰنا۔[4]

کیونکہ مصحف میں اس کو لکھنے کے تواتر سے اس کے قرآن ہونے کا تواتر ثابت نہیں ہوتا۔(ت)

---

[1] غنیۃ المستملی صفۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۷

[2] منحۃ الخالق حاشیہ علی البحرالرائق فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۲

[3] فتح اللہ المعین علی شرح الکنز " " " " " " " " " ۱/ ۱۸۷

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۴۱

علامہ شہاب خفاجی عنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں :

ولم یتواتر تسمیتها قرانا او اٰیة بالنقل عنه علیه الصلٰوۃ والسلام اذ لو تواتر لکفر جاحدها وهو لایکفر بالاتفاق۔[1]

بسم اللہ کا نام، قرآن یا سورۃ کی آیۃ، تواتر سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے منقول نہیں اور اگر یہ بات تواتر سے ثابت ہوتی تو اس کا انکار کفر ہوتا حالانکہ بالاتفاق یہ کفر نہیں ہے۔ (ت)

اُسی سے امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے :

المسألة اجتهادیة ظنیة لاقطعیة کما ظنه بعض الجهلة من المتفقهة۔[2]

یہ مسئلہ ظنی اور اجتہادی ہے قطعی نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے۔ (ت)

اُسی میں تفسیر امام سمین مسمی بالوجیز سے ہے :

المطلوب هنا الظن لا القطع۔[3]

اس مسئلہ میں ظن مطلوب ہے یقین مطلوب نہیں۔ (ت)

اسی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے :

و اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن فیه۔[4]

ہماری بحث میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :

البسملة اٰیة من الفاتحة عملاً وظناً لا قطعاً[5] الخ نقله عنه القاری فی المرقاۃ۔

بسم اللہ کا سورۃ فاتحہ کا جزء ہونا ظنی ہے قطعی اور یقینی نہیں ہے الخ اس کو مُلّا علی قاری نے مرقات میں ان سے نقل کیا ہے۔ (ت)

علامہ سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں :

ان المحققین من الشافعیة وعزاه الماوردی للجمهور علی انه اٰیة حکما لا قطعا قال النووی والصحیح انه قراٰن علی سبیل الحکم ولو کانت قراٰنا علی سبیل القطع لکفر نافیها وهو خلاف الاجماع۔[6]

---

[1] تا [4] حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۸

[5] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب القراءۃ فی الصلٰوۃ الفصل الثانی تحت حدیث ۸۴۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۶۹

[6] غیث النفع فی القراءات السبع علی ہامش سراج القاری باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۵۹

محققین شافعیہ نے اور ماوردی کے بیان کے مطابق ان کے جمہور نے کہا ہے کہ بسم اللہ کا فاتحہ کی جُز ہونا حکمی بات ہے قطعی نہیں ہے۔ اور امام نووی نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ کا قرآن ہونا حکمی ہے اور اگر قطعی ہوتا تو ہم مخالف کو کافر کہتے جبکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ (ت)

اُسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین محلی شافعی سے ہے:

البسملة منها ای من الفاتحة عملا لانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عدھا اٰیة منها صححه ابن خزیمة والحاکم ویکفی فی ثبوتها من حیث العمل الظن[1]۔

بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا عملی حصہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو فاتحہ کی آیت شمار کیا ہے جس کی ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور اس کے عملی ثبوت کے لئے ظن ہی کافی ہے۔ (ت)

افادۂ سابعہ: اقول وباللہ التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت[ع] سورت غیر براءت میں اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں، امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبداللہ بن کثیر مکّی وامام عاصم بن بہدلہ کوفی وامام علی بن حمزہ کسائی کوفی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبداللہ بن عامر شامی وامام حمزہ بن حبیب زیات کوفی وامام ابوعمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسۂ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بابتدائے واحد ختم کرے، تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماعِ قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا۔ غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بینھم فی ان القارئ اذا افتتح قراءته باول سورة غیر براءة انه یبسمل سواء کان ابتداءه عن قطع او وقف (الی ان قال) واختلفوا فی اثباتها بین السورتین سواء کانتا مرتبتین او غیر مرتبتین، فاثبتھما قالون والمکی وعاصم وعلی وحذفها حمزة ووصل السورتین (الی قوله) وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء

[ع] شروع تلاوت اگر ابتدائے سورۃ کے علاوہ، کہیں وسط سے ہو، تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتدائے سُورت سوائے براءت سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ بالاجماع پڑھے، پھر اثنائے تلاوت میں جو سُورتیں آتی جائیں اُن پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲ (م)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری باب البسملة مصطفی البابی مصر ص ۵۹

لانہا مرسومۃ فی المصاحف فمن یترکہا فی الوصل لولم یأت بہا فی الابتداء الخالف المصاحف وخرق الاجماع[1] الخ۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قاری کسی سورۃ کو ابتداء سے شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے ماسوا سُورۃ براءۃ کے، خواہ قاری قطع کے بعد ابتداء کرے یا وقف کے بعد، ہر طرح بسم اللہ پڑھے (اس کے بعد یہاں تک فرمایا) اور تلاوت میں دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے میں انھوں نے اختلاف کیا ہے خواہ دونوں کو ترتیب سے پڑھے یا غیر ترتیب پر پڑھے، امام قالون، مکی، عاصم اور علی نے بسم اللہ کو ثابت مانا ہے اور امام حمزہ نے حذف کرنا قرار دیا ہے اور دونوں سورتوں میں وصل کا قول کیا ہے (اور پھر اس کو بیان کیا کہ) ان ائمہ نے دونوں سُورتوں کے وصل کے بارے میں اختلاف کیا ہے، اور ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف نہیں کیا کیونکہ بسم اللہ قرآن مجید میں لکھی ہے لہذا اگر کوئی دونوں صورتوں میں وصل کرتے وقت بسم اللہ کو ترک کرے اور سورۃ سے ابتداء کرتے وقت بھی ترک کرے تو مصاحف اور اجماع کے خلاف ارتکاب کریگا الخ (ت)

سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے:

اخبران رجالا بسملوا بین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم و ابن کثیر، والباقین لایبسلمون بین السورتین لان ھذا من قبیل الاثبات و الحذف اھ[2] ملخصًا۔

معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگوں نے کوئی دو سُورتوں میں بسم اللہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور وہ قالون، کسائی، عاصم اور ابن کثیر ہیں، اور باقی لوگوں نے ان دونوں سورتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنے کا قول کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اثبات وحذف والا ہے اھ ملخصًا (ت)

اب نظر غائر کیجئے تو حذف صراحۃً نافی ومنافی جزئیت ہے کہ اگر جزء ہوتی تو حذف کیونکر ہوسکتی، اور اثبات اصلاً مفید جزئیت نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسملہ متواتر، حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں۔ غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بین العلماء ان القارئ مطلوب منہ فی اول قراءتہ ان یتعوذ[3] الخ۔

علماء میں یہ کوئی اختلاف نہیں کہ قاری قرآن کی تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھے الخ (ت)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۵۲
[2] سراج القاری شرح شاطبیہ لابن القاصح 〃 〃 〃 ص ۴۸
[3] غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملۃ 〃 〃 〃 〃

شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے :

الاستعاذة قبل القراءة باجماع وقولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفی جمیع القرآن[1]

اعوذ باللہ قرأت شروع کرنے سے قبل بالاجماع پڑھی جائے اور اس کے قول مسجلا کا معنٰی تمام قراء کے نزدیک تمام قرآن کے شروع میں ۔ (ت)

تو مجرد اثبات و روایت متواترۂ قراء سے عند التحقیق جزئیتِ قرآن پر بھی جزم نہیں ہو سکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر، ولہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواترِ تعوذ پر اجماع کرکے اس کی عدمِ قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں، یونہی اثبات و تواتر بسملہ ایک بار مطلقاً پر اجماع فرماکر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثباتِ قراء و تواترِ روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے، ہاں قرآنیتِ بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اُوپر گزرا۔ جمہور ائمہ قائلِ قرآنیت ہولئے اور جزئیتِ سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانبِ جزئیت نہ گئے، بحمداللہ تعالٰی اس تقریر سے مثلِ آفتاب روشن ہوگیا کہ ائمہ قراءات کا اثبات متواتر اصلاً مفیدِ جزئیت نہیں، اس بناء پر حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تواتر جزئیت کا ادعائے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہوسکتا، بالجملہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں متواتر قطعی، اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت و عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات و جزئیت میں شرق و غرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے کہ قائلانِ جزئیت بعض احادیثِ احاد سے احتجاج و استناد کی طرف جُھکے اور اس بناء پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیتِ مسئلہ کی تصریحیں کر گئے، دفعِ اعتراض کے لئے یہاں کفایت ظن کے قائل ہولئے جیسا کہ ابھی کلماتِ امام حجۃ الاسلام و امام ماوردی و امام نووی و امام محلی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا، اگر اثبات قراء مثبتِ جزئیت ہوتا تو اسی پر تعویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اُترتے

ھذا کلہ جلی واضح عند کل من لہ فھم وعقل فضلا عن اھل العلم والفضل (یہ تمام اہلِ فہم اور اہلِ عقل کے ہاں واضح ہے چہ جائیکہ اہلِ علم وفضل پر واضح نہ ہو۔ ت) اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت و سخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً روایت قراء نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا واژگوں فہموں نے اُلٹا سمجھ لیا۔ آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سُن چکے کہ مسئلہ

---

[1] تذکار المقری شرح شاطبیہ لابن القاصح باب البسملہ مصطفٰی البابی مصر ص ۲۶

اجتہادیہ ہے۔ علامہ بہاری و علامہ بحر فرماتے ہیں :

(ترکہا نصف القراء) وھم ابن عامر ونافع بروایۃ الورش وحمزۃ وابوعمرو قال مطلع الاسرار الالٰہیۃ قدس سرہ فی غیرالفاتحۃ (وتواترانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم (ترکہا) عند قراءۃ السور لان قراءۃ القراء متواترۃ (ولامعنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترک اولہا) فیجب أن لاتکون جزأ ویشھد علیہ ما روی فی الخبر الصحیح من عدم الجھر بہا فی الصلوۃ فان قلت قد قرأھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ الصلوۃ والسلام فیجب ان تکون جزأ قال (وتواتر قراءتہا عنہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الاٰخرین لایستلزم کونہا) جزأ (منہا) لجواز انیکون للتبرک کالاستعاذۃ[1]

اس کو نصف اہل علم اور قرّاء حضرات نے ترک کیا ہے اور وہ ابن عامر و نافع ہیں ورش کی روایت کے مطابق اور حمزہ اور ابوعمرو ہیں، اور مطلع الاسرار الالٰہیہ قدس سرہٗ نے غیر فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ سورتوں کو پڑھنے میں آپ نے بسم اللہ کو ترک فرمایا کیونکہ قرّاء حضرات کی قرا ءت متواترہ ہے اور یہ معنی نہیں کہ سورۃ کو پڑھتے وقت اس کے اول (بسم اللہ) کو چھوڑ دیں، لہٰذا ضروری ہے کہ بسم اللہ سورتوں کا جُز نہیں۔ اور اس بات کی شہادت یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں فرمایا۔ اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ باقی قرّاء حضرات نے بسم اللہ کو سورتوں کے ساتھ پڑھا ہے اور جب قرّاء حضرات کی قراءت متواتر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ بسم اللہ کا سورتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وصحبہ سے متواتر ہوگا، اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتوں کا جُزء ہے، تو جواب میں کہا کہ باقی قرّاء حضرات کی قراءت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قراءت کے متواتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سورتوں کا جُز ہوجائے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبرک کے طور پر پڑھا ہو جیسا کہ اعوذ باللہ کا حکم ہے۔(ت)

اسی طرح اور کُتب میں ہے مگر جُہّالِ زمانہ کو خبر نہیں۔

افادۂ ثامنہ : اقول روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند المبسلمین سے

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلۃ البسملۃ من القرآن منشورات الرضی قم ایران ۲/ ۱۴

بھی بے علاقہ ہونا تو ظاہر ہو چکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمارِ آیات وسور دلیل واضح ہے کہ قرار ملبسلمین بھی جزئیتِ سور نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ جُدا بات ہے اس میں ہمیں کلام نہیں، مذہب میں ہم اُن کے مقلد نہیں، نہ اُن کی قراءت کا اختیار برخلافِ مذہب ان کے مذہب پر عمل لابد کرسکے، امرِ واضح پر دلیل روشن درکار ہو تو سُنئے، شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قراءت عاصم وروایت حفص اختیار فرمائی، اور شک نہیں کہ بالاجماع نماز سریہ وجہریہ سب میں ہمارے یہاں اخفاءِ بسملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہبِ امام پر نمازِ جہریہ میں ایک آیت کے سہوًا اخفاء پر بالاتفاق سجدہ اور عمدًا پر اعادہ لازم، تو قطعًا ثابت کہ حفص وعاصم اگرچہ جزئیتِ فاتحہ کی طرح جزئیتِ ہرسُورت بھی مانتے ہوں، مگر ان کی قراءت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جہریہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا اور اُس کا ترک سجدۂ سہو یا اعادہ چاہتا، پھر بعد فاتحہ سَرِ سُورت پر اتیان بسملہ میں، عامۂ متون مذہب مثل ہدایہ ووقایہ ونقایہ واصلاح وغرر وملتقی الابحر وتنویر وغیرہا انکار محض پر ہیں اور اسی پر بدائع وشرح وقایہ ودرر وجوہرہ نیرہ ومجمع الانہر وغیرہا شروح نے مشی فرمائی، محققین کے نزدیک اگرچہ اس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنیت ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوی "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" میں بیان کیا ہے۔ ت) تاہم اگر اختیار قراءتِ عاصم اختیارِ جزئیت لازم کرتا تو نفی سنیت اور التزام ترک بسملہ میں نفی کراہت پر اجماعِ حنفیہ ناممکن تھا، ابھی مسلّم وفواتح سے سُن چکے کہ سُورت پڑھتے وقت اس کے اوّل سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے۔ سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فیہ ھجر شیئ من القراٰن وذٰلک لیس من اعمال المسلمین[1] اھ نقلہ الشامی عن النھر عن الامام فی باب سجود التلاوۃ۔

اس میں بعض قرآن کا ترک لازم آئے گا، حالانکہ یہ بات مسلمانوں کے عمل سے بعید ہے اھ اس کو علامہ شامی نے باب سجود التلاوۃ میں نہر کے حوالے سے امام صاحب سے نقل کیا ہے (ت)

پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے ائمہ کرام کے اجماعِ تام کے خلاف اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد وعدم قصد ختم سے تفرقہ محض جہالت، اختیار قراءۃ عاصم

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۲۳

موجب عمل بر جزئیت نہیں، تو ختم میں کیا نقصان، اور اگر ہے تو فرض میں وجوب جہر کیوں نہیں، کیا فرائض میں ہم قرآن بقراءتِ عاصم نہیں پڑھتے، بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی، یہاں تو واجب ترک ہوتا ہے۔

افادۂ تاسعہ: اقول بطور مناظرہ علی التنزل اگر مان لیجئے کہ اختلاف قراء روایت جزئیت وعدمِ جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ پڑھی اس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہُوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں، تو پورے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی، کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو، اگر اول مانو تو محض باطل اور شرع مطہر پر کھلا افتراء، کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اہتمام مسنون اور ثانی مانو، اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یُوں بھی ختم ہوگیا، پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ، کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذ اللہ ناقص، حاش للہ ہر طرح تام وکامل ہے، ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پُرنور سید العالمین وحضرت جبریل رُوح الامین صلے اللہ تعالٰی علیہما وسلم میں ناقص قرآن کا دَور ہُوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قراءت میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات وحذف ہے، اپنے نزدیک تمامی عنداللہ تمامی کو مستلزم نہیں، اور جب عنداللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سُوئے ظن ہے اِنَّ اللہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ المُحْسِنِیْنَ[1] (بیشک اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ ت) اگر کہئے گو یہ قرآن فی نفسہٖ تام وکامل ہے مگر امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا۔

اقول دو حال سے خالی نہیں، یا تو قراء کے نزدیک روایاتِ اُخر بھی متواترہ نہیں اور اُن میں ایک کا اعتبار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یونہی پڑھا ان کے نزدیک اپنی ہی روایت متواترہ ہوئی یا تواتر باقی پر اطلاع نہ ملی، علی الاول بلا شبہہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الٰہی پُورا ختم ہوگیا اگرچہ ان کی روایت پُوری نہ ہُوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا، نہ خاص ان کی روایت پر۔ وعلی الثانی جب ہم پر مہر نیمروز وماہِ نیم ماہ کی طرح اُن روایات کا تواتر روشن ہوگیا تو امام عاصم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں، غرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس کا خلاف بتواتر ماثور، کیا مزے کی بات

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۰

ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعمِ باطل پر چھوڑا جائے کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قولِ احناف ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدمِ اطلاع پر مبنی ہو، اُس پر جمود ایسا ضرور کہ اس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامنظور۔

افادۂ عاشرہ: اگر بعد طلوع فجر ساطع و ظہور حق لامع، اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعوی نقصانِ ثواب سے عدول کرکے اس راہ چلئے کہ بلاشبہہ قرآن بھی کامل ختم، ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم قراءتِ امام عاصم اختیار کئے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انھیں کی روایت پر قرآن ختم کریں۔

اقول یہ بھی محض باطل اتباع قراءت واحدہ صرف ہنگامِ روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا نام کرکے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ و تخلیط و تغلیط لازم آئے کہ اس تقدیر پر اس کا مفاد یُوں ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اس کی روایت نہیں، تلاوت میں تعیینِ قراءت واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمٰن ہے تو تخصیص بعض و انکارِ بعض کے کیا معنی، اختلافِ قراءت مثل اختلافِ مذاہب نہیں کہ تعیین واجب یا تلفیق باطل ہو، یہاں اگر بعض سُوَر بلکہ ایک سُورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قراءت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے، تو عند التحقیق اصلاً ممانعت نہیں جب تک وہ تلفیق موجبِ اختلالِ نظم یا فسادِ معنی نہ ہو، اور اگر ایک کلام ختم ہو کر دوسری بات شروع ہو جب تو احق و اولٰی بالجواز ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو۔ امام خاتم الحفاظ جلال الحق والدین سیوطی اتقان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملۃ والدین ابوالخیر ابن الجزری سے نقل فرماتے ہیں:

الصواب ان یقال ان کانت احدی القراءتین مرتبۃ علی الاخری منع ذٰلك منع تحریم کمن یقرأ "فتلقی اٰدم من ربه کلمٰت" برفعھما او نصبھما اخذا رفع اٰدم من قراءۃ غیر ابن کثیر ورفع کلمات من قراء ته و نحو ذٰلك مما لا یجوز فی العربیۃ واللغۃ، وما لم یکن کذٰلك فرق فیه بین مقام الروایۃ وغیرھا فان کان علی سبیل الروایۃ حرم ایضا لانه کذب فی الروایۃ وتخلیط، وان کان علی سبیل التلاوۃ جاز[1]

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس و الثلاثون دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۹ و ۲۶۰

یہ کہنا درست ہوگا کہ دونوں قراءات میں ایک دوسری پر مرتب ہے تو یہ ممنوع بطور تحریم ہے جیسا کہ فتلقی اٰدم من ربہ کلمٰت میں لفظ "اٰدم" اور "کلمٰت" دونوں پر پیش پڑھے یا دونوں پر زبر پڑھے یُوں کہ "اٰدم" پر پیش کو غیر ابن کثیر کی قراءت سے اور "کلمٰت" کی پیش ابن کثیر کی قراءت سے اخذ کرے اور اس طرح عربی میں اور لغت میں جائز نہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر روایت اور غیر روایت کے مقام میں فرق ہوگا، اور اگر روایت کے طور پر ہو تو بھی حرام ہے کیونکہ یہ روایت میں خلط اور کذب ہوگا، اور اگر بر سبیلِ تلاوت ہو تو یہ جائز ہے۔ (ت)

ہاں ائمہ کرام نے حفظ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قراءتِ غریبہ و وجوہِ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزاء کی آفت میں نہ پڑیں۔ دُرِمختار میں ہے:

یجوز بالروایات السبع لکن الاولٰی ان لا یقرء بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینھم۔[1]

قراءتِ سبعہ پڑھنا جائز ہے مگر عوام کے ہاں اجنبی قراءت کو نہ پڑھے تاکہ عوام کے دین میں خلل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ یجوز بالروایات السبع، بل یجوز بالعشر ایضا کما نص علیہ اھل الاصول، قولہ بالغریبۃ والامالات، لان بعض السفھاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم و الشقاء، ولا ینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علٰی ما فیہ نقصان دینھم ولا یقرأ عندھم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ فصیحۃ و مشائخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم اھ من التتارخانیۃ عن فتاوی الحجۃ۔[2]

قولہ روایتِ سبعہ جائز ہے بلکہ عشرہ بھی جائز ہے جیسا کہ اہلِ اصول نے تصریح کی ہے، قولہ اجنبی یعنی روایات اور اما لاتِ اجنبیہ کو نہ پڑھے کیونکہ بعض جاہل لوگ لاعلمی کی وجہ سے باتیں بنائیں گے اور گناہ اور بدی میں مبتلا ہوں گے، امامت کرانے والے حضرات کو مناسب نہیں کہ لوگوں کو دینی نقصان میں ڈالیں، اور ان کے سامنے امام ابوجعفر، ابن عامر، علی بن حمزہ اور کسائی جیسی قراءت نہ کریں۔ ہوسکتا ہے

---

[1] درمختار فصل فی القراءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۶۳ و ۳۶۴

کہ عوام لاعلمی کی بنا پر ان کی قراءات کو حقیر جانتے ہُوئے ان پر ہنسنا شروع کر دیں اور ان کا دین محفوظ رکھنا ضروری ہے اگرچہ یہ تمام قراءات قطعی طور پر صحیح ہیں، جبکہ ہمارے مشائخ نے ابوعمرو کی عاصم سے روایت کردہ قراءت کو اپنایا ہے اھ یہ فتاوی الحجہ سے تتارخانیہ کی روایت ہے۔(ت)

اسی طرح علمگیریہ وغیرہا میں ہے۔

افادۂ حادیہ عشر: جس مصلحت کے لئے یہاں علماء نے پیشِ عوام روایت غریبہ کی تلاوت سے منع کیا، مسئلہ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کے تمام حُفّاظ و قراء وسامعین عامہ مسلمین کے کان ہر سورت پر جہر بسم اللہ سے آشنا نہیں وہ اسے سُن کر مخالفت کریں گے طعن واعتراض سے پیش آئیں گے تمھارے زعم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرناً فقرناً حضور پر نور سید یوم النشور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے متواتر ہے، اور دُوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفاء، تم خود بھی مقر ہو کہ وہ بھی حق وصحیح اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے، تو اُسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کرکے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے، اب اپنے زعمِ باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار واعتراض کراؤ کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے، کیا اسی پر قاری یا مُلّا ہونا رہ گیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی، بیگانہ، تازی، جُدا اکثر مسلمین کے گوش نا آشنا نہ ہو شہرت تام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر مناسب ہم بخدا کہ قاریانِ قرآن، قراءتِ قرآن سے شہرت تام کی نیت رکھیں، علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی۔ امام علامہ جلال الدین زیلعی نصب الرایہ میں نقل فرماتے ہیں:

یسوغ للانسان ان یترك الافضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الکلمة خوفا من التنفیر، کما ترك النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بناء البیت علی قواعد ابراھیم لکون قریش کانوا حدیثی عهد بالجاھلیة، وخشی تنفیرھم بذٰلك، ورای تقدیم مصلحة الاجتماع علی ذٰلك، ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکماله الصلٰوة خلف عثمان قال الخلاف شر، وقد نص احمد وغیرہ علی ذٰلك فی البسملة وفی وصل الوتر وغیر ذٰلك مما فیه العدول عن الافضل الی الجائز المفضول مراعاة لائتلاف المامومین اولتعریفهم السنة وامثال ذٰلك وھذا اصل کبیر فی سد الذرائع[1]

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ اقوال العلماء فی البسملۃ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/ ۴۵۹

لوگوں کی تالیف قلبی اور ان کو مجتمع رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ ہوجائے جیساکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ قریشی نومسلم ہونے کی وجہ سے اس کی نئی بنیادوں پر تعمیر کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں، تو آپ نے اجتماع کو قائم رکھنے کی مصلحت کو مقدم سمجھا، اور جیسا کہ حضرت ربیع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نماز میں اختلاف کی بنا پر روکا تو انھوں نے فرمایا کہ خلاف کرنے میں شر ہے، اسی لئے امام احمد وغیرہ نے بسم اللہ اور وتر کے وصل وغیرہ کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے۔ یہ وہ معاملات ہیں جن میں افضل سے عدول کرکے جائز مفضول کو اختیار کیا گیا ہے تاکہ مقتدی حضرات کی تالیف قلبی اور ان کی سنّت شناسی وغیرہ کا پاس کیا جاسکے، یہ بات فتنہ کے سدِّباب کے لئے بڑا ضابطہ ہے۔ (ت)

یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرض باطل قطعیت جزئیت مان لی جائے ورنہ حق وتحقیق کا ایضاح پہلے ہوچکا اس تقدیر پر قاری وملّا اپنی اس تنفیر واثارتِ فتنہ کی حدیں بتائیں یہاں تو بداہۃً اُس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تنفیر وایقاعِ اختلاف ویسے مستند معتمد سے نامحفوظ، کما لایخفی واللہ الھادی (جیساکہ مخفی نہیں، اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

افادۂ ثانیہ عشر: یہاں تک دعوٰی قطعیت جزئیت ولزوم نقصان ختم کا رد تھا کہ بحمد اللہ باحسن وجوہ ظاہر ہوا، اب بعونہٖ تعالٰی جہر واخفا کی طرف چلئے، تراویح میں جہر بسملہ کا حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے تواتر درکنار، زنہار کسی حدیث احاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں، جہر فی التراویح تو جُدا، مطلقاً کسی نماز میں حضور والاصلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں، تواتر کیسا نفس ثبوت میں سخت کلام ونزاع ہے۔ امام حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں:

لایصح فی الجھر بالبسملۃ حدیث مسند[1]۔ ذکرہ فی عمدۃ القاری۔

بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں۔ اسے عمدۃ القاری میں ذکر کیا گیا۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

---

[1] عمدۃ القاری باب مایقول بعد التکبیر دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۲۰

لم یصح فی الجہر حدیث۔ ذکرہ فی عنایۃ القاضی۔[1]

جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ اسے عنایۃ القاضی میں ذکر کیا گیا۔ (ت)

یہی امام دارقطنی جب مصر تشریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارۂ جہر ایک جُز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پُوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے، آخر براہِ انصاف اعتراف فرمایا کہ:

کل ماروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجہر فلیس بصحیح۔[2] ذکرہ الامام الزیلعی عن التنقیح عن مشایخہ عن الدارقطنی والمحقق فی الفتح۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں۔ اس کو امام زیلعی نے اپنے مشائخ کی تنقیح قرار دے کر دارقطنی سے نقل کیا ہے اور محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا۔

امام ابن الجوزی نے کہا:

لم یصح عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجہر شیئ۔[3] ذکرہ القاری فی المرقاۃ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں۔ اسے ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔

یہاں تک کہ تنقیح میں احادیثِ جہر لکھ کر فرما گئے:

ھٰذہ الاحادیث فی الجملۃ لاتحسن بمن لہ علم بالنقل ان یعارض بہا الاحادیث الصحیحۃ، ولولا ان یعرض للمتفقۃ شبہۃ عند سماعہا فیظنہا صحیحۃ لکان الاضراب عن ذکرہا اولی، ویکفی فی ضعفہا اعراض المصنفین للمسانید والسنن عن جمہورہا۔[4]

ان احادیث کو صحیح احادیث کے معارض قرار دینا نقل کے فن میں علم والے کو درست نہیں۔ اگر

---

[1] حاشیۃ الشہاب عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۹

[2] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ النوریۃ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/۴۳۶

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب القراءۃ فی الصلوٰۃ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/۵۵۲

[4] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ النوریہ رضویہ کمپنی لاہور ۱/۴۳۶

فقیہ کے لئے ان روایات کو سُن کر غلط فہمی کی بنا پر صحیح گمان کرنے کا خدشہ نہ ہوتا توان کو ذکر نہ کرنا مناسب تھا، اور ان روایات کے ضعف پر دلیل تمام مسانید وسنن کے مصنفین کا ان کو ذکر نہ کرنا ہی کافی ہے (ت)

خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل، ولہذا مصنفانِ مسانید وسنن نے اُن کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الرایۃ (اس کو نصب الرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) خود پیشوائے وہابیہ ابن القیم نے اپنی کتاب مسمّی بالھدیٰ میں لکھا:

فصحیحھا تلك الاحادیث غیر صریح وصریحھا غیر صحیح[1] نقلہ امام الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار۔

ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جہر میں صریح نہیں اور جو جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کو وہابیوں کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں:

الحاصل ان احادیث الجھر لم تثبت[2] اثرہ السید الازھری فی الفتح۔

خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں۔ سید ازھری نے اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔

امام زیلعی نصب الرایہ میں فرماتے ہیں:

فھذہ الاحادیث کلھا لیس فیھا صریح صحیح، ولیست مخرجۃ فی شیئ من الصحیح ولا المسانید، ولا السنن المشھورۃ وفی روایتھا الکذابون والضعفاء والمجاھیل الخ[3]

ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں، نہ یہ صحاح و مسانید و سُننِ مشہورہ میں مروی ہوئیں، ان کی روایتوں میں کذّاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں الخ۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

احادیث الجھر لیس فیھا صحیح صریح بخلاف حدیث الاخفاء فانہ صحیح صریح ثابت مخرج فی الصحیح والمسانید المعروفۃ والسنن المشھورۃ[4]۔

---

[1] نیل الاوطار — باب ماجاء فی بسم اللہ الخ — مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۸
[2] تبیین الحقائق — فصل اذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ — دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۹۲
[3] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ — کتاب الصلوٰۃ — النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/۳۴۲
[4] عمدۃ القاری — النوع الرابع فی انہا یجہر بہا ام لا — دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۲۵

جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح وصریح نہیں بخلاف حدیثِ اخفا کہ وہ صحیح وصریح اور صحاح ومسانید وسُننِ مشہورہ میں ثابت ہے۔

امامِ اعظم[1] ابوحنیفہ وامام[2] مالک وامام[3] شافعی وامام[4] احمد چاروں ائمہ مذہب اور بخاری[5] ومسلم[6] وابوداؤد[7] وترمذی[8] ونسائی[9] وابن ماجہ[10] چھیوں ائمہ حدیث اور دارمی[11] وطحاوی[12] وابن خزیمہ[13] وابن حبان[14] ودارقطنی[15] وطبرانی[16] وابویعلی[17] وابن عدی[18] وبیہقی[19] وابونعیم[20] وابن عبدالبر[21] اکابر حفاظ واجلّہ محدثین اپنی صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمٰن فلم اسمع احدا منھم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[1] ھذا لفظ مسلم وفی لفظ للامام احمد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کانوا لایجھرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[2] وفی لفظ لابن خزیمۃ والطبرانی وابی نعیم کانوا یسرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[3] ولابن ماجۃ کلھم یخفون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[4]۔

میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سُنا ــــ یہ امام مسلم کے الفاظ ہیں ــــ امام احمد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور دُوسروں نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ جیسا کہ فتح القدیر نے بیان کیا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ کا جہر نہ فرماتے تھے ــــ اور ابن خزیمہ، طبرانی اور ابونعیم کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ بسم اللہ کو پوشیدہ پڑھتے تھے ــــ اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ سب بسم اللہ کا اخفاء فرماتے تھے۔(ت)

یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور چھیوں اصحابِ صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی نے

---

[1] صحیح مسلم باب حجۃ من قال لایجھر بالبسملۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۷۹ و ۲۷۵
فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۴
[3] نصب الرایہ بحوالہ ابی نعیم والطبرانی وابن خزیمۃ باب صفۃ الصلوٰۃ النوریۃ الرضویہ لاہور ۱/۴۰۶
التعلیقات علی کتاب الآثار باب الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۵۸
[4] سنن ابن ماجہ باب افتتاح القرأت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

انھیں سے روایت کی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یسر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم و ابابکر و عمر و عثمٰن و علیا۔[1]

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔

امام الائمہ امام ابوحنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، قال:

سمعنی ابی و انا اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال ای بنی ایاك والحدث قال و لم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وصلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر ومع عثمٰن فلم اسمع احدا منھم یقولھا فلا تقلھا، انت اذا صلیت فقل الحمد للہ رب العلمین۔[2]

یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا، فرمایا: اے میرے بیٹے! بدعت سے بچ۔ ابن عبداللہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ میں اُن سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا، انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سُنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرو۔

انھی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سُنا، پکار کر فرمایا:

یاعبداللہ انی صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم فلم اسمع احدا منھم

---

[1] المعجم الکبیر عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۷۳۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/ ۲۵۵
صحیح ابن خزیمہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۰

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۳۳
سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹
التعلیقات علی کتاب الآثار باب الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۵۵

19

يجهر بها[1]۔ رواہ الامام الاعظم ذکرہ فی الفتح۔

اے خدا کے بندے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا۔ اس کو امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی نے روایت کیا اسے فتح میں ذکر کیا گیا ہے۔

امام اعظم و امام محمد و امام احمد و امام طحاوی و امام ابوعمر ابن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قراءۃ الاعراب[2]۔

بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قراءت ہے۔

نیز اسی جناب سے مروی ہوا:

لم یجھر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالبسملۃ حتی مات۔ ذکرہ المحقق فی الفتح[3]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اسے محقق نے فتح میں ذکر کیا۔

اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انا اعرابی ان جھرت ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[4]۔

میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی:

حدثنا حماد بن زید عن کثیر بن شنظیر ان الحسن سئل عن الجھر بالبسملۃ

---

[1] مسند الامام الاعظم — بیان عدم الجھر بالبسملۃ — نور محمد اصح المطابع کراچی — ص ۵۸
فتح القدیر — باب صفۃ الصلوٰۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۵۴
[2] شرح معانی الآثار — باب قراءت بسم اللہ الخ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۴۰
المصنف لابن ابی شیبہ — من کان لایجھر ببسم اللہ الخ — حدیث ۴۲۱۴ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۱/۳۶۱
[3] فتح القدیر — باب صفۃ الصلوٰۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۵۴
[4] نصب الرایۃ بحوالہ الاثرم — کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ — النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور — ۱/۴۲۵

19/19

فقال انما یفعل ذٰلك الاعراب[1]

حماد بن زید نے کثیر بن شنظیر سے بیان کیا کہ امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا حکم پوچھا گیا، فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم نخعی تابعی سے راوی:

الجهر ببسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم بدعة[2]

بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے۔

اثرم انھیں سے راوی:

ماادركت احدا يجهر بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم والجهر بها بدعة[3]

میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اس کا جہر بدعت ہے۔

سبحان اللہ! حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر درکنار، ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلہ صحابہ و تابعین معاذ اللہ اسے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کہہ سکتے تھے ولكن الجهلة يقولون مالا يعلمون (لیکن جاہل لوگ غیر معلوم باتیں کرتے ہیں۔ ت) نہایت کہ امام الفقہاء، امام المحدثین، اوحد الاولیاء، اوحد المجتہدین سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مہجور و محجور مانا اور اس کے اخفا کو افضل و اولٰی سمجھنا تتمۂ عقائدِ اہلسنت جانا، محدث لالکائی کتاب السنہ میں بسندِ صحیح راوی:

حدثنا المخلص نا ابوالفضل شعيب بن محمد نا علی بن حرب بن بسام سمعت شعيب بن جرير يقول قلت لسفيٰن الثوری حدث بحديث السنة ينفعنی اللّٰه به فاذا وقفت بين يديه وسألنی عنه قلت یارب حدثنی بهذا سفيٰن فانجوا نا وتؤخذ فقال اكتب بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم القراٰن كلام اللّٰه غير مخلوق منه (وجعل يسرد الى ان قال) ياشعيب لاينفعك ماكتبت حتی تری المسح علی الخفين و حتی تری ان اخفاء بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم افضل من الجهر به وحتی تؤمن بالقد

---

[1] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ سنن سعید بن منصور کتاب الصلوٰۃ النوریۃ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/۳۴۶

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ من کان لایجہر ببسم اللہ الخ حدیث ۴۱۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۶۰

[3] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ الاثرم کتاب الصلوٰۃ النوریۃ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/۳۴۵

(الٰی ان قال) اذا وقفت بین یدی اللہ فسأَلك عن هذا فقل یا رب حدثنی بهذا سفیٰن الثوری ثم خل بینی وبین اللہ عزوجل[1]

یعنی شعیب بن حریب نے امام سفیٰن ثوری سے کہا مجھے عقائدِ اہلسنّت بتا دیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اس کے حضور کھڑا ہوں اور مجھ سے ان کے متعلق سوال ہو تو عرض کر دوں کہ الٰہی! یہ مجھے سفیان نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو پوچھ گچھ ہو آپ سے ہو تو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔ اور اسی طرح اور عقائد و مسائل لکھوا کر فرمایا: اے شعیب! یہ جو تم نے لکھا تمھیں کام نہ دے گا جب تک مسحِ موزہ کا جواز نہ مانو اور جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا باآواز پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیرِ الٰہی پر ایمان نہ لاؤ، جب تم اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لے دینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفیان ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا۔

امام ذہبی طبقات الحفاظ میں فرماتے ہیں:

هذا ثابت عن سفیٰن وشیخ المخلص ثقة۔[2]

یہ روایت سفیان سے ثابت ہے اور راوی ثقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

افادہ ثالثہ عشر: اقول ہم آفتابِ روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بالفرض باطل مذہب عاصم جزئیت ہر سورت صحیح تاہم اختیار قراءت عاصم ہمیں اختیار جزئیت پر مجبور نہیں کر سکتا یونہی اگر بالفرض عاصم سے ثابت ہو حالانکہ ہرگز ثابت نہیں کہ ان کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جہر بسم اللہ تھا تاہم ان کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دربارۂ جہر و اخفاء اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے مقلد نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ہمارے ائمۂ کرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفاء کا حکم دیا، لاجرم ہمارے علمائے نے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جہر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امامِ قراءت کا اتباع بیرونِ نماز ہے نماز میں اخفاء ہی کرے، اور بیرونِ نماز بھی اتباعِ قاری خاص صرف بروجہ اولویت ہے، نہ بطور وجوب و لزوم و ضرورت۔

لما قدمنا ان القراءات کلها حقة بالیقین لا احتمال فیها للخطأ ولا ینافی بعضها بعضا فلا هجر فی شیئ منها لاجمعا ولا افرادا مالم یؤد التلفیق الی التغییر بخلاف المجتهدات الخلافیة فان المجتهد یخطئ و یصیب فلا نعم، وعما اعتقدنا انه صواب

---

[1] و[2] تذکرۃ الحفاظ للذہبی عنوان سفیان بن سعید ثوری ۴۵ بحوالہ اللالکائی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵۳

یحتمل الخطأ الی ما ظنناانه خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الاقوال علی فساد العمل۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ تمام قراءات برحق ہیں، ان میں خطاء کا احتمال نہیں ہے اور ایک دوسرے کے منافی بھی نہیں ہیں، لہٰذا ان کو ملا کر پڑھنا یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا اس وقت تک جائز ہے جب تک ان کا مختلف انداز معنی کی تبدیلی پیدا نہ کرے، اس کے برخلاف اجتہادی اختلافی مسائل میں چونکہ مجتہد کے اجتہاد میں درستی اور خطا دونوں کا احتمال موجود ہے اس لئے وہاں اپنے ظن میں درست کو اپنائیں گے اور جس کو ہم خطا سمجھیں گے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطاء کا احتمال ہے، اور یہاں اجتہادی مسائل میں مختلف مجتہدین کے اجتہاد کو اپنانا عمل میں فساد پیدا کر دے گا۔ (ت)

مجتبٰی شرح قدوری پھر کفایہ شرح ہدایہ پھر ردالمحتار حاشیۂ دُرمختار میں ہے:

لایجھربھا فی الصلوٰۃ عندنا خلافا للشافعی وفی خارج الصلوٰۃ اختلاف الروایات والمشائخ فی التعوذ والتسمیۃ قیل یخفی التعوذ دون التسمیۃ والصحیح انہ یتخیر فیھما ولٰکن یتبع امامہ من القراء وھم یجھرون بھما الاحمزۃ فانہ یخفیھما[1] اھ۔

ہمارے نزدیک نماز میں جہر نہیں ہے، امام شافعی اس کے خلاف ہیں، اور خارج از بسم اللہ اور اعوذ باللہ میں مشایخ اور روایات کا اختلاف ہے ایک قول میں اعوذ باللہ کو مخفی اور بسم اللہ کو جہر کے ساتھ لیکن صحیح یہ ہے قاری کو اختیار ہے کہ دونوں کو آہستہ پڑھے یا بلند پڑھے۔ لیکن ائمۂ قراء میں سے اپنے امام کی اتباع بہتر ہے، امام حمزہ جہر کے قائل نہیں ہیں، باقی ائمہ جہر کے قائل ہیں اھ (ت)

بحمد اللہ تعالٰی یہ خیالاتِ جدیدۂ وہابیہ کے رَد میں ہمارے علماء کا نص صریح ہے۔

افادۂ رابعہ عشر: اقول وباللہ التوفیق حقیقتِ امر یہ ہے کہ روایاتِ قراء طبقۃً فطبقۃً قرناً فقرناً بذریعہ تدریس وتعلیم وتلقی تلامذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر و اخفاء اوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی، حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے بتاتے، نہ یہ کہ نمازوں میں سن سن کر سیکھتے جس میں سوال وجواب وتفہیم وتفہم کا کوئی موقع نہیں، بیرونِ نماز بھی قراءتِ شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الکفایۃ عن المجتبٰی فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۹

اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کرلیتا استاد اعادہ کردیتا۔ اتقان شریف میں ہے:

اوجه التحمل عند اهل الحديث، السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه، والسماع عليه بقراءة غيره، والمناولة، والاجازة، والمكاتبة والوصية والاعلام والوجادة، فاما غير الاولين فلا ياتى هنا لما يعلم مما سنذكره، واما القراءة على الشيخ فهى المستعملة سلفاً وخلفاً، واما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل ان يقال به هنا لان الصحابة رضى الله تعالى عنهم انما اخذوا القراٰن من النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لكن لم يأخذ به احد من القراء، والمنع فيه ظاهر لان المقصود ههنا كيفية الاداء، وليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدر على الاداء كهيأته، بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنى او اللفظ لا بالهيأت المعتبرة فى اداء القراٰن، واما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضى قدرتهم على الاداء كما سمعوه من النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لانه نزل بلغتهم، ومما يدل للقراءة على الشيخ عرض النبى صلى الله تعالى عليه وسلم القراٰن على جبريل فى رمضان كل عام[1] اھ۔

محدثین کے ہاں اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرنے کے کئی طریقے ہیں، شیخ کے الفاظ کو سُننا، شیخ پر پڑھنا، دوسرے شاگرد کو پڑھتے ہوئے سننا، لکھے ہوئے کو لینا، مرویات کی اجازت لینا، لکھنا، وصیت کے طور اپنانا، اطلاع حاصل کرنا، شیخ کے لکھے ہوئے کو پہچان کر یاد کرنا، لیکن قرآن کی قرارت کے بارے میں پہلے دو طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقے جائز نہیں جیسا کہ اس کی وجہ ہم بیان کریں گے، یہاں قرارت میں شیخ پر شاگرد کا پڑھنا ابتداء سے آج تک مروّج ہے اور شیخ سے سننا بھی یہاں جائز ہوسکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قرآن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سُن کر اخذ کیا ہے لیکن قراء حضرات نے اس طریقہ کو نہیں اپنایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرارۃ میں ادائیگی کی کیفیت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ استاذ کی ادائیگی کی کیفیت کو محض سُننے پر اخذ کرلے، لہذا قرارت میں یہ طریقہ منع ہے مگر حدیث میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہاں معنی یا لفظ مقصود ہوتے ہیں لیکن ادائیگی والی کیفیت قرآن کی طرح یہاں معتبر نہیں، ہاں صحابہ کرام کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ اپنی فصاحت اور سلامتی طبع کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُن کر قرارۃ کو اسی کیفیت سے ادا کرنے پر

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الرابع والثلاثون الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۲۲

قدرت رکھتے تھے اور اس لئے بھی کہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ اور قرآن کو اخذ کرنے میں شیخ کو سنانے والا طریقہ اس لئے بھی جائز ہے کہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سُناتے تھے اھ (ت)

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افادۂ حضور فاعل کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونہایت استعداد نفوس قوابل رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُن کر سیکھا مگر وہ بھی بطورِ تعلیم وتلقین ظاہر وباطن ونظم ومعنی وحکم وحکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کرلئے، صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم وعمل کے سیکھتے جب ان پر قادر ہوجاتے دس اور تعلم فرماتے۔ اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ برس میں سورۂ بقرہ حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدبّر زائد دیر زائد۔ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، قال:

کنّا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر اٰیات من القراٰن لم نتعلم من العشر التی نزلت بعدھا حتی نعلم ما فیہ، فقیل لشریک من العمل قال نعم۔[1]

ہم جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن کی دس آیات کا علم حاصل کرتے تو اس کے بعد والی دس آیات کی تعلیم حاصل نہ کرتے جب تک پہلی آیات میں بیان شدہ اعمال کو معلوم نہ کرلیتے۔ شریک سے پوچھا گیا کہ آیات کے بیان شدہ اعمال سیکھنا مراد ہے، تو انھوں نے کہا: ہاں۔ (ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابوعبدالرحمٰن سلمی سے راوی، قال:

حدثنا من کان یقرئنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھم کان یقترئون من رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عشر اٰیات ولا یأخذون فی العشر الاخرٰی حتی یعلموا ما فی ھذہ من العمل والعلم فانا علمنا العمل والعلم۔[2]

صحابۂ کرام میں سے جو حضرات ہمیں قراءت پڑھاتے انھوں نے فرمایا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس آیات پڑھتے اور ان کے بعد دس آیات کو اُس وقت تک اخذ نہ کرتے جب تک پہلی آیات کے

---

[1] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر عنوان عبداللہ بن مسعود بن غافل ۲۳ دار الفکر بیروت ۱۴/ ۵۹

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب فضائل قرآن حدیث ۲۹۹۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۱۸

علم وعمل کو نہ سیکھ لیتے، یُوں ہم علم اور عمل دونوں کو حاصل کرتے۔ (ت)

ابن سعد طبقات میں بطریق عبداللہ بن جعفر عن ابی الملیح عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی:

ان ابن عمر تعلم البقرۃ فی ثمان سنین۔[1]

بیشک عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورۂ بقرہ کو آٹھ سال میں سیکھا۔ (ت)

خطیب بغدادی کتاب رواۃ مالک میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، قال:

تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمہا نحر جزورا۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورۂ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا، جب انھوں نے اسے ختم کیا تو ایک اونٹ ذبح کیا۔ (ت)

تو ظاہر ہوا کہ یہ روایاتِ جہر واخفا قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں، اب بحمد اللہ تعالٰی اُس ارشادِ علماء کا راز واضح ہوا کہ بیرونِ نماز اتباعِ امام قراءت مناسب ہے، اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوّذ ہے عامۂ قراء کا اس کے جہر پر اتفاق ہے۔ امامِ اجل ابوعمرو دانی نے اس پر اجماعِ[عہ] اہلِ ادا نقل فرمایا، امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلاف، تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواۃ اس کا اخفا نہیں مانتے۔ تیسیر باب ذکر الاستعاذہ میں ہے:

لا اعلم خلافا بین اھل الاداء فی الجھر بھا عند افتتاح القراٰن وعند الابتداء برؤس الاجزاء وغیرھا فی مذھب الجماعۃ اتباعا للنص واقتداء بالسنۃ۔[3]

قرآنی نص اور سنّت کی اتباع میں قرآن کی ابتداء میں اور پاروں وغیرہ کی ابتداء میں تلاوت شروع کرتے وقت جیسا کہ ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اعوذ باللہ کو جہر سے پڑھنے میں اہل ادا یعنی قرا حضرات کا اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

عہ ای وان جاءت الروایۃ علی انحاء فصلھا ۱۲ منہ

اگرچہ تعوذ کے بارے میں مختلف صورتیں مروی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] موطا امام مالک باب ماجاء فی القرآن میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۰

[2] رواۃ مالک للخطیب بغدادی

[3] تیسیر باب ذکر الاستعاذہ

حرز الامانی و وجہ التہانی میں ارشاد فرمایا : ؎

اذا ما اردت الدھر تقرأ فاستعذ جہارا من الشیطان باللّٰہ مسجلا [1]

(تو زندگی بھر جب بھی قرآن کی قراءت کرے تو اعوذ باللّٰہ کو بلند آواز سے پڑھ مسجّلاً ۔ ت)

سراج القاری میں ہے :

قولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفی جمیع القراٰن [2]

اس کا قول مسجّلاً یعنی تمام قرار حضرات کے نزدیک اور تمام قرآن میں ۔ (ت)

پھر فرمایا : ؎

واخفاؤہ فصل اباہ وعاتنا

وکم من فتی کالمھدوی فیہ اعملا [3]

اس کی شرح میں ہے :

ای روی اخفاء التعوذ عن حمزۃ ونافع اشار الٰی حمزۃ بالفاء من فصل والٰی نافع بالالف من اباہ وجھربہ الباقون وھم ابن کثیر وابوعمرو وابن عامر وعاصم والکسائی ھذا ھو المقصود بھٰذا النظم بالباطن ونبہ بظاھرہ علی ان من ترجع قراءتہ الیھم من الامۃ ابوا الاخفاء ولم یاخذوا بہ بل اخذوا بالجھر للجمیع ولذٰلک امر بہ مطلقا فی اول الباب [4] ، ملخصًا ۔

یعنی امام حمزہ اور نافع سے اعوذ باللّٰہ کا اخفاء مروی ہے "فصل" کی فار سے حمزہ کی طرف "آباہ" کے الف سے نافع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور باقی قرار حضرات نے اعوذ باللّٰہ کو جہر مانا ہے ، اور باقی حضرات یہ ہیں : ابن کثیر ، ابوعمرو ، ابن عامر ، عاصم اور امام کسائی ۔ باطنی طور پر اس نظم کا یہ مقصد ہے اور ظاہر میں انھوں نے یہ تنبیہ کی ہے کہ جن ائمہ کی طرف قراءت منسوب ہے انھوں نے اخفاء کا انکار

---

[1] حرز الامانی و وجہ التہانی باب الاستعاذہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰
[2] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی باب الاستعاذہ مصطفی البابی مصر ص ۳۱
[3] حرز الامانی و وجہ التہانی باب الاستعاذہ " " " ص ۱۰
[4] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی باب الاستعاذہ " " " ص ۳۲

کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انھوں نے اعوذ باللہ کا جہر کیا ہے اور یہاں اوّل میں مطلقًا کہہ کر تمام قرآن میں تعوّذ کے جہر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباق جمہور رواۃ و اتفاق جمیع اہلِ ادا، نماز و غیر نماز سب کو شامل، وہ سب تمام قرّاء کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بجہر پڑھتے تھے، حاشا، بلکہ قطعًا یہ روایات و نقول سب محلِ روایت و تلاوت بیرونِ نماز سے متعلق ہیں، لاجرم شرح میں فرمایا:

قوله فاستعذ جهارا هو المختار لسائر القراء وهذا في استعاذة القارئ على المقرئ او بحضرة من يسمع قراءته اما من قرأ خاليا او في الصلوة فالاخفاء اولٰی[1]

اس کا قول "جہارا" یہ تمام قرّاء حضرات کا قول ہے، یہ اس صورت میں ہے جب قاری استاذ کے سامنے یا مجمع میں پڑھے۔ لیکن اگر کوئی شخص خلوت میں یا نماز میں قراءت کرے تو پھر اخفاء کرنا اولٰی ہے۔ (ت)

امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد ابن الجزری سے ناقل،

المختار عند ائمة القراءة الجهر بها وقيل يسر مطلقا وقيل فيما عدا الفاتحة، وقد اطلقوا اختيار الجهر، وقيده ابوشامة بقيد لابد منه وهو ان يكون بحضرة من يسمعه لان الجهر بالتعوذ اظهار شعار القراءة كالجهر بالتلبية وتكبيرات العيد، و من فوائده ان السامع ينصت للقراءة من اولها لا يفوته منها شيئ، واذا اخفى التعوذ لم يعلم السامع بها الا بعد ان فاته من المقروء شيئ وهذا المعنى هو الفارق بين القراءة في الصلوة وخارجها اھ[2]۔

قراءت کے ائمہ کے ہاں اعوذ باللہ کا جہر ہے اور ایک قول میں یہ ہے کہ اس کو مطلقًا آہستہ پڑھے، اور ایک قول میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآن میں آہستہ پڑھے جبکہ جہر کا عموم راجح ہے۔ اور ابوشامہ نے اس جہر کو ایک ضروری قید سے مقید کیا ہے کہ جب مجلس میں سننے والے ہوں تو جہر کرے کیونکہ اعوذ باللہ کا جہر قراءۃ کا شعار ہے جیسے تلبیہ اور تکبیراتِ عید کا جہر اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ

---

[1] سراج القاری المبتدی شرح حرز الامانی باب الاستعاذہ مصطفی البابی مصر ص ۳۱
[2] الاتقان النوع الخامس و الثلاثون فی آداب التلاوۃ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۱

جب قاری اعوذ باللہ کا جہر کرے گا تو سامع ابتداءً سے ہی خاموشی سے سننا شروع کرے گا اور اس کا سماع فوت نہ ہوگا، اور جب اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھے گا تو سامع کو تلاوت کے شروع ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سماع ابتداءً فوت ہوجائے گا، نماز اور خارج نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے بارے میں یہی وجہِ فرق ہے۔ (ت)

افادۂ خامسہ عشر : قرآنیتِ بسم اللہ ضرور حق ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت نہیں بلکہ کتابت مصاحف واجماع علی التجرید سے۔ ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصیدہ میں فرمایا :

وبسمل بین السورتین بسنة رجال نموها درية و تحملا[1]

(دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سنتِ صحابہ سے ثابت ہے جس کو انھوں نے جاری رکھا عقل و نقل کے طور پر۔ ت)

شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ :

اراد بالسنة التی نموها کتابة الصحابة لها فی المصحف[2] سنة التی نموها سے مراد صحابہ کرام کا بسم اللہ کو مصحف شریف میں لکھنا ہے۔

پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلامِ الٰہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جزء ہے یا ختم میں ہر جگہ اُس کا جہر لازم، کما مرفی الافادة السادسة (جیسا کہ چھٹے افادہ میں گزرا۔ ت) اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجئے اور صرف اس کی صحت کو مناط مان کر اثباتِ مدعا کا حوصلہ کیجئے تو یہ محض باطل وہوس عاطل، فقط صحتِ روایت پر مدارِ قرات ہونے سے کیا مقصود ہے، آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہوجاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود، افادۂ ششم میں اس کا بیان موجود۔

اقول ولا نسلم انه فی القراٰن حتی عن السبعة مالم یتواتر وان اشتهر بل القراٰن متواتر قطعا بجمیع اجزائه وان لم تقف انت علی تواتر بعضه فلیس من شرط المتواتر تواتره عندك۔

اقول (میں کہتا ہوں) قرآن ہونا محض شہرت سے اگرچہ قراءِ سبعہ سے منقول ہو ثابت نہیں ہوگا جب تک قطعی تواتر سے تمام اجزاء منقول نہ ہوں، اگر تجھے تواتر کا بعض اجزاء کے بارے میں علم نہیں تو متواتر ہونے کے لئے تیرے ہاں تواتر ضروری بھی نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] حرز الامانی ووجہ التہانی باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۱
[2] سراج القاری المبتدی

اتقان میں ہے:

لاخلاف ان کل ما ھو من القرآن یجب ان یکون متواترا فی اصلہ واجزائہ، واما فی محلہ ووضعہ وترتیبہ فکذلک عند محققی اھل السنۃ للقطع بان العادۃ تقضی بالتواتر فی تفاصیل مثلہ، لان ھذا المعجز العظیم الذی ھو اصل الدین القویم والصراط المستقیم مما تتوفر الدواعی علی نقل جملہ وتفاصیلہ، فما نقل اٰحادا ولم یتواتر یقطع بانہ لیس من القرآن قطعا[1] الخ۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ قرآن کا حصہ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اور اس کے تمام اجزاء متواتر ہوں، قرآنی حصہ کا محل، مقام اور ترتیب بھی اسی طرح متواتر ہونا اہلسنت کے محققین کے ہاں ضروری ہے کیونکہ اس معاملہ میں تفصیل عادتاً تواتر سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ یہ عظیم معجزہ جو کہ دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کی بنیاد ہے اس کے اجمال وتفصیل کے دواعی وافر طور پر پائے جاتے ہیں، جو اجزاء خبرِ واحد یا غیر متواتر طور پر ثابت ہوں ان کے قطعی طور پر قرآن ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا الخ (ت)

اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو رَد نہ کریں گے، صرف اسی قدر پڑھنا جائز سمجھیں گے، تو اوّلاً یہ بھی چاروں مذہب میں باطل، جمہور محققین قراء ومحدثین وفقہا واصولیین اس کے بطلان کے قائل،

اقول کیف لا وانما الکلام فی قراءتہ قرآنا وھی موقوفۃ علی ثبوت قرآنیتہ الموقوف علی تواترھا والا فلا شك فی جواز قراءۃ الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بھا فی حکم کخبر الواحد او الاستشھاد بھا علی مسئلۃ ادبیۃ مثلا اذا لم یعتقد قرآنیتھا ولم یوھمھا والا حرم باجماع مسلمین کما نص علیہ فی غیث النفع عن ابی القاسم النویری فی شرح طیبۃ النشر عن الامام ابی عمر فی التمہید۔

اقول یہ کیسے نہ ہو جبکہ بحث قرآن ہونے کے لحاظ سے قرارت میں ہے، قرارت بطور قرآن کا ثبوت اس کے قرآن ہونے پر اور قرآن ہونا موقوف ہے اس کے تواتر پر، ورنہ محض قرارت کا جواز تو احاد بلکہ شاذ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے جبکہ اس سے کسی حکم کا استدلال کرنا ہو جیسا کہ خبر واحد کا حکم ہے یا اس کو کسی ادب کے بارے مسئلہ پر شاہد بنانا مقصود ہو بشرطیکہ اسے قرآن نہ سمجھا جائے اور

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی والثالث دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۳

نہ ہی اس سے قرآن ہونے کا وہم پیدا ہو، ورنہ قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا تمام مسلمانوں کے اجماع پر حرام ہے جیسا کہ اس کی تصریح غیث النفع میں ابوالقاسم نویری کے حوالہ سے منقول ہے کہ انھوں نے طیبۃ النشر کی شرح میں امام ابوعمر کے حوالہ سے کہ انھوں نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غیث النفع میں ہے:

مذهب الاصوليين وفقهاء المذاهب الاربعة والمحدثين والقراء ات التواتر شرط فی صحة القراءة ولا تثبت بالسند الصحيح غير المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانية والعربية، وقال الشيخ ابومحمد مكی القراءة الصحيحة ما صح سندها الى النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم، وساغ وجهها فی العربية ووافقت خط المصحف وتبعه علی ذٰلك بعض المتأخرين ومشی عليه ابن الجزری فی نشره وطيبته وهذا قول محدث لا يعول عليه ويؤدی الی تسوية غير القراٰن بالقراٰن ولا يقدح فی ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراءة عند قوم دون قوم[1] الخ۔

اہلِ اصول، چاروں فقہاء کرام، محدثین اور قراء حضرات کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کی قراءت کے طور پر متواتر ہونا ضروری ہے، اور محض صحیح سند سے ثابت ہونا کافی نہیں ہے اگرچہ وہ الفاظ مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط اور عربی کلام کے معیار پر کیوں نہ ہو۔ شیخ ابومحمد مکی نے فرمایا کہ قراءۃ صحیحہ وہ ہے کہ جس کی سند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک صحیح ہو اور اس کا انداز عربی ہو اور قرآنی رسم الخط کے موافق ہو، اس کو بعض متاخرین نے معیار بنایا ہے، اور ابن جزری نے بھی اپنی کتاب طیبۃ النشر میں اس کی پیروی کی ہے اور اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس سے قرآن اور غیر قرآن مساوی ہوجائیں گے، تواتر کے ثبوت میں قراء حضرات کا آپس کا اختلاف مانع نہیں ہے کیونکہ ہر ایک تواتر سے قراءت کرتا ہے اگرچہ ہر ایک کا تواتر مختلف ہے الخ۔ (ت)

اور بعض متاخرین کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ وقبول قراء شرط کرتے ہیں، مجرد صحت روایت پر قناعت کسی معتمد فی الفن کا قول نہیں، خود امام ابن الجزری جنھوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ،

کل قراءة وافقت العربية ولو بوجه، ووافقت احدی المصاحف العثمانية

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی ہامش سراج القاری فوائد تشدید الحاجۃ الخ مصطفی البابی مصر ص ۶۔۵

ولواحتمالا وصح سندها فھی القراءة الصحیحة[1]

ہر وہ قراءت جو کسی طرح عربی معیار، مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی سے موافق ہونے کا احتمال اور اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیحہ ہے۔ (ت)

انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا:

اذاکانت القراءة مما شاع وذاع وتلقاہ الائمة بالاسناد الصحیح اذھو الاصل الاعظم والرکن الاقوم[2]

جب وہ قراءۃ مشہور و معروف ہو اور امّت نے صحیح سند سے اس کو قبول کرلیا ہو، یہ اس لئے ضروری ہے کہ تلقی اُمّت رکنِ اعظم اور مضبوط بنیاد ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

نعنی بہ ان یروی تلك القراءة العدل الضابط عن مثلہ وھکذا حتی ینتھی و تکون مع ذٰلك مشھورة عند ائمة ھذا الشان[3]

ہماری مراد یہ ہے کہ اس قراءۃ کو عادل کامل ضبط شخص نے اپنے ہی جیسے سے آخر تک سلسلہ وار روایت کیا ہو اور اس کے باوجود وہ ایسے ہی عظیم شخصیات کے ہاں مشہور بھی ہو۔ (ت)

امام جلیل جلال سیوطی جنھوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اس کے مضمون کی تضعیف کی عہ:

اعنی لاخلاف ان کل ما ھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا[4] الیٰ اٰخر ما مر۔

یعنی جو بھی قرآن ہے اس کا متواتر ہونا واجب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں:

عہ بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی براءت اس سے ظاہر فرمادی کما سیاتی ۱۲ منہ (م)

---

[1] الاتقان بحوالہ کتاب النشر لابن جزری النوع الثانی والثالث دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۷

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۲۵۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۲۵۹

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۲۶۳

اتقن الامام ابن الجزری ہذا الفصل جدا وقد تحرر لی منہ ان القراءات انواع الاول المتواتر الثانی المشہور وہو ما صح سندہ ولم یبلغ درجۃ التواتر ووافق العربیۃ والرسم واشتہر عند القراء ویقرأ بہ علٰی ما ذکر ابن الجزری الثالث الاحاد وہو ما صح سندہ وخالف الرسم او العربیۃ اولم یشتہر الاشتہار المذکور ولا یقرأ بہ[1] اھ۔

امام ابن جزری نے اس بحث کو خوب مضبوط بنایا، مجھے ان کی بحث سے یہ واضح ہوا کہ قراءتیں کئی قسم ہیں، ایک متواترہ، دوسری مشہور، یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو مگر درجۂ تواتر کو نہ پہنچی ہو، اور عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق ہو اور قرا٫ حضرات کے ہاں مشہور ہو اور اس کی قراءت کی جاتی ہو، جیسا کہ ابن جزری نے ذکر کیا ہے۔ اور تیسری احاد ہے، اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو لیکن عربی رسم الخط یا قواعد کے خلاف ہو اور مذکورہ شہرت کے معیار کو نہ پائے اور نہ ہی اس کی قراءت کی جاتی ہو اھ (ت)

ثانیًا اگر بالفرض یہ مسلّم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا جواز قراءت نہ بروجہ قرآنیت، یہ محض ایک امر زائد وخارج ہے جس سے نہ لزوم وضرورت ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ ملے۔

اللّٰھم الا عند مجنون نابذ العقول لایسمع ما یقال ولا یدری ما یقول۔

اے اللہ! مگر جو مجنون بے عقل ہو جو بات کو نہ سُنے نہ سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ (ت)

بالجملہ یہاں تین چیزیں اثبات ملبسلین، کتابت مصاحف، روایت منصوصہ۔

اوّل تو اوّلا بحث سے محض برکراں جس سے جزئیتِ سُوَر درکنار، قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان۔

ثانیًا روایاتِ جہر واثبات، سب بیرونِ نماز کی حکایات، اُس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات۔

ثالثًا بفرض باطل بطور مناظرہ، ادعائے نقصان ختم میں یوں بھی کلام، کہ خلاف واثبات دونوں

عہ ہذہ کلمۃ التبری ۱۲ منہ (م)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ کتاب النشر النوع الثانی والثالث دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۱ و ۲۶۲

طور پر قرآن تمام۔

دوم ثبوتِ قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیت سور وجہر فی الصلوٰۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل معقول، تو ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم مخذول۔

سوم کی دو صورتیں ہیں: تواتر یا مجرد صحت، اور ہر ایک دربارہ جہر فی التراویح یا درباب جزئیت بسم اللہ شریف میں تواتر نص تو سرے سے دربارہ قرآنیت ہی نہیں تا بجزئیت چہ رسد اور جہر مذکور وجزئیت سور میں نفسِ صحت معدوم، تا بتواتر چہ کشد، خود قائلانِ جزئیت، مصرحانِ ظنیت اور نافیانِ قطعیت اور عند التحقیق انتفائے قطعیت خود انتفائے جزئیت، ولہذا صحابہ وتابعین وجمہور ائمۂ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیت کے محدث ونو پیدا ہونے کا صاف اظہار، ہاں صرف دربارۂ فاتحہ، بعض اخبار آحاد مذکور کہ عند المحققین مخالفت قاطع کے سبب مہجور اور مجرد صحت روایت پر اقتصار وقناعت باطل ومقہور، پھر علی التسلیم اُن سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعوے مخالف کے عموم وخصوص دونوں کا مخالف ورد شدید یعنی صرف جزئیت فاتحہ تو ہر سورت پر جہر کے لئے، یہ تعمیم سور کا رد ہوا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جہریہ میں اخفا کس وجہ سے؛ اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا، یہ تو امورِ ثابتہ تھے ولو بوجہ جن میں مخالف کے لئے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا، مذہب کو اس میں دخل نہ جاننا محض جہل مسترد۔ اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیت سور یا جہر فی التراویح مذہب عاصم، اور اُن کی قرارت کے آخذ پر جہر واخفاء نماز میں اُن کا اتباع لازم، اول ائمہ قرارت پر افتراء وتہمت اور ثانی محض جہل وسفاہت، مخالفت تصریح ائمہ حنفیت۔ غرض حفاظ حنفیہ پر سر ہر سورت پر جبر جہر، محض ظلم وقہر، نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلیہ وفرعیہ ہمارے قول پر حاکم، ہمارے ہی قول کی ناصر وراعی مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی وللہ الحمد والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّنا سید الانس والجنۃ وآلہ وصحبہ سادات الجنۃ، آمین!

تذییل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب، حق وصواب، بے نقاب وحجاب شک وارتیاب، جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا۔ اب کیا حاجت کہ حشویاتِ زائدہ ولغویاتِ بے فائدہ کے رد وابطال میں تضییع وقت کیجئے، زید بے قید اپنی شدتِ جہالت وقوتِ سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اُس کی بات

قابلِ التفات ہوا اُس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا، زورِ تناقض وشورِ تعارض نے جابجا اپنا ہی لکھا خود رَد کردیا، عناد واجترا ومکابرہ وافترا، سب وشتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماورا جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں، متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تماشا کیا کہ اوّل تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رَد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں، گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین، دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہادیہ ہے حفص کا مذہب جہر، امام اعظم کا مذہب اخفاء ہے جس کی پیروی کیجئے درست و بجا ہے۔ قاری صاحب جہر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حفص کی روایت ہے، عاصم کی قراءت ہے منقول عن الرسول بروجہ صحت ہے، گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے، ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق ورشاد ہے، قاری صاحب یہ ان امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ بدمذہب بھی خلاف سے کنارہ گزیں، گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے، خود ائمہ سنت نزاع کررہے ہیں، خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے۔ قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحتِ روایت پہ مدارِ کار ہے، گنگوہی صاحب حضرت چاروں درکنار، خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے۔ قاری صاحب جب مسئلہ بروایتِ صحیحہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہوچکا خلاف ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا، اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قولِ احناف ہے، تو بعد صحت روایت خلاف وتخالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بداہۃً مردود، خلاف امام اعظم قطعاً موجود، قاری صاحب بعد صحتِ روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابلِ سماعت، گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق وہدایت جس کی اقتداء کرو اہتداء کی بشارت، غرض اوّلاً قاری صاحب کے خیالات کا رَدِّ کلی فرماکر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر دھرا کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پہ وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، مُلک خدائے غالب کا، حُکم جناب قاری صاحب کا جو ہر سورت پہ جہرِ بسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا۔

اقول ان سب خرافاتوں کا رَدِّ بالغ وطرز بازغ تو طرح طرح سے افادات میں گزرا، یہاں حضرت سے **اوّلاً** اتنا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت، سب کے اقتدار کی عام اجازت، تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم وضرور ہوگیا، حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تو آپ یہی فرمارہے تھے کہ اِس میں عیب نہ اُس میں حرج۔

اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق، ایک ہدایت کو ضلالت، ایک جائز کو ناجائز کر دیا۔

ثانیاً یہ آپ فتوٰی لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنچایت، قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت، کون سی شرعی حجت۔

ثالثاً ثبوت تو دیجئے کہ مذہبِ حفص تمام سُوَر میں جزئیت بسمل تھا۔

رابعاً بلکہ پہلے اسی سے چلئے کہ امام حفص کو منصبِ اجتہاد حاصل تھا۔

خامساً مسئلہ اجتہادیہ ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے فتوٰی میں ذکر فرمان پانی پت تک جو لکھا سب پر پانی پھیریئے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے باتباع ہوا تقلیدِ امام کو آگ دکھانا، پانی پت کی خاک پر دُھونی رمانا، کس نے مانا، اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو اُن کے خلافِ امام فتوٰی بتانا کیسا ستم، افسوس کہ آپ نے اول تو تقلیدِ شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا، سب پر عمل روا، آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک و مہجور، اور تقلیدِ پانی پت کی پت رکھنی ضرور، اس شتر گربگی کی کیا سند۔ صُلتُ علی الاسد وبُلتُ عن النقد (شیر پر حملہ کیا اور بکری کے ڈر سے پیشاب آگیا۔ ت)۔ خیر انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی، قاری صاحب پر ڈھال کر اُن کی ڈھال پکڑی۔ قاری صاحب کی سُنئے تو اُن سے بہت کچھ کہنا ہے:

یکم وہ بھی کوئی سند نہ لا سکے، ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے، اور عاقل جانتا ہے کہ محلِ فتوٰی میں ادعائے بے دلیل، ذلیل وعلیل۔

دوم سند دکھانا کہاں کا، خُوب جانتے تھے کہ یہ جُملے خلافِ مذہب کہے، لہذا وہ راہ چلے کہ اتباعِ مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے، اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں، ترکِ تقلید پر معترض ہیں، انھیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں، تحریراً و تقریراً جلی کٹی سُنایا کرتے ہیں، اب کہ اپنا اجتہاد گرمایا، وہ کچھ فرمایا کہ انھیں بھی شرمایا، بعد صحتِ روایت کسی مذہب کی کیا حاجت، عمل بالحدیث ہی طریقِ انصاف ہے، جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے، فھو مذھبی (حدیثِ صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ ت) خود قولِ احناف ہے، زمانۂ قرار زمانۂ اجتہاد و عمل بالسنہ گزرا، تخصیص دلیل ہے کہ جب دورِ تقلید آیا عمل بالسنہ نے منہ چھپایا، حالانکہ تقلیدِ ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اُس کا خلاف صریح فتنہ ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

20/20

سوم اذا صح الحدیث تو سُن لیا مگر صحتِ فقہی و صحتِ حدیثی میں فرق نہ کیا، خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ "الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی" مطالعہ کیجئے کہ مطلب کُھلے، شک و ریب کی ظلمت دُھلے۔

چہارم اگر تلقی والقائے بیرونِ نماز میں صحت روایت جہر مراد، چشم ما روشن دلِ ما شاد، اس سے تراویح پر حکم خرط القتاد، اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مفقود تو ممنوع و مردود، افادہ ۱۲ و ۴۳ یاد کیجئے اور خدا انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا ثمرہ لیجئے کہ حدیثِ صحیح ہمارے ہی ساتھ، اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست خالی ہاتھ۔

پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی، مجرد کسی روایت صحیحہ کا وجود، مسئلے کو مجتہد فیہا نہ رکھے یہ تو بداہۃً مردود و کتب معللہ خلافیہ دیکھئے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فریق یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایاتِ صحیحہ موجود، ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھا سکتے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے یا ختمِ تراویح میں ہر سورت پر اس کا جہر چاہیئے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں، اور جب اس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہبِ حنفیہ رَد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے۔

ششم جزئیت جمیع سور میں اختلاف ائمہ قرأت آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت، افادہ ۴۳ ملاحظہ ہو کہ ماورائے فاتحہ میں قول جزئیت حادث و بے اصل ہے، افادہ ۵ معلوم ہو کہ سورۃ بقرہ سے سورۃ ناس تک بسم اللہ باتفاق قراء سورت سے خارج امارت فصل ہے۔

ہفتم ایک سو چودہ [۱۱۴] آیتوں کی کمی کس حساب سے جمی، قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور برأت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو لبسامل اوائل ایک سو تیرہ [۱۱۳] ہی رہیں، حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر کے عامل، تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ [۱۱۲] ہی کا نقصان حاصل، چودہ کس گھر سے آئیں کیا حفد و خلع بھی دو [۲] سورتیں شمار فرمائیں، بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارکِ جہر ہی سہی تاہم کیا برأت مستثنیٰ ہو کر بھی گنتی چودہ [۱۴] کی چودہ [۱۴] ہی رہی، اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ [۱۳] کہا۔

ہشتم یہ تو اہل اہوا گمراہان با طغویٰ کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں، قرأت امر منقول ہے نہ اجتہادی، لہٰذا اس میں کسی بد مذہب کا خلاف نہیں، سبحان اللہ، مگر گمراہوں کا خلاف فروعاتِ ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشقیاء صراحۃً بداہۃً منکر صدہا قواطع و نصوص، ویحك یا مقری

كانك لا تدرى ما على لسانك يجرى ـ فانكنت لا تدرى الخ (افسوس ہے اے استاذ! معلوم ہوتا ہے تجھے سمجھ نہیں جو تیری زبان پر جاری ہے، پس اگر تو سمجھ نہیں رکھتا الخ۔ ت)

نہم قرارت میں اہلِ ہوا کا خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوتاہ نظری۔ خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے ائمہ کی کسی قرارت پر طاعن و منکر ہوں یا کہیں اپنی نئی گھڑت کے مظہر اہلِ ہوا خذلہم اللہ تعالٰی دونوں راہ چل چکے، سرِدست تحفہ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے فارسی خواں بھی سمجھ سکے۔ باب دوم مکائد روافض قتلہم اللہ تعالٰی میں فرماتے ہیں:

کید سیزدہم آنست کہ گویند عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم نیز قرآن را تحریف کردند و آیاتِ فضائل اہلبیت اسقاط نمودند از ان جملہ "وجعلنا علیا صھرك" کہ در الم نشرح بود۔[1] ملخصاً۔

تیرھواں مکر یہ ہے کہ کہتے ہیں عثمان بن عفان بلکہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم نے قرآن میں تحریف کر دی ہے، اور انھوں نے فضائل اہلِ بیت کی آیات کو ساقط کر دیا ہے اور ان میں سے ایک "الم نشرح" میں یہ آیت تھی کہ "علی کو ہم نے تیرا داماد بنایا ہے"۔ (ت)

ایک سُنّی نے اس پر ظرافۃً کہا: ہاں اس کے بعد ایک آیت اور تھی وہ رافضیوں نے گھٹا دی یعنی وعلی الروافض قھرك (رافضیوں پر تیرا قہر ہے۔ ت)۔

تتمۃ باب چہارم میں اُن اشقیاء کا زعم نقل کیا:

صحابہ بجائے من المرافق الی المرافق ساختند و بجائے ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم، امۃ ھی اربی من امۃ نوشتند وعلٰی ھٰذا القیاس۔[2]

صحابہ نے من المرافق کی بجائے الی المرافق کر دیا اور ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم کی بجائے امۃ ھی اربی من امۃ (یعنی "تمھارے اماموں سے زیادہ پاکیزہ امام" کی جگہ "یہ گروہ دوسرے گروہ سے بڑا" کر دیا) وعلٰی ھٰذا القیاس۔ (ت)

شرح حدیث الثقلین میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم از باب دوم کید سیزدہم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸
[2] ؍؍ ؍؍ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲۵

قرارت میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ یہاں تک کہ مہدی آکر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں[1]۔

اُسی میں روایت ہے:

امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی: وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي ولا محدث نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدث جس سے فرشتے باتیں کریں اور فرمایا مولیٰ علی محدث تھے[2]۔

اسی میں روایت ہے:

امام جعفر صادق نے فرمایا: امة هي اربى من امة (یہ اُمت دوسری اُمت سے بڑی ہے۔ت) کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالےٰ نے یوں اتارا تھا: ائمة هي ازكى من ائمتكم[3] (یہ ائمہ تمھارے ائمہ سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ت)

یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ:

لفظ ویلك قبل از "لا تحزن ان الله معنا" نیز ساقط کردند و لفظ عن ولاية علی بعد ازیں آیت "وقفوهم انهم مسئولون ٥ ویملكه بنوامية بعد خیر من الف شهر و بعلی بن ابی طالب بعد" وكفى الله المومنين القتال" وال محمد ازیں لفظ "وسيعلم الذين ظلموا ال محمد ای منقلب ينقلبون" ولفظ "علی" بعد از "ولكل قوم هاد" وذكر كل ذلك ابن شهر آشوب المازندرانی فی کتاب المثالب له وعلی هذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را شمردہ انتہی[4] ملخصاً۔

"نہ ڈر اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے" سے پہلے لفظ "ویلك" (تجھے ہلاکت ہو) کو ساقط کردیا، "ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا" کے بعد "عن ولاية علی" (علی کی ولایت کے بارے میں) ساقط کردیا۔ "اور بنوامیہ بادشاہ بنیں گے" کو "خیر من الف شهر" (ہزار مہینوں سے بہتر) کے بعد بڑھادیا ہے، "وكفى الله المومنين القتال" کے بعد "بعلی بن ابی طالب" بڑھایا، یعنی "اللہ تعالےٰ مومنوں کو جنگ میں کافی ہے" کے بعد رافضیوں نے "علی کی وجہ سے"

---

[1] تا [3] تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰ و ۱۳۱

[4] " " " " " " " " " ص ۱۳۰ و ۱۳۱

بڑھا دیا۔ "وسیعلموا الذین ظلموا" کے بعد "آل محمد" کا لفظ انھوں نے بڑھا دیا، یعنی عنقریب اللہ تعالٰی اپنے علم کو ظالموں کے بارے میں ظاہر فرمائے گا" کے بعد "آلِ محمد پر ظلم کرنے والے" بڑھا دیا۔ "اور ہر قوم کے لئے ہادی" کے بعد لفظ "علی" بڑھا دیا۔ یہ سب کچھ ابن شہر آشوب المازندرانی نے اپنی کتاب "المثالب" میں ذکر کیا، اور اسی طرح انھوں نے بہت سے کلمات اور بہت سی آیات بڑھا دیں۔ (ت)

نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انھوں نے اُمۃ ھی اربی کی جگہ ائمۃ ھی اربی پڑھا، راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمۃ ہے، فرمایا: ہاں خدا کی قسم۔ میں نے کہا لوگ تو اربی پڑھتے ہیں۔ حقارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا: اربی کیا۔[1]

دہم آپ کے زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایۃً صحیح ہوچکا اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحتِ روایت پہ مدار ہے، ائمہ حنفیہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہولیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دمار نکالا، مالکیہ سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جہر سُوَر اخفا ہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہبِ مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں، نہ آواز سے نہ آہستہ۔ روایتِ اباحت ضعیف ہے، پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی، ہاں نفلوں میں اختیار ہے، کیا انھیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امامِ قراءت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں:

المشھور من مذھب مالك کراھتھا فی الفرض۔[2]

امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فرضوں میں یہ مکروہ ہے۔ (ت)

مقدمہ عشماویہ علامہ عبدالباری منوفی رفاعی مالکی میں ہے:

المشھور فی البسملۃ والتعوذ الکراھۃ فی الفریضۃ دون النافلۃ وعن مالك القول بالاباحۃ۔[3]

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۲

[2] شرح الزرقانی علی المؤطا لامام مالک

[3] المقدمۃ فی الفروع المالکیۃ للعشماوی

بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ ان کا پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں مکروہ نہیں، اور امام مالک سے ایک قول میں مباح ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابوعمر قال مالک لا تقرأوا البسملۃ فی الفرض سرا و جہرا وفی النافلۃ ان شاء فعل وان شاء ترک[1]

ابوعمر نے کہا کہ امام مالک نے فرمایا بسم اللہ کو فرضوں میں نہ بلند آواز سے پڑھو نہ پست آواز سے، اور نفلوں میں پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ (ت)

ذرا اس تفریق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجئے۔

یازدہم تا شانزدہم تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانۂ قراء سبعہ زمانۂ اجتہاد تھا، زمانۂ تابعین تھا، ائمۂ مذہب تا زمانۂ قراء محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے، قراء کا مذہب پوچھنا عبث ہے، ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں، جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً دخل ہی نہیں تو زمانۂ قراء زمانۂ اجتہاد ہو یا عصرِ تقلید، عہدِ تابعین ہو یا وقتِ جدید، ائمۂ مذہب اس وقت محتاج الیہم ہوں یا بیکار، معدودے چند ہوں یا بے شمار، قراء سے سابق ہوں یا لاحق، قاری مجتہد ہوں یا مقلد۔ ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا، اور ان کے خلاف بھی مانئے تو تفاوت کیا، فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانۂ تبع تابعین ومحدثین تک چار میں حصرِ مذاہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے، جب اور مذہب مندرس ہوگئے مذہبِ اہلِ حق ان چار میں محصور ہوگیا، اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے یوں ہی بیگانہ واجنبی ہے۔

ہفدہم ثبوت تو دیجئے کہ قراء سبعہ سب مجتہد مطلق تھے، اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حماقت ہونے لگا۔

ہیجدہم اُس زمانہ میں عدمِ حصر وکثرتِ مجتہدین مسلّم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ ومجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت احمق جاہل، یا انتساب گو عام نہ تھا اصلاً نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہوگا مگر بے خبر غافل۔ کیا امام ابویوسف وامام محمد وغیرہما حنفیہ اور

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب مایقول بعد التکبیر دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/۱۵۴

امام اشہب و امام قاسم وغیرہما مالکیہ میں معدود نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حمق ہوا۔

نوزدہم درفنِ تاریخ ہم کمالے دارند (فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ت) ائمۂ مذہب بعد قراء کے تھے، شہب جانے دیجئے، بدورہی میں کلام کیجئے، سات میں چار ہمارے امام سے وفاۃً متاخر ہیں، امام ابوعمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ، امام حمزہ زیات نے ۱۵۴ یا ۱۵۶ یا ۱۵۸ھ، امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ، امام علی کسائی نے ۱۸۹ھ، امام الائمہ ابوحنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں، امام کی ولادت ۸۰ یا ۷۰ھ[عہ] میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں۔ یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں، دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رَے میں فقہ و ادب دونوں دفن کر دئے۔ اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں۔

بستم ائمۂ مذہب محتاج الیہ ومحصور نہ تھے یہ خاص ائمۂ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق، اول تو بداہۃً عقل سے عاطل، چار کبھی بھی نامحصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شنیع و باطل، زمانۂ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہ گزرا کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو، ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے تو ائمہ سے بے نیازی کیونکر ممکن، بلکہ علماء کی طرف حاجت تو جنت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اھل الجنۃ لیحتاجون الی العلماء فی الجنۃ وذٰلک انھم یزورون اللہ تعالٰی فی کل جمعۃ فیقول لھم تمنوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی فیقولون تمنوا علیہ کذا وکذا فھم یحتاجون الیھم فی الجنۃ کما یحتاجون الیھم فی الدنیا۔[1] رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ

عہ بلکہ ایک قول میں ولادتِ امام ۶۱ھ میں ہے کما فی وفیات الاعیان (جیسا کہ وفیات الاعیان میں ہے۔ ت) یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲ (م)

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ محمد بن احمد بن سہل الخ ۶۰۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۴/۴۰
تہذیب تاریخ ابن عساکر زیر عنوان صفوان ثقفی احیاء التراث العربی بیروت ص ۷ ۳۴
مختصر تاریخ ابن عساکر " " " دار الفکر بیروت ۹۹/۱۱

تعالیٰ عنہما۔

بیشک اہلِ جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالےٰ کا دیدار نصیب ہوگا، مولےٰ سبحانہ، تعالےٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جاکر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علماء کی طرف منہ کر کے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں، وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو، تو لوگ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے جیسے دنیا میں لوگ علماء کے محتاج ہیں۔ اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ذکر کیا۔

اللھم انی اسألك بعلماء امۃ حبیبك محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ترحمنا بھم فی الدنیا والاٰخرۃ وترزقنا بجاھھم عندك العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیۃ والمغفرۃ وصل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ اٰمین۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے حبیب پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علماء کے وسیلے سے دُعا کرتا ہوں کہ تو ہم پر ان کے وسیلے سے دنیا و آخرت میں رحم فرما، اور اُن کو جو عزت و کرامت تیرے ہاں حاصل ہے اس کی برکت سے ہمیں نافع علم، خشوع والا دل، معافی، عافیت اور مغفرت عنایت فرما، اور درود و سلام اور برکت ہمارے آقا و مولےٰ محمد اور ان کی آل اور صحابہ پر فرما، آمین، والحمد للہ رب العالمین۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ جلد ۷، ص ۶۵۹ تا ۷۰۶)

فتاوٰی رضویہ جلد ۸

(۱) صحن مسجد قطعاً جزءِ مسجد ہے۔ اُسے مسجد نہ سمجھنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حلتِ دخولِ جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر یہ معاذ اللہ صراحۃً بدعتِ شنیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والالتزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حقِ مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے۔ اب اگر وہ اپنے قولِ باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نمازِ صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہوا کرے، اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نمازِ صحن سے مانع آئے تو دیکھئے موسمِ گرما میں کتنی مسجدیں نماز و

جماعتِ تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندران افعال کی بجاآوری سے بالطبع گھبرائیں گے، لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے، اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و بے سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کرلی تو عام خلائق کا تنفر قطعی یقینی، تو اس نزاع بیجا کا انجام معاذ اللہ مساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگانِ خدا کو روکنا ہے۔

قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ و سعٰی فی خرابھا[1]

اللہ عزوجل نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا یاد کئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۶۳)

(۲) کسی مسلمان کو ناحق مسجد سے روکنے کے بارے میں فرمایا:

بلاوجہ شرعی اپنی کسی رنجشِ دُنیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے لقولہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[2]

اللہ تعالٰی کے اِس فرمان کے مطابق: اور کون اس سے بڑھ کر ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی میں کوشاں ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۷۲)

(۳) مزید فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انّ المسٰجد للہ[3] مساجد خاص اللہ کی ہیں۔

ان میں کسی کا کوئی دعوٰی نہ زمین والے کو نہ عملے والوں کا، اور بلاوجہ شرعی کسی سُنّی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[4]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں اللہ کا نام لئے جانے سے اور ان کی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴ [2] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[3] ″ ۷۲/۱۸ [4] ″ ″ ″

کوشش کرے۔

مگر اس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جسے منع کیا اُسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائے گا۔
(فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۷۴)

(۴) بدعقیدہ وہابیہ وغیر مقلدین سے قطع تعلق کرنا اور انھیں اپنی مساجد سے روکنا چاہیے۔ چنانچہ فرمایا:

تقلید کو بدعت کہنا، ائمۂ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلیدِ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رفع یدین اور جہر سے آمین کہنا خباثات وعلاماتِ غیر مقلدی ہیں اور کراماتِ اولیاء سے انکار اور حضور سید الاولیا پر طعن گمراہی و بدنصیبی، اور مجلس میلادِ پاک اور یا رسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعارِ وہابیت ہے اور وہابی لوگ وغیر مقلدینِ زمانہ پر حکمِ کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ اور حسام الحرمین سے روشن۔ شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے، اور اس سے مجالست وموانست حرام۔

قال اللہ تعالٰی وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسّکم النار[2]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

دفعِ فتنہ وفساد بقدرِ قدرت فرض ہے، اور مفسدوں موذیوں کو بشرطِ استطاعت مسجد سے روکا جائے گا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے پھر دُرِّ مختار میں ہے:

ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ[3]۔

اور ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اگرچہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ (ت)
(فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۷۵)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] " ۱۱/ ۱۱۳
[3] درمختار آخر باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

(۵) کچھ لوگ مسجد پر ناحق قبضہ جما کر ناجائز تصرفات روا رکھتے ہیں اور عام لوگوں کی مرضی کے خلاف امام مقرر کرتے ہیں ایسی مسجد اور ایسے قابضین کے بارے میں فرمایا:

اہلِ شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے' اور اُن لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں، اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعٰی فی خرابہا[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا، امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانانِ شہر حسبِ شرائطِ شرعیہ مقرر کریں گے۔

(فتاویٰ رضویہ ۸ ص ۷۶)

(۶) ایک مسجد کا امام صرف اپنے گزرنے کی خاطر لوگوں کو محراب کی سیدھ میں نماز پڑھنے سے روکتا ہے اور بعض دفعہ نماز تڑوا دیتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وان المسٰجد للہ[2] مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں ــ ان میں کسی کا ذاتی دعویٰ نہیں پہنچتا۔ اور فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ[3]

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نامِ الٰہی لئے جانے سے روکے۔

یہ ظلمِ شدید ہے، اور بندھی ہوئی نیت تڑوا دینا اشد ظلم، ولا تبطلوا اعمالکم[4] (اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۷۶، ۷۷)

(۷) کسی مفسد و فتان شخص کی وجہ سے اگر لوگ پرانی مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیں تو اس مسجد کو مسجد ضرار کہنا جائز نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

مسجد کہنہ اُن کے جاتے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجدِ ضرار نہیں ہوسکتی کہ مسجدِ ضرار وہ مسجد ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[2] القرآن الکریم ۷۲/۱۸
[3] " " ۲/۱۱۴
[4] " " ۴۷/۳۳

جو ابتداءً افساد فی الدین وتفریق بین المومنین کے لئے بنائی گئی ہو۔

قال تعالٰی "والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفروا وتفریقا بین المومنین" الٰی قولہ تعالٰی " امن من اسس بنیانہ علٰی شفا جرف ھار[1]" الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: "وہ لوگ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو" (اللہ تعالٰی کے اس قول تک) "یا وہ جس نے اپنی نیو چنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے"۔ الآیۃ (ت)

تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ اُن کا قبضہ وتسلط ہوجانا اُسے مسجدِ ضرار نہیں کرسکتا، جیسے واقعۂ حرہ میں لشکریان یزید یا حادثۂ نجد میں متبعان نجدی بلید کا مساجد طیبۂ حرمین محترمین میں مفسدانہ دخل، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۷۷، ۷۸)

(۸) ایک مسجد کے ہوتے ہوئے کچھ لوگوں نے الگ دوسری مسجد بنا کر اس میں نمازیں پڑھنا شروع کردی ہیں اس سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ مسجد انھوں نے بغرضِ نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لئے بنائی اگرچہ اُس پر باعث باہمی رنجش ہوئی کہ بسبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی، لہٰذا یہ مسجد بہ نیت بجا آوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز وثواب ہونے میں کوئی شبہہ نہیں لانہ وقف صدر عن اھلہ فی محلہ علی وجھہ (کیونکہ یہ وقف ہے اہلِ وقف سے محلِ وقف میں طریقِ وقف کے بمطابق وقف ہوئی ہے۔ ت) اور اس نیت کی حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ اُن کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے، نہ دوسروں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا، یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اہلِ محلہ کو جائز ہے کہ بغرضِ نماز ایک مسجد کی دو مسجدیں کرلیں۔ درمختار میں ہے:

لاھل المحلۃ جعل المسجدین واحدا وعکسہ لصلٰوۃ لا لدرس او ذکر[2]۔

اہلِ محلہ دو مساجد کو ایک یا اس کا عکس کرسکتے ہیں مگر صرف نماز کے لئے، درس یا ذکر کے لئے ایسا نہیں کرسکتے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹

[2] درمختار آخر باب ما یفسد الصلٰوۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۴

اشباہ میں ہے :

لاهل المحلة جعل المسجد الواحد مسجدين والاولى ان يكون لكل طائفة مؤذن[1]

اہل محلہ ایک مسجد کو دو مساجد بنا سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ ہر گروہ کے لئے الگ مؤذن ہو۔ (ت)

اور اگر نیت یہ نہ تھی مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ اس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متفرق کر دینا تھا تو بیشک یہ مسجد مسجد نہ ہوئی، نہ اس میں نماز کی اجازت، بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت، اور اس صورت میں یہ لوگ ضرور تفریق جماعت مومنین کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے۔

قال الله تعالىٰ والذين اتخذوا مسجدا ضرارا وكفرا وتفريقا بين المؤمنين[2] الأية۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : اور وہ لوگ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو الآیۃ۔ (ت)

مگر نیت امر باطن ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام و کبیرہ، اور ہر گز مسلمان سے متوقع نہیں کہ اس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی ہو۔

قال الله تعالىٰ ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل اولٰئك كان عنه مسئولا[3]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : نہ پیچھے لگ اس چیز کے جس کا تجھے علم نہیں کیونکہ سمع، بصر اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ت)

تو بے ثبوت کافی شرعی ہر گز اس بری نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اس میں نماز کو جائز و ثواب اور اس کی آبادی کو بھی ضرور سمجھیں گے۔

(فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۷۹، ۸۰)

(۹) کچھ لوگوں نے صرف اس خیال سے کہ مسجد کے قریب کسی کا بلند مکان ہے اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور پندرہ قدم کے فاصلہ پر دوسری مسجد بنا لی، اس سلسلہ میں فرمایا :

---

[1] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۳۴

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷ [3] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

اس بیہودہ خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا، ایک تو وہ خیال باطل، دوسرے جماعتِ مسجد میں تفریق کہ مسجد ضرار کے اغراضِ فاسدہ سے ایک غرض ہے،

قال اللہ تعالٰی وتفریقا بین المؤمنین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔ (ت)

یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اوّل کا باطل و معطل کر دینا ہے، یہ سخت حرام اشد ظلم ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مساجد سے اس کے نام کے ذکر کو روکتا ہے اور انھیں ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۸۵)

(۱۰) توسیعِ مسجد کی خاطر نئی مسجد تعمیر کر کے مسجدِ کہنہ کی جگہ دُکانیں وغیرہ بنانے کے بارے میں فرمایا:

جبکہ اس مسجد جدید کو بھی مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہوگئی، مسجد اوّل کی اور اس کی دونوں کی حفاظت و آبادی فرض ہے، مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیرِ دُنیوی نہیں تعمیرِ دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے، جنھوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں ہیں:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزیٌ ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[3]۔

ان سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکیں اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہوں، انھیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رُسوائی اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں، اور اگر اُس کی دکانیں کر لی گئی ہوں فرضِ قطعی ہے کہ فوراً فوراً اُن دکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے،

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[3] ؍؍ ۲/ ۱۱۴

جو نہ مانیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو اُن سے اجتناب لازم ہے، ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و امّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین [1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کبھی شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کرکے اس کی دُکانیں کرلے، وہ لوگ اگر مخالفتِ خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کرکے مسجدِ منہدم کو پھر مسجد کرلیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۸۷، ۸۸)

(۱۱) تعمیرِ مسجد کی فضیلت سے متعلق فرمایا:

بنائے مسجد میں جو مال صَرف ہوتا ہے وہ گارے پتھر میں صَرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے ربِّ اکرم میں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع [2]

مسجدوں کے بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ، زاد فی روایۃ من در ویاقوت [3]

جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۸۸، ۸۹)

(۱۲) مسجد میں مسند وتکیہ لگاتے اور اس میں اگالدان اور زین وغیرہ رکھنے کے بارے میں فرمایا:

مسند لگانا اگر براہِ تکبّر ہے تو یہ خارج مسجد بھی حرام ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳۶

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب بناء المسجد — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۰۱
الکامل لابن عدی ترجمہ سلمان بن داؤد الیمامی — دار الفکر بیروت — ۳/۱۱۲۵
کنز العمال حدیث ۲۰۷۵۵ و ۲۰۷۵۸ — موسسۃ الرسالہ بیروت — ۷/۶۵۴

قال اللہ تعالٰی الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین [1]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ متکبرین کا۔ (ت)

اور اگر براہِ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لئے رکھ دی یہ اس کی خاطر سے بدیں لحاظ کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لایابی الکرامۃ الاحمار [2]

عزت واحترام کا انکار کوئی گدھا ہی کرسکتا ہے۔ (ت)

ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہئے کہ ادبِ مسجد کے خلاف ہے، ہاں ضُعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے۔

اگالدان اگر پیک کے لئے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے، اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لئے رکھا تو حرج نہیں۔

اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورتِ شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہئے۔ مسجد کو گھر کے مشابہ بھی کرنا نہ چاہئے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المساجد لم تبن لھذا [3]

مساجد ان چیزوں کی خاطر نہیں بنائی گئیں۔ (ت)

خصوصاً اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ رُکے تو سخت ناجائز وگناہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہٗ [4]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے گھروں میں اللہ کا نام لینے سے روکے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۹۷)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

[2] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۵۴۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۵۵

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن نشد الضالۃ فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

(۱۳) شراب کشید کرنے والوں نے اپنے پیشے سے تائب ہونے کے بعد مسجد بنائی، اس کے بارے میں فرمایا:

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد توبہ مالِ حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اس کے قرب وجوار والوں اہلِ محلہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے، اس میں اذان واقامت وجماعت وامامت کرنا ضرور ہے، اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے، اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہو گا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[1]۔

اس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے اُن میں خدا کا ذکر ہونے سے' اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۱۲۵)

(۱۴) فجر کی نماز رہ گئی تو طلوعِ آفتاب کے بعد بنیت قضا پڑھے نہ کہ بنیت ادا۔ چنانچہ فرمایا:

اس نماز کے قضا ہو جانے میں شک نہیں کہ نماز کے لئے شرعاً اوقات معین ہیں،

قال اللہ تعالٰی ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہُوا فرض ہے۔

اور قضا ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعاً جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وُہ جاتا رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للصلوٰۃ اولا واٰخرا وان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر وان اٰخر وقتہا حین تطلع الشمس۔ رواہ الترمذی[3]۔

بیشک ہر نماز کے لئے اول وآخر ہے اور بیشک نمازِ صبح کا اول وقت طلوعِ فجر کے وقت ہے اور اس کا آخر طلوعِ شمس پر ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] 〃 ۴/ ۱۰۳

[3] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب منہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۲

(۱۵) خطیب کے لئے عبارتِ خطبہ کا معنیٰ سمجھنا ضروری نہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:
خطبۂ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لئے مشروع ہونا کما قال تعالیٰ فاسعوا الیٰ ذکراللہ[۱] (جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: پس اللہ کے ذکر کی طرف جلدی چلو۔ ت) ہرگز اس دعویٰ کا مثبت نہیں ہوسکتا کہ جب الفاظ ذکر ہیں اور اس نے بالقصد انھیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا تدبر معنی پر توقف نہیں، ورنہ واجب کہ نماز میں بھی فہم معنی فرض ہو، قال اللہ تعالےٰ اقم الصلوٰۃ لذکری[۲] (اللہ تعالےٰ نے فرمایا: میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ت) علاوہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ محتاجِ فہم و تدبّر ہے

مرد باید کہ گیرد اندر گوش   ور نوشت ست پند بر دیوار

(انسان کو چاہیئے کہ وہ محفوظ کرے اگرچہ نصیحت دیوار پر لکھی ہو۔ ت)

حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر بہرے یا سوتے یا اس قدر دُور ہوں کہ آواز نہ جائے مگر وقتِ خطبہ حاضر ہوں کافی ہے شرط ادا ہوگئی، فہم معنی جدا، نفسِ سماع کی بھی ضرورت نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۲۸۴)

(۱۶) خطبۂ جمعہ و عید میں محض اشعار پر قناعت کرنے کے بارے میں فرمایا:
قرآن عظیم شعر سے پاک و منزّہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی و ارفع ہے۔
وما علّمنٰہ الشعر وماینبغی لہ[۳]
اور ہم نے آپ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ ت) تو اس طور پر قصدِ تلاوت صریح اسارتِ ادب ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۲۵)

(۱۷) دورانِ خطبہ جو شخص دُوسروں کو پنکھا جھلنے لگے اس کے بارے میں فرمایا:
اوروں کے اطمینان کو آپ صریح بے اطمینانی یؤثرون علیٰ انفسھم[۴] (وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ت) میں شمول نہیں اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم[۵]

---

[۱] القرآن الکریم ۶۲/۹   [۲] القرآن الکریم ۲۰/۱۴
[۳] 〃 ۳۶/۶۹   [۴] 〃 ۵۹/۹
[۵] 〃 ۲/۴۴

(تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ ت) میں دخول ہے یعنی دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت (اوروں کو تو اچھے کام کی نصیحت کرنا اور خود بُرے کام کرنا۔ ت) علمائے کرام تو ایثار قربت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ اوروں کی قُربت کے لئے خود حرام کا ارتکاب، یہ ایثار نہیں صراحۃً اپنے دین کو اضرار ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۳۴، ۳۳۵)

(۱۸) قریہ کے معانی اور مصر و قریہ میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قریہ زبانِ عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں،

قال تعالٰی وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی[1] (ای الامصار لعلمھم وحلمھم دون البوادی لغلظھم وجفائھم) وقال تعالٰی علٰی رجل من القریتین عظیم[2] (ای مکة والطائف) وقال تعالٰی من قریتك التی اخرجتك[3]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: "اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر مردوں کو جن پر ہم نے وحی کی اہلِ قرٰی میں سے" یعنی شہروں سے، کیونکہ شہری لوگ صاحبِ علم و حلم ہوتے ہیں جبکہ اہلِ بادیہ نہایت سخت اور صاحبِ جفا ہوتے ہیں۔ (دوسرے مقام پر) اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "ان دو قریوں میں سے بڑے آدمی پر" یعنی مکہ اور طائف۔ (تیسرے مقام پر) اللہ تعالٰی نے فرمایا: "تیرے اس قریہ سے جس سے تجھے نکالا"۔ (ت)

اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اس میں اور دِہ میں کچھ فرق نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۶۶)

(۱۹) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جمعہ اسلامی حکم ہے اُس کے لئے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے ولہذا دار الحرب میں اصلاً جمعہ نہیں اگرچہ کتنے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جن میں دس دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو، نہ اس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں، اصطلاحِ شرع میں وہ گاؤں ہیں۔ حاشا یہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرع مطہر نے کفار کے امصار کبار کو مصر و مدینہ سے خارج اور دِہ اور گاؤں بتایا ہو اس بنا پر کہ وہاں اقامتِ حدود و تنفیذِ احکامِ شرع نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹
[2] القرآن الکریم ۴۳/ ۳۱
[3] ؍؍ ؍؍ ۴۷/ ۱۳

تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کہ کفر و کافرین کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے اور اکثر مرسلین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہوکر انھیں پر مبعوث ہوتے، اب کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ شرعًا یہ مرسلین صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہ علیہم اجمعین دیہاتی تھے، حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیهم من اهل القری[1]

ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے جنھیں ہم وحی کرتے۔ اُن میں کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جس وقت غلبۂ کفار کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اُس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا،

وکاین من قریة هی اشد قوة من قریتك التی اخرجتك اهلکنٰهم فلا ناصر لهم[2]

بہتیرے شہر کہ تمھارے اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے ہلاک کردیئے تو اُن کا کوئی مددگار نہیں۔

بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ دار الحرب کے شہر کفر کے شہر ہیں اور اقامتِ جمعہ کو اسلامی شہر درکار، اسی طرف نظر فرماکر کلامِ قدماء میں جبکہ اسلام کا دَور دَورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام کے پابند تھے له امیر و قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود (وہاں کوئی امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود جاری کرسکے۔ ت) واقع ہوا اس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کہ اُس وقت اسلامی شہر ایسے ہی ہوتے تھے، یہ معنیٰ نہ تھے کہ تنفیذ احکام و اقامتِ حدود سنخ حقیقت شہر میں داخل ہے، یہ نہ ہو تو شہر شرعًا شہر ہی نہ رہے گا گاؤں ہوجائے گا حالانکہ فتنۂ بلوائیان مصر میں خاص زمانۂ خلافت راشدہ میں چند روز تنفیذِ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہوگیا تھا اور اس میں جمعہ پڑھنا حرام و باطل ہوا تھا؟ حاشا ہرگز ایسا نہیں۔ خود علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایامِ فتنہ میں اقامتِ جمعہ ہوگی اور شہر شہریت سے خارج نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۶۸)

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹

[2] " ۴۷/ ۱۳

(۲۰) بحث مذکورہ بالا کو بامِ عروج تک پہنچانے کے بعد فرمایا :

یہ تحقیقِ مسئلہ ہے اور بحمد اللہ تعالےٰ اہلِ انصاف و علم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں ، ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زنہار زنہار مذہبِ ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں مگر در بارہ عوام فقیر کا طریقِ عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انھیں منع نہیں کرتا ، نہ انھیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ، ایک روایت پر صحت اُن کے لئے بس ہے ، وہ جس طرح خدا و رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے مشاہدہ ہے کہ اس سے روکئے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں ۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

ارأیت الذی ینھٰی ○ عبدا اذا صلّٰی○[1]

کیا تم نے اُسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۷۴)

(۲۱) آیۂ کریمہ میں " اولی الامر " سے مراد علماء ہیں ۔ چنانچہ فرمایا :

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[2]

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں ۔ (ت)

ائمۂ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ (علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے ۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۸۶)

(۲۲) ایک غلط خطبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا :

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ :

یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔

اے ربِّ محمد ! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا ۔ (ت)

جہّال کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوطِ عظمت کا باعث ہوگا اور عیاذاً باللہ یہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی گیا کہ ایمان تو صرف ان کی تعظیم و محبت کا نام ہے ۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۶ / ۹ و ۱۰

[2] 〃 〃 ۴ / ۵۹

قال اللہ تعالیٰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر، اور ان کی خوب تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۹۰)

(۲۳) خطبہ جمعہ وعیدین عربی میں ہونا ضروری ہے اس بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

خطبہ ضرور وعظ و تذکیر کے لئے ہے جیسے نماز کہ ذکر کے لئے ہے۔

قال اللہ تعالیٰ اقم الصلوٰۃ لذکری[2]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔ (ت)

اور خود قرآن عظیم کہ اس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرماتا ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا۔[3]

کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔ (ت)

پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اس کے لئے نماز و قرآن اردو یا بنگلہ یا انگریزی کر دئے جائیں گے نہ خطبہ و اذان۔ یہ اس کا اپنا قصور ہے اس کا دین عربی، نبی عربی، کتاب عربی، پھر عربی اتنی بھی نہ سیکھی کہ اپنا دین سمجھ سکتا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۰۱)

(۲۴) مولوی عبدالرحیم صاحب کے ایک غلط فتوے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

کسی فعل مسلمین کو بدعت شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے انھوں نے اس سے منع فرما دیا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہ گار و مستحق عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت و عظمت اور کلمۂ اسلام

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۹ [2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴

[3] ؍؍ ؍؍ ۴۷/ ۲۴

کامل عزت وعظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر ووقعت، اور اپنے بھائیوں کی سچی خیر خواہی ومحبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالیٰ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۱۷)

(۲۵) ایک بستی میں جمعہ وعیدین کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ دونوں صورتیں (مذکورہ فی الفتوٰی) نہیں تو مذہب حنفی میں وہاں جمعہ وعیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اُسے اکھاڑا نہ جائے گا، نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب۔

قال اللہ تعالیٰ ارأیت الذی ینھی ○ عبدا اذا صلّی[2] ○ وفیہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔" اور اسی آیت کے تحت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک روایت ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۴۳)

(۲۶) مجموعۂ خطب علمی کے مصنف کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

مولانا محمد حسن علمی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سُنّی صحیح العقیدہ اور واعظ وناصح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مداح اور میرے حضرت جدّ امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے انھیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی ناصبی یا خارجی۔ دکھنی صاحب نے اگر کسی کی سُنی سنائی بے تحقیق کہہ دی تو اس آیۂ کریمہ کا خلاف کیا:

فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین[3] ○

تحقیق کرلو کہیں جہالت کی وجہ سے کسی قوم پر حملہ آور نہ ہوجاؤ پھر تم اپنے کئے پر نادم ہوجاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۴۷)

(۲۷) اخبار آحاد سے استدلال کرکے دیہات میں جمعہ کو ضروری قرار دینے والے کے رد

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] " " ۹۶/ ۹، ۱۰

[3] " " ۴۹/ ۶

میں فرمایا :

وہ احادیث سب خبرِ آحاد ہیں، اور خبرِ آحاد موجبِ ظن، تو ان سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

ان یتبعون الا الظن[1]۔

وہ نہیں اتباع کرتے مگر ظن کی۔ (ت)

اور فرماتا ہے : :

ان الظن لایغنی من الحق شیئا[2]۔

بلاشبہہ ظن، حق سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔ (ت)

تو ان پر عمل خصوصاً عموم قرآن مجید کے خلاف کیونکر اس نے حلال کرلیا، اور یہ بھی اُس وقت ہے کہ ان احادیثِ آحاد کی صحت ثابت کرلے۔ ائمۂ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری و مسلم کی تصحیح یا نسائی و دارقطنی کی تعدیل و تخریج پر اعتماد کرنا ظلمِ شدید و جہلِ بعید ہے۔ کون سی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اُسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اُسے نہ مانو، یا یحیٰی و شعبہ جسے ثقہ کہہ دیں اُسے معتمد جانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو۔ قرآن و احادیثِ متواترہ اجماعِ اُمّت کو حجّت بتاتے ہیں، اور اجماعِ امت ہے کہ جمعہ کا حکم مطلق و عام نہیں مقید بقیود و مشروط بشرائط ہے، اور جو اجماعِ ائمہ کا خلاف کرتا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے :

نصلہ جہنم وساءت مصیرا[3]

ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے وہ بہت ہی بُری پھرنے کی جگہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۴۹، ۴۵۰)

(۲۸) دیہات میں جمعہ پڑھنے والوں کو کافر قرار دینے والے ایک شخص کے بارے میں فرمایا :

دیہات میں نمازِ جمعہ و عیدین مذہبِ حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ارایت الذی ینھی ○ عبدا اذا صلی[4] ○

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۶ [2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۶

[3] ″ ″ ۴/ ۱۱۵ [4] ″ ۹۶/ ۹، ۱۰

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ (ت)

اور جو انھیں کافر کہتا ہے گمراہ و بد دین ہے، نہ وہ کبیرہ ہے لاختلاف الائمۃ (ائمہ کے درمیان اختلاف کی وجہ سے۔ ت) نہ کبیرہ پر اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۵۶)

(۲۹) ترکِ موالات میں جس خطیب نے گورنمنٹ کا خطاب واپس نہیں کیا اس کا خطبہ سُننا جائز ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جو زمانہ شاہی سے منصبِ خطبہ و امامت پر منصوب ہے بلاوجہ شرعی اس کے خطبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے، خطاب واپس کرنا کوئی ایسا جُرم نہیں جس کے سبب اس کا خطبہ سُننا منع ہو جائے۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[1]۔

بلاشبہہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۶۸)

(۳۰) جمعہ کی اذان ثانی کو مسجد کے اندر جائز قرار دینے والے حضرات نے لفظ بین یدی المنبر اور بین یدی الامام سے جو استدلال کیا ہے، اس کے جواب میں فرمایا:

رہا لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر (امام کے سامنے یا منبر کے سامنے) سے استدلال مذکور فی السوال وہ محض ناواقفی ہے، ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے مواجہہ میں ہو اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ امام کی گود میں منبر کی لگر پر ہو جس سے داخلِ مسجد ہونا استنباط کیا جائے بین یدی (یعنی سامنے) سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے' یا فارسی میں مہر رُو بروئے من است (سورج میرے چہرے کے سامنے ہے۔ ت)، یا عربی میں الشمس بین یدی (سورج میرے سامنے ہے۔ ت) حالانکہ آفتاب اس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دُور ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم[2]۔

اللہ سبحانہ، جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۲۰/۱۱۰

پیچھے یعنی گزر گیا۔

یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یوں ہی ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا:

لہ ما بین ایدینا و ما خلفنا و ما بین ذٰلک[1]

اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظرِ قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہرشئے کے لائق مستفاد ہوتا ہے، نہ اتصالِ حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو۔

قال اللہ تعالٰی:

وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء[2] الاٰیۃ۔

اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتیں بارانِ رحمت کے آگے، یہاں تک کہ جب انھوں نے ابھارے بوجھل بادل، ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف، تو اتارا اُس سے پانی۔

بین یدی (یعنی آگے) نے قربِ مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے —

وقال تعالٰی:

ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید[3]

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اے کافرو! تم گمان کرتے ہو، وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔

آیت نے قربِ قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے، پھر اُس کا قُرب اس کے لائق ہے، تیرہ سو تینتالیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے، پس جواذان درِ مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذاتِ امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیہ (اس کے رُوبرو) صادق ہے، بلاشبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے روبرو منبر کے آگے اذان

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۴
[2] القرآن الکریم ۷/ ۵۷
[3] القرآن الکریم ۳۴/ ۴۶

ہوتی، اور اسی قدر درکار ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۹۹ تا ۵۰۱)

(۳۱) نمازِ عید کے بعد دعا مانگنے کا اثبات اور منکرین کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

قال المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی: فاذا فرغت فانصب ○ والٰی ربک فارغب○[1]

مولٰی سبحانہ، وتعالٰی نے فرمایا: جب تُو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں اصح الاقوال قول حضرت امام مجاہد تلمیذ رشید سلطان المفسرین حبر الامۃ عالم القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب دُعا میں جد و جہد کرنا ہے یعنی باری عزوجل فرماتا ہے: جب تُو نماز پڑھ چکے تو اچھی طرح دُعا میں مشغول ہو اور اپنے رب کے حضور الحاح و زاری کر۔ تفسیر شریف جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلٰوۃ فانصب" اتعب فی الدعاء، والٰی ربک فارغب" تضرع"۔[2]

جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں تعب اور مشقت کر، اور اپنے رب کے سامنے تضرع و زاری بجالا۔

خطبۂ جلالین میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال و ترک التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ[3] اھ ملخصًا۔

یہ تفسیر امام جلال الدین محلی کا تکملہ ہے جو انھیں کے طریقہ پر ہے یعنی راجح اقوال پر اعتماد اور اقوال ضعیفہ کے ذکر سے بچتے ہوئے اھ ملخصًا (ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

ھو الصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال۔[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۷، ۸

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۹۴/ ۷، ۸ اصح المطابع دہلی ہند ۲/ ۵۰۲

[3] " " " خطبۃ الکتاب " " " ۱/ ۴

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی فی اسمائہٖ کنیتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۱

یہی صحیح ہے اسی پر جلال نے اکتفاء کیا ہے حالانکہ انھوں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ راجح اقوال ذکر کریں گے۔ (ت)

اور پُر ظاھر کہ آیۂ کریمہ مطلق ہے اور باطلاقہا نماز فرض و واجب و نفل سب کو شامل تو بلاشُبہہ نمازِ عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۱۵، ۵۱۶)

(۳۲) مزید فرمایا:

اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ وجہ رضائے مولٰے جل وعلا ہوتے ہیں اور رضائے مولٰی تبارک و تعالٰی موجب اجابتِ دُعا اور اس کا محل عمل صالح سے فراغ پاکر۔ کما قال تعالٰی فاذا فرغت فانصب[1] (جیساکہ اللہ تعالٰے کا فرمان ہے: پس جب آپ فارغ ہوں تو مشقت کرو۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۱۷)

(۳۳) مزید فرمایا:

دعا بنصِ قرآن و حدیث و اجماع ائمۂ قدیم و حدیث اعظم مندوباتِ شرع سے ہے اور اس کے مظانِ اجابت کی تحری مسنون و محبوب۔ قال جل ذکرہٗ:

ھنالک دعا زکریا ربہٗ[2]

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہاں اپنے رب سے دُعا کی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۲۲)

(۳۴) مزید فرمایا:

ان سب سے قطع نظر کیجئے تو دعا، مطلقاً اعظم مندوباتِ دینیہ و اجل مطلوباتِ شرعیہ سے ہے کہ شارع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہمیں بے تقییدِ وقت و تخصیصِ ہیأت مطلقاً اس کی اجازت دی اور اُس کی طرف دعوت فرمائی اور اس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اس کے ترک پر وعید آئی۔ مولٰی سبحانہٗ و تعالٰی فرماتا ہے:

وقال ربکم ادعونی استجب لکم[3] اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۷

[2] " " ۳/ ۳۸

[3] " " ۴۰/ ۶۰

اور فرماتا ہے :

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان[1]

قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب مجھے پکارے۔ (فتاوی رضویہ ج ص ۵۳۰)

(۳۵) مزید فرمایا :

خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اسے مخصوص و مقید کرنے والا کون؟ خدا و رسول عز مجدہ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اسے منع کرنے والا کون؟ قال تعالی :

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2]

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

اصل یہ ہے کہ ان الحکم الا للہ[3] حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے۔ جس چیز کو اس نے کسی ہیأت خاصہ محل معین سے مخصوص اور اس پر مقصور و محصور فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۵۳۴، ۵۳۵)

(۳۶) ہر دعا ذکر الٰہی ہے اور کثرت ذکر الٰہی کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ نے پانچ آیات اور ان کی تفسیر ذکر فرمائی :

آیت ۱ : قال جل ذکرہ :

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم[4]

اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے۔

علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر الٰہی و دعا کی مداومت کرو۔

بیضاوی میں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۶ [2] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[3] " ۶/۵۷

[4] " ۴/۱۰۳

داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال[1]۔ تمام احوال میں وہ ذکر پر مداومت کرتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

ای داوموا علی ذکر اللہ تعالٰی فی جمیع الاحوال[2]

یعنی وہ تمام احوال میں اللہ تعالٰی کے ذکر پر دوام اختیار کرتے ہیں۔(ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

داوموا علی ذکر اللہ تعالٰی وحافظوا علی مراقبتہ ومناجاتہ ودعائہ فی جمیع الاحوال[3]۔

وہ تمام احوال میں اللہ تعالٰی کے ذکر پر مداومت کرتے ہیں اور مراقبہ، مناجات اور رب سے دعا کی محافظت کرتے ہیں۔(ت)

آیت ۲: قال عزّ اسمہٗ:

یایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا[4]۔

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔

علامۃ الوجود مفتی ابو السعود ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں: یعم الاوقات والاحوال[5] یہ آیت تمام اوقات و احوال کو عام ہے۔

آیت ۳: قال تعالٰی شانہٗ:

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرًا[6]۔

اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ، دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

---

[1] انوار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۳/۱۰۳ دار الفکر بیروت ۲/۲۴۴

[2] تفسیر النسفی المعروف بتفسیر المدارک " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۴۸

[3] تفسیر ارشاد العقل السلیم " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۲۸

[4] القرآن الکریم ۳۳/۴۱

[5] تفسیر ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۳۳/۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۱۰۶

[6] القرآن الکریم ۲/۲۰۰

امر یدبه ذکر اللہ تعالیٰ فی الاوقات کلہا۔[1]

اس آیت سے یہ مراد کہ ذکرِ الٰہی جمیع اوقات میں کرو۔

آیت ۴: قال تبارک مجدہ:

واذکروا اللہ کثیرا[2] اور بکثرت خدا کا ذکر کرو۔

معالم میں ہے:

فی جمیع المواطن علی السراء والضراء۔[3]

تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں۔

آیت ۵: قال تقدس اوصافہ:

والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لہم مغفرۃ واجرا عظیما[4]

خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مولٰنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں:

لایخفی ان الذکر والتسبیح والتہلیل والدعاء لاباس بہ لانہا مشروعۃ فی کل الامکنۃ والازمان[5]

پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔

اللہ اللہ کیا ستم جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی نخواہی بندگانِ خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے ہرگز اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی۔

---

[1] کافی شرح وافی

[2] القرآن الکریم ۸/۴۵ و ۶۲/۱۰

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۳/۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۷۴

[4] القرآن الکریم ۳۳/۳۵

[5] ماثبت بالسنۃ ذکر شہر ذی الحجۃ ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۳۲۶

قل آللہ اَذن لکم ام علی اللہ تفترون ۝[1]

اے حبیب! ان سے پوچھئے کہ اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ (ت)

ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

پس بحمد اللہ آفتابِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ دعائے مذکور فی السوال قطعاً جائز و مندوب، اور اس سے ممانعت محض بے اصل و باطل و معیوب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۳۶ تا ۵۳۸)

(۳۷) مزید فرمایا:

نقلِ عدم بھی سہی پر وہ نقلِ منع نہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[2]

جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

یہ نہیں فرمایا کہ:

مافعل الرسول فخذوہ ومالم یفعل فانتھوا۔

رسول جو کرے کرو اور جو نہ کرے اس سے بچو۔

کہ شرعاً یہ دونوں قاعدے منقوض ہیں۔ امام الوہابیہ کے عمِ نسب و پدرِ علم و جدِّ طریقت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر۔[3]

کسی چیز کا نہ کرنا اور شئی ہے اور منع کرنا اور شئی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۵۱)

(۳۸) احکامِ شرع کے مطابق فیصلہ کرنے والے قاضی کے بارے میں فرمایا:

شرعی احکام اور عرفی خیالات میں بہت تفاوت ہے، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکامِ الٰہیہ کے حکم کرے، اگر خلافِ حکمِ الٰہی کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک عمداً اور ایک خطائً۔ عمداً کے لئے قرآن عظیم میں تین ارشاد ہوئے کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۵۹

[2] ٫٫ ٫٫ ۵۹/۷

[3] تحفہ اثنا عشریہ مطاعن ابوبکر رضی اللہ عنہ طعن ہفتم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

22

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك هم الفٰسقون[1] اولٰئك هم الظّٰلمون[2] اولٰئك هم الکٰفرون[3]

جو لوگ اللہ تعالٰے کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ کافر ہیں۔ (ت)

قرآن مجید ایسے حکم کو فسق و ظلم و کفر فرماتا ہے یعنی اگر عناداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم و فاسق۔ اور اگر خطاءً ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا۔ یہ صورت بھی حرام و فسق ہے۔

دوسری صورت خطا کی یہ ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیتِ قضا رکھتا ہے احکامِ الٰہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہِ بشریت غلط فہمی ہوئی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۶۸)

(۳۹) عیدین میں تکبیراتِ زائدہ کب شروع ہوئیں، اس سوال کے جواب میں فرمایا:

تشریعِ نمازِ عید در سال اول از ہجرت ست فی الدر شرع فی الاولیٰ من الهجرة و معروف نہ شد در شرع مگر بہمیں نہج و وضع و حکمت در تکبیرات اظہار سرور دینی و امتثال قولِ او تعالٰی ست عزجلالہ ولتکملوا العدّة ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم[4] ھذا فی عید الفطر، وقولہ عزوجل لتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم وبشر المحسنین[5] فی عید الاضحٰی۔

نمازِ عید ہجرت کے سالِ اول میں شروع ہوئی۔ در میں ہے کہ نمازِ عید ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی اور وہ شرع میں معروف نہ ہوئی تھی مگر اسی اسلوب و طریقہ پر۔ اور تکبیرات میں حکمت دینی سرور کا اظہار اور اللہ تعالٰے کے اس فرمان پر عمل ہے کہ تم اس مدت (رمضان) کو مکمل کرو اور اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر اللہ کی بڑائی بیان کرو، یہ عید الفطر میں ہے۔ اور اللہ تعالٰے کا فرمان ہے تم اللہ تعالٰے کی عطا کردہ ہدایت پر تکبیر کہو اور محسنین کو بشارت دو، یہ عید الاضحٰی کے بارے میں ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۷۲)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۷ — [2] القرآن الکریم ۵/۴۵
[3] 〃 ۵/۴۴ — [4] 〃 ۲/۱۸۵
[5] 〃 ۲۲/۳۷

(۴۰) ایک عیدگاہ کے ہوتے ہوئے اپنی نفسانیت کی بناء پہ دوسری عیدگاہ بنانے والوں کے بارے میں فرمایا:

جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہوا اور اسراف حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین"[۱]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور اسراف نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (ت)

صورتِ مستفسرہ میں یہ سب شناعتیں خود اس فعلِ بے معنیٰ میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہِ نفسانیت نہ ہوا اور جبکہ یہ بناء براہِ نفسانیت ہے جیساکہ بیانِ سوال سے ظاہر، تو اس کا مذموم و مردود ہونا خود واضح و روشن ہے کما لا یخفی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۵۹۱، ۵۹۲)

(۴۱) احقاقِ حق کے بعد ایک صاحب علم کو قبولِ حق کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

فقیر ہر سُنی مسلمان کو مستحقِ ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہلِ علم وسادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بمقتضائے بزرگیِ حسب ونسب وعمر وعلم ان گزارشوں کو بنظرِ غور وتحقیقِ حق استماع فرمائیں، اگر حق واضح ہو تو قبول، مرجوح و ماموَل کہ علماء کے لئے رجوع الی الحق عار نہیں بلکہ معاذ اللہ اصرار علی الباطل۔ قال تعالیٰ:

فبشر عباد ۝ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ[۲]

توخوشی سُناؤ اُن بندگان کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ۸ ص ۶۱۹)

(۴۲) نمازِ استسقاء کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نمازِ استسقاء صاحبین کے نزدیک سنّت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہئے جبکہ حاجت شدید ہو اور امید منقطع ہو چکی ہو اور لوگ اس کے آداب کے طور پر اُسے بجا لائیں، خشیت و خشوع اس کی اصل ہے، اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرتفع الا ما شاء اللہ اس ملک میں ہمسایہ کفّار ہیں ہماری بے طوریوں کے باعث کہ نہ دعا کے طور پر دُعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پہ نماز پڑھتے، اگر اجابت نہ فرمائی جائے تو کفّار کے مضحکہ کا اندیشہ ہے اس لئے یہاں کی حالت کے مناسب تر اس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزولِ بارانِ رحمت کے لئے ارشاد ہوا یعنی کثرتِ استغفار و توجہ بہ عزیز غفار

---

[۱] القرآن الکریم ۶/۱۴۱ و ۷/۳۱ [۲] القرآن الکریم ۳۹/۱۸

فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا[1] (تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۶۴۰)

فتاوٰی رضویہ جلد ۹

(۱) جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:

حاش للہ ذکر خدا و رسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ تعالٰی علٰی کل احیانہ[2]۔ رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وعلقہ البخاری۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر ایک وقت خدا کا ذکر کرتے۔ اسے مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا، اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔ (ت)

نہ کوئی چیز اس سے بہتر،

قال اللہ عزوجل ولذکر اللہ اکبر[3]۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ (ت)

اب کہ زمانہ منقلب ہوا، لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات و فضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ و لہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انھیں ذکر خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب و کار ثواب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۴۱)

(۲) مذکورہ بالا مسئلہ میں مزید فرمایا:

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود و اجل مقاصد و مغز جملہ عبادت ہے، اقم الصلوٰۃ لذکری[4] (میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) وہ ہر حال میں مطلوب۔

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبھم[5]، کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۷۱/ ۱۰ و ۱۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۲

[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۵ [4] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴ [5] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱

يذكر الله في كل احيانه[1]

وہ کھڑے، بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبھی اوقات میں خدا کا ذکر کیا کرتے۔ (ت)

بلا تقیید اس کی تکثیر کا حکم،

واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون[2]

اللہ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (ت)

اكثروا ذكر الله حتى يقولوا انه مجنون[3] (الحدیث)

خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہے۔ (ت)

ذکر کے لئے انحاء کثیرہ ہیں، قلبی ولسانی، وخفی وجلی، وتلاوت وثناء، و درود ودعا، وعبادات و طاعات۔ باوصف اطلاق بعض مقامات کو بعض انحاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محلِ جنازہ مقامِ تفکر ہے کہ ذکرِ قلبی ہے۔

تفكر ساعة خير من عبادة الثقلين۔

گھڑی بھر کا تفکّر انسانوں اور جنّوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ (ت)

ولہذا یہاں اُسے ذکرِ لسانی پر ترجیح دی گئی ورنہ ذکر پر تفضیل محال ہوتی وذكر الله اكبر (اور اللہ تعالٰی کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ ت) اس نحو ذکر کے لئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے، ولہذا فقہاء نے ینبغی ان يطيل الصمت (طویل سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ ت) فرمایا، صدرِ اول میں غالباً یہی معمول تھا یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت آنا اور پھر اس وقت کیا ہوگا، کیسے گزرے گی، اپنے اعمال کی حالت کیا ہے، اس دُھن میں مستغرق ہوتا، گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا، بلاشبہہ اُس وقت کے مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمتِ مطلق کہ سانس

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/۴۹۹

[2] القرآن الکریم ۶۲/۱۰

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری دار الفکر بیروت ۳/۶۸ و ۷۱
کشف الخفاء حدیث ۴۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۵۰

کے سوا اصلاً آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدرِ اوّل کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا، صمت محض بہتوں کو باعثِ پریشان خیالی ہُوا، اطبائے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ:

ان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ۔

اگر اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے۔ (ت)

اقول اس میں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہٖ کوئی شے مطلوب نہیں کہ قولِ خیر عدمِ قول مطلق سے قطعاً افضل ہے ولہذا ارشاد ہوا:

ان لایزال لسانك رطبا من ذکر اللہ[1]

ہمیشہ تمہاری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔ (ت)

اگر شرائع نے اُسے صوم میں رکھا تھا، ہماری شریعت عزا نے اُسے منسوخ فرمادیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے، ہماری شریعت میں وہ مکروہ و لازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ لبعد معین مقصود ہو کر مطلوب ہوا تھا کہ عمل لسان وجہِ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا، اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لئے مخل مقصود ہونے لگا، تحصیل اصل مقصود کے لئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں جہر سے اہلِ تفکر کا ذہن نہ ہٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامۂ ناس غالباً اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

النادر مستثنٰی ولایفرد بحکم[2] کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما۔

نادر مستثنٰی ہے اور اس کا الگ حکم بیان نہیں ہوتا، جیسا کہ فتح القدیر اور رد المحتار وغیرہما میں ہے۔ (ت)

اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی کہ وہ اوقع فی النفوس وادفع للوساوس وانفع للناس ہے ذاکرین کی زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر و سماع کی طرف لاتا ہے، اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہو گئے کہ باوجود قرع و قوت قرع و

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷۳
مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن بسر المازنی الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۸۸

[2] رد المحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۷۲
منتقی شرح ملتقی علی ھامش مجمع الانھر کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۰۰

تکر بھی متاثر نہ ہوں گے، جہل وسُوئے ظن ہے، تو اب ذکر جہر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس ونقیض مقصود شرع ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۵۱ تا ۱۵۳)

(۳) مسئلہ مذکورہ بالا میں بحث کرتے ہوئے جنازہ کے ساتھ حمد ونعت وغیرہ پر مشتمل اشعار پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

ذکرِ موت وذکرِ قبر وذکرِ آخرت وذکرِ انبیاء وذکرِ اولیاء علیہم افضل الصّلوٰۃ والثناء سب ذکرِ الٰہی ہیں، ہم نے اپنی تعلیقات کتاب مستطاب اذاقۃ الاثام میں اس پر بارہ دلائل قائم کئے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں حضور سیدنا حسّان ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور اُن شعروں کو پڑھنا اور حضورِ انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سُننا ثابت ہے اگر یہ اشعار ذکرِ الٰہی نہ ہوتے، مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیونکر ہوتی!

فانما بنیت المساجد لذکر اللہ والصّلوٰۃ[1]

کہ مسجدیں خدا کے ذکر اور نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں (ت)

اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کے لئے اہتمام ہوتا۔ اور یہ محال ہے، لاجرم اشعارِ حمد ونعت وثناء ودُعا ووعظ وپند ذکرِ الٰہی ہیں، اور غناوہ کہ اُن سے جُدا ہو کہ غنا کو آیہ کریمہ ومن الناس من یشتری لہو الحدیث[2] (لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لھو کی بات خریدتا ہے۔ت) میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃً معلوم کہ حمد ونعت ودُعا ووعظ ہرگز لہو الحدیث نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۵۶، ۱۵۷)

(۴) بے نماز شخص کی مذمت اور اس کی نمازِ جنازہ کے بارے میں فرمایا:

جس نے قصدًا ایک وقت کی نماز چھوڑی ہزاروں برس جہنّم میں رہنے کا مستحق ہوا جب تک توبہ نہ کرے اور اس کی قضا نہ کرلے، مسلمان اگر اُس کی زندگی میں اُسے یکلخت چھوڑدیں اس سے بات نہ کریں، اُس کے پاس نہ بیٹھیں تو ضرور وہ اس کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ۲/ ۵۰۳ وصحیح مسلم کتاب الطہارۃ وجوب غسل البول ۱/ ۱۳۸
سنن ابن ماجہ باب الارض یصیبہا البول کیف تغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴
کنز العمال حدیث ۲۰۷۹۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۶۶۲

[2] القرآن الکریم ۳۱/ ۶ [3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ (ت)
مگر بعد موت ہر سُنّی صحیح العقیدہ کو غسل و کفن دینا، اس کے جنازے کی نماز پڑھنا الّا ما استثنیٰ و لیس هٰذا منهم (مگر وہ جن کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں۔ ت) فرض قطعی علی الکفایہ ہے اگر سب چھوڑ دیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہگار و تارکِ فرض و مستحقِ عذاب ہوں گے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

(۵) ایک بے نماز شخص کی بیوی کا جنازہ پڑھنے اور اٹھانے سے انکار کرنے والے اور اس پر آٹھ روپے جرمانہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں فرمایا:
نماز نہ پڑھنا ضرور کبیرہ شدیدہ ہے مگر اُس کا گناہ اُس کی بی بی کے سر باندھنا کون سی شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ[1]۔
کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔ (ت)
آٹھ روپے کہ انھوں نے لئے سخت حرام اور ان کے حق میں مثل سُوئر کے ہیں، اُن پر فرض ہے کہ اُسے واپس کر دیں۔
قال تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۶۷، ۱۶۸)

(۶) نصرانی کا جھوٹا کھانے والے شخص کے جنازے اور اس کے گھر والوں پر تعزیہ کے بارے میں فرمایا:
مسلمان کو نصرانی کا جھوٹا کھانا بہت شنیع و بد ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) لیکن اگر مذہب میں کچھ فرق نہ تھا تو اس بدحرکت سے کافر نہ ہوا مسلمانوں پر اس کی تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز لازم تھی، مگر یہ کام فرض کفایہ ہے بعض نے کر لیا سب پر سے اُتر گیا، ہر مسلمان کا اُن میں شریک ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی نہ کرتا سب گنہگار ہوتے، آئندہ کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ اس فعل میں اس کے گھر والوں کا کوئی قصور نہ تھا اُن پر تعزیہ بیجا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۶۴ و ۱۷/۱۵ و ۳۵/۱۸ و ۳۹/۷
[2] 〃 〃 ۲/۱۸۸

قال اللہ تعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ[1]

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے، کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۶۹)

(۷) مذہب اسلام چھوڑ کر نصرانی ہوجانے والے شخص کا جنازہ پڑھنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ میّت عیاذاً باللہ تبدیل مذہب کرکے عیسائی ہوچکا تھا تو بیشک اُس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین سب حرام تھی۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہٖ[2] ط

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان میں سے جو بھی مرے نہ کبھی ان کی نمازِ جنازہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔(ت)

مگر نماز پڑھنے والے اگر اس کی نصرانیت پر مطلع نہ تھے اور بربنائے علم سابق اسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس تجہیز و تکفین و نماز تک اُن کے نزدیک اس شخص کا نصرانی ہوجانا ثابت ہوا، تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و بے قصور ہیں کہ جب ان کی دانست میں وہ مسلمان تھا اُن پر یہ افعال بجالانے بزعمِ خود شرعاً لازم تھے، ہاں اگر یہ بھی اس کی عیسائیت سے خبردار تھے پھر وہ نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب ہوئے قطعاً سخت گنہ گار اور وبالِ کبیر میں گرفتار ہوئے، جب تک توبہ نہ کریں نماز ان کے پیچھے مکروہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۷۰)

(۸) ضروریاتِ دین کے منکر رافضی کی نمازِ جنازہ کے بارے میں فرمایا:

وہ کافر مرتد ہے اور اس کے جنازہ کی نماز حرام قطعی و گناہِ شدید ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہٖ ط انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون[3]

کبھی نماز نہ پڑھ اُن کے کسی مُردے پر، نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو، انھوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کُفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۷۱)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۶۴ و ۱۷/۱۵ و ۳۵/۱۸ و ۳۹/۷

[2] " " ۹/۸۴ [3] القرآن الکریم ۹/۸۴

(۹) شیعہ کا جنازہ پڑھنے والے حنفی المذہب امام اور اس کی تعزیر کے بارے میں فرمایا:
وہ امام سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، اس نے حکم قرآنِ عظیم کا خلاف کیا،
قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا[۱]
اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اُن کے کسی مُردے کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھو۔ (ت)
تعزیر یہاں، کون دے سکتا ہے، اس کی سزا حاکمِ اسلام کی رائے پر ہے وہ چاہتا تو چھتّر کوڑے لگاتا اور چاہتا تو قتل کر سکتا تھا کہ اس نے مذہب کی توہین کی، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۷۳)

(۱۰) نمازِ جنازہ میں اکیلا شخص بھی صف کے حکم میں ہوگا۔ ایک مفتی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ صف کم از کم دو شخصوں سے بنتی ہے۔ اعلٰحضرت اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
ہمیں مسلّم کہ فی نفسہٖ مستقل صف کم از کم دو کی ہوگی مگر صف یا صفوف کے ساتھ اگر ایک شخص صف جداگانہ کی جگہ ہو تو اس پر بھی ضرور اطلاق صف ہے اور یہی صورت ہمارے اس مسئلہ میں ہے، تو اصل مبنائے انکار ہی ساقط و باطل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:
یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفًّا[۲]
جس دن کھڑے ہوں گے رُوح اور ملائکہ صف باندھ کر۔ (ت)
ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:
الروح ملک فی السماء الرابعۃ وھو اعظم من السمٰوٰت ومن الجبال ومن الملٰئکۃ یسبح اللہ کل یوم اثنی عشر الف تسبیحۃ یخلق اللہ من کل تسبیحۃ ملکا من الملٰئکۃ یجیئ یوم القیٰمۃ صفا وحدہ[۳]
یہ روح فرشتہ آسمانِ رابع میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے، یہ روح (فرشتہ) روزِ قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۸۴
[۲] " ۷۸/ ۳۸
[۳] جامع البیان المعروف تفسیر ابن جریر تحت الآیۃ ۷۸/ ۳۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰/ ۳۰

معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے:

الروح ملك من الملٰئكة ماخلق الله تعالٰی مخلوقا اعظم منه فاذا كان یوم القیٰمة قام وحده صفا وقامت الملٰئكة كلهم صفا واحدا فیكون عظم خلقه مثلهم۔[1]

روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالٰی نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف ہو کر کھڑا ہوگا اور تمام فرشتے مل کر ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۰۲، ۲۰۳)

(۱۱) نماز جنازہ کے فوراً بعد صفیں توڑ کر دُعا مانگنے کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

خود رب العزت عزّوجل ارشاد فرماتا ہے کہ

فاذا فرغت فانصب ۝ والٰی ربك فارغب۔[2]

جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کے ساتھ راغب ہو (ت)

جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلٰوة فانصب اتعب فی الدعاء والٰی ربك فارغب تضرع۔[3]

جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کے ساتھ راغب ہو۔ (ت)

بالجملہ دُعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں، ہاں دفعِ احتمالِ زیادت کو نقضِ صفوف کرلیں، اسی قدر کافی ہے کہ اس کے بعد احتمالِ زیادت کا اصلاً محل نہیں ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۳۲)

(۱۲) بعض فتاوٰی میں ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دُعا کے لئے قیام نہ کرے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

وانا اقول وبالله التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ ت) قیام،

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۷۸/۳۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۴۰۸ و ۴۰۹

[2] القرآن الکریم ۹۴/۷، ۸

[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۹۴/۷ و ۸ اصح المطابع دہلی نصف ثانی ص ۵۰۲

ان کلماتِ علماء میں بمعنی توقف و درنگ ہے کہ ان معنیٰ میں بھی اس کا استعمال شائع،

قال تعالیٰ حسنت مستقرا ومقاما[1] ای موضع قرار، لامحل انتصاب، اذلا محل له، وکذا قوله تعالیٰ حاکیا عن الکفار، یا اهل یثرب لا مقام لکم[2] وقالی تعالیٰ یقیمون الصلوٰة[3] ای یواظبون علیها۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: جنّت کیا ہی عمدہ ٹھکانا اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ مقام کا معنیٰ ہے ٹھہرنے کی جگہ، کھڑے ہونے کی جگہ نہیں اس لئے کہ اس کا موقع نہیں۔ اسی طرح قولِ کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشادِ باری ہے: اے اہلِ یثرب! تمھارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں — اور ارشادِ باری ہے: نماز قائم کرتے ہیں یعنی اس پر مداومت کرتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۴۴)

(۱۳) دعا بعد جنازہ کے بارے میں مزید فرماتے ہیں:

ثم اقول وبالله التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) اب نظر بلند تدقیق پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہوگی کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم دے رہے ہیں۔ آخر نفسِ دعا اصلاً صالح ممانعت نہیں، نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں، شاید کھڑے ہو کر دعا منع ہو، یہ غلط ہے۔

قال الله تعالیٰ یذکرون الله قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبهم[4]۔ وقال تعالیٰ وانه لما قام عبد الله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا[5]۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک جب وہ بندۂ خدا اس کی بندگی کرنے کھڑا ہو۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر وہ جن تہ بہ تہ ٹوٹ پڑیں گے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۴۴)

(۱۴) جگہ کی تنگی کی وجہ سے کچھ لوگ جنازہ میں شریک ہونے سے رہ گئے ان کے بارے میں فرمایا:

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو مسلمان تنگیِ جا کے سبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے انھیں اِن شاء اللہ العزیز ملنے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے: جو جماعت کی نیت سے مسجد کو چلا،

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/۷۶ — [2] القرآن الکریم ۳۳/۱۳
[3] القرآن الکریم ۲/۳ و ۳۱/۴ — [4] القرآن الکریم ۳/۱۹۱
[5] القرآن الکریم ۷۲/۱۹

نماز ہو چکی، اس کے لئے ثواب لکھ دیا گیا۔

قال اللہ تعالیٰ فقد وقع اجرہ علی اللہ۔[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، تو اس کا اجر خدا کے ذمۂ کرم پر ثابت ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۶۳)

(۱۵) کچھ لوگ کفن اور قبر اپنے مرنے سے پہلے ہی تیار کر لیتے ہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:

کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں، اور قبر پہلے سے بنا نا نہ چاہئے کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت)

قال اللہ تعالیٰ وما تدری نفس بای ارض تموت۔[2]

اللہ تعالٰے فرماتا ہے، کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمین میں ہوگی۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۶۵، ۲۶۶)

(۱۶) تکرارِ جنازہ کے عدمِ جواز کے حق میں دلائل دیتے ہوئے قائلینِ تکرار کے ایک استدلال کے رَد میں فرمایا:

ثبوت دیجئے کہ اس واقعہ میں صلٰوۃ بمعنی ارکانِ مخصوصہ تھی، صلٰوۃ علٰی فلان بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع و ذائع ہے۔

قال تعالیٰ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بہا و صل علیھم ان صلٰوتک سکن لھم۔[3]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: اے نبی! مسلمانوں کے مال سے زکوٰۃ تحصیل فرما کر اس کے سبب اے نبی تُو ان کو پاک اور ستھرا کرے اور ان پر صلاۃ کر، بیشک تیری صلاۃ اُن کے لئے چین ہے۔

اِسی آیت کے حکم سے جب لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ حاضر کرتے حضور ان کے حق میں دُعا فرماتے:

اللھم صل علٰی فلان کما رواہ احمد و[4] البخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۰۰ [2] القرآن الکریم ۳۱/۳۴

[3] " " ۹/۱۰۳

[4] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۲۰۳ و کتاب الدعوات ۲/۹۳۷ و ۹۴۱ قدیمی کتب خانہ کراچی
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی الاختلاف فی الصلوٰۃ علٰی غیر النبی الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۲

وابن ماجة وغيرهم عن عبد الله بن ابی اوفیٰ رضی الله تعالیٰ عنهما۔

اے اللہ! فلاں پر رحمت نازل فرما۔ جیسا کہ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اسی طرح آیۂ کریمہ:

ان الله وملٰئكته يصلّون على النبی ط يايها الذين اٰمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليما[1]

بیشک خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے رہتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور خوب سلام بھیجو۔ (ت)

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعلٰی اٰله وصحبه وكل منتم اليه۔

اے اللہ! ان پر درود و سلام اور برکت نازل فرما اور ان کی آل و اصحاب پر اور ان سے ہر نسبت و تعلق رکھنے والے پر بھی۔ (ت)

کریمہ هو الذی یصلی علیکم وملٰئکته[2] (وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔ ت) کریمہ ومن الاعراب من یؤمن بالله والیوم الاٰخر ویتخذ ما ینفق قربات عند الله وصلوٰت الرسول[3] (اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ ت) وغیرہ میں صلوٰۃ بمعنی دُعا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۲۸۱، ۲۸۲)

(۱۷) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اقول وباللہ التوفیق زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق و اقدم خود حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسهم[4]۔

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۳
[3] " ۹/ ۹۹
[4] " ۳۳/ ۶

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم۔ رواہ احمد والشیخان[1] والنسائی و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

توجو نماز قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیر ولی احق نے پڑھی، ولیِ احق اختیارِ ارادہ رکھتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۹۱)

(۱۸) مزید فرمایا:

اقول خود نظرِ ایمانی گواہ ہے کہ کروڑوں صلحاء و اتقیاء کسی جنازہ کی نماز پڑھیں مگر وہ بات کہاں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پڑھنے میں ہے، وہ برکات وہ درجات و مثوبات دوسرے کی نماز میں حاصل نہیں ہوسکتیں، اور حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہ نص قطعی قرآن عظیم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم[2] ہیں کہ ہر مسلمان کی کلفت اُن پر گراں، ایک ایک اُمتی کی بھلائی پر حریص، ہر مومن پر نرم دل مہربان۔ وہ کیونکر گوارا فرمائیں کہ دُنیا میں اُن کے تشریف رکھتے ہوئے مسلمان سخت منزل کا سفر کرے اور ان کی رحمت ان کی برکت کا توشہ اس کے ساتھ نہ ہو اوروں کی نماز ان کی نماز سے کیا مانع ہوسکتی ہے تو اس فعل کا وجہِ خاص ہی ناشئی ہونا ظاہر ولامع، و زید و عمرو کا مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیاس باطل و ضائع۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۰۱، ۳۰۲)

(۱۹) مزید فرمایا:

نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میت کی شفاعت ہے کما قدمنا عن الحدیث (جیساکہ حدیث سے اس کو ہم پیش کر آئے۔ ت) اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ اور اذن اللہ عزوجل کا

---

[1] صحیح البخاری　کتاب الکفالۃ　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/۳۰۸

[2] القرآن الکریم　۹/۱۲۸

قرآن عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے اور صورتِ مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں، ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعوٰی کرے دلیل اس کے ذمّہ ہے۔ ت) لاجرم ان مجتہد صاحب نے بے ثبوت اذنِ الٰہی بارگاہِ عزت میں شفاعت پر جرأت و بیباکی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمان کو بھی اس بلا میں ڈالا اور من یشفع شفاعة سیئة یکن لہ کفل منہا[1] (جو کوئی بری سفارش کرے اسے بھی اس کا حصہ ملے۔ ت) سے حصہ لیا دیا۔

وھذا دلیل ان استقصی ادی الی اثبات المذھب تادیة صریحة ونفی قول کل من خالف فعلیك بتطلیب الصریحة۔

یہ ایسی دلیل ہے کہ اگر اس کی تہ تک جائیں تو صراحۃً اثباتِ مذہب تک پہنچائے اور ہر مخالف کے قول کی تردید کردے تو تصریح کی تلاش تمہارے ذمّے ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۰۴، ۳۰۵)

(۲۰) درود شریف مخفف لکھنے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے، القلم احدی اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم[2] (تو ظالموں نے بدل ڈالی وہ بات جو ان سے کہی گئی تھی۔ ت) میں نہ داخل ہوں۔ نامِ پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۱۴)

(۲۱) غائبانہ نمازِ جنازہ کے مجوزین کی ایک دلیل کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

صلٰوۃ کے ساتھ جب علٰی فلان مذکور ہو ہرگز اس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی، نہ ہو سکتی ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۸۵
[2] ؍؍ ۲/۵۹

قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[1] - اللّٰھم صل وسلم وبارك علیہ وعلیٰ اٰلہ کما تحب وترضی وقال وصل علیھم ط ان صلوتك سکن لھم[2]، وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم صل علیٰ اٰل ابی اوفی[3]۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! ان پر صلوٰۃ بھیجو۔ اے اللہ! اُن پر اور اُن کی آل پر رحمت وسلامتی وبرکت نازل فرما جیسی تجھے محبوب وپسندیدہ ہے۔ اور ارشادِ باری ہے: ان پر صلاۃ بھیج بیشک تیری صلوٰۃ ان کے لئے سکون ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آلِ ابی اوفیٰ پر صلوٰۃ فرما۔ (ت)

کیا اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ الٰہی! تو آلِ ابی اوفیٰ پر نماز پڑھ یا اُن کا جنازہ پڑھ؟ کیا "صلوٰۃ علیہ" شرع میں بمعنی درود نہیں؟ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابیہ نادان قوم ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۶۳)

(۲۲) اگر میّت کو کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کردیا جائے تو اس کے بارے میں حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میّت کو زمین سے نکال سکتا ہے تاہم اگر ایسا نہ کرے تو باعثِ اجر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

یہ اصل حکمِ فقہی ہے (یعنی قبر سے نکال دینا) مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصاً میّت پر رحم دل ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ رحماء بینھم[4]۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ آپس میں رحم دل ہیں (ت)

اگر وہ درگزر کرے گا اللہ عزوجل اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔

الا تحبون ان یغفر اللہ لکم[5]۔

کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمھیں بخشے۔ (ت)

اگر وہ اپنے مردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اس پر احسان کرے گا کما تدین تدان[6] جیسا تم کروگے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵۶ [2] القرآن الکریم ۹/۱۰۳
[3] صحیح البخاری باب ھل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۴۱
[4] القرآن الکریم ۴۸/۲۹ [5] القرآن الکریم ۲۴/۲۲
[6] الاسرار المرفوعۃ حرف الجیم حدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۰۳

ویسا ہی تمھارے ساتھ کیا جائے گا۔ ت) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا من ستر ستره الله[۱] (جو کسی کی پردہ پوشی کرے خدا اس کی پردہ پوشی کریگا۔ ت) اگر وہ اپنے مُردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اس کی زندگی و موت میں اسے احترام بخشے گا۔

الله فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه[۲]

اللہ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۸۰)

(۲۳) کیا ولدالزنا۔ اپنی ماں اور زانی کے لئے فرط ہوگا؟ اس سوال کے محققانہ جواب کے آخر میں فرمایا:

باایں ہمہ اللہ عزوجل پر حکم نہیں کر سکتے،

یفعل الله ما یشاء[۳]، ان الله یحکم ما یرید[۴]۔

اللہ جو چاہے کرتا ہے، بیشک خدا جو چاہے حکم فرماتا ہے۔(ت)

ہاں صبر بجائے خود ایک حسنہ جمیلہ ہے ان الله لایضیع اجر المحسنین[۵] (اور اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کا اجر رائیگاں نہیں کرتا۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۰۳)

(۲۴) مسلمانوں کی قبور پر نجاست ڈالنے یا نجس پانی بہانے سے متعلق ایک سوال کے مفصل جواب کے ضمن میں فرمایا:

مردہ مسلمان کی ایذا ایسی ہے جیسے زندہ مسلمان کی، تو اس پر نجس پانی بہانا کس قدر باعثِ ایذا ہوگا۔ جب زندہ مردہ اس میں برابر ہیں تو کیا یہ شخص روا رکھے گا کہ پاخانے کے بدرو کا پانی اس پر بہایا جائے یا لوگ اس کے سینے اور منہ پر پیشاب کیا کریں یا دھوبی ناپاک کپڑے دھوکر وہ پانی اس کے منہ اور سر پر چھڑک دیا کریں، ہرگز کوئی مسلمان بلکہ کافر اسے اپنے لئے روا نہ رکھے گا، تو میّت مسلمانوں کے لئے ایسی

۱؎ مشکوٰۃ المصابیح باب الشفقۃ علی الخلق قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۲۲

۲؎ صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن 〃 〃 〃 ۲/۳۴۵

۳؎ القرآن الکریم ۱۴/۲۷

۴؎ 〃 ۵/۱

۵؎ 〃 ۹/۱۲۰

سخت ایذا کس دل سے روا رکھی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اٰذٰی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں بسندِ حسن حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

انّ الّذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذاباً مھیناً[2]۔

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۱۱، ۴۱۲)

(۲۵) فرضی قبر بنا کر اُسے ولی اللہ کی قبر مشہور کرنے اور اس کی آمدنی کھانے والے شخص کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

قبر بلا مقبور کی طرف بُلانا اور اس کے لئے وہ افعال (چادریں، مرغ، بکری، مٹھائیاں اور روپیہ پیسہ چڑھانا، مرادیں مانگنا، منتیں ماننا) کرانا گناہ ہے، اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور پھیرنی واجب۔ اس جلسہ زیارتِ قبرِ بےمقبور میں شرکت جائز نہیں، زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد و معاون ہیں سب گنہگار و فاسق ہیں، قال تعالٰی :

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]۔

گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

بلکہ وہ بھی جو باوصفِ قدرت ساکت ہے۔ قال تعالٰی :

کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[4]۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲

[4] " " ۵/ ۷۹

وہ بُرے کام سے ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے، کیا ہی بُرا کام وہ کرتے تھے۔ (ت)
مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہوسکے۔ قرابت اپنے اختیار کی نہیں کہ چاہے رکھے چاہے توڑ دی۔ یونہی مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ بذریعہ نکاح ہوتا ہے اس کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، قال تعالٰی:

بیدہٖ عقدۃ النکاح[1]۔

اسی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (ت)
ہاں عزیز داری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اُس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں یہاں تک کہ باز آئے، اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا مؤثر ہوگا تو یُوں کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۲۶)

(۲۶) قبورِ مسلمین کو مٹا کر مسجد بنانے اور اس سلسلہ میں ایک حدیث سے استدلال کرنے والوں کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:
کہاں قبر کی بلندی کہ حدِ شرعی سے زائد ہو اس کے دُور کرنے کا حکم، اور کہاں یہ کہ قبورِ مسلمین مسمار کرکے ان پر چلیں پھریں اموات کو ایذا دیں، اس پر نماز پڑھ کر گناہ کے مرتکب ہوں، نماز خراب کریں، ارشادِ اقدس لا تصلوا علی قبر[2] (قبر پر نماز نہ پڑھو۔ ت) کی مخالفت کریں اور کہاں قبور مشرکین کھود کر اُن کی نجاست سے زمین پاک کرکے مسجد اقدس کا اس پر بنا فرمانا اور کہاں قبورِ مسلمین کی توہین۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون[3]۔

کیا ہم مسلموں کو مجرموں کی طرح کردیں، تم کیسا حکم کرتے ہو۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۲۸)

(۲۷) قبورِ مسلمین کو منہدم کرتے دیکھ کر منع نہ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:
جو شخص ایسے جرمِ شدید کا مرتکب ہو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدرِ قدرت اُسے روکے، جو اس میں پہلو تہی کرے گا اُسے فاسق کی طرح عذابِ نار ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷
[2] الکامل لابن عدی ترجمہ رشدین بن کریب دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۰۷
[3] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۵، ۳۶

قال تعالیٰ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[1]

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: وہ ایک دوسرے کو بُرے کام سے روکتے نہ تھے، وہ کیا ہی بُرا کام کرتے تھے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۸۰)

(۲۸) مرید نے مزارِ شیخ کے قریب اپنے کچھ مکانات اور زمین بنا رکھی ہے، فرزندِ شیخ اسے جبراً لینا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرزندِ شیخ کا دعوٰی باطل، اور اُسے جبر کا کوئی اختیار نہیں۔

قال تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[2]

باری تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری باہمی رضامندی سے کوئی سودا ہو۔ (ت)

زمین و مکانات و مقبرہ سب ملکِ مرید ہیں اس کے ورثاء کے قبضے میں رہیں گے۔ مرید پر شیخ کا مالی استحقاق بمعنی وجوب شرعی بحیثیت شیخیت نہیں، اگرچہ طریقۃً وہ اور اس کا مال سب گویا اس کے شیخ کا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۸۱)

(۲۹) کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانے کو فسق و بدعت کہنے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر بغرض حاضرینِ وقت فاتحہ خوانی یا تلاوتِ قرآن عظیم و ذکرِ الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔

وقد عھد تعظیم التلاوۃ والذکر وتطییب مجالس المسلمین بہ قدیما وحدیثا۔

اور تلاوت و ذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانۂ قدیم و جدید میں متعارف ہے۔ (ت)

جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصولِ مردودۂ وہابیت پر مرتا ہے۔ بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے، اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[3]، قل آللہ اذن

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۷۹
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

لکم ام علی اللہ تفترون[1]

تم کہو اپنی دلیل لاؤ اگر سچے ہو، تم کہو کیا خدا نے تمھیں اذن دیا ہے یا اللہ پر افترا کرتے ہو (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۴۸۳)

(۳۰) مزاراتِ اولیاء اللہ پر روشنی کرنے کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے اور منکرین کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

اقول ظاہر ہے کہ روشنی دلیلِ اعتناء ہے اور اعتناء دلیلِ تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ دلیلِ ایمان و موجب رضائے رحمان عز جلالہ۔ قال اللہ عزوجل:

ومن یعظم شعائراللہ فانہا من تقوی القلوب[2]۔

جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

وقال تبارک وتعالٰی:

ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیرلہ عند ربہ[3]۔

جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۴۹۱، ۴۹۲)

(۳۱) اسی سلسلہ میں مزید دلائل دیتے ہوئے اور الحدیقۃ الندیہ کی عبارت سے مخالفین و منکرین کے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) امام ممدوح قدس سرہٗ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا زید کے اس بے معنی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے" غلطی ظاہر فرمادی کہ ان پہلے تین فوائد عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزاراتِ اولیاء کرام کی تخصیص فرمائی، نیز اس کا جواب ائمہ سلف دے چکے جن کا ارشاد مجمع بحار الانوار سے گزرا کہ مزاراتِ اولیاء کرام و علمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے، عوام و فساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی!

اقول آدمی اگر آیہ کریمہ ذٰلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین[4] (وہ اس سے زیادہ قریب ہے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۵۹

[2] " ۲۲/۳۲

[3] " ۲۲/۳۰

[4] " ۳۳/۵۹

کہ ان کی پہچان ہوجائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے ۔ ت) کی حکمتِ جلیلہ سے آگاہ ہو جس سے وجہ استنباط طوالع النور میں مذکور، تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے ۔

(۲) امامِ ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس سوال کا کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق و فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے" جواب ارشاد فرمایا کہ :

تعظیما لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ[1] الخ

یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک و توسل کرو کہ تمھاری دعا مستجاب ہو ۔

(۳) امام ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس توہم و تعبد کا بھی علاج فرمادیا کہ تعظیما لروحہ (ان کی رُوح کی تعظیم کے لئے ۔ ت) معاذاللہ! یہ اُن کی عبادت نہیں ان کی روح پاک کی تعظیم ہے ۔ ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو نصوصِ قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے ۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی :

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[2] ط

ہم نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو ۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی :

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الٰی قولہ عزوجل فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون[3]

وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمّی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی تو جو اُس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کے ساتھ جو نور اترا اس کے پیرو ہوں وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے ۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی :

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

[3] " ۷/ ۱۵۷

لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنٰت تجری من تحتھا الانھر[1]

بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لئے قرضِ حسن دو تو ضرور میں تمھارے گناہ تم پر سے اُتار دوں گا اور ضرور تمھیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔

بلکہ قرآن عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ[2]

اور جُھکا دو تم اُن (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے۔

کیا معاذ اللہ قرآن عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے!

(۴) امامِ ممدوح قدس سرہ نے شبہۂ تعظیمِ قبر کا بھی جواب فرما دیا کہ:

تعظیما للروحہ الیٰ قولہٖ قدس سرہٗ والاعمال بالنیات[3]

یعنی تعظیمِ خشت وگِل نہیں بلکہ رُوحِ محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلا شبہہ محمود ہے اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے، گویا اپنے نورِ باطن سے ادراک فرما لیا تھا کہ زید وامثالہ کو یہ شبہات عارض ہوں گے، سب کا جواب ان دو۲ لفظوں میں فرما دیا کہ تعظیماً للروحہ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۹۶، ۴۹۷)

(۳۲) مزید فرمایا:

جب زید کے نزدیک وہ تعبّد ہے تو قطعاً شرک ہوا، اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ[4] (بیشک اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔) پھر اس جُملہ کا کیا محل رہا کہ "خدا معاف کرنے والا ہے۔" (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۹۸)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۲

[2] " ۱۷/ ۲۴

[3] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[4] القرآن الکریم ۴/ ۴۸

(۳۳) مزید فرمایا:

سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے تتخذون علیھم مساجد کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا، حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں مثلاً تتخذون مصانع[1]، انعمت علیھم[2]، ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ[3]۔ مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہیں نہیں۔ سورۂ کہف میں یوں ہے:

قال الذین غلبوا علٰی امرھم لنتخذن علیھم مسجداً[4]

وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے (ت)

پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انوکھی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں، اُن کے صفحے بنالیتے ہیں، ان کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں، اور اکابر اولیائے کرام وعلمائے عظام کی طرف نسبت کردیتے ہیں۔ دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النقی" اور اس کے رد میں العذاب البئیس وغیرہ تحریرات کثیرہ۔ ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۰۲، ۵۰۳)

(۳۴) آیت کریمہ لنتخذن علیھم مسجداً میں ضمیر جانب اصحابِ کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں تو مجاز متعین ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۱۴)

(۳۵) مزید فرمایا:

رہی تیسری وجہ کہ وہ آثارِ جہنم سے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اقول اس کی غایت ایک تفاول ہے، وہ اس قابل نہیں جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو، تو یہ اس کی توجیہ نہیں ہوسکتی، شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثارِ جہنم سے ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

یصب من فوق رؤسھم الحمیم[5]

اس (جہنمی) پر ان کے سروں کے اوپر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۱۲۹
[2] القرآن الکریم ۱/۷
[3] القرآن الکریم ۲۲/۴۰
[4] القرآن الکریم ۱۸/۲۱
[5] القرآن الکریم ۲۲/۱۹

حالانکہ وہ شرعاً مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے:

یصب علیہ ماء مغلی بسدر ان تیسر والا فماء خالص[1]

اس (میّت) پر بیری میں جوش دیا ہوا پانی بہایا جائے اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۱۸)

(۳۶) مزید فرمایا:

اگر ان کی روحِ کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو اب نہ اسراف ہے کہ نیتِ صالحہ موجود ہے۔ نہ تعظیمِ قبر، بلکہ تعظیمِ روحِ محبوب، اور وہ شرعاً بلاشبہہ مطلوب۔ امام اجل تقی الدین سبکی و امام نور الدین سمہودی و امام عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اُسے تعظیمِ قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیمِ روحِ ولی۔ محض خراف و بدگمانی و حرام بنصِ قرآنی ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالٰی:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا[2]

اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بیشک کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ (ت)

وقال اللہ تبارک و تعالٰی:

یٰایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]

اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہہ بعض گمان گناہ ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۲۰)

(۳۷) مزار کے چوکھٹ کو چومنے اور دست بستہ اُلٹے پاؤں واپس آنے کے بارے میں فرمایا:

آستانہ بوسی میں حرج نہیں، اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی، اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی، قال اللہ تعالٰی ان

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰
[2] القرآن الکریم ۱۷/۳۶
[3] 〃 ۴۹/۱۲

الحکم الا للہ[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ ت) ہاتھ باندھے اُلٹے پاؤں واپس آنا ایک طرزِ ادب ہے، اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں، ہاں اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۲۸)

(۳۸) صاحبِ قبر کا حال معلوم نہ ہو تو اس کی زیارت کیسی؟ اس سلسلہ میں فرمایا:

جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبرِ مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب۔ اور قبرِ کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصالِ ثواب کا قصد کفر۔

قال اللہ تعالٰی ولا تقم علٰی قبرہٖ[2]، وقال تعالٰی ومالہ فی الاٰخرۃ من خلاق[3]، وقال تعالٰی ان اللہ حرمہما علی الکافرین[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہونا۔ اور فرمایا: اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا: بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا۔ (ت)

تو جو امر سنّت و حرام یا مستحب و کفر میں متردّد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۳۳)

(۳۹) قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانے کی منت ماننے کے بارے میں فرمایا:

یہ منّت کوئی شرعی نہیں اذلیس فی جنسہ واجب (اس لئے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں۔ ت) ہاں پھول چڑھانا حسن ہے کما تقدم (جیسا کہ گزر چکا۔ ت) اور قبورِ اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم پر چادر بقصدِ تبریک ڈالنا مستحسن ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین[5]

وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچان ہو جائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۳۳)

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/۴۰
[2] القرآن الکریم ۹/۸۴
[3] 〃 ۲/۱۰۲ و ۲۰۰
[4] 〃 ۷/۵۰
[5] 〃 ۳۳/۵۹

(۴۰) مروّجہ فاتحہ دلانے کے بارے میں فرمایا:

کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میّت کو پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا، تو جس چیز سے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[1]۔

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۹۳)

(۴۱) اہلِ میّت کی طرف سے ضیافت میں تیار کردہ کھانے کے بارے میں فرمایا:

جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیّت پر اعانت گناہ۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۰۴)

(۴۲) جمعہ کے دن فوت ہونے والا جب عذابِ قبر سے مأمون ہے تو پھر اس کے لئے ایصالِ ثواب کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

یہ خیال کہ جب وہ بحکمِ حدیث ان شاء اللہ العزیز فتنۂ قبر سے مأمون ہے کہ اس مسلم کی موت روزِ جمعہ واقع ہوئی خصوصًا وہ خود ہی صالحین سے تھا تو اب ایصالِ ثواب کی کیا حاجت، محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصالِ ثواب جس طرح منعِ عذاب یا رفعِ عقاب میں باذن اللہ تعالٰی کام دیتا ہے یونہی رفعِ درجات و زیادتِ حسنات میں، اور حق سبحانہٗ وتعالٰی کے فضل اور اس کی زیادت و برکت سے کوئی غنی نہیں۔

قال تعالٰی للذین احسنوا الحسنٰی وزیادۃ[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: نکوکاروں کے لئے بھلائی ہے اور مزید بھی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۰۷)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷ [2] القرآن الکریم ۵/ ۲

[3] " " ۱۰/ ۲۶

(۴۳) کھانے کو سامنے رکھ کر بزرگوں کی مشترکہ یا الگ الگ فاتحہ دلانے کے بارے میں فرمایا:
ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز، اور جُدا جُدا دلائیں تو جائز، جیسے حیاتِ دنیا میں۔
لیس علیکم جناح ان تأکلوا جمیعا او اشتاتا[1]
تم پر حرج نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جُدا جُدا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۱۱)

(۴۴) حیاۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسے رونق افروزیِ دنیا کے زمانہ میں تھے، اُن کی موت ایک آن کے لئے تصدیق وعدہ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت[2] (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ت) کے واسطے ہوتی ہے، پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیاتِ حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۱۲)

(۴۵) متعدد افراد کو ایصال ثواب کیا جائے تو تقسیم ہو جاتا ہے یا سب کو پورا ملتا ہے نیز نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانۂ ثواب پیش کرنے کے بعد آپ کے طفیل تمام انبیاء و اولیاء، مؤمنین و مومنات کو ایصال ثواب کرنا چاہے گزر گئے ہوں یا زندہ موجود ہوں جائز ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:
بحر الرائق میں ہے:
لا فرق بین ان یکون المجعول لہ میتا او حیا[3]
اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس دوسرے کے لئے اپنا ثواب ہدیہ کرے وہ وفات پا چکا ہو یا زندہ ہو(ت)
جو کچھ اللہ چاہے، قال اللہ تعالٰی:
ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الاٰخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشکرین[4]
جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اسے اس میں سے دیں گے، اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا فرمائیں گے اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۶۱
[2] القرآن الکریم ۳/۱۸۵
[3] بحر الرائق باب الحج عن الغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۵۹
[4] القرآن الکریم ۳/۱۴۵

اور فرماتا ہے عزّ وجل :

من کان یرید العاجلة عجّلنا له فیها ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا له جهنم یصلیها مذموما مدحورا ۝ ومن اراد الاٰخرة وسعی لها سعیها وهو مؤمن فاولٰئك کان سعیهم مشکورا[1]

جو دُنیا چاہے ہم اس میں سے جتنا چاہیں جس کیلئے چاہیں یہاں دے دیں پھر اس کے لئے جہنم رکھیں اس میں بیٹھے مذمتیں ہوتا، دھکّے دیا جاتا۔ اور جو آخرت چاہے اس کی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان، تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۲۲، ۶۲۳)

(۴۶) سوال آیا کہ یہ کہنا شرعًا کیسا ہے جو شخص عرس کرے اور عرس کی شیرینی کھائے اس پر بلا شبہہ جنت مقام اور دوزخ حرام ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا :

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسا پر یہ حکم لگا سکیں، تو یہ تَقَوُّل علی اللّٰہ (اللہ تعالیٰ پر اپنی طرف سے لگا کر کچھ بولنا۔ ت) ہوا اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عهدا[2]۔

کیا اس نے غیب دیکھ لیا ہے یا رحمان کے یہاں کوئی عہد کر رکھا ہے۔ (ت)

قال تعالیٰ :

اتقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون[3]۔

کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ۶۴۲، ۶۴۳)

(۴۷) قرآن خوانی کی اُجرت کے طور پر کھانا کھلانے اور کھانے کے بارے میں فرمایا :

کھلانے والا جانتا ہو اُن کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے، تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ لا تشتروا بآیتی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۸، ۱۹

[2] ایضاً ۱۹/ ۷۸

[3] ایضاً ۷/ ۲۸

ثمنًا قليلاً[1] (میری آیتوں کے بدلے حقیر مالِ دُنیا نہ لو۔ ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۴۴)

(۴۸) کافر و رافضی کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو انھیں ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں فرمایا:

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک، جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریاتِ دین ہیں، اُسے ہرگز کسی طرح کسی فعلِ خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

قال اللہ تعالیٰ وماله فی الاٰخرة من خلاق[2]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔ (ت)

اور انھیں ایصال ثواب کرنا معاذاللہ خود راہِ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوصِ قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلی انھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو ورنہ انکو اذا مثلھم یہ بھی انھیں میں شمار ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۴۸)

(۴۹) ایک نام کے دو آدمی ہوں تو کیا غلطی سے ایک کے بجائے فرشتے دوسرے کی روح قبض کر لیتے ہیں؟ اس کے بارے میں فرمایا:

یہ محض غلط ہے، اللہ کے فرشتے اُس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔

قال اللہ تعالیٰ ویفعلون مایؤمرون[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فرشتے وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم ہوتا ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۵۹)

(۵۰) میت والوں کی طرف سے شادیوں کی مثل روزِ وفات اور اس کے بعد چہلم تک رشتہ دار عورتوں کی ضیافت کرنے کے بعد شناعتیں اور قباحتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے، یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے، نہ اُن سے اس کا اذن لیا جاتا ہے، جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا ط وسیصلون سعیرا[4]

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۱ [2] القرآن الکریم ۲/۱۰۲ و ۲۰۰

[3] 〃 ۱۶/۵۰ [4] 〃 ۴/۱۰

مالِ غیر میں بے اذنِ غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۶۴، ۶۶۵)

(۵۱) منکرینِ سماعِ موتٰی آیت کریمہ "انك لا تسمع الموتٰی" سے جو استدلال کرتے ہیں اس کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا:

جواب اوّل: آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے، نہ نفیِ سماع۔ پھر اسے محلِ نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیہ کریمہ انك لا تھدی من احببت[1] ہے۔ اسی لئے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء[2] یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا: انّ اللّٰہ یسمع من یشاء[3] (بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ ت) وہی حاصل ہوا کہ اہلِ قبور کا سُننا تمھاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

فالاٰیۃ من قبیل "انك لا تھدی من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء"[4]

یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ (ت)

جواب دوم: نفیِ سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سُنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنٰی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سُنتا تو ہے مانتا نہیں۔ اور سننے سے اُسے نفع نہیں ہوتا۔ آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفّار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیہ کریمہ لا تسمع الموتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

ان تسمع الّا من یؤمن باٰیٰتنا فھم المسلمون۝[5]

تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶ [2] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶

[3] 〃 ۳۵/ ۲۲

[4] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ 519

[5] القرآن الکریم ۲۷/ ۸۱

اور پُر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگیِ دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام، آلٰئٰن وقد عصیت قبل[1] (کیا اب، جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ ت) تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں۔ یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرۃ انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الاٰیتین بمعنی السماع النافع وقد اشار الی ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ؎

سماع موتٰی کلام الخلق قاطبۃ
جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب
واٰیۃ النفی معناھا سماع ھدی
لایقبلون و لا یصغون للادب[2]

دونوں آیت میں جس سُننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماعِ نافع کے معنٰی میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے:

مُردوں کا کلامِ مخلوق سُننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔ اور آیتِ نفی کا معنٰی سماعِ ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں کرتے۔ (ت)

امام ابو البرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیۂ سورۃ فاطر فرمایا:

شبہ الکفار بالموتٰی حیث لاینتفعون بمسموعھم[3]

کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ جو سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (ت)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

النفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع[4]

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۹۱
[2] السیرۃ الحلبیۃ باب غزوۃ بدر الکبرٰی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۲/۱۸۲
[3] تفسیر مدارک التنزیل تحت الآیۃ ۳۵/۲۲ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۳/۳۳۹
[4] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۷/۵۱۹

مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ ان کا سُننا نفع بخش نہیں ہوتا۔(ت)

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی، مگر کس سے، مُوتٰی سے، موتٰی کون ہیں؟ ابدان کہ رُوح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات بعونہٖ تعالےٰ تمہید و فصل اول و دوم، نوع اول، مقصد سوم میں آئیں گی — ہاں کس سے نفی فرمائی؟ من فی القبور سے، یعنی جو قبر میں ہے — قبر میں کون ہے؟ — جسم، کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقاماتِ عز و اکرام میں ہیں جس طرح ارواحِ کفار سجّین یا نار یا چاہِ وادیِ برہوت وغیرہا مقاماتِ ذلت و آلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی و هو الروح[1]

ہم یہ دعوٰی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سُننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سُننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو رُوح ہے۔(ت)

شاہ عبدالقادر صاحب برادرِ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں:

حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں، بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی رُوح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سُن سکتا ہے[2]۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۷۰۰ تا ۷۰۲)

(۵۲) بعد از موت مومن کو تلقین کرنے کے بارے میں ایک شبہہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلّم کہ وہ وقت ہول و دہشت کا ہے، ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میّت کا قوی ہوگا، ڈھارس بندھے گی، وحشت گھٹے گی۔

قال اللّٰہ تعالٰی الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب[3]۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل۔

---

[1] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۰۹

[2] موضح القرآن تحت الآیۃ ۳۵/۲۲ ناشرانِ قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور ص ۶۹۷

[3] القرآن الکریم ۱۳/۲۸

اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لئے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔[1]

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۷۸۵)

(۵۳) وہابیہ کا حدیث پہ عمل کس نوعیت کا ہے، اس سلسلے میں فرمایا:

بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارۂ صدقات ارشاد فرمائے کہ:

ومنہم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منہا رضوا و ان لم یعطوا منہا اذا ہم یسخطون[2]

ان میں کوئی وہ ہے جو صدقات کے بارے میں تم پر عیب لگاتا ہے، اگر انھیں ان میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہوجائیں اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوجائیں۔ (ت)

ارشادات حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں بڑے متبع حدیث ہیں، ورنہ خفا۔ حدیث کی طرف سے رو در قفا۔ اب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول (رسول کی طرف آؤ۔ ت) کون سنتا ہے کسے قبول۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۴۲، ۸۴۳)

(۵۴) علم و ادراک صفت جانِ پاک ہے نہ کہ وصفِ مشتِ خاک، اس پہ دلائل قائم کرتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ عزوجل:

ماکذب الفؤاد ماراٰی[3] علی القول المختار ان المراد بالرؤیۃ بحاسۃ البصر۔

دل نے غلط نہ کہا اُسے جو آنکھ نے دیکھا۔ یہ معنیٰ قولِ مختار کی بنیاد پر ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد حاسۂ نگاہ سے دیکھنا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۴۷)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داود باب اثبات عذاب القبر الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۶

[2] القرآن الکریم ۹/ ۵۸

[3] ؍؍ ۵۳/ ۱۱

(۵۵) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا :

اقول اس معنیٰ پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم، قرآن عظیم و اجماعِ عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع و بصیر ہے۔

قال اللہ تعالٰی انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیشک ہم نے آدمی کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اُسے جانچیں، پھر ہم نے اُسے سُننے دیکھنے والا بنا دیا۔ (ت)

اور عقلاً و نقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع و بصیر فرمایا چشم و گوش نہیں اور باقی اعضاء کا سمع و بصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر، تو وہ نہیں مگر رُوح۔ ولہذا قرآن مجید فرماتا ہے :

أَلهم ارجل یمشون بها، ام لهم اید یبطشون بها، ام لهم اعین یبصرون بها ام لهم اٰذان یسمعون بها۔[2]

کیا اُن کے پاس پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔ (ت)

افعال و سمع و بصر کی اضافت صاحبِ جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی، ثابت ہوا کہ فاعل و سامع و بصیر رُوح ہے اور بدن صرف آلہ۔ اسی طرح تمام نصوص احوالِ برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیرہ فصول سابقہ میں گزرا، سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے، ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبتِ ادراکات ہوتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وتعیها اذن واعیۃ۔[3]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے : اور کوئی سمجھ والا کان اسے سمجھے۔ (ت)

معالم میں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۷۶/ ۲
[2] " ۷/ ۱۹۵
[3] " ۶۹/ ۱۲

قال قتادة اذن سمعت و عقلت ما سمعت[1]۔

حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جو سُنے اور سُنی ہوئی بات کو سمجھے۔(ت)

مدارک میں ہے:

قال قتادة وھی اذن عقلت من الله تعالٰی و انتفعت بما سمعت[2]۔

حضرت قتادہ نے فرمایا: وہ کان جس نے خدا تعالٰی سے کلام کو سمجھا اور سُنی ہوئی بات سے فائدہ اٹھایا۔(ت)

یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی رُوح پر اطلاقِ اذن، کما فی قوله تعالٰی قل اذن خیر لکم[3] (جیسا کہ اس ارشادِ باری میں: فرماؤ تمھارے لئے وُہ بھلائی کے کان ہیں۔ ت)

نعمائے جنت کی حدیث میں ہے:

مالا عین رأت ولا اذن سمعت[4]۔

جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۴۹، ۸۵۰)

(۵۶) رُوح و جسم دونوں کی صفات کی نسبت انسان کی طرف ہوتی ہے اس پہ دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

قرآن و احادیث نصوص شرعیہ و محاوراتِ عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح و جسم دونوں نسبت کی جاتی ہیں۔

قال الله تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سلٰلة من طین ٥ ثم جعلناه نطفة فی قرار مکین (الٰی قوله سبحانه) فتبارك الله احسن الخالقین[5]، وقال عزوجل واذ قال ربك للملٰئكة انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون ٥ فاذا سویته

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیة ۶۹/۱۲ دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۳۵۶

[2] تفسیر النسفی المعروف بہ مدارک التنزیل " دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۹/۶۱

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/۳۱۳

[5] القرآن الکریم ۲۳/۱۲ و ۱۳ و ۱۴

ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین[1] ۵ وقال تبارك اسمہ انا خلقناھم من طین لازب[2]، وقال جل جلالہ یایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام مانشاء الٰی اجل مسمّی[3] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا، پھر اسے ایک عزت والی قرارگاہ میں ٹھہرایا (تاارشادِ ربانی) تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ اور فرماتا ہے: یاد کرو جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بیشک میں بدبودار گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں تو جب میں اُسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی معزز رُوح پھونک دُوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گرجانا۔ اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان کو چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ اور فرماتا ہے: اے لوگو! اگر تمھیں بعث سے متعلق کچھ شک ہے تو بیشک ہم نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر پانی کی بُوند سے، پھر خونِ بستہ سے، پھر پارہ گوشت سے مکمل اور نامکمل، تاکہ تم پر ہم روشن کردیں، اور جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں ٹھہرائیں الآیۃ (ت)

ظاہر کہ کھنکھناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی، پھر پانی کے قطرے، پھر خون کی بُوند، پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدتِ معین تک ٹھہرنا، ٹھیک ہونے کے بعد اس میں رُوح کا پھونکا جانا، یہ سب احوال[ع] واطوار بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عز مجدہ وحملھا الانسان ط انہ کان ظلوما جھولا[4]، وقال تعالٰی شانہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ، بلٰی قٰدرین علٰی ان نسوی بنانہ، بل یرید الانسان لیفجر امامہ، یسئل ایان یوم القیٰمۃ "الٰی قولہ جل ذکرہ" یقول الانسان یومئذ این المفر[5] "الٰی قولہ جلت عظمتہ" ینبؤا الانسان

[ع] خصوصًا اخیر کہ غیر بدن کے لئے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۸ و ۲۹
[2] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۱
[3] " " ۲۲/ ۵
[4] " " ۳۳/ ۷۲
[5] " " ۷۵/ ۳ تا ۱۰

یومئذ بما قدم و اخر ○ بل الانسان علٰی نفسه بصیرۃ ○ ولو القی معاذیرۃ ○[1]

خدائے عزوجل فرماتا ہے: اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔ اور فرماتا ہے: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے، کیوں نہیں، ہم قادر ہیں کہ اس کے پور برابر کردیں، بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے آگے بے حکمی کرے، پوچھتا ہے کب ہے قیامت کا دن (تا ارشاد:) انسان کہتا ہے اس دن مفر کہاں (تا ارشاد ربانی:) اس دن انسان کو بتادیا جائے گا جو اس نے آگے کیا اور پیچھے کیا، بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب دیکھنے والا ہے اگرچہ اپنے عذر سامنے لائے۔ (ت)

واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم وجہل وحسبان و ارادہ وسوال وکلام و اعلام ومعرفت ومعذرت یہ سب صفات وافعال رُوح سے ہیں، یُونہی فجور بھی۔

قال عز مجدہ ونفس وما سوّٰھا ○ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا۔[2]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس کے دل میں اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری ڈالی۔

انھیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اس کے لئے مذکور۔

قال عزشانہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا۔[3]

باری تعالٰے فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے بنایا کہ اسے آزمائیں، پھر ہم نے اسے سُننے والا دیکھنے والا بنایا۔

مرد و زن کے ملے ہُوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف و آزمائش رُوح کی ہے اور وہی شنوا وبینا۔

وقال تعالٰی ذکرہ اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ○ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ[4] الاٰیۃ

---

[1] القرآن الکریم ۷۵/ ۱۳ تا ۱۵
[2] القرآن الکریم ۹۱/ ۷، ۸
[3] " " ۷۶/ ۲
[4] " " ۳۶/ ۷۷، ۷۸

ارشادِ باری ہے : اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ کھُلا جھگڑنے والا ہے اور اس نے ہمارے لئے مثل بنائی اور اپنی تخلیق کو بھول گیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۵۷ تا ۸۵۹)

(۵۷) مزید فرمایا:

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی فی سورۃ النحل خلق الانسان من نطفة فاذا ھو خصیم مبین[1] فرماتے ہیں:

اعلم ان الانسان مرکب من بدن ونفس فقولہ تعالٰی (خلق الانسان من نطفة) اشارة الی الاستدلال ببدنه علی وجود الصانع الحکیم وقوله تعالٰی (فاذا ھو خصیم مبین) اشارة الی الاستدلال باحوال نفسه علی وجود الصانع الحکیم[2] الخ۔

معلوم ہو کہ انسان بدن اور رُوح سے مرکب ہے، تو ارشادِ باری (انسان کو نطفے سے پیدا کیا) بدنِ انسان سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے۔ اور ارشادِ باری (پھر جبھی وہ کھُلا جھگڑنے والا ہے) روحِ انسان کے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے الخ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۶۲، ۸۶۳)

(۵۸) امام ابو طاہر علیہ الرحمہ کی ایک عبارت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

فاقول لیس یرید رحمه الله تعالٰی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت الٰی حین البعث لیس بانسان، ومعاذ الله ان یریدہ وھو قول اھل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لا یکون الروح البرزخی المتصل بالبدن اتصالا فی فراق انسانا، ومعلوما قطعا ان الانسان ھو الذی کان اٰمن وکفر واحسن وفجر، وبدیھی ان غیر الانسان، غیر الانسان افینعم من لم یعمل ویعذب من لم یعص والله تعالٰی یقول عنھم یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا[3] فافاد ان المبعوثین فی الحشر ھم الراقدون فی القبر ومعلوم ان المحشورین فی العقبٰی ھم الکائنون فی الدنیا فالانسان ھو ھو فی الدور الثلث لم یزل

[1] القرآن الکریم ۱۶/۴

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۱۶/۴ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹/۱۷۸

[3] القرآن الکریم ۳۶/۵۲

عن انسانیۃ ولم ینسلخ عن حقیقتہ، وقال تعالٰی النار یعرضون علیہا[1]، وانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فہم المعروضون علی النار لاغیرھم، وقال تعالٰی قتل الانسان ما اکفرہ الی قولہ عزوجل ثم اماتہ فاقبرہ[2] فالاقبار بعد الاماتۃ وقد ارجع الکنایۃ فیہ الی الانسان فثبت ان المیت المقبور لیس الا انسانا، وبالجملۃ ففی الدلائل علی ھذا کثرۃ لامطمع فی احاطتہا۔

وانما اراد التنبیہ علی ان الانسان لیس بمعزول اللحاظ عن شیئ من الروح والبدن فالجسد اذا بطلت صورتہ بالموت وزالت عنہ المعانی لخروج الروح عنہ لایسمی ذٰلک الجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبلہ عن فالمکان الاتصال کما سیأتی وکذا الروح المجرد من حیث ھو مجرد لایسمی انسانا وانما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم من ان یکون دنیویا او اخرویا او برزخیا ھکذا ینبغی ان یفہم ھذا المقام، واللہ سبحانہ ولی الانعام۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ ت) امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کی مراد یہ نہیں کہ انسان موت سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اور عالمِ برزخ میں از دمِ موت تا وقتِ بعث جو ہوتا ہے وہ انسان نہیں ــــ اللہ کی پناہ کہ یہ ان کی مراد ہو ــــ جبکہ یہ بد مذہبوں کا قول ہے اور قطعی دلائل سے متصادم ہے ــــ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وُہ روحِ برزخی انسان نہ ہو جو بدن سے فراق کے ساتھ ایک اتصال بھی رکھتی ہے ــــ اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ انسان وہی ہے جس سے ایمان و کفر اور نیکی و بدی کا صدور رہا ــــ اور بدیہی ہے کہ غیر انسان، غیر انسان ہے تو کیا انعام اُسے ہوتا ہے جس نے عمل نہ کیا، اور عذاب اُسے ہوتا ہے جس نے معصیت نہ کی؟ ــــ حالانکہ اللہ تعالٰی اُن کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ وہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہماری خواب گاہ سے ہمیں اٹھایا، اس سے افادہ ہوا کہ حشر میں جو اٹھائے جانے والے ہیں وہی قبر میں سونے والے ہیں ــــ اور معلوم ہے کہ آخرت میں جو اٹھائے جائیں گے وہ وہی ہیں جو دنیا میں تھے ــــ تو انسان تینوں مقامات میں وہی انسان ہے، کسی وقت وہ انسانیت سے جُدا اور اپنی حقیقت سے خارج نہ ہوا ــــ اور باری تعالٰی فرماتا ہے: وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۴۶ [2] القرآن الکریم ۸۰/ ۱۷ تا ۲۱

ضمیران ہی لوگوں کی طرف لوٹائی جو مذکور ہوئے تو آگ پر پیش کئے جانے والے وہی ہیں، غیر نہیں۔ اور ارشادِ باری ہے: انسان مارا جائے کتنا بڑا ناشکرا ہے (تا ارشادِ باری:) پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھا — تو قبر میں رکھنا موت دینے کے بعد ہوا، اور ضمیر اس میں بھی انسان ہی کی طرف لوٹائی تو ثابت ہوا کہ میّت جو قبر میں ہوتا ہے وہ انسان ہی ہے — بالجملہ دلائل اس بارے میں بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی طمع نہیں۔

امام موصوف نے بس اس بات پر تنبیہ فرمانا چاہا ہے کہ رُوح اور بدن دونوں میں کسی سے بھی انسان لحاظ میں جُدا نہیں — تو جسم کی صورت جب موت کی وجہ سے باطل ہو جائے اور اس سے روح نکل جانے کے باعث معانی اس سے زائل ہو جائیں تو اُس خالی جسم کو انسان نہیں کہا جاتا، جبکہ اُس سے پہلے عرفاً کہا جاتا تھا کیونکہ اتصال تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے — اسی طرح روح مجرد کو اس حیثیت سے کہ وہ مجرد ہے انسان نہیں کہا جاتا — انسان تو مجموعۂ روح و بدن ہے — یعنی وہ روح جس کے ساتھ بدن سے اتصال کا لحاظ ملحوظ ہے خواہ وہ اتصال دُنیوی ہو یا اُخروی یا برزخی — اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیئے، اور خدائے پاک ہی مالکِ انعام ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۶۶ تا ۸۶۸)

(۵۹) مزید فرمایا:

ہم سُنتا، دیکھتا، بولتا، چلتا پھرتا، کام کرتا بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ۔ لہذا بدن پر اطلاقِ انسان حقیقتِ عرفیہ[ع] قرار پایا، اور وہی تمام صفات و افعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآنِ عظیم بھی مطابقتِ عرف پر اترا۔

قال تعالیٰ انه لحق مثل ما انکم تنطقون[1]

ع عرف تو عرف اس شدّتِ اختلاط و عدمِ تمایز بحدِ اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں، وہ بھی کہاں، خاص مقامِ تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوانِ ناطق، حالانکہ حیوانیت بدن کے لئے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق و مدرک روح، بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں خلط ہے، جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس و مرید روح ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/۲۳

باری تعالٰے فرماتا ہے : بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ (ت)
اب نہ تجوز ہے نہ استخدام۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۷۰)

(۶۰) ارشادِ خداوندی "من ای شیئ خلقه من نطفة خلقه" سے منکرین کا استدلال اور امام رازی کی طرف سے اس کا جواب ذکر کرنے کے بعد فرمایا :

اقول وهذا الجواب احسن مما قدم قبله حيث قال، فان قالوا هذه الآية حجة عليكم لانه تعالٰى قال "ولقد خلقنا الانسان من سلٰلة من طين" وكلمة من للتبعيض وهذا يدل على ان الانسان بعض من ابعاض الطين، قلنا كلمة "من" اصلها لابتداء الغاية كقولك خرجت من البصرة الى الكوفة فقوله تعالٰى ولقد خلقنا الانسان من سلٰلة من طين، يقتضى ان يكون ابتداء تخليق الانسان حاصلا من هٰذه السلالة و نحن نقول بموجبه لانه تعالٰى يسوى المزاج اولا ثم ينفخ فيه الروح فيكون ابتداء تخليقه من السلالة اھ[1] **قلت** وقد يستأنس له بقوله تعالٰى و بدأ خلق الانسان من طين[2] فافهم۔

اقول یہ جواب اس سے بہتر ہے جو اس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ یہ آیت تمھارے خلاف حجت ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا : بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے، جو مٹی سے ہے۔ کلمہ مِنْ (سے) تبعیض کے لئے ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ کہ انسان مٹی کا ایک جُز اور بعض ہے ۔ ہم جواب دیں گے کہ کلمہ مِنْ کی اصل ابتدائے غایت کیلئے ہے جیسے تم کہتے ہو میں بصرہ سے کوفہ گیا، تو ارشادِ باری (ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹی سے ہے) اس کا مقتضی ہے کہ تخلیقِ انسان کی ابتداء اِس خلاصے سے ہو، اور ہم اس کے مقتضا کے قائل ہیں اس لئے کہ اللہ تعالٰے پہلے مزاج استوار فرماتا ہے پھر اس میں روح پھونکتا ہے تو تخلیقِ انسان کی ابتداء خلاصہ سے ہوتی ہے اھ **قلت** اس جواب کے لئے اس ارشاد سے استیناس ہوتا ہے : اور انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی ۔ تو اسے سمجھو۔ (ت)

بالجملہ خلاصہ مبحث یہ ہُوا کہ اطلاقِ انسان کے لئے دو حقیقتیں ہیں : ایک[1] حقیقتِ اصلیہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۷/۸۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۱/۴۳
[2] القرآن الکریم ۳۲/۷

دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ تعلق برزخی، دوم[2] حقیقتِ مشہورہ عرفیہ یعنی بدن، اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے، اور غرابتِ فن سے قطع نظر کر کے اُن کا کلام انسانِ عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۷۱)

(۶۱) مزید فرمایا:

آخر اس قدر سے منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنت و نار و ملائکہ ثواب و عذاب کو دیکھتے، اُن کی بات سُنتے سمجھتے، قیامت کے آنے نہ آنے کی دُعائیں کرتے ہیں، تو اس کی تسلیم انھیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انھیں آلاتِ جسمانیہ پر غیر مقصور۔

قال المولٰی تبارك وتعالٰی النار یعرضون علیها غدوًّا وعشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب[1]۔

اللہ تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے، وہ آگ پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۷۳)

(۶۲) منکرینِ سماعِ موتی نے آیاتِ کریمہ "انك لاتسمع الموتی" اور "ومآ انت بمسمع من فی القبور" سے غیر مستند تفسیر کے حوالے سے استدلال کیا تو ان کا شدید رُد کرتے ہوئے آیاتِ مذکورہ کی صحیح تفسیر بیان فرمائی، چنانچہ فرمایا:

اقول اولاً صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ و نوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی، اور ایک کتاب میں رطب و یابس، مقبول و مردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو، دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو، ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیاً محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کر کے والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم[2] (قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی جان پاک ہے میں جو فرما رہا ہوں اُسے تم اُن سے کچھ زیادہ سُنتے) فرمائیں، اور تُو ان آیتوں کو اس کے خلاف پر اُترا نا مانے۔ کیا معاذ اللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی تکذیب کے لئے اُترا؟ ایسا لکھتے اللہ و رسول سے کچھ حیا نہ آئی۔ ام المومنین نے

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۴۶

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۶۶

جب حدیث کو مخالفِ آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم وسہو نسبت فرمایا، تُو نے تو اس ایک حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس خبر کی تغلیط میں آنا مانا۔

ثالثًا لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں: نمل، ملائکہ، روم۔ تینوں مکیہ ہیں کہ قبلِ ہجرت نازل ہوئیں، اور واقعہ بدر ہجرت کے بعد ہے، کیا آیتیں پیشگی اُتر آئی تھیں؟ علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں۔

رابعًا دیکھئے سباق وسیاقِ آیات صراحۃً کلام کفار احیاء میں ہے کہ سخن حق نہیں سُنتے، نہیں مانتے، نہ کافروں کی لاشوں میں۔ سورۂ روم میں فرماتا ہے:

ولئن ارسلنا ریحا فرأوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون ۝ فانك لا تسمع الموتٰی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین ۝ وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بأیٰتنا فھم مسلمون ۝[1]

اگر ہم ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں، بیشک تم مُردوں کو نہ سُناؤ گے اور نہ بہروں کو پکار سناؤ گے جب وہ پیٹھ دے کر پھریں، اور نہ تم اندھوں کو اُن کی گمرہی سے راہ پر لانے والے ہو، تم ان ہی کو سناؤ گے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں، پھر وہ فرمانبردار ہوں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح انك لا تسمع الموتٰی سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے۔ سورۂ فاطر میں ہے:

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلٰوۃ ؕ ومن تزکّٰی فانما یتزکّٰی لنفسہ والی اللہ المصیر ۝ وما یستوی الاعمٰی والبصیر ۝ ولا الظلمٰت ولا النور ۝ ولا الظل ولا الحرور ۝ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ؕ ان اللہ یسمع من یشاء ؕ وما انت بمسمع من فی القبور ۝ ان انت الا نذیر ۝[2]

بیشک تمہارا ڈر سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں، اور جو ستھرا بنے تو وہ اپنے نفع ہی کے لئے سُتھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، اور برابر

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۵۱ تا ۵۳
[2] " " ۳۵/ ۱۸ تا ۲۳

نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مُردے۔ بیشک اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سُنانے والے ہو۔ (ت)

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پہ کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سُنیں گے۔

خامسًا قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لئے یہ کلامِ پاک اُترتا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی۔ انك لا تسمع جُدا اور ما انت بمسمع الگ اُترنے کی کیا حاجت تھی؟ نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادتِ فا کا فرق ہے۔ اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پہ انکار کے لئے ایک بار "انك لا تسمع" آخر تک سناتے پھر اسی وقت فانك لا تسمع" آخر تک سناتے۔ لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محلِ سورت سے جُدا نہیں ہوسکتی، اور جب مکہ معظمہ میں پیشِ ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پہ بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا!

سادسًا ظاہر حس و عقل یا لبداہۃ جسمِ میّت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے، اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعًا امورِ غیبیہ سے ہے۔ اب سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پہ حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذ اللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اوّلًا عیاذًا باللہ حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجمًا بالغیب کلام فرما دیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگا دیا تھا یا یُوں کہ اول اسی طرف سے خبرِ غیب معاذ اللہ خلافِ واقع آئی، پھر اس کا رَد اُترا، تمھارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعًا اگر بفرضِ غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعًا یقینًا حتمًا جزمًا آیاتِ مذکورہ آیت کریمہ فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم، وما رميت اذ رميت ولكن الله رمٰی[1] (توانھیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا، اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ت) کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر رد انکار نہیں بلکہ یُوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسامِ مُردہ تمھارا کلام سُن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہ سنایا بلکہ خدا

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۷

نے سنایا ان اللہ یسمع من یشاء و ما انت بمسمع من فی القبور، اور یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش و حواس بدن کے پھر درست ہوگئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے، اور تفہیمی مُلّا کے فہم خوار و ذلیل، والحمد للہ الہادی الیٰ سواء السبیل (اور خدا ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۷۸ تا ۸۸۰)

(۶۳) مزید فرمایا:

انھی کتب میں کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا اور پُر ظاہر کہ من فی القبور نہیں مگر بدن۔ خود صاحبِ تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہِ بدقسمتی خود انھیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

فان قلت بعد فراغ الملکین من السوال ماتکون مایکون المیت قلت ان کان سعیدا کان روحہ فی الجنۃ وان کان شقیا ففی سجین علیٰ صخرۃ فی الارض السابعۃ۔[1]

یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی رُوح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجّین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفیِ اسماع فرماتی ہے اور اسی سے یہ علماء نفیِ سماع۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۸۴)

(۶۴) بعض مسائل میں سُنّی و غیر سُنّی متفق ہوتے ہیں مگر دونوں کے ماخذ مختلف ہوتے ہیں اس سلسلہ میں فرمایا:

اقول بعض مسائل میں اہلِ بدعت اور بعض یا کُل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ حسبِ اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نامِ پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم، اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا[2] رسول کو پکارنا اپنے میں

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب المیت یسمع خفق النعال دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/۲۱۳

[2] القرآن الکریم ۲۴/۶۳

ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہیے۔ (فتاوٰی رضویہ ۹ ص ۹۰۰، ۹۰۱)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰

(۱) قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کا اکٹھا ذکر بتیس ۳۲ مقامات پر ہے۔ چنانچہ فرمایا:
طحطاوی و ردالمحتار میں ہے:

واللفظ لط قوله فی اثنین و ثمانین موضعا تبع فیه صاحب النھر والمنح وتبعا صاحب البحر معزیا الی المناقب البزازیة وصوابه اثنین وثلاثین کما عدہ شیخنا السید اھ حلبی بزیادة۔[1]

عبارت ط کی ہے کہ ان کا قول بیاسی ۸۲ مقامات پر ایسا ہے، اس میں صاحبِ نہر اور منح نے اتباع کی ہے، اور ان دونوں نے صاحبِ بحر کی اتباع کی ہے، انھوں نے مناقبِ بزازیہ کی طرف نسبت کی ہے، اور درست یہ ہے کہ زکوٰۃ کو نماز سے متصل جن مقامات پر بیان کیا گیا ان کی تعداد بتیس ۳۲ ہے، جیسے کہ اس تعداد کو ہمارے شیخ سید نے شمار کیا ہے اھ حلبی مع اضافہ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۶۴)

(۲) قرآن مجید میں روزہ کی فرضیت اور فضیلت کے ذکر سے متعلق فرمایا:

اور فرضیتِ روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے۔ ہاں عبارۃً و اشارۃً اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے،

کقوله تعالٰی فی سورة الاحزاب ان المسلمین والمسلمٰت (الٰی قوله تعالٰی) والصائمین والصائمات (الٰی ان قال تعالٰی) اعد الله لھم مغفرة واجرا عظیما[2] ○ وقوله تعالٰی فی سورة التوبة التائبون العابدون الحامدون السائحون[3] الاٰیة وقوله تعالٰی فی سورة

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/۳۸۸
[2] القرآن الکریم ۳۳/۳۵
[3] " " ۹/۱۱۲

التحریم، تائبات عابدات سائحات[1]، السائح ھو الصائم۔

مثلاً سورۂ احزاب میں اللہ تعالٰی کا قول ہے: بلاشبہہ مسلمان مرد اور مسلمان خواتین (اللہ تعالٰی کے اس فرمان تک) روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی خواتین (یہاں تک کہ فرمایا) اللہ تعالٰی نے ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اور سورۂ توبہ میں ارشادِ باری تعالٰی ہے: توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے اور روزہ رکھنے والے الآیۃ۔ اور سورۂ تحریم میں ارشادِ باری تعالٰی ہے: توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں۔ السائح کا معنی روزہ رکھنے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۶۴، ۶۵)

(۳) قرآن مجید میں ذکرِ عشر سے متعلق فرمایا:

عشر کا ذکر بھی قرآنِ عظیم میں ہے:

قال تعالٰی فی سورۃ الانعام و اٰتوا حقہ یوم حصادہ[2] قالہ ابن عباس و طاؤس والحسن وجابر بن زید وسعید بن المسیب[3] رضی اللہ تعالٰی عنھم کما فی المعالم وغیرھا۔

اللہ تعالٰی نے سورۃ الانعام میں فرمایا: (کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو) اکثر مفسرین کے نزدیک اس حق سے مراد عشر ہے (حضرت ابن عباس، طاؤس، حسن، جابر بن زید اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہم ان تمام حضرات نے اس سے عشر مراد لیا ہے، جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۶۵)

(۴) وجوب کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر درست نہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

پھر بعد وجوب ادا تدریج کی مضرت اظہر من الشمس کہ مذہبِ صحیح پر ترکِ فور کرتے ہی گنہ گار ہوگا اور مذہب تراخی پر بھی تدریج نامناسب کہ تاخیر میں آفات ہیں۔

وقال تعالٰی وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم[4] وقال تعالٰی فاستبقوا

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۵

[2] " ۶/۱۴۱

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۶/۱۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۱۲

[4] القرآن الکریم ۳/۱۳۳

الخیرات[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : اپنے رب سے بخشش مانگنے میں جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے؛ نیکیوں میں آگے بڑھو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۸۳)

(۵) ادائیگیِ زکوٰۃ کی ایک صورت مکروہہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ؛

مثلاً اس پر دو ماشے سونا واجب الادا تھا اس نے اس کے بدلے ۲ ماشے نفیس کُندن کہ قیمت میں ۲ ماشے سونے کے برابر بلکہ زائد تھا ادا کیا تو عہدہ برآ نہ ہوا کہ واجب کا وزن پُورا نہ ہوا اور ہا زنا سونا ۲ ماشے دے دیا جو قیمت میں دو ہی ماشے کے برابر تھا تو ادا ہوگیا اگرچہ اس میں کراہت ہے لقولہ عزوجل ؛

لستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ[2]

تمھیں ملے تو نہ لو گے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۲۰ ، ۱۲۱)

(۶) عورت کی ملکیت میں زیور ہے وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو کیا خاوند پر کوئی وبال ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا ؛

زیور کہ ملکِ زن ہے اس کی زکوٰۃ ذمۂ شوہر ہرگز نہیں اگرچہ اموالِ کثیرہ رکھتا ہو، نہ اس کے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال،

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[3]۔

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ (ت)

اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدر مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد و زن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے ،

قوا انفسکم و اھلیکم نارا[4]۔

اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۳۲ ، ۱۳۳)

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۱۴۸ [2] القرآن الکریم ۲ / ۲۶۷
[3] " " ۶ / ۱۶۴ [4] " " ۶۶ / ۶

(۷) ادائیگی زکوٰۃ کی برکات اور عدمِ ادائیگی پر وعیدات کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
زکوٰۃ اعظم فروضِ دین واہم ارکانِ اسلام سے ہے، ولہذا قرآن عظیم میں بتّیس ۳۲ جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرضِ اہم کی طرف بلایا۔ صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا، بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔
یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقات[۱]
اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۷۲)

(۸) مزید فرمایا:
مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:
والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۵ یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون[۲] ۵
اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انھیں بشارت دے دُکھ کی مار کی، جس دن تپایا جائے گا وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے، پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں، یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۷۴)

(۹) مزید فرمایا:
مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روزِ قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہو کر پڑے گا۔ پھر سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے:
سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیٰمۃ[۳]۔ رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۶
[۲] 〃 ۹/ ۳۴و۳۵
[۳] سنن ابن ماجہ ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی منع الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۹
سنن النسائی باب التغلیظ فی حبس الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۳۳، ۳۳۴

جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن۔
اس کو ابن ماجہ، نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج۔۱۰ ص ۱۷۵)

(۱۰) شرعی حیلوں کے جواز میں فرمایا:

حیلِ شرعیہ کا جواز خود قرآن و احادیثِ سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی زوجۂ مقدسہ کو سو کوڑے ماریں گے۔ رب العزت عز جلالہٗ نے فرمایا:

وخذ بیدك ضغثاً فاضرب به و لا تحنث[۱]

یعنی سو تیلیوں کی ایک جھاڑو بنا کر اس سے ایک دفعہ مار لو اور قسم جھوٹی نہ کرو۔

(فتاوی رضویہ ج۔۱۰ ص ۱۹۷)

(۱۱) مسئلۂ عشر کے ضمن میں ایک ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وفی نزع الناس عن عاداتھم حرج و الحرج مدفوع بالنص "لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتاھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا[۲]"

لوگوں کو ان کی عادات سے روکنا حرج ہے اور حرج کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری ہے: اللہ تعالےٰ ہر نفس کو اتنی تکلیف دیتا ہے جتنا اسے عطا فرمایا ہے عنقریب اللہ تعالےٰ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۲۱۷)

(۱۲) مقروض کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں فرمایا:

مدیون پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوٰۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی والغارمین[۳]۔

اللہ تعالےٰ کا ارشادِ گرامی ہے: اور مقروض لوگوں پر زکوٰۃ خرچ کی جائے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج۔۱۰ ص ۲۵۱)

(۱۳) پیشہ ور گداگر جو نصاب کے مالک نہیں مگر کسب پر قادر ہیں ان کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں فرمایا:

---

[۱] القرآن الکریم ۳۸/۴۴ [۲] القرآن الکریم ۶۵/۷
[۳] " " ۹/۶۰

انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔

قال اللہ تعالیٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (ت)

مگر ان کے دیئے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ انما الصدقٰت للفقراء[2]

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے: صدقات فقراء کے لئے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰ ص ۲۵۴)

(۱۴) مسجد کے لئے تیل وغیرہ کی خاطر لوگوں سے پیسے منگوانے اور انھیں اپنے مصرف میں خرچ کرنے والے امام کے بارے میں فرمایا:

تیل وغیرہ کے لئے نقد منگا کر جو بچے اپنے صرف میں کرنا بھی حرام ہے مگر اس صورت میں کہ دینے والے اس بات سے آگاہ اور اس پر راضی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں بقولہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق: تمھاری رضامندی سے ہو۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۲۹۲)

(۱۵) فاتحہ وغیرہ پر خرچ کرنے کے بجائے اگر کسی سید طالب علم کو تکمیلِ علم کے لئے دے دیا جائے تو کیا یہ فاتحہ وغیرہ کا بدل ہو گا؟ اس بارے میں فرمایا:

یہ اس کا نعم البدل ہو گا اور اس ثواب میں کمی کیا معنی، اس سے سترّ گنا ثواب کی زیادہ امید ہے بطور مذکور کھانا پکا کر کھلانے یا بانٹنے میں ایک کے دس ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا[3]

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: جو نیکی بجا لاتا ہے اس کے لئے اس کی دس مثل ہیں۔

اور طالبِ علمِ دین کی اعانت میں کم سے کم ایک کے سات سَو۔

قال اللہ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ ط واللہ یضٰعف لمن یشاء ط واللہ واسع علیم[4]

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] القرآن الکریم ۹/۶۰

[3] " ۶/۱۶۰

[4] " ۲/۲۶۱

اللہ تعالٰی کا فرمان عالی ہے: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح ہے جس نے اُگائیں سات بالیاں، ہر بالی میں سَو دانے، اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج۱۰ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

(۱۶) میلاد شریف، گیارھویں شریف اور فاتحہ اولیاء اللہ کی شیرینی کو زکٰوۃ کی طرح غیر مساکین کیلئے حرام قطعی بتانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

اشیاءِ مذکورہ سے کوئی چیز نہ زکٰوۃ ہے نہ صدقہ واجبہ، اس کا کھانا غنی، فقیر، سید وغیرہ سب کو بالاتفاق حلال ہے، اُسے سوائے مساکین اوروں پر حرام بتانے والا اللہ عزوجل پر افتراء کرتا ہے اور سخت عذابِ شدید کا مستحق ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ہ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ہ[1]

اور نہ کہو اپنی زبانی جھوٹ بناوٹوں سے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے، دنیا میں تھوڑا سا کھا پہن لیں پھر آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۱۰ ص ۳۰۹)

(۱۷) مزید فرمایا:

اور اگر ذی علم ہے تو اس کا حکم اور سخت تر ہے کہ وہ دانستہ اللہ عزوجل پر افتراء کرتا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[2]

جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۱۰ ص ۳۱۰)

(۱۸) دو[2] قسم کے لوگوں کو مال جمع رکھنا ممنوع ہے، اول وہ جنھوں نے رب تعالٰی سے اس کا عہد کر رکھا ہے، اور دوم وہ جو فقر و توکل ظاہر کرکے لوگوں سے صدقات لیتے ہیں، انھی کے بارے میں وہ احادیث ہیں جن میں ایک اشرفی ترکہ چھوڑنے والے کو ایک داغ فرمایا، دو پر دو[2] اور تین پر تین[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

[2] 〃 〃 ۱۶/ ۱۰۵

اس مسئلہ پر مفصل بحث کرتے ہوئے فرمایا:

ظاہر ہے کہ ان حدیثوں کا محل وہ نہیں ہوسکتا جو آیت کریمہ:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ٥ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون[1]

جو لوگ سونا و چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے کہ جس دن جہنم کی آگ میں انھیں پگھلایا جائے گا اور ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جسے تم اپنے لئے جمع کرتے تھے اب اپنے جمع کئے ہوئے کا عذاب چکھو۔ (ت)

وحدیث صحیح:

من اوکی علی ذھب اوفضۃ ولم ینفقہ فی سبیل اللہ کان جمرا یوم القیامۃ یکوی بہ[2]۔ رواہ احمد والطبرانی واللفظ لہ کلاھما بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جس نے سونا و چاندی جمع کیا اور اُسے راہِ خدا میں خرچ نہ کیا وہ روزِ قیامت اس کے لئے آگ کا انگارہ بن جائے گا اور اس سے مالک داغا جائے گا۔ اسے امام احمد اور طبرانی (الفاظ اسی کے ہیں) نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

کا محل ہے کہ جب زکوٰۃ دے دے حقوق واجبہ شرعیہ ادا کردے کنز نہ رہا اور سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنا صادق نہ آیا لہذا استحقاقِ داغ نہ رہا۔

فللبیھقی فی سننہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما موقوفاً و مرفوعاً الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلما ادی زکوٰتہ فلیس بکنز وان کان مدفونا تحت الارض و کلما لایؤدی زکوٰتہ فھو کنز وان کان ظاھرا[3]۔ ولابی داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۴، ۳۵

[2] المعجم الکبیر عن ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ حدیث ۱۶۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۵۳ و ۱۵۴

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الزکوٰۃ باب تفسیر الکنز الخ دار صادر بیروت ۴/ ۸۳

عنهما قال لما نزلت ھٰذہ الاٰیۃ والذین یکنزون الذھب والفضۃ کبُر ذٰلک علی المسلمین فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انہ کبر علی اصحابک ھذہ الاٰیۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث لتکون لمن بعدکم قال فکبر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]

بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں کہلاتا اگرچہ وہ زمین میں مدفون ہو اور ہر مال جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو وہ کنز ہے اگرچہ ظاہر ہو۔ ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ نازل ہوئی تو مسلمان پریشان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: میں تمھاری یہ پریشانی دور کرتا ہوں۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ! اس آیہ مبارکہ نے آپ کے اصحاب کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے زکوٰۃ فقط اسی لئے فرض فرمائی تاکہ تمھارا مال پاک ہو جائے اور وراثت اس لئے فرض کی ہے تاکہ بعد کے لوگوں کو مال ملے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اللہ کی بڑائی بیان کی۔ (ت)

اور یہ اس لئے کہ بیس دینار سے کم پر نہ زکوٰۃ ہے نہ کوئی صدقہ واجبہ۔ لاجرم یہاں استحقاقِ داغ انھی دو وجہ سے ایک پر ہو۔

قال اللہ تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: عہد پورا کرو عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (ت)

وفی قوت القلوب والترغیب وغیرھما انما کان کذٰلک لانہ ادّخر مع تلبّسہ بالفقر ظاھرا ومشارکتہ الفقراء فیما یأتیھم من الصدقۃ[3]

قوت القلوب اور ترغیب وغیرہ میں ہے یہ داغ اس لئے ہے کہ ذخیرہ کرنے کے ساتھ اس نے ظاہراً فقر کا اظہار کیا اور وہ صدقات میں فقراء کے ساتھ شریک ہوگیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۱۳ تا ۳۱۵)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب حقوق المال آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۴

[2] القرآن ۱۷/۳۴

[3] الترغیب والترہیب کتاب الصدقات الترغیب فی الانفاق فی وجوہ الخیر الخ مصطفی البابی مصر ۲/۵۸

(۱۹) کچھ لوگوں کو مال جمع رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:
اصحاب نفوس مطمئنہ ہوں، نہ عدم مال سے اُن کا دل پریشان نہ وجودِ مال سے اُن کی نظر، وہ مختار ہیں۔ حق سبحانہٗ اپنے نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام سے فرماتا ہے:
ھٰذا عطآؤنا فامنن او امسک بغیر حساب[1]
یہ ہماری عطا ہے اب تُو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجُھ پر کچھ حساب نہیں۔ (ت)
اور کچھ نہ کہنا افضل کہ عباد اللہ کا فائدہ ہے۔ احیاء کتاب الزکوٰۃ وظیفہ سادسہ مزکی میں ہے:
المال کلہ للہ عزوجل و بذل جمیعہ ھو الاحب عند اللہ سبحٰنہٗ و انما لم یأمر بہ عبدہ لانہ یشق علیہ بسبب بخلہ کما قال عزوجل" فیحفکم تبخلوا"[2]
تمام مال اللہ عزوجل کے لئے ہے اور تمام کا تمام خرچ کردینا اللہ سبحٰنہٗ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے ہاں تمام کو خرچ کردینے کا اللہ تعالےٰ نے اس لئے حکم نہیں دیا کہ بندے پر بخل کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل تھا جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم سے زیادہ طلب کرے تو تم بخل کروگے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۱۹، ۳۲۰)
(۲۰) کچھ لوگوں کو قدرِ حاجت مال جمع رکھنا واجب ہے۔ چنانچہ فرمایا:
وہ جس کی عیال میں صورت چہارم کی طرح بے صبرا ہو اور بے شک بہت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دوہرا وجوب ہوگا کہ بقدر حاجت جمع رکھے۔
قال اللہ تعالیٰ قوا انفسکم و اھلیکم نارا[3]
اللہ تعالےٰ کا ارشاد مبارک ہے: اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۲۴)
(۲۱) حدیث مبارک ہے کہ تصدقوا علی اھل الادیان کلھا (درمختار، کتاب الزکوٰۃ) یعنی تمام دینوں والوں پر صدقہ کرو تو پھر ائمہ کرام اہلِ حرب سے سلوک کو کیوں منع کرتے ہیں۔ اس

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۳۹
[2] احیاء العلوم کتاب اسرار الزکوٰۃ بیان دقائق الآداب الباطنۃ الخ مکتبہ ومطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۲۱۸
[3] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

سوال کے جواب میں فرمایا:

کفار کی نسبت خود قرآن عظیم میں ہے:

واقتلوھم حیث ثقفتموھم[1]

اور ان کو جہاں پاؤ مارو۔ (ت)

اور فرمایا:

اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔[2]

جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں۔ (ت)

اور فرمایا: واغلظ علیھم[3] (ان پر سختی کرو۔ ت)، اور فرمایا: ولیجدوا فیکم غلظۃ[4] (وہ پائیں تمھارے اندر سختی۔ ت) تو وہ اصلاً محلِ احسان نہیں۔ ابتدائے اسلام میں غیر محارب و محارب کفار میں فرق فرمایا تھا اُن سے نیک سلوک اور برابری کا برتاؤ جائز تھا اور اِن سے منع، اور اسی کو ان سے دوستی رکھنے سے تعبیر فرمایا ورنہ دوستی تو کسی کافر سے کبھی حلال نہ تھی۔

قال اللہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۝ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظٰھروا علٰی اخراجکم ان تولّوھم ج ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظّٰلمون ۝[5]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں، اللہ تمھیں انھی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا یا تمھارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو، اور جو ان سے دوستی کریں تو وہی ستمگار ہیں۔ (ت)

معالم شریف وغیرہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱ و ۴/ ۹۱ — [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۱

[3] 〃 ۹/ ۷۳ — [4] 〃 ۹/ ۱۲۳

[5] 〃 ۶۰/ ۸ و ۹

ثم ذکر الذین نہاھم عن صلتہم فقال انما ینھٰکم اللہ[1] الاٰیۃ۔

پھر ان لوگوں کا ذکر کیا جن سے احسان سے منع فرمایا، تو فرمایا: انما ینھٰکم اللہ، الاٰیۃ (ت)

خازن میں ہے:

ثم ذکر اللہ الذی نہی عن صلتہم و برھم فقال تعالٰی انما ینھٰکم اللہ[2]۔

پھر اللہ تعالٰی نے اُن لوگوں کا ذکر کیا جن سے نیکی و احسان منع ہے تو فرمایا: انما ینھٰکم اللہ۔ (ت)

تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک موالات ہے اور ان سے موالات مطلقاً کثیر آیات میں حرام فرمائی۔ اسی سورۂ کریمہ کے آخر میں ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتولّوا قوما غضب اللہ علیھم[3]۔

اے ایمان والو! اُن لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔ (ت)

لاجرم کبیر میں ہے:

قال قتادۃ نسختھا اٰیۃ القتال[4]۔

حضرت قتادہ نے فرمایا: اس آیت کو آیتِ قتال نے منسوخ کر دیا ہے۔ (ت)

تو اب کسی کافر حربی سے بِرّ و صِلہ جائز نہ رہا اگرچہ اس نے بالفعل محاربہ نہ کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۲۹، ۳۳۰)

(۲۲) تراویح میں قرآن سنانے کے بہانے روزہ چھوڑ دینے والے حُفّاظ کے رَد میں فرمایا:

قراءتِ قرآن مانع روزہ نیست، ہزاران ہزار حافظانِ قرآن در اقطارِ عالم و اکنافِ زمین از پیران و بچگان و کم طاقتان ہم بروز روزہ می دارند و ہم بہ شب قرآن می خوانند و بدیں معنی ہیچ مضرتے بچشم ایشاں نمی رسد و چہ گونہ رسد کہ ہم روزہ صحت ست و ہم قرآن شفا اما اعتقادے صحیح باید تا ازیں دادہائے الٰہی نفع رو نماید۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۶۰/ ۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۰۲

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) " " " " " " ۴/ ۲۸۱

[3] القرآن الکریم ۶۰/ ۱۳

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶۰/ ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۹/ ۳۰

قال اللہ تعالیٰ وننزل من القراٰن ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین و لا یزید الظّٰلمین الاّ خسارا[1]

قراءتِ قرآن روزہ رکھنے سے مانع نہیں ہوسکتی۔ پوری دُنیا میں ہزار ہا حفّاظِ قرآن جن میں بُوڑھے، بچے اور کمزور شامل ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قرآن سناتے ہیں اور کبھی کسی کو ایسا معاملہ نقصان دہ نہیں ہوا، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ روزہ صحت بھی ہے اور قرآن سراپا شفاء ہے لیکن اعتقاد کا صحیح ہونا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ نفع عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: ہم نے قرآن نازل کیا جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے خسارہ میں اضافہ ہی کرتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۳۲)

(۲۳) مسئلہ مذکورہ بالا میں مزید فرمایا:

غالب آنست کہ ایں کس بغایت پست ہمت و بدشوق در امورِ دینیہ است وخواندن قرآن در تراویح ہمیں بغرضِ تحصیل امامت وتقدم وتفاخر بر وجہ ریاء وسُمعہ اختیار کردہ است پس باید کہ غرضش را حاصل شدن نہ دہند وچوں کسے اقتدا نہ کند، لاجرم ایں فعل حرام را گزارد و اِن شاء اللہ تعالیٰ رجوع بروزہ آرد، قال تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2] ایں قرآن خوانی ازاں کس گناہِ عظیم ست ومقتدیان باقتدائے اعانت برگناہ می کنند پس خود آثم باشد۔

غالب گمان یہ ہے کہ یہ شخص انتہائی درجہ کا کم ہمت اور امورِ دینیہ کے معاملے میں بد ذوق ہے اور وُہ تراویح میں قرآن محض حصولِ امامت کے لئے سنا رہا ہے اور ریاکاری کرتے ہوئے تقدم وتاخر پر عمل پیرا ہے لہٰذا اسے اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں، جب کوئی اس کی اقتدار نہیں کرے گا توان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس فعلِ حرام سے رجوع کریگا اور روزہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ہرگز تعاون نہ کرو۔ ایسے شخص سے قرآن پڑھوانا گناہِ عظیم ہے، اور اقتدار کی صورت میں مقتدی گناہ پر اس کی اعانت کرنے والے ہوں گے، لہٰذا یہ بھی گنہ گار ہوں گے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۴۴۴)

(۲۴) چاند دیکھے بغیر محض تار برقی کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ توڑ کر عید کرنے والوں کے بارے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲
[2] 〃 ۵/ ۲

میں فرمایا:

انھوں نے بے ثبوتِ رؤیت عید کرلی اور حکم احکم حاکم اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مخالفت کی،
ہم نے فتوٰی مفصلہ میں ثابت کیا کہ تار کی خبر مجہولین و فساق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے اور
ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما
بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے اہلِ ایمان! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو
کہ کہیں تم کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہو۔ (ت)

اُنھوں نے صرف اُسی کے اعتماد پر کاربندی کرلی، شرع مطہر نے حکم دیا تھا تمھیں علم نہ ہو تو
علم والوں سے پوچھو۔

قال اللہ تعالٰی فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون[2]۔

اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔ (ت)

اُنھوں نے اہلِ علم سے بے پُوچھے کارروائی کی، قرآنِ عظیم نے ارشاد کیا تھا جو بات پیش
آئے علماء سے عرض کرو وہ حقیقتِ کار تک پہنچ جائیں گے۔

قال اللہ تعالٰی واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ط ولو ردوہ الی الرسول
والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا
کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور اس کی حقیقت
جان لیتے ان لوگوں سے جو ان میں سے اجتہاد کرتے ہیں۔ (ت)

انھوں نے اپنی رائے مستقل سمجھی، فرقان حکیم نے حکم فرمایا تھا جب تک شرع اجازت نہ دے
آپ کچھ نہ کر بیٹھو۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ و

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷
[3] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۸۳

واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ سننے جاننے والا ہے۔ (ت)

اُنھوں نے بے ثبوت شرعی جسارت کی، رمضان شریف بالیقین ثابت تھا، اور مسلمانوں کو شرع مطہر نے بحکم:

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ[2]۔

جو رمضان کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔ (ت)

روزے پر جمع فرمایا تھا، واجب تھا کہ جب شرع اِذن دیتی کہ اب وہ کام ختم ہوا اُس وقت روزہ چھوڑتے۔

قال اللہ تعالیٰ انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ[3]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب وہ حضور کے پاس کسی ایسے معاملہ میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لئے جمع کئے گئے ہوں تو آپ کی اجازت کے بغیر وہاں سے نہیں جاتے۔ (ت)

انھوں نے بے اذن شرع کہ ہنوز اس تاریخ رمضان کا ختم ہوجانا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوا تھا اُس امر جامع سے جدائی کی، مانا کہ بعد کو عید ہی ظاہر مگر اُس وقت اُن کے شہر میں تو رمضان ہی معلوم تھا انھوں نے قطعاً امر دین میں ناواقفانہ جسارت اور احکام شرع سے جاہلانہ مخالفت کی، تو یہ اگرچہ نفس الامر میں مصیب ہوں عند الشرع خطاوار ہوئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۴۵۳، ۴۵۴)

(۲۵) مذکورہ بالا لوگوں کو تنبیہ فرمائی کہ فوراً صدقِ دل سے تائب ہوں اور جیسے یہ معصیت اعلانیہ کی توبہ بھی اعلانیہ کریں۔ چنانچہ فرمایا:

آئندہ کے لئے عہد واثق ہو کہ کبھی امورِ دین میں بیباکی و جرأت نہ کریں گے اور بے ارشاد علماء اپنی رائے سے قدم نہ رکھیں گے،

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱

[2] " ۲/ ۱۸۵

[3] " ۲۴/ ۶۲

ویتوب اللہ علی من یشاء[1] ، ویھدی الیہ من اناب[2]۔

اللہ تعالٰی جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے۔ اور اپنی طرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۵۶)

(۲۶) تیسواں[3] روزہ چاند نظر آتے ہی کھول لیں یا غروبِ آفتاب کے بعد ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کرلینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے ، اللہ تعالٰی نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو اس وقت کھولو۔

قال اللہ تعالٰی ثم اتموا الصیام الی اللیل[3]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : پھر روزہ کو شام تک پورا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۸۸)

(۲۷) چند فاسق مسلمانوں نے ہلالِ رمضان یا عید دیکھا اور وہ معاملات میں ایسے ثقہ ہیں کہ مفتی کو ان کی شہادت پر یقین تام ہوتا ہے کہ اس امر خاص میں یہ لوگ کاذب نہیں تو کیا ایسی صورت میں ان کی شہادت پر روزۂ رمضان فرض اور نمازِ عید صحیح ہے یا نہیں ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

صحیح یہ ہے کہ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اہلِ شہادت ہے مگر اس کی شہادت قبول کرنی ناجائز ہے ماسوا اس حالت کے کہ اُس کے بارے میں کہ حاکم کو تحری صدق ہو کہ یہ بھی تبین میں داخل ہے۔

کما قال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علٰی ما فعلتم ندمین[4]

جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے ایمان والو ! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو ، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (ت)

جب مفتی اہلِ فتوٰی کو ان کے بارے میں تحری صدق ہو تو اس کا حکم حجتِ شرعیہ ہے رمضان و فطر واجب ہو جائیں گے اور اس کے بعد عوام میں کسی کو خلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۴۴۶)

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۵
[2] القرآن الکریم ۱۳/۲۷
[3] " ۲/۱۸۷
[4] " ۴۹/۶

(۲۸) رمضان اور عید الفطر کا چاند دیکھ کر گواہی میں تاخیر کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر دیکھنے والے نے اسی شب گواہی نہ دی تو ہلالِ رمضان میں صبح کو لوگ بے روزہ اٹھیں گے اور ہلالِ فطر میں روزہ دار، اور یہ دونوں ناروا، جس کا الزام گواہی نہ دینے والے پر ہوگا،

فان تاخیر الحجة عن وقت الحاجة اثم، وقد قال تعالیٰ ولا تکتموا الشھادة ط ومن یکتمھا فانه اٰثم قلبه [1]

کیونکہ ضرورِ وقت سے گواہی میں تاخیر گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: گواہی کو مت چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہ گار ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۴۵۳)

(۲۹) ایسے شخص کی نظر چاند پر پڑی جس کی گواہی کافی نہیں تو وہ جلدی سے ایسے افراد کو دکھا دے جو گواہی کے قابل ہوں۔ چنانچہ فرمایا:

اگر مطلع صاف نہیں، دفعتًا ابر ہٹا اور اُسے چاند نظر پڑا، اب یہ اس قابل نہیں کہ اس کی گواہی مسموع ہو، خواہ فاسق ہے یا مستور یا اکیلا، یا صرف عورتیں یا غلام ہیں اور ہلال ہلالِ عیدین، تو ان لوگوں کا دیکھنا کافی نہ ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ ابر پھر آجائے، لہٰذا نہایت تعجیل کرکے ایسے معتمد مسلمانوں کو دکھا دے جن کی گواہیاں کفایت کر جائیں۔

قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقوٰی [2]

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے: نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۴۵۷)

(۳۰) شیخ فانی کے روزہ و نماز وغیرہ احکامِ شرعیہ سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو اور جب اُس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اس کے زوال کی اُمید نہیں، اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے، باقی نماز و طہارت کے بارے میں پیر و جوان سب کا ایک حکم ہے، جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدرِ ضرورت تا وقتِ ضرورت اُسے تخفیف دی جائے گی، قال تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسًا

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۳

[2] ؍ ؍ ۵/۲

الا وسعہا[1] (اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: اللہ ہر کسی کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔ت)۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۴۹)

(۳۱) روزہ رکھ کر دن بھر جنابت کی حالت میں رہنے والے شخص کے روزہ کے بارے میں فرمایا:

وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذابِ جہنم کا مستوجب ہوا، مگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل نہ آیا، طہارت باجماعِ ائمہ اربعہ شرطِ صوم نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم[2]

روزے کی راتوں میں تمہارے لئے بیویوں سے جماع حلال کیا گیا ہے۔ (ت)

آیۂ کریمہ نے ہر جزوِ شب میں جماع و تلبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشادی ارشاد ہوا:

فالٰئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم[3]

اور اب ان سے مباشرت کرو اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے (ت)

اور ظاہر ہے کہ جزو اخیر شب کو بھی "لیلۃ الصیام" شامل، اور وہ بھی اس "احل لکم" اور "باشروھن" کے امر میں داخل، اور اسے بحالتِ جنابت صبح کرنا اور تا تمامی غسل روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم، تو قرآن عظیم اس کی حلّت و دخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثناء فرما دیتا۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۴، ۵۵۵)

(۳۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

گناہ کے سبب روزے میں خلل آنا ظاہریہ کا مذہبِ فاسد ہے، اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی ریشمیں کپڑے پہن کر قرآنِ عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہوا نہ اس کے ثواب میں کمی، ہاں ظلمتِ گناہ ملنے کے باعث اس کے لئے نورانیتِ خالصہ نہ رہی۔ یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے:

وآخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا۔[4]

اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک اچھا کام اور دوسرا برا۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۶، ۵۵۷)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷
[3] " ۲/ ۱۸۷
[4] " ۹/ ۱۰۲

(۳۳) کیا کوئی عبادت بدنی ایسی بھی ہے جو بلا طہارت صحیح ہو؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:
افضل و اعلیٰ تمام عباداتِ بدنیہ جن کے لئے طہارتِ صغریٰ نہ کبریٰ کچھ شرط نہیں، ذکرِ الٰہی ہے اور دعا و ذکر کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصلِ جملہ عبادات ہے۔

قال تعالیٰ اقم الصلٰوۃ لذکری[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ (ت)

اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے:

الدعاء مخ العبادۃ۔ رواہ الترمذی[2] عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دُعا مغزِ عبادت ہے (اسے ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۸)

(۳۴) سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۷ (فالٰئن باشروھن الخ) سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

(۱) سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے، معالم میں ہے:

تلک حدود اللہ یعنی تلک الاحکام التی ذکرھا فی الصیام والاعتکاف[3]۔

یہ اللہ کی حدود ہیں یعنی یہ وہ احکام ہیں جن کا ذکر اس نے روزے اور اعتکاف کے بارے میں فرمایا ہے۔ (ت)

بیضاوی میں ہے:

ای الاحکام التی ذکرت[4] (یعنی وہ احکام جو پیچھے ذکر ہوئے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس آیت (۲/۱۸۷) کا نزول من الفجر[5] کے طور پر نہیں، سحری کی تاخیر مستحب و مسنون ہے۔ احادیثِ صحیحہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعجیلِ افطار و تاخیرِ سحور کا حکم فرمایا

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۱۴

[2] جامع للترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الدعاء امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۱۸۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۱۳

[4] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " " دار الفکر بیروت ۱/۴۷۱

[5] القرآن الکریم ۲/۱۸۷

اور ارشاد ہوا:

"میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی۔"[1]

مگر تعجیلِ افطار کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب غروبِ آفتاب پر یقین ہو جائے فوراً افطار کرلے وہم و وسوسہ کو دخل نہ دے، نہ بلا وجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے، ایسی جلدی کہ ہنوز غروب میں شک ہو حرام و مفسدِ صوم ہے۔ اور تاخیرِ سحری کے معنیٰ یہ ہیں کہ اُس وقت تک کھائے جب تک طلوعِ فجر کا ظن غالب نہ ہو بخلاف افطار کے کہ وہاں بحالتِ شک روزہ جاتا رہتا ہے، وجہِ فرق یہ ہے کہ شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ الیقین لایزول بالشك یعنی شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ رات میں طلوعِ فجر کا جب تک شک نہ ہوا تھا بقائے لیل پر یقین تھا وقوعِ شک سے بھی یہ یقین زائل نہ ہوگا اور رات ہی کا حکم رہے گا جب تک طلوعِ فجر کا ظن غالب نہ ہو۔ ولہٰذا ارشاد فرمایا:

حتّٰی یتبیّن لکم الخیط الابیض[2] یہاں تک کہ سفید ڈورا تمھارے لئے خوب ظاہر ہو جائے۔

اور افطار میں غروبِ شمس جب تک مشکوک نہ ہوا تھا دن پر یقین تھا تو حالتِ شک میں بھی وہی یقین حاصل، اور دن باقی سمجھا جائے گا اور اُس وقت روزہ کھولنا دن میں کھولنا ٹھہرے گا۔ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک انھیں قواعد پر عمل رہا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۶۲، ۵۶۳)

(۳۵) رؤیتِ ہلال میں نجومیوں کا قول معتبر نہیں، اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

اقول یہ شرع مطہر عالمِ ماکان ومایکون کے ارشادات ہیں، عالم اُمّی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیرین ضرور اس عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے۔

ذٰلك تقدیر العزیز العلیم[3]

یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا۔ (ت)

اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالانکہ انھیں پر نازل ہوا کہ: الشمس والقمر بحسبان[4] (سورج اور چاند

---

[1] صحیح البخاری باب تعجیل الافطار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳
مسند احمد بن حنبل مروی از ابوذر دار الفکر بیروت ۵/۱۴۷

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۷ و ۳۶/۳۸

[3] " ۶/۹۶

[4] " ۵۵/۵

حساب سے ہیں۔ت) بااین ہمہ اس عالم حقائق عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درباب رؤیت ہلال حساب کو یک لخت ابطال واہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمۂ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص و نامنضبط متاخرین اہلِ ہیئت کے تخمینات ہیں جن کا تخلف دشوار نہیں، ولہذا امام اہل ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ ثوابت تک کے ظہور و اخفاء کے لئے فصل جداگانہ وضع کی رؤیتِ ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وہ اصلاً اس کے انضباط پر قادر نہ ہوا، اور متاخرین نے جو کچھ لکھا ان شدید باہمی اختلافات کے بعد (جو مطالعہ شرح مواقف و شرح زیج سلطان وغیرہ سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتا سکے ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون[1] (وہ پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ تو نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ت) کے مصداق رہے، ولہذا منجمین کے ان حسابات میں اکثر غلطا پڑتی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج۱۰ ص ۵۷۵)

(۳۶) کیا صبح صادق معلوم کرنے کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے یا آنکھوں سے دیکھنے پر انحصار ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

شریعتِ مطہرہ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و عدتِ وفات و طلاق و مدتِ حمل و ایلاء و تاجیل عنین و منتہائے حیض و نفاس وغیرِ ذلک امور کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے یعنی طلوعِ صبح و شمس و غروبِ شمس و شفق و نصف النہار و مثلین و روز و ماہ و سال ان سب کے ادراک کا مدار رؤیت و مشاہدہ پر ہے ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانونِ عقلی سے مدرک ہو جاتا، ہاں رؤیت و مشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائقِ شان تھا کہ تمام جہان کے لئے اُتری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیأت و زیج کی تکلیف انھیں نہیں دی جا سکتی،

انا امۃ امیۃ لا نکتب و لا نحسب[2]۔

ہم اُمّی اُمّت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔(ت)

فرما کر اپنے غلاموں کے لئے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۶

[2] سنن ابی داود کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۱۷

حکیم رحیم عزّ جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں، چاند اور سورج، جن کے اختلافِ احوال پر نظر کرکے خواص و عوام سب اوقاتِ مطلوبہ شرعیہ کا ادراک کرسکیں،

کما قال تعالٰی وجعلنا الّیل والنّھار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النھار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل شیئ فصّلناہ تفصیلا[1]۔ وقال تعالٰی یسئلونك عن الاھلّۃ قل ھی مواقیت للناس والحج[2]۔ وقال تعالٰی کلوا واشربوا حتی یتبیّن لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتمّوا الصیام الی الّیل[3]۔ وقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[4]۔

جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو، اور ہم نے ہر چیز خوب جُدا جُدا ظاہر فرمادی۔ اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: تم سے چاند کو پُوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہوجائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر، پھر رات آنے تک روزے پُورے کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے: تم چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر چھوڑدو۔ (ت)

پھر ان میں بعض تو وُہ ہیں جن کا مدار صرف رؤیت پر ہی رہا وہ ہلال ہے کہ ان اللّٰہ امدّہ لرؤیتہ[5] (بیشک اللہ تعالٰی نے چاند کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ ت) اس کے ظہور و خفاء کے وہ اسبابِ کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لئے آج تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہوسکا۔ ولہذا بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور و خفا کے لئے باب وضع کئے مگر رؤیت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۲ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۹

[3] " " ۲/ ۱۸۷

[4] صحیح البخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

[5] سنن الدارقطنی کتاب الصیام حدیث ۲۱۲۴/ ۲۶ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۶۲

بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بناء پر اگرچہ بلحاظ درجہ ارتفاع یا بعدِ سوائیا بعد معدل وقوس تعدیل الغروب وغیر ذٰلک کچھ باتیں کیں مگر وہ خود ان میں بشدّت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنے قرار داد پر جازم بھی نہیں جیساکہ واقفِ فن پر ظاہر ہے اسی لئے اہلِ ہیئت جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اور سالانہ المنک میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل مطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع و استقبال و تربیع ایمن و ایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات و ثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رؤیت ہلال کا وقت نہیں دیتے، وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں، ولہذا ہمارے علمائے نے تصریح فرمائی کہ اس بارہ میں قولِ اہلِ توقیت پر نظر نہ ہوگی۔ درمختار میں وہبانیہ سے ہے :

وقول اولی التوقیت لیس بموجب[1]

اہلِ توقیت کا قول سببِ وجوب نہیں بن سکتا۔(ت)

اور باقی وہ ہیں کہ اگرچہ اُن کا اصل مدار رؤیت پر تھا مگر رؤیت ہی کے تکرر سے تجربہ نے ان کے بارے میں ضوابطِ کلیہ دیئے جن کا ادراک بے رؤیت نہ ہوسکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہو کر وقت کو قوانین علم ہیأت و زیج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹے، منٹ، سیکنڈ پر ہوگا۔ واقفِ فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطا نہ کرے گا کہ آخر مدارِ کار شمس وقمر کی چال پر ہے، اور ان کی چال عزیز علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔

قال تعالٰی الشمس والقمر بحسبان[2] ○ وقال تعالٰی ذٰلك تقدیر العزیز العلیم[3]۔

ارشاد باری تعالٰی ہے، سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ اور ارشاد ربانی ہے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۶۱۷ تا ۶۱۹)

(۳۷) عورت چاہے عفیفہ اور ضعیفہ ہو محرم یا خاوند کے بغیر سفرِ حج پر نہیں جاسکتی۔ چنانچہ فرمایا :

عورت اگرچہ عفیفہ یا ضعیفہ ہو اُسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا حرام ہے۔ یہ عفیفہ ہے تو جن سے اس پر اندیشہ ہے وہ تو عفیف نہیں، اور یہ ضعیفہ ہے تو سفر خصوصًا سفرِ حج میں اور زیادہ محتاجِ محرم ہے

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۸

[2] القرآن الکریم ۵۵/۵

[3] " " ۳۶/۳۸

کہ جہاز یا اونٹ پر چڑھانے اتارنے کے لئے ضعیفہ کو دوسرے شخص کی زیادہ حاجت ہے، ہاں اگر چلی جائے گی گنہ گار ہوگی، ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا مگر حج ہو جائے گا کہ معیتِ محرم شرطِ صحتِ حج نہیں۔ رہی واپسی' اگر اس کا شوہر یا محرم اس کے ساتھ حج کو جا سکتا ہے تو یہی مناسب ہے، اس صورت میں واپس کرنا مناسب نہیں۔ اگر زوج یا محرم کوئی نہیں' یا ہے مگر حج کو نہیں جا سکتا تو اگر ابھی مدتِ سفر تک نہیں گئی ہے واپسی لازم ہے، اور اگر مدتِ سفر تک قطع کر چکی تو شوہر یا محرم ہوں تو واپس لائیں کہ اس میں ازالہ گناہ ہے اور ازالہ گناہ فرض ہے۔

وقال اللہ تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1]

اللہ تعالٰے کا ارشاد گرامی ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچا لو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۷۰۶، ۷۰۷)

(۳۸) راستہ پُر امن نہ ہونے کے خدشات ہوں تو کیا وجوبِ حج ساقط ہو جاتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

افواہ کا اعتبار نہیں اگر واقعی ثابت ہو کہ راستہ میں امن نہیں تو وجوب نہ ہوگا کہ من استطاع الیہ سبیلا[2] (جو اس تک چل سکے۔ ت) صادق نہ آیا مگر یہ اس کے لئے ہے جس پر اسی سال وجوبِ حج ہوتا اور جن پر پہلے سے واجب ہولیا ہے اور اپنی کاہلی سے اب تک ادا نہ کیا اُن پر سے وجوب ساقط نہیں ہو سکتا، غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہونا ثابت ہو وجوبِ ادا نہ ہوگا' جب باذنہ تعالٰے امن ہو جائے واجب الادا ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۷۱۰، ۷۱۱)

(۳۹) زیارت روضہ شریف حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا کیا حکم ہے اور باوجود قدرت اس کا تارک یا مانع و منکر فضل شرعاً کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

زیارت سراپا طہارت حضور پُر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بالقطع والیقین باجماعِ مسلمین افضل قربات و اعظم حسنات سے ہے جس کی فضیلت و خوبی کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ بددین یا کوئی سخت جاہل، سفیہ غافل، سخرۂ شیاطین، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اس قدر پر تو اجماعِ قطعی قائم، اور کیوں نہ ہو' خود قرآن عظیم اس کی طرف بلاتا اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

[2] " " ۳/ ۹۷

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔[1]

یعنی اگر ایسا ہو کہ وہ جب اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ و جرم کریں تیری بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوں پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور مغفرت چاہے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ عزوجل کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہیں۔

امام سبکی شفاء السقام اور شیخ محقق جذب القلوب میں فرماتے ہیں :

"علماء نے اِس آیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالِ حیات وحالِ وفات دونوں حالتوں کو شمول سمجھا اور ہر مذہب کے ائمہ مصنفین مناسک نے وقت حاضری مزار پُر انوار اس آیت کی تلاوت کو آدابِ زیارت سے گنا۔"[2] (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۷۱۸)

(۴۰) مزید فرمایا :

آفتاب سے زیادہ روشن کہ ایسا شخص گمراہ، بددین، خارقِ اجماعِ مسلمین، مستحقِ وعیدِ شدید نولّہ ما تولّٰی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا[3] (ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔ ت) ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ص ۷۲۳)

(۴۱) کفار پر ایمان کے سوا اور عبادات فرض ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ شافعیہ اور علماءِ عراقیین کا مذہب یہ ہے کہ عبادات فرض ہیں اور یہی معتمد وراجح تر ہے۔ اس کی تائید میں فرمایا :

علامہ ابن نجیم و محقق علائی نے فرمایا :

وھو المعتمد لان ظاھر النصوص یشھد لھم و خلافہ تاویل۔[4]

یہی معتمد علیہ ہے کیونکہ نصوص کا ظاہر اسی پر گواہ ہے اور اس کا خلاف تاویل ہے (ت)

قرآن مجید میں صاف ارشاد ہوا :

---

[1] القرآن الکریم ۴/۶۴

[2] جذب القلوب باب پانزدہم دربیان حکم زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نولکشور لکھنؤ ص ۲۱۱

[3] القرآن الکریم ۴/۱۱۵

[4] کشف الاستار حاشیہ درمختار حاشیہ ۴ کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۰

ما سلککم فی سقر ٥ قالوا لم نك من المصلین ٥ ولم نك نطعم المسکین ٥ وکنا نخوض مع الخائضین ٥ وکنا نکذب بیوم الدین ٥ حتی اتٰنا الیقین ٥[1]

تمھیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا، انھوں نے کہا ہم نمازی نہ تھے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے اور سازشیں کرنے والوں کے ساتھ شریک ہوکر ہم بھی حصہ لیتے، اور ہم یوم جزا کا انکار کرتے یہاں تک کہ موت آگئی ۱۲ منہ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۷۷۶، ۷۷۷) (حاشیہ)

(۴۲) لفظ عبد کا اطلاق غلام پر درست ہے۔ اس کی تائید میں فرمایا:

اطلاق عبد بمعنی غلام قطعاً جائز و شائع اور قرآن و حدیث میں واقع، فقیر غفراللہ تعالٰی نے اپنی کتاب "البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ" میں اس کی تحقیق مشبع لکھی اور اپنے رسالہ "مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم" (۱۳۰۲ھ) میں بھی قدرے توضیح، اور گیارہ احادیث پر قناعت کی۔ یہاں اسی قدر کافی کہ رب الارباب عزّ جلالہٗ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

انکحوا الایامٰی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم۔[2]

نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق غلاموں اور کنیزوں کا۔ (ت)

دیکھو اللہ تعالٰی نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا اگرچہ ہمیں اپنے غلام کو یا عبدی نہ کہنا چاہیے کہ تواضع کے خلاف ہے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی نہ یہ کہ غلام بھی اپنے آپ کو اپنے آقا کا عبد نہ کہے ۱۲ منہ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۸۲۵، ۸۲۶) (حاشیہ)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۱

(۱) ناچ اور باجے وغیرہ ممنوعات کے باوجود نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ ایسے نکاح کو ناجائز کہنے والے شخص کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر عمدہ تمنائے مسلمانی ہے۔ اس نیک کام میں بہت لوگ حدودِ خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد و تعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۲ تا ۴۷

[2] " " ۲۴/ ۳۲

سے بدرجہا زائد ہوجاتا ہے جن کے لئے یہ ناصح مشفق بنے تھے، اور یہ بلا حضراتِ وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر، شرک، بدعت ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس و لحاظ اسلام و مسلمین دل میں نہیں لاتے۔ اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اس سے اشد گناہ یعنی شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا معہذا اس پر لازم کہ اہلِ ہند اکثر عوام مسلمین مرد و زن کو معاذ اللہ زانی و زانیہ اور ان کی اولاد کو ولدالزنا ٹھہرائے حالانکہ حق سبحٰنہ و تعالٰی فرماتا ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[1]

اللہ تعالٰی تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر تم مومن ہو۔ (ت)

غرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف و ارتکابِ منکر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ[2]

جس نے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ (ت)

ہاں اگر دُولہا دُلھن میں سے کسی کا یہ عقیدہ و مذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال و مباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۰۹، ۱۱۰)

(۲) کوئی عورت طوائف کسی مرد آشنا کے ساتھ پردہ میں خاوند بیوی کے طور پر رہتی ہے اور دوسرے مردوں سے اختلاط نہیں کرتی تو کیا شرعاً وہ اس مرد کی زوجہ تصور ہوگی؟ اس بارے میں فرمایا:

اگر وہ مرد و زن مثل زوج و زوجہ رہتے، اور جو لوگ اُن کے حالاتِ خانگی سے واقف ہیں انھیں زوج و زوجہ تصور کرتے ہوں تو شرعاً زوج زوجہ قرار پائیں گے نہ کہ زانی و زانیہ کہ مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بے ثبوتِ شرعی ہرگز جائز نہیں۔ شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ میں نہ آئی، یہاں حسنِ ظن واجب اور تکذیبِ قاذف لازم۔ قال عزاسمہ،

لولا جاءوا علیہ باربعۃ شھداء[3] الاٰیۃ۔

اس پر اگر وہ چار گواہ پیش نہ کریں الآیۃ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷
[2] " " ۶۵/ ۱
[3] " " ۲۴/ ۱۳

اور ارشاد ہوتا ہے :

ولولا اذ سمعتموہ قلتم[1] الآیۃ۔

اور کیوں نہیں تم کہتے جب تم اسے سنتے ہو الآیۃ۔ (ت)

اگر کوئی مسلمان حر عاقل بالغ عفیف کی طرف نسبتِ زنا کرے اور چار گواہوں سے ثابت نہ کرے تو بعد طلب مقذوف کے اُسے اسّی کوڑے مارے جاتے ہیں اور گواہی اس کی کبھی قبول نہیں ہوتی۔ قال اللہ تعالٰی : والذین یرمون[2] الآیۃ (اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں الآیۃ۔ ت) اسی طرح اگر تین گواہ معاینہ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو اُن گواہوں پر حدِ قذف لازم آتی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

(۳) جھوٹی گواہی کے بارے میں فرمایا :

جھوٹی گواہی دینے والے پر جو سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں ہر مسلمان جانتا ہے یہاں تک کہ قرآن عظیم میں اسے بُت پُوجنے کے برابر شمار فرمایا۔ قال تعالٰی :

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ[3]۔

بُتوں کی نجاست سے بچو، جھوٹی بات سے پرہیز کرو شرک سے بچتے ہوئے اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۰۱)

(۴) زید ہندہ کو اس کے باپ کی عدم موجودگی میں جبراً اٹھا کر اپنے گھر لے گیا، پھر جبراً اس نے نکاح کرنے کا دعوٰی کیا جبکہ ہندہ کا کہنا ہے کہ باپ کی رضامندی کے بغیر مجھے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا :

ایسی ناپاک کارروائی کے ساتھ کسی کی بیٹی کو بلا نکاح رخصت کرا کے لے جانا اگرچہ اسی قصد پر ہو کہ گھر لے جا کر نکاح کر لیں گے سخت شدید کبیرہ عظیمہ ملعونہ ہے جس کا مرتکب کہ اشد ظلم میں گرفتار ہے مستحقِ عذابِ الیم نار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[4]۔

سُن لو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۶ [2] القرآن الکریم ۲۴/ ۴
[3] " " ۲۲/ ۳۰
[4] " " ۱۱/ ۱۸

(۵) مزید فرمایا:

مگر کسی کی بیٹی کو جبراً بلانکاح لے جانا پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے

قال اللہ تعالٰی لا اکراہ فی الدین[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: دین میں جبر نہیں۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۰۳)

(۶) مزید فرمایا:

گواہ و وکیل و معین جتنے لوگ اس واقعہ پر آگاہ ہو کر زید کی اعانت کریں گے سب اس کی مثل ظلم و حرام و استحقاقِ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: گناہ و زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۰۴)

(۷) تعظیماً اللہ تعالٰی کی شان میں جمع کا لفظ بولنے کے بارے میں فرمایا:

حرج نہیں، اور بہتر صیغہ واحد ہے کہ واحد احد کے لئے وہی انسب ہے، قرآن عظیم میں ایک جگہ رب عزوجل سے خطابِ جمع ہے رب ارجعون[3]، وہ بھی زبانِ کافر سے ہے۔ اور ناکح سے کہنا کہ تم یا آپ یا جناب نے قبول کی، اس میں بھی حرج نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۰۷)

(۸) دو بہنوں کے جسم کمر سے سُرین تک جُڑے ہوئے ہیں ان کے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

شریعتِ مطہرہ نے کوئی مسئلہ لاجواب نہ چھوڑا، بھلا یہ صورت تو بہت بعید ہے، فرض کیجئے جو عورت ابتدائے بلوغ سے معاذ اللہ جذام و برص میں مبتلا ہو اور اس کے ساتھ ایسی کریہ المنظر کہ اُسے کوئی قبول نہ کرتا نہ کہ بحالتِ جذام، اس کے لئے کیا صورت ہوگی، اسے شرع کیا حکم دے گی، ہاں اسے عفت و صبر کا حکم فرماتی ہے اور روزوں کی کثرت اس کا علاج بتاتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۶ [2] القرآن الکریم ۵/ ۲

[3] " ۲۳/ ۹۹

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیهم اللہ من فضلہ[1]۔
جو نکاح کی طرف کوئی راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں جب تک اللہ اپنے فضل سے انھیں بے پرواہ کردے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۲۰)

(۹) جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے وہاں روزے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:
اگر حکماً صورت تقدیر و اندازہ لیجئے بھی جس طرح دربارۂ ایامِ طوال دجّال نمازوں کے لئے ارشاد ہوا تو وہی قرآن عظیم جس نے فمن شهد منكم الشهر فليصمه[2] (جو تم میں سے ماہِ رمضان کو پائے تو اس کا روزہ رکھے۔ت) فرمایا اُسی نے وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين[3] ——— ارشاد کیا یعنی جنھیں روزے کی قدرت نہ ہو اُن پر بدلہ ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا اور جن کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصولِ استطاعت کا انتظار کریں اور اپنے رب سے انابت و استغفار کہ وہی قرآن کریم فرماتا ہے:

لا يكلف الله نفسا الا وسعها[4]۔
خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۲۲)

(۱۰) فاحشہ عورت سے نکاح کرنے والے کے بارے میں فرمایا:
زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوتی ہو، ہاں اگر اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیّوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اس کی اس بے غیرتی پر ہے نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں۔ حق سبحانہ و تعالٰی نے محرمات گِنا کر فرمایا:

واحل لكم ما وراء ذالكم[5]۔
اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمھیں حلال ہیں۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵
[3] 〃 ۲/ ۱۸۴
[4] 〃 ۲/ ۲۸۶
[5] 〃 ۴/ ۲۴

رہی آیۂ کریمہ:

والزانیۃ لاینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذٰلک علی المؤمنین[1]۔

زانیہ عورت سے صرف زانی یا مشرک نکاح کرے اور مومنین پر یہ حرام ہے۔ (ت)

اس کا حکم منسوخ ہے قالہ سعید بن مسیب وجماعۃ[2] (یہ سعید بن مسیب اور ایک جماعت کا قول ہے۔ ت) یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے کما قال حبر الامۃ عبداللہ بن عباس و سعید بن جبیر ومجاہد والضحاک وعکرمۃ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم و یزید بن ھارون (جیسا کہ امت کے ماہر عالم عبداللہ بن عباس اور سعید بن جبیر اور مجاہد، ضحاک، عکرمہ، عبدالرحمان بن زید بن اسلم، اور یزید بن ہارون کا قول ہے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۳۵)

(۱۱) حرمتِ متعہ کے بارے میں فرمایا:

متعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوالِ شریفہ سے ثابت ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ھم لفروجہم حٰفظون ○ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین ○ فمن ابتغیٰ وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون[3]۔

جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے ماسوا سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں وہ ملامت سے محفوظ ہیں اور جو لوگ غیر کے متلاشی ہیں وہ حد سے متجاوز ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۳۶)

(۱۲) متعہ کرنے والے کی امامت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

متعہ بنصِ قطعی قرآن عظیم و اجماعِ ائمۂ اہلسنت بلاشبہہ باطل وحرام قطعی ہے۔

قال تعالیٰ فمن ابتغیٰ وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳

[2] الدر المنثور تحت الآیۃ ۲۴/ ۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۲۳/ ۵ تا ۷

[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۷

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص (بیویوں اور لونڈی مملوکہ) کے علاوہ غیر کی خواہش کرتا ہے وہ حد سے متجاوز ہے۔ (ت)

شخصِ مذکور اس کے ارتکاب اور کچہری میں اعلان سے فاسق معلن ہوا اس کی امامت ممنوع اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھرنی واجب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰)

(۱۴۳) جمعہ کے دن نکاح کو ناجائز کہنے والے شخص کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

اُس شخص کا یہ کہنا محض غلط اور شریعت پر افترا ہے، نکاح ہر دن جائز ہے، ہاں اگر اذانِ جمعہ ہوگئی تو اس کے بعد جب تک نماز نہ پڑھ لی جائے نکاح کی اجازت نہیں کہ اذان ہوتے ہی جمعہ کی طرف سعی واجب ہو جاتی ہے۔

قال تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الٰی ذکر اللہ و ذروا البیع [1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز اس کی اذان ہو تو اللہ تعالٰی کے ذکر کے لئے چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (ت)

پھر بھی اگر کوئی بعد اذان نکاح کرے گا گناہ ہوگا مگر نکاح جائز و صحیح ہو جائے گا کما فی الہدایۃ فی البیع ان الکراھۃ للمجاور [2] (جیسا کہ ہدایہ میں بیع کے بارے میں ہے کہ کراہت مجاور یعنی ترکِ سعی کی وجہ سے ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۴۱، ۲۴۲)

(۱۴۴) خواص منکوحہ کی اولاد کے بارے میں فرمایا:

خواص و کنیزک میں کوئی فرق نہیں وہ عورت کہ بملک شرعی کسی کی مِلک ہو اس کی کنیز ہے، پھر اگر دوسرے کی کنیز سے اس کی اجازت سے اس نے نکاح کیا نکاح صحیح ہوا، اور باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے کہ شرعاً نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن [3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا خرچہ ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۴۲)

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۹

[2] الہدایۃ کتاب البیوع فصل فیما یکرہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۷۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳

(۱۵) تن بخشی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ؛

تن بخشی پر قناعت صریح زنا ہے اور اگر اسے حلال جانے تو کافر،

انما کان ذٰلك من خصائصه صلی الله تعالٰی علیه وسلم، قال تعالٰی خالصة لك من دون المؤمنین[1]

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ خالص آپ کے لئے ہے مومنین کے لئے نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۵۸)

(۱۶) زید نے اپنے سوتیلے بیٹے بکر کی مطلقہ سے بعد انقضائے عدت شادی کرلی، اس کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا ؛

جائز ہے، وہ اس کی بہو نہیں کہ بکر اس کا بیٹا نہیں، اس کی زوجہ کا بیٹا ہے۔

قال تعالٰی وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2]، وقال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی بننے والیوں سے (نکاح) حرام ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمھارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۶۷)

(۱۷) سوتیلی ساس سے نکاح کے بارے میں فرمایا ؛

زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی۔

قال الله تعالٰی ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[4]، وقال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[5]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کے ماسوا عورتیں تمھارے لئے حلال قرار دی گئی ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۷۰)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۰
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[3] 〃 ۴/ ۲۴
[4] 〃 ۵۸/ ۲
[5] 〃 ۴/ ۲۴

(۱۸) ماں کی خالہ زاد سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے،

قال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے ماسوا عورتیں تمھارے لئے حلال قرار دی گئی ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۷۱)

(۱۹) حدیث لاتنکح المرأۃ علیٰ عمتہا ولا علیٰ خالتہا کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

لاتنکح المرأۃ علیٰ عمتہا ولا علیٰ خالتہا۔[2]

پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔

حدیث صحیح مشہور ہے، مع ہذا وہ مخالفِ قرآن نہیں بلکہ آیۂ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین[3] (حرام ہے کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ ت) کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقۂ محرمیت مراد ہے علاوہ بریں کریمہ واحل لکم ماوراء ذٰلکم[4] (ان کے سوا تمھارے لئے حلال ہیں۔ ت) عام مخصوص منہ البعض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم۔[5]

مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان لائیں۔ اور مومن لونڈی، مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ مشرکہ تمھیں پسند ہو۔ (ت)

حدیث کلامی لاینسخ کلام اللہ[6] (میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ ت) محض بے اصل ہے، خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلے اللہ تعالے علیہ وسلم:

دیکھو ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا بے فکرا اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن میں حلال پائیں گے اُسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳

[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۳ [4] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [5] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱

[6] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۲

پائیں گے اُسے حرام کہیں گے۔[1]

الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ[2] سُن لو مجھے قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل۔
اور الا وان ماحرم رسول اللہ مثل ماحرم اللہ[3] سنو بیشک جسے رسول اللہ نے حرام کیا وہ ایسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا۔

خود رب العزت تبارک وتعالٰے قرآنِ عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے:

ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ[4]

کافر حرام نہیں جانتے ان چیزوں کو جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔

اور مسلمانوں سے فرماتا ہے:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا۔[5]

جو کچھ رسول تم کو عطا فرمائیں اس کو لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۷۲، ۲۷۳)

(۲۰) خاوند غریب ہے اور لڑکی کا والد سوا لاکھ مہر کی شرط لگاتا ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، مگر دونوں کی نیت ادائیگی کی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ فرمایا:

البتہ یہ ضرور ہے کہ طرفین اُسے دین سمجھیں اور شوہر نیتِ ادا رکھے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی محض مفلس تھے، نکاح کیا، مہرِ کثیر کی درخواست کی گئی، قبول فرمالی اور فرمایا: علی اللہ وعلی رسولہ المعول اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ ہے یعنی وہ عطا فرمادیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خود قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

ولو انّھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون[6]

---

[1] سنن ابن ماجہ — باب اتباع سنۃ رسول اللہ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۳
[2] سنن ابی داوٗد — باب لزوم السنۃ — آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۲۷۶
[3] سنن ابن ماجہ — باب اتباع سنۃ رسول اللہ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۳
[4] القرآن الکریم ۹/ ۲۹
[5] 〃 ۵۹/ ۷
[6] 〃 ۹/ ۵۹

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اللہ ورسول کے دیے پر اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب ہمیں دیتے اللہ ورسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رُوئے نیاز لاتے ہیں۔

ایسی حالت میں کوئی الزام بھی نہیں بلکہ نکاح نیتِ صحیحہ اور حاجت صادقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسبِ وعدہ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل اس دین کا ضامن ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خطبہ میں مغالاۃ فی المہور یعنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنے پر انکارِ شدید فرمایا، حاضرین میں سے ایک بی بی اٹھیں آیۂ کریمہ اٰتیتم احدٰھن قنطارا[1] (تم ان عورتوں کو ڈھیر مال دیتے ہو) تلاوت کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر کرنا جائز فرمایا گیا۔ فوراً امیر المومنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور بکمالِ تواضع فرمایا:

اللھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال[2]

اے اللہ! عمر سے ہر ایک زیادہ فقیہ ہے حتی کہ پردہ دار عورتیں بھی۔ (ت)

ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو اگرچہ اس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۸۳)

(۲۱) عدت کے بارے میں فرمایا:

عدت زنِ شوہردار پر ہوتی ہے، جب شوہر مرے یا طلاق دے، اور ذات زوج کا حمل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[3]

بچے کا نسب نکاح والے کے لئے ہے زانی کو محرومی۔ (ت)

آیۂ کریمہ میں اولات الاحمال سے یہی مراد ہے، صدرِ کلام میں خاص صورتِ طلاق ارشاد ہوئی ہے اور اسی کی تفصیل فرمائی گئی ہے۔

یٰایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۰

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی لا وقت فی الصداق الخ دار صادر بیروت ۷/ ۲۳۳

[3] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۰

[4] القرآن الکریم ۶۵/ ۱

اے نبی (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) ! عورتوں کو طلاق دیتے وقت ان کی عدّت کا پاس کرو اور عدّت کا شمار کرو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۸۹)

(۲۲) قاضی نکاح خوانی شرعی قاضی نہیں، اس کے بغیر بھی نکاح ہو سکتا ہے اسے دعوت دینا ضروری نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

قاضی کوئی شرطِ نکاح نہیں، آدمی جس سے چاہے پڑھوائے، چاہے مرد و زن دو گواہوں کے سامنے خود ایجاب وقبول کرلیں، اس نام کے قاضی کے لئے شرعاً کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا، نہ قاضی کو دعوت نہ دینے میں کوئی الزام، یہ نکاح خوانی کے قاضی اسماء سمّیتموھا انتم واٰباءکم ما انزل اللّٰہ بھا من سلطٰن[1] (یہ تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے بنائے ہوئے نام ہیں اللہ تعالٰی نے ان پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۹۶، ۲۹۷)

(۲۳) نکاح و رخصتی کے بعد لڑکی کے باپ نے کہا کہ لڑکی کو تم اپنے وطن نہ لے جانے کا اسٹامپ لکھ کر دو ورنہ میں لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا، لڑکی کے باپ کا یہ عذر کیسا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

اگر مہر کل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہوگیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وہ اسے نہیں روک سکتا۔

قال اللہ تعالٰی واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: بیویوں کو اپنے ساتھ سکونت دو گنجائش کے مطابق۔(ت)

ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسانی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے بندوبست کافی وہاں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[4]

---

[1] القرآن الکریم ۷/۷۱

[2] " " ۶۵/۶

[3] " " ۶۵/۶

[4] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۹۱

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو تنگی دینے کے لئے ضرر مت پہنچاؤ۔ اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام ضرر اور نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰)

(۲۴) سوتیلی خوشدامن کے ساتھ نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نکاح مذکور بیشک جائز ہے، قال عزوجل،

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

محرماتِ مذکورہ کے ماسوا تمھارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

علماء قاطبۃ متون وشروح وفتاوٰی میں محرمات صہریہ زوجاتِ اصول وفروع، اصول وفروع زوجات بتاتے ہیں نہ زوجۂ اصول زوجہ وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر العدم کما لایخفی (ایسے مقام میں ذکر نہ ہونا گویا نہ ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور سوتیلی ماں لفظِ امّھات میں ہرگز داخل نہیں، ورنہ آیۂ تحریم میں حرمت علیکم امھاتکم[2] (تم پر تمھاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت) کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم[3] (جن سے تمھارے آباء نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو۔ ت) کیوں فرمایا جاتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی، بہن، خالہ قرار پاتیں۔ علامہ خیرالدین رملی فرماتے ہیں:

لا تحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا امرأۃ الاب ولا بنتھا[4]

ماں کے خاوند کی بیٹی اور اس کی ماں اور باپ کی دوسری بیوی کی ماں اور بیٹی حرام نہیں (ت)

اصل یہ ہے کہ ساس کی حُرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لئے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۲)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] " ۴/ ۲۳

[3] " ۴/ ۲۲

[4] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۳

(۲۵) بلا اذنِ خاوند گھر سے نکلنے والی عورت کے نکاح ٹوٹ جانے سے متعلق عوامی خیال کا رَد کرتے ہوئے فرمایا :

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ عورت بے اذنِ شوہر گھر سے نکل جائے تو نکاح سے نکل جائے محض غلط ہے۔ قال تعالٰی :

والّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن[1] الاٰیة۔

جن عورتوں کی نافرمانی کا احساس کرتے ہو ان کو نصیحت کرو الآیة۔

تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلا اذن۔

یہاں تخافون بمعنی تعلمون اور نشوز سے مراد اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا ہے (ت)

معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو نکاح کی گرہ زنان ناقصات العقل والدین کے ہاتھ ہو جائے، جو عورت چاہے بے ارادۂ شوہر سہل طور پر قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کر لے، حالانکہ اللہ عزوجل نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے۔ قال عزوجل :

بیدہ عقدة النکاح[2] یعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیّب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ، سعید بن مسیّب اور سعید بن جبیر وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس سے خاوند مراد لیا ہے۔ (ت)

اسی طرح عیاذاً باللہ عورت کے فسق و فجور سے بھی نکاح نہیں جاتا۔ قال تعالٰی :

واللاتی یأتین الفاحشة من نسائکم[3]۔ سماھن مع ذٰلك نساءھم، وقال جل وعلا والذین یرمون ازواجھم[4] الاٰیة الٰی قوله تبارك وتعالٰی ویدرؤا عنھا العذاب[5] الاٰیة۔

تمہاری بیویوں میں سے جو فحش کاری کی مرتکب ہو اس میں اس کے باوجود ان کو بیویاں فرمایا گیا ہے۔ اللہ جل وعلا نے فرمایا : وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں الآیة، اور عورت

---

[1] القرآن الکریم ۴/۳۴
[2] القرآن الکریم ۲/۲۳۷
[3] القرآن الکریم ۴/۱۵
[4] القرآن الکریم ۲۴/۶
[5] القرآن الکریم ۲۴/۸

سے یوں سزا ٹل جائے گی، آخر آیت تک۔ (ت)

پس جبکہ زید نے ہنوز طلاق نہ دی نصیبن بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے اور بکر خواہ کسی کو، ہرگز اس سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیا، تاہم جیسے اب تک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یوں ہی اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا۔ قال تعالٰی:

والمحصنٰت من النساء[1] (شادی شدہ پاکیزہ عورتیں۔ ت)

پس چارہ کار یہی ہے کہ بکر و نصیبن فوراً جدا ہوجائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں۔ پھر نصیبن زید کے پاس نہ رہنا چاہے تو اُسے اختیار ہے کہ زید کو طلاق کے بدلے مال دے کر خواہ بغیر مال دیئے طلاق حاصل کرے۔ قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی:

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلاجناح علیہما فیما افتدت بہ[2]

اگر تمھیں ڈر ہے کہ عدل کے طور پر وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے (تو خلع کے طور پر عورت کی طرف سے) فدیہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

جب زید طلاق دے دے تو اب تین حیض کامل گزرنے کے بعد نصیبن کو حلال ہوگا کہ بکر خواہ غیر بکر جس سے چاہے نکاح کرلے۔ قال سبحٰنہ وتعالٰی:

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[3]

طلاق شدہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک روکے رہیں۔ (ت)

بکر و نصیبن اگر اس حکمِ الٰہی پر گردن رکھیں فبہا، اور اگر نہ مانیں اور اسی حالت پر رہیں یا بے طلاق حاصل کئے آپس میں نکاح کرلیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بیبیاں انھیں یک لخت چھوڑ دیں، نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں۔ قال عزوجل:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]

اور کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۳، ۳۱۴)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴
[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۹
[3] ؍؍ ۲/۲۲۸
[4] ؍؍ ۶/۶۸

(۲۶) سالی سے نکاح کے بارے میں فرمایا :

"تا حیاتِ زوجہ جب تک اسے طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے جو اس کے باپ کے نطفے یا ماں کے پیٹ سے یا دودھ شریک ہے نکاح حرام ہے۔ قال تعالیٰ :

وان تجمعوا بین الاختین[1]۔

منع ہے کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو۔ (ت)

اور ان کے سوا زوجہ کی رشتہ کی بہنیں مثلاً چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں اس کے شوہر پر ہر وقت حلال ہیں کل ذٰلک مصرح بہ فی کتب الفقہ (ان تمام مسائل کی تصریح کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۴، ۳۱۵)

(۲۷) بھتیج بہو اور بھانج بہو سے نکاح کے بارے میں فرمایا :

دونوں سے درست ہے، قال اللہ تعالیٰ :

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2]

اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمھارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۵)

(۲۸) زید کا بیٹا ہندہ سے اور خود زید ہندہ کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہیں، اس سلسلہ میں فرمایا :

یہ دونوں نکاح حلال ہیں، قال اللہ تعالٰے :

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[3]

محرماتِ مذکورہ کے ماسوا تمھارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

ظاہر ہے کہ پسرِ زید کے لئے ہندہ اگر ہو گی تو باپ کی ساس ہو گی وذٰلک اذا تقدم نکاح زید (اور یہ جب ہے کہ زید کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ ت) اور باپ کی ساس حلال ہے جبکہ وہ اپنی نانی نہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۶، ۳۱۷)

(۲۹) ہندہ منکوحہ کی ماں کو بحالتِ شہوت مَس کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا مگر دائمی حرمت لازم آتی ہے۔ چنانچہ فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/۲۴
[3] " " ۴/۲۴

ہندہ بکر پر حرام ابدی ہوگئی، بکر پر فرض کہ اُسے چھوڑ دے، اگر نہ چھوڑے گا سخت گنہ گار ہوگا اور ہندہ کے حق میں بھی گرفتار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

فامساك بمعروف او تسريح باحسان[1]، واذ قد فاته الامساك بالمعروف لزمه التسريح باحسان۔

بھلائی سے پاس رکھو یا اچھے انداز میں اس کو آزاد کردو۔ اس صورت میں پاس رکھنا ممکن نہیں رہا لہٰذا اس کو چاہیئے کہ چھوڑ دے۔ (ت)

مگر جب تک[ع] وہ ترک نہ کرے یا حاکمِ شرع تفریق نہ کر دے نکاح بیشک باقی ہے، دوسری جگہ ہرگز ہندہ کا نکاح جائز نہیں، ہاں بعد متارکہ یا تفریقِ حاکمِ شرع، پدرِ ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بکر کے سوا جس سے چاہے نکاح کر دے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۱، ۳۲۲)

(۳۰) فقط ایک عورت کے بیان سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

ع: انظر ههنا فان الدر خص المتاركة بالزوج وحقق الشامي انها تكون من المرأة ايضا وان لا فرق بينها وبين الفسخ، وقد تقرر ان حرمة المصاهرة تفسد النكاح وان في النكاح الفاسد لكل منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه دخل بها اولا، وانظر ان غير البالغة هل لها او لوليها فسخ نكاحها الفاسد تحرزا عن المعصية ام ينتظر بلوغها اذ لا معصية منها قبله والظاهر الاول فليحرر ۱۲ (م)

یہاں غور کرنا چاہیئے کیونکہ دُر نے متارکہ کا حق خاوند کے لئے خاص کیا ہے، جبکہ علامہ شامی نے کہا کہ عورت کو بھی متارکہ کا حق ہے کیونکہ اس میں اور فسخ میں کوئی فرق نہیں، اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حرمۃ المصاہرۃ نکاح کو فاسد کر دیتی ہے، جبکہ نکاحِ فاسد میں خاوند و بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو، دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو فسخ کا حق ہے، اور یہ بھی قابلِ غور ہے کہ نابالغہ کے فاسد نکاح میں نابالغہ یا اس کے ولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ گناہ سے بچا یا جاسکے یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا اس بنا پر کہ اس سے قبل گناہ متصور نہیں، اور ظاہر پہلا احتمال ہے، اس کو واضح کرنا چاہیئے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

تنہا ایک عورت کا بیان اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ قال اللہ تعالےٰ ؛

واشھدوا ذوی عدل منکم[1]

اپنے دو عادل گواہ بناؤ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۳)

(۳۱) قبل وضع حمل حاملہ کے نکاح کے بارے میں فرمایا ؛

حمل اگر حلال ہے (یعنی وہ جس میں شرعاً نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ ؛

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[2]

حاملہ عورتوں کی عدت بچّے کی پیدائش تک ہے۔ (ت)

ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز، اس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دے دی تو اگرچہ ہنوز وضعِ حمل نہ ہو اس سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ ہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۳)

(۳۲) کیا پیر اپنی مریدنی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ؛

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال ہے، اسے ممنوع جاننا کتاب وسنّت واجماع امت و

عـہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ اس زمانے کے بعض جاہل بیباک متصوف اس جھوٹے مسئلہ کو کہ مریدہ بیٹی ہے دستاویز بنالیتے ہیں اور تمام عورتوں کو جو اُن کی مریدی کے جال میں پھنسی ہوتی ہیں حکم قطعی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے بے پردہ وحجاب آیا کرو۔ بلکہ تنہائیوں میں انھیں لے کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ باتیں حرام قطعی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی پیر نہیں وہ خود اپنے سامنے عورتوں کو بیباکانہ آنے سے منع فرماتے۔ اور کبھی حضورِ پُرنور نے نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگایا، جو بیبیاں کہ حاضرِ خدمت ہو کر بیعت چاہتیں آپ ان سے زبانی بیعت لیتے اور فرماتے، تمھاری بیعت ہوگئی۔ کبھی ہاتھ میں ہاتھ لے کر

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵ / ۲ [2] القرآن الکریم ۶۵ / ۴

قیاس چاروں دلائل شرع سے محض باطل و بے اصل ہے، قرآن عظیم سے یوں کہ مولیٰ عزوجل نے حرام عورتیں گنا کر فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

ان محرمات کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

تو لاجرم مریدہ بھی کہ ان محرمات میں ذکر نہ فرمائی اس حکمِ حلت میں داخل رہی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۵، ۳۲۶)

(۳۳) مزید فرمایا:

بلکہ پیری مریدی بھی خود ایک استادی و شاگردی ہے، اگر یہ خیالِ باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی حالانکہ قرآن و حدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[2]

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

ظاہر ہے کہ گھر والوں کو دوزخ سے بچانا بغیر مسائل سکھائے متصور نہیں کہ بچنا بے عمل اور عمل بے علم میسر نہیں، تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علمِ دین سکھاؤ اور اس پر عمل کی ہدایت کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۷)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بیعت نہ لی۔ شیطان کے مکر سے اللہ سبحٰنہ محفوظ رکھے۔ اور بعض جاہل مردوں کو ابلیس پُر تلبیس نے یوں ورغلایا اور ان کے ذہن میں یہ سمایا کہ جب ہمارے حالات ہمارے مرشد پر پوشیدہ نہیں تو پھر ہم کیوں اپنی عورتوں کا پیر جی سے پردہ کرائیں، پس بے غل و غش پیر صاحب بحالتِ موجودگی و عدم موجودگی صاحب خانہ کے زنانے میں جاتے اور وہیں آرام کرتے ہیں۔ یہ رقم آثم کا چشم دید تھا جو بیان میں آیا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (مولوی نواب) سلطان احمد خاں بریلوی۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [2] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

(۳۴) زید نے اپنی منکوحہ ہندہ کی بہن سے نکاح کرلیا جبکہ ہندہ بھی اس کے نکاح میں ہے۔ اس مسئلہ میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام قطعی ہوا۔

قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منع ہے کہ تم نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔ (ت)

اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے، پھر اگر ابھی سالی سے صحبت نہیں کی جب تو ہندہ اس کے لئے حلال ہے اور اگر اس سے صحبت کرلی تو اب اپنی منکوحہ ہندہ کے پاس بھی جانا حرام ہوگیا جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے، جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائے گا اس وقت ہندہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔

(فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۳۰)

(۳۵) کیا چچا کے مرنے کے بعد چچی سے نکاح درست ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

درست ہے، دلیل اس کی قول عزوجل: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (ان محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ ت) ہے کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر ارشاد ہوا ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرع میں کہیں اس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں سے ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۳۲)

(۳۶) باپ کی سالی سے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں عمرو و سلمیٰ کا نکاح جائز ہے کہ باپ کی سالی جبکہ اپنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سگی یا سوتیلی یا مادری یا رضاعی بہن نہ ہو حلال ہے خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی۔ قال اللہ تعالیٰ:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[3]

محرمات مذکورہ کے سوا تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن، نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۰)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/۲۴
[3] القرآن الکریم ۴/۲۴

(۳۷) ایک شخص پانچ سال سے لاپتہ ہے کیا اس کی بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

ہرگز یوں نکاح نہیں کرسکتی، قال اللہ تعالٰی:

والمحصنٰت من النساء[1]۔

شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ (ت)

اس پر لازم ہے کہ وہ صبر و انتظار کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی ولادت کو ستّر برس گزر جائیں اس کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے۔

فی جواھر الاخلاطی یحکم بموته بعد سبعین سنة وعلیه الفتوٰی[2]۔

جواہر الاخلاطی میں ہے گم شدہ کی عمر کے ستّر سال پورے ہونے کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے گا۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۴)

(۳۸) شیعہ عورت سے سنّی کے نکاح کرنے کے بارے میں فرمایا:

حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں،

اولٰئك یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون[3]۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پہ اللہ تعالٰی لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (ت)

احادیثِ صحیحہ کثیرہ اس معنیٰ پر ناطق ہیں، تو ایک ملعونہ سے صحبت رکھنا کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوگا۔ واللہ الہادی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۶)

(۳۹) حرمتِ متعہ کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ھم لفروجھم حٰفظون ۝ الا علٰی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۝ فمن ابتغٰی وراء ذٰلك فاولٰئك ھم العادون[4] ۝

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] جواہر الاخلاطی مسائل مفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۲/۱۵۹ [4] القرآن الکریم ۲۳/۵ تا ۷

وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

ظاہر ہے کہ زنِ ممتوعہ نہ اُس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی، تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام و گناہ ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ مردوں سے فرماتا ہے:

محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان[1]

نکاح کرو بی بی بناکر، قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے اور نہ آشنا بنانے کو۔

عورتوں سے فرماتا ہے:

محصنٰت غیر مسافحٰت ولا متخذات اخدان[2]

قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔

ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ ہے، نہ قید میں رکھنے بی بی بنانے کا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۹، ۳۵۰)

(۴۰) بھائی کی بیوی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

جائز است بالاتفاق بعد افتراق بموت یا طلاق برادر اصغر باشد یا اکبر، قال عزوجل: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

چھوٹے یا بڑے بھائی کے طلاق دینے یا فوت ہونے کے سبب جدائی کے بعد بالاتفاق جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محرمات مذکورہ کے سوا تمھارے لئے حلال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۵۱)

(۴۱) زید نے ساس سے زنا کیا جس کا اس کی بیوی کو علم ہے، اس کے باوجود وہ اکٹھے رہ رہے ہیں، اس کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

زوجۂ زید اس پر حرام ہوگئی اگرچہ اسے اس واقعۂ شنیعہ کا علم بھی نہ ہوتا **اقول** وباللہ التوفیق اس کی دلیل جلیل قولِ مولےٰ عزوجل و تبارک و تعالیٰ سے ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵
[2] 〃 ۴/۲۵
[3] 〃 ۴/۲۴

وربائبکم الّٰتی فی حجورکم من نسائکم الّٰتی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلاجناح علیکم[1]

تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالیاں اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں زنِ مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف الّٰتی فی حجورکم یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرطِ حرمت نہیں، مثلاً زید کسی پچیس[25] سال والی عمر کی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چاردہ[14] سالہ ہو جسے گود میں پالنا درکنار، زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو کیا زید کو حلال ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کرلے اور مادر و دختر دونوں کو تصرف میں لائے، لا الٰہ الا اللہ یہ ہرگز شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہیں، اسی طرف وصف نسائکم یعنی اُن مدخولات کا زوجہ و منکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں۔ کیا لیلیٰ و سلمیٰ ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز شرعی ہوں اُسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے، مادر و دختر دونوں ایک کے پلنگ پر، عیاذاً باللہ، یہ شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے حالانکہ ہرگز کنیزیں نسائکم میں داخل نہ ان کی بیٹیوں پر ربائبکم صادق، غالباً ان حراموں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں۔ تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمۂ آیت فان لم تکونوا دخلتم بھن تحریمِ دختر کے لئے کافی نہیں یونہی شرط و ضروری بھی نہیں یعنی نہ وہ علت ہے نہ جزءِ علت۔ اب آیۂ کریمہ میں نہ رہا مگر التی دخلتم بھن یعنی اُن عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی۔ معلوم ہوا صرف اسی قدر علتِ تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی، نظیر اس کی اسی بیان محرمات میں قولہ عزوشانہٗ:

وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2] ہے۔

حرام کی گئیں تم پر تمہارے اُن بیٹوں کی جورؤئیں جو تمہاری پشت سے ہیں۔

کہ جس طرح الذین من اصلابکم یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبنی کے لئے ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] " " "

نہ اخراجِ نبیرہ وبنسہ کے واسطے، یونہی وصف حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی ملحوظ نہیں، بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں، اور اگر اشتقاقی معنی لیجئے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے، تو اب عمومِ تحریم صحیح نہ رہے گا کہ بیٹے کی کنیز مطلقاً حرام نہیں جب تک مدخولہ نہ ہو، یہی حال وامھات نسائکم[1] کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری عورتوں کی مائیں، یہاں بھی وصفِ زوجیت کی قید نہیں کہ کنیز مدخولہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام، بعینہٖ اسی دلیل سے ولا تنکحوا مانکح اٰباؤکم من النساء[2] (اپنے باپوں کی منکوحہ بیویوں سے نکاح نہ کرو۔ ت) میں اگر بمعنی عقد لیجئے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجئے تو وہ ہمارا عین مذہب، بالجملہ ان سب مواضع میں مطمحِ نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگرچہ بلا نکاح وبس۔ اب دخلتم بھن میں مولیٰ عزوجل نے دخولِ حلال وحرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اس کے اطلاق میں دونوں داخل، تو جو مدعیِ تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم، کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالتِ حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی، اس کی بیٹی اس پر حرام نہ ہوئی قطعاً اجماعاً حرام ہوئی حالانکہ یہ دخول حرام تھا بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول، عورت ہی کو اس کے لئے حلال نہیں کہہ سکتے اور اس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دخترِ موطوءہ ہوجاتی ہے مثلاً ایک کنیز دو مولے میں مشترک ہے ان میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دخترِ کنیز اس پر حرام ہوجائے گی، یونہی اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کافرہ غیر کتابیہ، یا اپنی اُس عورت سے مجامعت جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا، یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کردیتی ہیں حالانکہ یہ عورات بھرے سے خود ہی حلال نہ تھیں۔

اقول ان مسائل سے مسئلہ زن مظاہرہ تو استناد بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اس پر خود قرآنِ عظیم دلیل شافی، ظہار بنص قرآن مزیل نکاح نہیں تو زن مظاہر بلاشبہہ نسائکم میں داخل، اور بعد وطی دخلتم بھن بھی حاصل، تو قطعاً اس کی دختر کو حکمِ حرمت شامل، زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کرلیا بعدہٗ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا، کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کرلے۔ حاش للہ! یہ شریعتِ محمد رسول اللہ نہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، حالانکہ بعد ظہار عورت بنصِ قرآن اس پر حرام ہوگئی اور جب تک کفارہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۲

نہ دے اسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا۔ تو ثابت ہُوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے، اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلا نکاح اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب، اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت علامہ صحابہ عبداللہ بن مسعود و حضرت عالم القرآن عبداللہ بن عباس و حضرت اقرأ الصحابہ ابی بن کعب و حضرت عمران بن حصین و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت مفتیہ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین و جماہیر ائمہ تابعین مثل حضرات امام حسن بصری و افضل التابعین سعید بن المسیب و امام اجل ابراہیم نخعی و امام عامر شعبی و امام طاؤس و امام عطا بن ابی رباح و امام مجاہد و امام سلیمٰن بن یسار و امام حماد اور اکابر مجتہدین مثل امام عبدالرحمٰن اوزاعی و امام احمد بن حنبل و امام اسحٰق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۵۴ تا ۳۵۶)

(۴۲) شیعہ وغیرہ بدمذہبوں سے شادی کے بارے میں فرمایا:

جو ان میں کوئی عقیدۂ کفر رکھتا ہے جیسے آج کل کے عام رافضی، اس کے ساتھ تو کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بدمذہب عقائد کفر سے بچا ہو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ بایں معنی درست کہ کرلیں تو درست ہو جائے گا زنا نہ ہوگا مگر بدمذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دور بھاگنا لازم، زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم اُنس و محبت و الفت پیدا کرتا ہے۔ قال تعالےٰ:

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ط ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون[1]۔

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے بنائیں تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوروئیں کہ تم ان کی طرف رغبت کرو ان سے مل کر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی اور مہر رکھی، بیشک اس میں ٹھیک نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۶۸)

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۲۱

(۴۳) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا :

اور اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر، قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوب و محکوم ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ :

الرجال قوامون علی النساء[1]

مرد، عورتوں کے منتظم ہیں۔ (ت) (فتاوی رضویہ ۱۱ ص ۳۶۹)

(۴۴) **فائدہ :** آیۂ کریمہ واحل لکم ماوراء ذٰلکم میں حل بمعنی عدمِ حرمت وطی ہے جو گناہ کے منافی نہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۸۸)

(۴۵) سُنّیہ حنفیہ عورت کا کسی غیر مقلد سے نکاح کرنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا :

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ ت) اگر نظرِ تحقیق کو رخصتِ جولاں دیجئے تو بدمذہب سے سُنّیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرعِ مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں، مثلاً :

دلیل اوّل : قال عزوجل :

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2]

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبتِ دائمہ سے بڑھ کر کون سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے اور وہ بدمذہب تو ضرور اس سے نادیدنی دیکھے گی ناشنیدنی سُنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی۔ اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے نہ کہ عمر بھر کے لئے اپنے یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجزہ مقہورہ کے واسطے اس فضیحہ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا۔

دلیل دوم : قال تبارک وتعالیٰ :

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ[3]

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۴

[2] " " ۶/ ۶۸

[3] " " ۳۰/ ۲۱

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمہارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی و مہر رکھی۔[424]

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للزوج من المرأة لشعبة ماھی لشئ۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم[1] عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عورت کے دل میں شوہر کے لئے جو راہ ہے کسی کے لئے نہیں (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

آیت گواہ ہے کہ زن وشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم اُنس ومحبت والفت ورافت پیدا کرتا ہے۔ اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی۔ اور بدمذہب کی محبت سمِّ قاتل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]

تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہ اُنھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[3]۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ الا ابن ماجۃ عن انس و الشیخان عن ابن مسعود واحمد ومسلم عن جابر و ابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ وابی موسٰی وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے (اس کو ابن ماجہ کے سوا امام احمد اور صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے حضرت انس سے اور بخاری ومسلم نے ابن مسعود سے، احمد ومسلم نے جابر سے، ابوداؤد نے ابوذر سے، اور ترمذی نے صفوان بن عسال سے، اور اس

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۶۲
سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس ۲/ ۳۴۳
صحیح البخاری باب علامۃ الحب فی اللہ ۲/ ۹۱۱ و صحیح مسلم باب المرء مع من احب ۲/ ۳۳۲
سنن ابی داؤد باب الرجل یحب الرجل الخ ۲/ ۳۴۳ و مسند احمد بن حنبل ۳/ ۱۰۴ و ۱۱۰ و ۱۵۹ و ۲۰۰

باب میں علی، ابوہریرہ، ابوموسیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ ت)

دلیل سوم : قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1]

اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

اور بد مذہبی ہلاک حقیقی ہے۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

ولاتتبع الھوٰی فیضلك عن سبیل اللہ[2]

اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکاوے گی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۹۰، ۳۹۱)

(۴۶) مزید فرمایا :

دلیل چہارم : قال المولٰی تبارك وتعالٰی (مولٰی تبارک وتعالٰی نے فرمایا) :

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علٰی بعض[3]

مرد حاکم ومسلط ہیں عورتوں پر بسبب اُس فضیلت کے جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۹۵)

(۴۷) مزید فرمایا :

دلیل پنجم : قال العلی الاعلی جل وعلا (اللہ بلند واعلٰی نے فرمایا) :

والفیا سیدھا لدی الباب[4]۔

ان دونوں نے زلیخا کے سیّد وسردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس۔

ردالمحتار باب الکفارۃ میں ہے :

النکاح رق للمرأۃ والزوج مالك[5]۔

نکاح سے عورت کنیز ہوجاتی ہے اور شوہر مالک۔

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۱۹۵

[2] القرآن الکریم ۳۸ / ۲۶

[3] " " ۴ / ۳۴

[4] " " ۱۲ / ۲۵

[5] ردالمحتار باب الکفارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۳۱۷

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاتقولواللمنافق یاسیّد فانہ ان یك سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل[1]۔ رواہ ابوداؤد والنسائی بسند صحیح عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

منافق کو "اے سردار" کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمھارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزّوجل کو ناراض کیا (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۹۷)

(۴۸) مزید فرمایا :

دلیل ششم : (اللہ تعالیٰ نے فرمایا :)

یایھاالناس ضرب مثل فاستمعوالہ[2]، واللہ لایستحیی من الحق[3]۔

اے لوگو! ایک مثل کہی گئی اُسے کان لگا کر سُنو۔ بیشک اللہ عزّوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرھتموہ[4]۔

کیا تم میں سے کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتّے کے نیچے بچھے، تم اسے بہت بُرا جانو گے۔

رب جل وعلا نے غیبت کو حرام ہونا اسی طرزِ بلیغ سے ادا فرمایا :

ایحب احدکم ان یأکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ[5]۔

کیا تم میں سے کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے، تو یہ تمھیں بُرا لگا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۹۸)

---

[1] سُنن ابی داوٗد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۴

[2] القرآن الکریم ۲۲/۷۳ [3] القرآن الکریم ۳۳/۵۳

[4]

[5] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

(۴۹) بعض وہابی کہہ دیتے ہیں کہ ہم وہابی نہیں، اس کے بارے میں فرمایا:

ابھی امتحان کا مرحلہ باقی و دیدنی ہے، زبان سے کہہ دینا کہ ہم وہابی نہیں گنتی کے لفظ ہیں کچھ بھاری نہیں،

الٓمّٓ ○ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون[1]۔

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اس زبانی کہہ دینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وحسبنا اللہ و نعم الوکیل، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالٰے ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے، کوئی حرکت اور کوئی قوت اللہ تعالٰے عظیم و بلند کی مشیت کے بغیر نہیں ہے۔ (ت)

بہت اچھا جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امورِ ذیل پر دستخط فرماتے جائیں ع

کھوٹے کھرے کا پردہ کھُل جائے گا چلن میں الخ

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۰۳ و ۴۰۴)

(۵۰) حقیقی بہن کی نواسی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

عقد مذکور زنائے محض ہے حرام قطعی ہے سخت عظیم شدید گناہِ کبیرہ ہے، نہ فقط حنفیہ بلکہ شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ تمام اُمتِ مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے۔ نصِ قرآن عظیم سے حرام ہے، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا):

حرمت علیکم امھاتکم و بنٰتکم و اخواتکم وعمّٰتکم وخالٰتکم وبنٰت الاخ و بنٰت الاخت[2]۔

تم پر تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھُوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱ و ۲

[2] 〃 〃 ۴/ ۲۳

اس آیۂ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمھاری بیٹیاں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں۔ اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل، تو ضرور بھائی بہن کی پوتی نواسی بھی اسی حکم میں داخل۔ اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکمِ آیت میں داخل نہیں، تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ حلال ٹھہرے گی لقولہ تعالٰی:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

تمھارے لئے ان کے ماسوا عورتیں حلال قرار دی گئی ہیں۔(ت)

لاجرم کُتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا، اور کتب فقہ میں انھیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا۔ معالم التنزیل میں ہے:

یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن[2]

ان محرماتِ ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں، داخل ہیں۔(ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبھا الیك بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتك، النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھٰذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام[3] اھ ملتقطا۔

محرمات کی دوسری قسم بیٹیاں ہیں وہ تمام لڑکیاں جن کا نسب ایک درجہ یا کئی درجوں کے مرد اور عورتوں کے واسطہ سے تیری طرف بطور ولادت لوٹتا ہے وہ سب کی سب تیری بیٹیاں ہیں۔ اور چھٹی اور ساتویں قسم بھائی اور بہن کی بیٹیاں ہیں، اور بھائی اور بہن کی بیٹیوں کا حکم بھی اپنی صُلبی بیٹیوں کی طرح ہے۔ تو یہ سات اقسام نسب اور ارحام کی وجہ سے قرآنی نص سے حرام ہیں اھ ملتقطاً (ت)

تفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴/ ۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۲۵

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " " " ۱۰/ ۲۴ و ۲۵

بنات الاخ و بنات الاخت تتناول القربیٰ و البعدیٰ[1]

محرمات میں بھائی اور بہن کی بیٹیاں قریب ہوں یا بعید ہوں سب شامل ہیں۔ (ت)

تفسیر جلالین میں ہے:

و بنت الاخ و بنت الاخت و تدخل فیھن بنات اولادھن[2]

بھائی اور بہن کی بیٹیوں میں ان بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے۔ (ت)

فتوحاتِ الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے:

فشملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل و بنت ابن الاخت وان سفل[3]

یہ عبارت بھتیجوں اور بھانجی کی بیٹیوں کو بھی اگرچہ نیچے تک ہوں، شامل ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

(۵۱) بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

جب ایک بہن نکاح میں ہو دوسری سے نکاح حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین[4]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حرام ہے دونوں بہنوں کو جمع کرنا۔ (ت)

تو یہ نکاح ضرور حرام ناجائز واقع ہوا اور پہلی زوجہ کو اس نکاحِ فاسد کے بعد پیش از خلوت خواہ بعد خلوت طلاق دے دینا اُس حرام کو حلال اُس فاسد کو صحیح اُس ناجائز کو جائز نہیں کر سکتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر اوّلاً زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اس کی عدّت نہ گزری ہو کہ اس کی بہن سے نکاح کر لے یہ نکاح حرام ہوگا تو یہاں کہ پہلے اس کی خواہر سے نکاح کر لیا بعد کو طلاق دی کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۰)

(۵۲) خاوند نہ تو نفقہ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے، کیا عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۴/۲۳ دار الفکر بیروت ص ۱۶۵

[2] تفسیر جلالین 〃 〃 〃 〃 اصح المطابع دہلی ص ۷۳

[3] الفتوحات الالٰہیۃ حاشیہ جلالین 〃 〃 〃 〃 دار الفکر بیروت ۲/۳۵

[4] القرآن الکریم ۴/۲۳

جب تک موت یا طلاق نہ ہو حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شادی شدہ عورتیں۔ (ت)

چارہ کار نالش ہے ورنہ صبر، ورنہ یہ نکاح خود کیا حرام نہ ہوگا تو وہم آئندہ سے بچنے کے لئے قصداً حرام کاری کے کیا معنے! (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۳)

(۵۳) چند غیر محارم سے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان سب صورتوں میں یعنی اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچا زاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو، اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک، نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں۔ یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت ومصاہرت قائم نہ ہو۔

قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۳)

(۵۴) کیا محارمِ عورت کے شوہر سے اس عورت کے لئے پردہ لازم ہے؟ اس سلسلہ میں فرمایا:

پھوپھی یا خالہ یا بہن اور اسی طرح جتنی عورات عورت کی محارم ہیں ان کی زندگی میں ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام،

واصلہ قولہ عزوجل "وان تجمعوا بین الاختین[3]" وفی الحدیث "لاتنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا"[4]۔

اور اس کا اصل — اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا" — اور حدیث میں

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴ — [2] القرآن الکریم ۴/۲۴

[3] ۴/۲۳

[4] صحیح مسلم باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳

صحیح البخاری باب لاینکح المرأۃ علی عمتہا الخ " " " ۲/۷۶۶

ہے کہ "پھوپھی اور خالہ کے ہوتے ہوئے ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔" (ت)

مگر وہ عورت کے محارم نہیں ہو جاتے کہ ان سے نکاح صرف اُس حالت تک حرام جب تک اُس کی پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت اُن کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے، اور محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہو سکے اس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا وغیرہم۔ اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۴، ۴۱۵)

(۵۵) زید نے دو بہنوں سے نکاح کیا، سمجھانے کے باوجود باز نہیں آیا، مجبوراً مسلمانوں نے اس سے اجتناب کیا۔ اس کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اولٰی و ثانیہ کہنے سے واضح ہوا کہ دونوں سے معاً نکاح نہ کیا تھا اس صورت میں ثانیہ سے نکاح حرام ہوا لقولہ تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[1] (حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا۔ ت) اور جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا تھا زوجہ حلال تھی اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ بھی حرام ہوگئی۔ اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔ زید پر فرض ہے کہ اسے ترک کر دے۔ جب اس کی عدت بعد متارکہ گزر جائے گی اُس وقت زوجہ اس کے لئے حلال ہوگی۔

فی ردالمحتار الثانی باطل ولہ وطئ الاولی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطئ اخت امرأتہ بشبہۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبہۃ ح عن البحر[2]۔

ردالمحتار میں ہے دُوسرا نکاح باطل ہے، اس کو پہلی سے وطی جائز ہے۔ لیکن اگر دوسری سے وطی کرلی تو پہلی، دُوسری کی عدت گزر جانے تک حرام ہوگی جیسا کہ شُبہ کے طور بیوی کی بہن سے وطی ہو جائے تو بیوی اُس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک شُبہ والی کی عدت نہ گزر جائے، حلبی بحوالہ بحر۔ (ت)

مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے، قال اللہ تعالٰی:

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] ردالمحتار باب المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

زید سے، جب تک تائب نہ ہو، ابتدا بسلام ممنوع ہے کہ وہ فاسق معلن اور گناہِ کبیرہ پر مُصِر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۷، ۴۱۸)

(۵۶) صورتِ مذکورہ بالا میں زید کا ساتھ دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

زید کا ساتھ دینے والے اگر خاص اس گناہ میں اس کے ممد و معاون ہوئے جب تو ظاہر کہ وہ بھی زید کے مثل بلکہ اس سے بدتر ہیں، قال تعالیٰ:

لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینه وھو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام[2]

جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۹)

(۵۷) عورت چاہتی ہے کہ اُس کا خاوند اُس کی بہن سے شادی کر لے۔ اس سلسلے میں حکمِ شرع بیان فرماتے ہیں:

جب زوجہ مر جائے یا اُسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اُس وقت زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے بغیر اس کے حرام قطعی اور مثلِ زنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وان تجمعوا بین الاختین[3]

حرام ہے جمع کرنا دو بہنوں کو۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فلا تعرضن علیّ بناتکن ولا اخواتکن[4]

(اے میری ازواج!) اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مجھ پر مت پیش کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۳)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] المعجم الکبیر حدیث اوس بن شرحبیل حدیث ۶۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۷

[3] القرآن الکریم ۴/۲۳ [4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۶/۳۰۹

(۵۸) محض حمل کی بنیاد پر کسی کی منکوحہ کو زانیہ قرار دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

لوگ محض قرائن وقیاسات پر اُڑا دیتے ہیں، اس پر اعتبار حلال نہیں، اور وہ سب شرعًا اسّی اسّی کوڑے کے مستحق ہوتے ہیں۔

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدًا ان کنتم مؤمنین[1]۔

اللہ تعالٰی تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ ایمان رکھتے ہو تو پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۴)

(۵۹) کوئی عورت شوہر اوّل سے اپنی لڑکی کا نکاح شوہر ثانی کے بھائی سے کرنا چاہتی ہے، اس سلسلے میں فرمایا:

ماں کا شوہر ثانی نہ اپنا باپ ہے، نہ اس کا بھائی اپنا چچا نہ سگا نہ سوتیلا۔ سوتیلا چچا وُہ ہے کہ اپنے باپ کا سوتیلا بھائی ہو، نہ وہ کہ سوتیلے باپ کا بھائی ہو۔ یہ نکاح حلال ہے۔ قال تعالٰی: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (محرمات کے ماسوا عورتیں تمھارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۴، ۴۲۵)

(۶۰) نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنے والے امام کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے، اس کی حُرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو، نہ اُس کی حرمت کسی حدیث احاد سے ہے کہ جسے وہ حدیث نہ پہنچے یا اس کی صحت اُسے ثابت نہ ہوئی وہ انکار کر سکے بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ:

حرّمت علیکم امھاتکم وبنٰتکم واخواتکم (الٰی قولہ عزوجل) وان تجمعوا بین الاختین[3] الاٰیۃ۔

حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں (اللہ عزوجل کے اس قول تک) اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنیں الآیۃ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۱۷

[2] ؍؍ ۴/۲۴

[3] ؍؍ ۴/۲۳

دیکھو جس طرح آدمی پر اس کی ماں بہن بیٹی حرام ہے اسی طرح دو۲ بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے۔
زید نے امام شافعی پر سخت جھوٹ بہتان افترا کیا اور اب تک وہ اس ناپاک فعل سے فقط حرام کا مرتکب کبیرہ و مستحق عذابِ نار تھا، اب اُسے مسلمانوں کے اماموں میں مختلف فیہ مان کر اس کی حرمتِ قطعیہ کا منکر ہوا اور اس کا کام سرحدِ کفر تک پہنچا، اس کا معاملہ بہت سخت ہوگیا اسے امام بنانا حرام ہے اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب تک وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اس دوسری کو الگ کر کے جدا نہ کر دے اپنے اس نجس تر قول سے توبہ نہ کرے نئے سرے سے تجدیدِ اسلام نہ کرے، جب تک اس کے پاس نہ بیٹھیں اس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ اُنھیں بھی نہ پھونک دے۔ قال اللہ تعالٰی:

واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة[۱]

ایسے فتنہ سے بچو جو صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۷۴)

(۶۱) لیلٰی کی بیٹی سلمٰی اپنی ماں کے سوتیلے داداؤں کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

سلمٰی اپنی ماں لیلٰی کے ان سب سوتیلے داداؤں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کے سگے دادا عمرو پر۔ وہ ان سب کی بیٹی ہے، اُسے ان میں سے کسی کے لئے حلال جاننا نصِ قطعی و اجماعِ اُمت کا انکار اور موجبِ کفر ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

حرّمت عليكم امّهٰتكم و بنٰتكم و اخواتكم و عمّٰتكم و خالٰتكم و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت[۲]

تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

اللہ تعالٰی بھائی کی بیٹیوں کو حرام فرماتا ہے بھائی عام ہے سگا ہو خواہ سوتیلا، ماں جدا ہو خواہ باپ جدا۔ اور بیٹیاں عام ہیں خواہ بھائی کی اپنی بیٹی ہو یا پوتی یا نواسی۔ یا اس کے بیٹے

---

[۱] القرآن الکریم ۸/۲۵
[۲] 〃 ۴/۲۳

یا بیٹی کی بیٹی، پوتی، نواسی آخر تک۔ عالمگیریہ میں ہے:

اما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن[1]

بہنوں کا حرام ہونا تینوں قسم، سگی، باپ یا ماں کی طرف سے بہن کو شامل ہے اور اسی طرح بھائی اور بہن کی بیٹیوں کے بارے میں نیچے تک۔ (ت)

تفسیر کبیر میں بیان بنت صلبی میں ہے:

کل انثی یرجع نسبہا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک[2]

ہر وہ عورت جس کا صلبی نسب ایک درجہ یا کئی درجات سے مرد عورت کے ذریعہ تیری طرف پلٹے وہ تیری بیٹی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

القول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب[3]

بھتیجیوں اور بھانجیوں کا حکم صلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو سات قسم کی یہ عورتیں نسب کی بنا پر قرآنی نص سے حرام ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۸)

(۶۲) چچا زاد و تایا زاد بھائیوں میں سے ایک کے بیٹے کا دوسرے کی بیٹی سے نکاح کرنا اور لوگوں کا اس کی مخالفت کرتے ہوئے ان سے بائیکاٹ کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

دو بھائی حقیقی ہوں خواہ عم زاد، اُن میں ہر ایک کی اولاد دوسرے کی اولاد پر قطعاً یقیناً باجماعِ امت جائز و حلال ہے، چچا ماموں خالہ پھوپھی کی اولاد کو بہن بھائی کہنا ایک مجازی بات ہے جسے ہرگز آیہ کریمہ محارم کے کلمات اخواتکم یا بنٰت الاخ و بنٰت الاخت (تمھاری بہنیں یا تمھاری بھتیجیاں اور بھانجیاں ت) کسی اسلامی مذہب میں شامل نہیں بلکہ نصِ قطعی قرآن عظیم گواہ ہے کہ یہ عورتیں ہرگز بہنوں میں داخل نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴/۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/۲۴

[3] " " " " " " ۱۰/۲۴ و ۲۵

یٰایھا النبی انا احللنا لك ازواجك التی اٰتیت اجورھن وما ملكت یمینك مما افاء اللہ علیك وبنٰت عمك وبنٰت عمّٰتك وبنٰت خالك وبنٰت خٰلٰتك[1] الاٰیۃ۔

اے نبی! بیشک ہم نے حلال کیں تمھارے لئے تمھاری زوجات جن کے مہر تم نے دیئے اور تمھاری کنیزیں جو اللہ نے تمھیں غنیمت میں دیں اور تمھارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں الآیۃ۔ (ت)

ہاں ہنود عنود نے انھیں حقیقی بہن بھائی کی طرح سمجھا ہے جیسے متبنّٰی کو بزعمِ باطل بیٹا اور اس کی زوجہ کو حقیقی بہو کے مثل جانتے ہیں، مشرکانِ عرب اس پچھلے مسئلے میں مشرکانِ ہند کے ہم خیال تھے جس پر ان سفہاء نے نکاح حضرت اُمّ المومنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا پر طعن و اعتراض کئے اور قرآن عظیم نے ان کے شیطانی خیال ان کے منہ پر مار دیئے۔ قال اللہ تعالٰی:

فلما قضی زید منھا وطرا زوجنٰکھا لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا[2]

جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو اس کو ہم نے آپ سے بیاہ دیا تاکہ مومنین کو اپنے منہ بولے بیٹوں کی مدخولہ مطلقہ بیویوں سے نکاح کے بارے میں حرج نہ ہو۔ (ت)

مگر عم و عمہ و خال و خالہ کی بیٹیوں کو مشرکینِ عرب بھی بہن نہ جانتے تھے ان سے مناکحت ان میں بھی رائج تھی اور مسلمانوں میں بھی ہمیشہ رائج تھی اور اب تمام ممالکِ اسلامیہ میں شائع و ذائع ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۰، ۴۳۱)

(۶۳) نکاحِ مذکور کو برا سمجھنے والوں کے بارے میں فرمایا:

یہ خیال ناپاک رسومِ کفر کا بقیہ ہے، ان پر فرض ہے کہ اسے دل سے دور کریں اور پورے پورے اسلام میں داخل ہوں ورنہ عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۵ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ۵ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۰
[2] ؎ " ۳۳/ ۳۷

والی اللہ ترجع الامور[1]

اے ایمان والو! اسلام میں پُورے پُورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے، پھر اگر لغزش کرو بعد اس کے کہ تمہارے پاس روشن آیتیں آچکیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے، یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہی کہ آئے ان پر اللہ کا عذاب بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے اور ہوچکنے والی، اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین شریف میں ہے:

نزل فی عبد اللہ بن سلام واصحابہ لما عظموا السبت[عہ] وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ ای جمیع شرائعہ[2] (ملخصًا)

جب عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں نے ہفتہ کا دن منانا چاہا اور سابقہ دین کے پیشِ نظر اُونٹ کے گوشت کو ناپسند کیا تو آیہ کریمہ ادخلوا فی السلم کافۃ نازل ہوئی یعنی داخل ہوجاؤ سلم میں، سلم سے مراد اسلام ہے یعنی یہ کہ پوری شریعتِ اسلامیہ کو اپناؤ (ملخصًا)۔ (ت)

یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادتِ قدیمہ کے باعث اُونٹ کے گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیمِ شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا اس پر حق سبحنہ وتعالٰی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پُورے پورے داخل ہوجاؤ اسکے سب احکام مانو ورنہ عذابِ الٰہی کے منتظر رہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اگر یہ لوگ نہ مانیں تو مسلمانوں کو چاہیے ان سے میل جول نہ کریں خصوصًا جن سُفہا نے وہ ناپاک کلمہ کہا کہ "گویہ مسئلہ شرع کا ہے مگر ہم الخ" اور جنھوں نے ایسے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کردیا وہ سخت ظالم اور شدید مجرم ہیں مسلمانوں کو اُن سے احتراز ضرور ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

عہ مصدر منہ قولہ تعالٰی ویوم لایسبتون لا تاتیھم[3] والمعنی تعظیم السبت ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یہ مصدر ہے، اسی سے ہے اللہ تعالٰی کا قول "یوم لایسبتون لا تاتیھم" روز ہفتہ کے علاوہ دنوں میں مچھلیاں ان کے پاس نہ آتیں، اور اس سے مراد روزِ ہفتہ کی تعظیم ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ تا ۲۱۰

[2] تفسیر جلالین زیر آیۃ ادخلوا فی السلم کافۃ اصح المطابع دہلی ص ۳۱

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۶۳

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]۔

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ۔

ان کے پیچھے نماز ممنوع ہے کہ وہ اس تعصب و تشدد کے باعث فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرھا وحققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ اس پر غنیہ وغیرہا میں نص کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النھی الاکید میں کی ہے۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۲، ۴۳۳)

(۶۴) حقیقی بھانجا کی بیٹی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

حرام قطعی ہے وہ خود اس کی بیٹی ہے،

قال اللہ تعالٰی وبنت الاخت[2] وھن یشملن بناتھا من بطنھا ومن ابنھا ومن بنتھا وان سفلن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بھانجیاں۔ جبکہ یہ لفظ بھانجی کی بیٹیوں، پوتیوں اور نواسیوں کو نیچے تک شامل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۶)

(۶۵) سوتیلی خالہ سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

خالہ سگی ہو یا سوتیلی مثل ماں کے حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالٰی: وخالٰتکم (اور تمھاری خالائیں۔ ت)

درمختار میں ہے: الاشقاء وغیرھن[3] (سوتیلی وغیرہ۔ ت)

ہاں منکوحۂ پدر کہ اس کی ماں نہیں اس کی سگی بہن بھی حلال ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ قال تعالٰی:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[4]۔

(تمھارے لئے ان محرمات کے ماسوا عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ ت)

مگر وہ اس کی خالہ نہیں کہ جس کی بہن ہے وہ اس کی ماں نہیں ہے مگر مجازاً اور ادعائے مجاز بے قرینہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] " " ۴/ ۲۳

[3] درمختار کتاب النکاح باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۷

[4] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

مدفوع ونامسموع ، اور بفرضِ غلط اگر سوتیلی ماں کی بہن بھی سوتیلی خالہ ہو تو ماں کی سوتیلی بہن یقیناً سوتیلی خالہ ہے بلکہ وہی اطلاقاً اکثر اور فہماً اظہر ، تو بعض عمائدِ غیر مقلدین سے تحلیل حرام وتضلیل عوام کے دونوں الزام مدفوع نہیں ہو سکتے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۷ ، ۴۳۸)

(۶۶) کیا کوئی بیوہ عورت اپنے داماد سے اور کوئی مرد اپنے سوتیلے بیٹے کی بیوہ سے جو حاملہ بھی ہے شادی کرسکتا ہے ؟ ان دونوں سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

(۱) ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کی بیٹی کی رخصت بھی نہ ہوئی ہو اور قبلِ رخصت مرگئی ہو۔ قال اللہ تعالٰی :

وامھات نسائکم[1] (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں۔ت)

یہ نکاح حرام محض ہوا ، وُہ بچّہ ولدالحرام ہوا ، اُن دونوں پر کہ حقیقتاً ماں بیٹے ہیں فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس بیوہ کا یہ حمل اپنے شوہر کا ہو ، تو جب تک وضعِ حمل نہ ہو اس سے نکاح قطعی حرام ہے ، بعد وضعِ حمل نکاح کرسکتا ہے لقولہ تعالٰی :

وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2]۔
اور تمھارے نسبی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں۔(ت)

مع قولہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کے اس قول کے پیشِ نظر) :
واحل لکم ما وراء ذٰلکم[3]۔
(اور تمھارے لئے ان کے ماسوا عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۹)

(۶۷) سوتیلی ماں سے نکاح کے بارے میں فرمایا :

اللہ لا الٰہ الا اللہ ، سوتیلی ماں حقیقی ماں کے برابر حرام قطعی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حُرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے ، اذ قال اللہ تعالٰی (جبکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/۲۴

29/29

ولا تنکحوا ما نکح اٰبائکم الٰی قولہ تعالٰی انہ فاحشۃ و مقتا و ساء سبیلا[1]۔
نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے جن سے تمھارے باپ نکاح کر چکے، بیشک وہ بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بُری راہ ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۹)

(۶۸) عدت میں نکاح کو جائز قرار دینے اور یتربّصن کو فقط منع جماع پر محمول کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

عدّت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے قرآن عظیم نے عدّت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا، نکاح بعد عدّت کر لینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا، صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعد عدّت ارادۂ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو، صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدّت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، یہاں تک کہنا بھی حرام ہے، تو پھر نکاح کر لینا کیونکر حلال ہوگا، پھر پہلو دار بات بھی عدّتِ وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدتِ طلاق والی سے با جماعِ اُمت وہ بھی جائز نہیں۔ قال اللہ عزوجل (اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ت):

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن بالمعروف ط واللہ بما تعملون خبیر ○ ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ ط واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور حلیم[2] ○

یعنی تم میں جو لوگ مریں اور عورتیں چھوڑیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنی جانوں کو روکے رہیں، جب عدّت پوری ہو جائے پھر جو کچھ اپنے معاملہ میں موافقِ شرع کریں اس کا تم پر الزام نہیں، اور خدا جانتا ہے کہ تمھیں ان سے نکاح کا خیال گزرے گا مگر باہم نکاح کا وعدہ خفیہ بھی نہ کر رکھو، ہاں اُس طریقہ معلوم پر کنایۃً کچھ کہہ سکتے ہو اور جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا قصد

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۲
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴، ۲۳۵

بھی نہ کرو، اور جان لو کہ اللہ تمھارے دلوں کی بات جانتا ہے تو اس سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے یعنی عذاب نہ آنے پر مغرور نہ ہو کہ وہ حلیم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

قولہ لاباس بالتعریض فی الخطبۃ اراد المتوفی عنہا زوجہا اذا التعریض لایجوز فی المطلقۃ بالاجماع[1]

خاص وفات کی عدت والی عورت سے کنایہ کے طور پر نکاح میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ طلاق کی عدت والی سے بالاجماع کنایہ بھی جائز نہیں۔ (ت)

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اُسے حرام و زنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وہ سخت مرتکب کبائر اور زانی و زانیہ کا دلال ہوتا مگر وُہ جو اُسے جائز بتاتا اور قرآن عظیم میں تحریف کرکے یتربصن کو فقط منعِ جماع پر حمل کرتا ہے وہ ضرور منکرِ قرآن مجید ہے اور اس پر یقیناً کفر لازم، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قولِ ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۴۰، ۴۴۱)

(۶۹) فاحشہ و زانیہ عورت سے نکاح اور آیت کریمہ "والزانیۃ لاینکحہا الازانٍ اومشرك" کی تفسیر کے بارے میں فرمایا:

زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو، ہاں اگر اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تاقدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیّوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے، نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں، حق سبحٰنہ و تعالٰی نے محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2]۔

اور تمھارے لئے محرمات کے سوا عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

رہی آیہ کریمہ:

والزانیۃ لاینکحہا الازانٍ اومشرك وحرم ذٰلك علی المؤمنین[3]۔

---

[1] فتح القدیر باب فی العدۃ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۴/ ۱۶۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[3] ؍؍ ۲۴/ ۳

زانیہ سے صرف زانی مرد یا مشرک نکاح کرے اور یہ مومنین کے لئے حرام ہے۔ (ت)

اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں، ان میں سے اول کی دو فقیر کے اصح و احسن ہیں:

تاویل اوّل: نکاح سے عقد ہی مراد ہے، پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ قول سیدنا سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے، اور بغوی نے اسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا۔ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی تصحیح کی۔ کتاب الام میں فرماتے ہیں:

اختلف اھل التفسیر فی ھذہ الاٰیۃ اختلافا متباینا فقیل ھی عامۃ ولکن نسخت بقولہ تعالٰی وانکحوا الایامٰی الخ وقد رویناہ عن سعید بن المسیب وھو کما قال وعلیہ دلائل من الکتاب والسنۃ فلا عبرۃ بما خالفہ اھ بمحصولہ، نقلہ فی عنایۃ القاضی[1]۔

اہل تفسیر نے اس آیہ کریمہ میں واضح اختلاف کیا ہے تو بعض نے کہا کہ یہ عام ہے لیکن اللہ تعالٰی کے قول وانکحوا الایامٰی الخ کے نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی ہے، اور اس قول کو ہم نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے اور وہ ان کے قول کے مطابق درست ہے اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل ہیں، تو اس کے مخالف قول کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس کا خلاصہ ختم ہوا جس کو عنایۃ القاضی میں نقل کیا ہے۔ (ت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

ھذا ھو الذی اختارہ الفقیہ ابو اللیث وقال ان الاٰیۃ منسوخۃ او معناھا الزانی لاینکح الازانیۃ او مثلھا اھ[2]۔

اسی کو فقیہ ابو اللیث نے مختار قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ زانی، زانیہ یا اس جیسی عورتوں سے نکاح نہ کرے اھ (ت)۔

اقول الذی رأیت من لفظ الفقیہ فی بستانہ "قال سعید بن جبیر والضحاک معناھا الزانی لایزنی الابزانیۃ مثلہ وھکذا روی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما وقد قیل ان الاٰیۃ منسوخۃ لان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامس، فقال طلقھا، فقال انی احبھا، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامسکھا[3] اھ" فقولہ معناھا الزانی لاینکح صوابہ لایزنی وجزمہ

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۴/ ۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۳۱۲

[2] تفسیرات احمدیہ 〃 〃 〃 مطبعہ کریمیہ بمبئی ص ۵۴۵

[3] بستان العارفین علی ہامش تنبیہ الغافلین الباب الحادی والسبعون فی تزویج الزانیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۵

یان الفقیہ جزم بالنسخ غیر ظاھر من کلام الفقیہ ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

اقول (میں کہتا ہوں ۔ت) میں نے جو کچھ فقیہ مذکور کی کتاب "بستان" میں دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ سعید بن جبیر اور ضحاک نے فرمایا کہ اس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ زانی صرف اپنے جیسی زانیہ سے زنا کرتا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی طرح مروی ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ آیۃ کریمہ منسوخ ہے کیونکہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ میری بیوی کسی چھونے والے ہاتھ کو رد نہیں کرتی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کو طلاق دے دے ۔ تو اس شخص نے کہا کہ مجھے اس سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو پھر طلاق نہ دے اھ ۔ تو اس کا قول کہ ابواللیث نے کہا اس کا معنٰی "لاینکح" درست نہیں، مگر میرے حوالے کے مطابق صحیح یہ ہے کہ انھوں نے معنٰی "لایزنی" بتایا ہے، اور انھوں نے بطور اعتماد کہا کہ ابواللیث نے نسخ کو مختار قرار دیا، یہ بات ابواللیث کے کلام سے ظاہر نہیں ہوتی ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رغائب الفرقان میں ہے:

قیل انہ صار منسوخا اما بالاجماع وھو قول سعید بن المسیّب، وزیف بان الاجماع لاینسخ ولاینسخ بہ، واما بعموم قولہ تعالٰی "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ما طاب لکم" وھو قول الجبائی وضعف بان ذٰلک العام مشروط بعدم الموانع السببیۃ والنسبیۃ، ولیکن ھذا المانع ایضا من جملتہا[1] اھ **اقول** مانسب الی الجبائی فھو عہ

بعض نے کہا کہ منسوخ ہے یا اجماع کے ساتھ یہ قول سعید بن مسیّب کا ہے، یہ موقف کمزور ہے کیونکہ اجماع نہ منسوخ ہوتا اور نہ ناسخ ہوتا ہے ۔ یا منسوخ ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ما طاب لکم" کے ساتھ، اور یہ جبائی کا قول ہے، اور یہ بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں بیان کردہ اباحت سببی یا نسبی مانع کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے اور

عہ افسوس کہ یہ فتوٰی اسی قدر منقول ملا، آگے دستیاب نہ ہوسکا، جتنا ملا اُتنا چھاپ دیا، باقی اگر کبھی آئندہ کہیں مل سکا تو وہ بھی ان شاء اللہ تعالٰی علیحدہ یا بطور تبرک چھاپ دیا جائیگا یا کسی حصّہ آئندہ میں ۔ (مرتب)

---

[1] رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) تحت الآیۃ ۲۴/۳ مصطفی البابی مصر ۱۲/۵۸

زنا بھی ان موانع میں سے ایک مانع ہے اھ، **اقول** جو جبائی کی طرف منسوب ہے تو وہ۔ (اس سے آگے عبارت دستیاب نہیں ہوسکی)۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۴۴ تا ۴۴۳)

(۷۰) بھانجے، بھانجی، بھتیجے اور بھتیجی کی بیٹیوں سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

حرام قطعی ہے، یہ سب اس کی بیٹیاں ہیں۔ جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجوں اور بھانجوں کی اولاد، اور اولادِ اولاد کتنے ہی دُور سلسلہ جائے سب حرام ہیں، بنات پوتوں نواسیوں دُور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے، جس طرح فرمایا گیا:

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم[1]

تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں۔

اور ماؤں میں دادی، نانی، پردادی، پرنانی جتنی اوپر ہوں سب داخل ہیں۔ اور بیٹیوں میں پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی ہوں نیچے سب داخل ہیں۔ یوں ہی فرمایا:

وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت[2]

تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں۔

ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی دُور ہوں سب داخل ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۴۷)

(۷۱) سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سوتیلی ماں ماں نہیں، قال اللہ تعالٰی:

ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[3]۔

تمہاری مائیں وہی ہیں جنھوں نے تمھیں جنم دیا ہے۔ (ت)

اس کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالٰی:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[4]

محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۵۲)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/۲۳
[3] القرآن الکریم ۵۸/۲
[4] القرآن الکریم ۴/۲۴

(۷۲) بیوی کے انتقال کے بعد اس کی بیٹی جو دوسرے خاوند سے ہے کے ساتھ نکاح کے بارے میں فرمایا:

اگر اس عورت سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اُس کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے ورنہ حرام، اور اگر کر لیا تو جُدا کر دینا اور جُدا ہو جانا فرض قطعی۔ قال اللہ تعالیٰ:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم[1]

تمہاری مدخولہ بیویوں کی وُہ بیٹیاں جو تمہارے پاس زیرِ پرورش ہیں، اور اگر بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تمہیں ممانعت نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۵۵)

(۷۳) بیوی کی خالہ وعمّہ اور بیٹے کی بیوی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

زوجہ کے مرنے پر اس کی خالہ وعمّہ سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالیٰ:

واحلّ لکم ما وراء ذٰلکم[2]

اور محرمات کے سوا عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

اور بیٹا مر جائے خواہ طلاق دے دے اس کی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے۔ قال تعالیٰ:

وحلائل ابنائکم[3] (اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۶۱)

(۷۴) بھائی کی نواسی سے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

زید عمرو کا بھائی ہے، فاطمہ عمرو کی بھتیجی ہے، مریم عمرو کی بھتیجی کی بیٹی ہے۔ جیسے بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجی کی بیٹی حرام ہے۔ بھتیجی بیٹی ہے اور بھتیجی کی بیٹی نواسی۔ عمرو مریم کا نانا ہے۔ نانا کے لئے نواسی کیسے حلال ہو سکتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وبنٰت الاخ[4] تم پر بھائی کی بیٹیاں حرام ہیں۔ بیٹیوں میں نواسیاں پوتیاں بھی داخل ہیں، جیسے فرمایا:

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم[5] تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں تمہاری بیٹیاں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳ [2] القرآن الکریم ۴/۲۴
[3] ” ۴/۲۳ [4] ” ۴/۲۳
[5] ” ۴/۲۳

بیٹیوں میں نواسی، پوتی نہ داخل ہوں تو آدمی پر خود اس کی پوتی نواسی کہاں سے حرام ہوگی کہ قرآن مجید میں تو بیٹیاں حرام فرمائیں اور یہ محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

ان کے سوا اور جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔

بالجملہ بھائی کی نواسی حرام ہونے سے انکار قرآن و اسلام سے انکار ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۶۲)

(۷۵) بکر کے لڑکے نے اپنی خالہ جو کہ زید کی بیوی ہے کا دودھ پیا پھر تین اولادوں کے بعد بکر کی اُسی خالہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کیا بکر کا نکاح اس لڑکی سے جائز ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان دونوں کا نکاح حرام قطعی ہے، وہ آپس میں سگے بھائی بہن ہیں، تین یا تیس اولاد کے بعد اس لڑکی کا پیدا ہونا زید اور زید کی بی بی کو بکر کے بیٹے کے ماں باپ ہونے سے خارج نہ کرے گا، نہ ان کی کسی اولاد کو پسر بکر کے بھائی بہن ہونے سے۔ قال اللہ تعالٰی: واخواتکم من الرضاعۃ[2] (اور تمھاری رضاعی بہنیں۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۶۳)

(۷۶) ماں سے نکاح بیٹی کو اور بیٹی سے نکاح ماں کو حرام کرتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

شریعتِ مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے وطی کی شرط نہیں۔ قال تعالٰی: وامھٰت نسائکم[3] (تمھاری بیویوں کی مائیں۔ ت) اور وطی ہو تو بدرجۂ اولٰی، نکاحاً ہو تو بالاجماع، اور بلا نکاح ہو تو ہمارے نزدیک اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جب تک وطی نہ ہو۔ قال تعالٰی:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴ — [2] القرآن الکریم ۴/۲۳
[3] 〃 ۴/۲۳ — [4] 〃 〃

تمھاری مدخولہ بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمھاری پرورش میں ہیں، اور اگر تم نے بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر ممانعت نہیں۔ (ت)

ہاں اگر وطی ہو تو تحریم لائے گی اسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک تو وہ صغیرہ نابالغہ جس سے زید نے صحبت کی پھر طلاق دے دی اور اس نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس سے اس عورت کے بیٹی پیدا ہوئی یہ بیٹی قطعاً شوہر اول پر حرام ہے کہ جب صحبت کی دخلتم بہن صادق آگیا بلوغ کی شرط نہیں، ہاں اگر صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو جہاں ایلاج حشفہ ممکن نہ ہو تو البتہ حرمت نہ ہوگی کہ صحبت نہ ہوگی اور مدخولہ کی ماں مطلقاً حرام ہے خواہ مدخولہ بالحلال ہو یا بالحرام، اور زوجہ کی والدہ ابداً اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزرنے کے بعد بھی کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۶۴)

(۷۷) رضاعت کے ایک مسئلے میں وہابی مولویوں کے غلط فتوی پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا:

نص ۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب[1]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ واحمد ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جو کچھ نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے (اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

بھانجا، بھانجی، بھتیجا، بھتیجی نسب سے حرام ہیں یا نہیں، ضرور ہیں، تو دودھ سے بھی قطعاً حرام ہیں۔ اور شک نہیں کہ اپنی نسبتی ماں کی رضاعی اولاد اپنی بہن بھائی ہے، تو اس اولاد کی نسبتی اولاد اپنے سے یہی رشتے رکھتی ہے۔ اسے یوں سمجھئے مثلاً زید کی ماں ہندہ کا دودھ عمرو نے پیا، تو عمرو اور زید رضاعی بھائی ہوئے۔ اگر کہے نہ ہوئے تو ہندہ مرضعہ کی بیٹی لیلٰی بھی عمرو رضیع کی بہن نہ ہوگی کہ جب ہندہ کا بیٹا زید عمرو کا بھائی نہ ہوا تو ہندہ کی بیٹی لیلٰی کس رشتہ سے عمرو کی بہن ہو جائیگی حالانکہ وہ بہ نصِ قطعی قرآن عمرو کی بہن ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۷

قال اللہ تعالیٰ وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھاری مائیں جنھوں نے تمھیں دُودھ پلایا اور تمھاری رضاعی بہنیں (ت)
وعلٰی ہٰذا القیاس باقی صورتیں۔ اور جب مرضعہ کی سب اولاد رضیع کے بہن بھائی ہو گئے تو رضیع کی اولاد اولادِ مرضعہ کیلئے یقیناً اپنے بہن بھائی کی اولاد ہے، اور اپنے بہن بھائی کی اولاد یقیناً قطعاً اجماعاً حرام ہے تو پھوپھی بھتیجے یا چچا بھتیجی یا خالہ بھانجے یا ماموں بھانجی کا زنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے! ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۹۱)

(۷۸) مذکور وہابی مفتی نے اپنے فتوے کی تائید میں شرح وقایہ کا یہ شعر لکھا: ؎

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند
وز جانب شیر خوارہ زوجان و فروع

اس کا جواب دیتے ہوئے اور مفتی مذکور کی جہالت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

ثانیاً کاش مفتی نے اپنی ہی عبارت کو شعر سے ملا کر دیکھا ہوتا تو بہ نگاہِ اوّلین کھل جاتا کہ دونوں طرفین نقیض پر ہیں۔ شعر تو صاف بتا رہا ہے کہ حرمت رضاعت رضیع کی طرف زوجین و فروع رضیع کو شامل ہوتی ہے اور آپ کہتے ہیں خاص رضیع کے لئے ہوتی ہے رضیع کے فروع کے لئے نہیں ہوتی صاف صاف نفی و اثبات کا خلاف ہے، اس کی نظیر اس سے بہتر کیا ہو سکتی ہے کہ زید کہے بیٹے کے لئے ماں حلال ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حرمت علیکم امھٰتکم[2] (تم پر تمھاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۰۲)

(۷۹) زید کی بیوی لاپتہ ہو گئی ہے۔ اب زید بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ناجائز۔ قال تعالیٰ: وان تجمعوا بین الاختین[3] (دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ ت) زید اگر چاہتا ہے تو زوجہ کو طلاق دے اور تا انقضائے عدّت انتظار کرے، اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے، انقضائے عدّت یہاں ظنِ غالب سے لیا جائے گا فانہ ملتحق فی الفقھیات بالیقین (فقہ میں یہ یقین سے ملحق ہے۔ ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۰۹، ۵۱۰)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳ [2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳ [3] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

(۸۰) کیا کسی مسلمان مرد یا عورت کا نکاح کسی کافر سے ہو سکتا ہے ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہو سکتا، کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ، یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انھیں واپس دینا حرام ہے ۔ قال تعالیٰ :

یٰایہا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنٰت مہٰجرات فامتحنوھن ط اللہ اعلم بایمانہن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن [1]

اے ایمان والو ! جب تمھارے پاس اسلام لانے والی عورتیں کافروں کا دیار چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرو ، اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو ، پھر اگر تمھیں آزمائش سے ان کا ایمان ثابت ہو تو انھیں کافروں کو واپس نہ دو ، نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں ۔

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کر سکتا ہے ۔ قال تعالےٰ :

الیوم احل لکم الطیبٰت ط وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن [2]

آج کے دن ستھری چیزیں تمھارے لئے حلال کی گئیں اور کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لئے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے ، اور تمھارے لئے حلال کی گئیں پارسا مسلمان عورتیں اور عفت والی کتابیہ عورتیں جب تم انھیں ان کے مہر دو ۔

لیکن غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کو نکاح حرام ہے ۔ قال تعالےٰ :

لا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ط ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم [3]

مشرکہ یعنی غیر کتابیہ سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں اور بیشک ایک مسلمان باندی کافرہ غیر کتابیہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ کافرہ تمھیں پسند آئے ۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱۰ [2] القرآن الکریم ۵/۵

[3] 〃 〃 ۲/۲۲۱

یہ حکم کافران اصلی کا ہے، مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ مسلم سے، نہ کافر سے، نہ اصلی سے، نہ مرتد سے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد، کذا فی المبسوط۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مرتد کو کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ مبسوط میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۱۱، ۵۱۲)

(۸۱) کسی شخص نے اپنی بہو سے زنا کیا تو وُہ مزنیّہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

اس بارے میں فرمایا:

لوگ اپنی طرف سے خیالات باطلہ باندھ لیتے یا فقط دو ایک شخصوں یا صرف عورت کے کہنے پر اتہام لگاتے ہیں اس کا تو کچھ اعتبار نہیں بلکہ شہادت عادلہ شرعیہ ہو یا شوہر تصدیق کرے اُس وقت حُرمت کا حکم دیا جائے گا، عورت ہمیشہ کے لئے اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی کہ اس کے باپ کی مدخولہ ہوگئی، اور باپ کی مدخولہ بیٹے پر حرام ابدی ہے۔ قال تعالٰی:

ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم[2]

جن سے تمہارے باپ نکاح کرلیں تم ان سے نکاح نہ کرو۔ (ت)

مگر طلاق نہ ہوئی، نہ نکاح سے خارج ہوئی جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، مثلاً اس سے کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا یا جُدا کیا، جب یہ کہے گا اور عدّت گزر جائے گی اُس وقت عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کرسکے گی، اُن دونوں باپ بیٹوں پر تو ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ شوہر پر فرض ہے کہ اُسے متارکہ کردے کہ اب اسے رکھ نہیں سکتا تو چھوڑنا لازم۔ قال تعالٰی:

فامساک بمعروف او تسریح باحسان[3]

تو بھلائی سے پاس رکھو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۱۲)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث فی بیان المحرمات القسم السابع نوری کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] القرآن الکریم ۴/۲۲ [3] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

(۸۲) مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدّد وغیرہ ماننے والا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں فرمایا:

لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وُہ تو مطلقاً کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لئے مانے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیّین[1]

لیکن اللہ تعالٰی کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی[2]

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہُوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شك فی کفرہ فقد کفر[3]

جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

اُسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدّد یا ایک ادنٰی درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اس کے اقوالِ ملعونہ پر مطلع ہو کر اُس کے کافر ہونے میں ادنٰی شک کرے وُہ خود کافر مرتد ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۱۴، ۵۱۵)

(۸۳) ہندہ بیوہ نے اپنا نکاح اپنے ایک شریف کفو کے ساتھ کرلیا، اس پر عمرو بکر و خالد نے اُسے اس کی ماں اور شوہر سمیت برادری سے نکال دیا اور ایذا دی۔ اس سلسلہ میں حکم شرعی بیان کرتے ہُوئے فرمایا:

ہندہ اور اس کی ماں اور اس کے شوہر پر کچھ الزام نہیں خالد عمرو بکر صرف بوجہ نکاح ثانی انھیں ایذا دیتے ہیں ظالم وگنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہیں، ان پر توبہ فرض ہے، اگر نہ کریں تو خود یہی لوگ برادری سے نکال دینے کے قابل ہیں، جو لوگ ان خالد عمرو بکر کا ساتھ دیں گے وُہ بھی

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] جامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء لاتقوم الساعۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۴۵

[3] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

مستحقِ عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

گناہ اور زیادتی میں باہم مدد نہ کرو۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

من اٰذٰی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ۔[2]

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ستایا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۲۴، ۶۲۵)

(۴۸) سعیدہ کے باپ نے برادری وغیرہ کے مجبور کرنے سے اس کا نکاح خالد سے کردیا، خالد کو لندن گئے ہوئے چھ سال ہو گئے وہاں فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا ہے، اب نہ تو سعیدہ کو نفقہ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے، سعیدہ بوقتِ نکاح نابالغہ تھی۔ اب اس صورت میں کیا کرنا چاہئے۔ اس کے جواب میں فرمایا؛

صورتِ مذکورہ میں عورت کا ضرر صریح ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے؛

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[3]

عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

اور فرماتا ہے؛

وعاشروھن بالمعروف[4]

عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے؛

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔[5]

جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

[3] القرآن الکریم ۲/۲۳۱

[4] القرآن الکریم ۴/۱۹

[5] القرآن الکریم ۶۵/۶

اور فرماتا ہے :

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔[1]

پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورت کو یوں چھوڑ دو جیسے ادھر میں لٹکتی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاضرر ولا ضرار فی الاسلام۔[2]

دین اسلام میں نہ ضرر ہے نہ مضرت پہنچانا۔

لہذا حاکم پر واجب ہے کہ خالد پر جبر کرے کہ یا تو ہندہ کو رخصت کرائے یا طلاق دے، اور اگر وہاں کی صحبت سے خالد کا دین فاسد ہو گیا کہ نیچریوں کی طرح ضروریاتِ دین پر ہنسنے لگا تو آپ ہی نکاح جاتا رہے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۲۸، ۶۲۹)

(۸۵) زید سے بحالتِ شدتِ مرض اس کے بھائی نے اجازت لے کر زید کی کمسن لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کر دیا اور زید تین دن بعد وصال کر لیا، لڑکے کی ماں ذلیل نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نکاح کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

شدتِ مرض صحتِ اجازت سے مانع نہیں،

ھذا القدر ما ذکرہ السائل فنجیب علیہ ولا نزید ما یکون تعلیما۔

یہ سائل کے ذکر کردہ پر ہم جواب دے رہے ہیں اور تعلیم کے طور پر ہم زیادہ بات نہیں کرتے۔ (ت)

ماں کا غیر کفو ہونا اولاد کو غیر کفو نہیں کر دیتا کہ نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے۔

قال تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن۔[3]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا ہے۔ (ت)

اور بالفرض کفاءت نہ بھی ہو تو باپ ایک بار غیر کفو سے بھی نکاح کر سکتا ہے، لہذا صورتِ مستفسرہ میں وہ نکاح صحیح و لازم ہو گیا جس کے فسخ کا کسی کو بھی اختیار نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۵۴، ۶۵۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۹

[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۹۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳

(۸۶) کیا لڑکی اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

طلاق دینا عورت کے اختیار میں نہیں، نہ وہ شوہر کو طلاق دے سکتی ہے، نہ اس کے دیئے طلاق پڑ سکتی ہے۔ قرآن عظیم میں فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح[1] (اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت)۔ حدیث شریف میں ہے:

الطلاق لمن اخذ بالساق[2]۔

یہ جماع سے کنایہ ہے یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کا مالک ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۶۰، ۶۶۱)

(۸۷) کسی نے لڑکی کا نکاح اس شرط پر کیا کہ خاوند اسی بستی میں مکان بنائے گا۔ اب وہ اس بستی میں مکان نہیں بناتا بلکہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لیجانا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اسی گاؤں میں مکان بنانے کی شرط شرطِ فاسد ہے، اور شرطِ فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے، اسے اختیار ہے کہ اپنی عورت کو اپنے گھر لے جائے ——— قال اللہ تعالٰی:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[3]۔

بیویوں کو اپنی سکونت کے ساتھ سکونت گنجائش کے مطابق دو۔ (ت)

ہاں اگر ظاہر ہو کہ شوہر عورت کو ضرر و ایذا دینے کے لئے دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے اور یہاں رکھنا نہیں چاہتا تو لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[4] ھذا احاصل ما حط علیہ کلام المحققین وعلیک برد المحتار۔

بیویوں کو تنگ کرنے کے لئے ضرر مت دو۔ محققین کے کلام کا مصداق یہی ہے۔ آپ پر

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق باب طلاق العبد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵۲

[3] القرآن الکریم ۶۵/ ۶

[4] 〃 〃

ردالمحتار کی طرف رجوع ضروری ہے ۔(ت)　　(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۳۰)

(۸۸) کیا رواج، عرفِ عام قانونِ شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

رواج، عرف و قانون کوئی چیز شرع مطہر پر مرجح نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ[1]، وقال تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الفاسقون[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: حکم صرف اللہ تعالٰی کا ہے۔ اور فرمایا: جو اللہ تعالٰی کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ فاسق ہے۔(ت)　　(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۷۸)

(۸۹) زنِ بازاری کا لڑکا سنِ بلوغ کو پہنچ کر مسلمان ہوگیا اب کسی مسلمان کا اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کر دینا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جائز ہے۔ قال اللہ عزجلالہ:

لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا[3] الآیۃ۔

مشرکوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ مومن نہ ہو جائیں۔(ت)

مگر یہ نکاح غیر کفو کے ساتھ ہے دو وجہ سے الخ۔　　(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۹۶)

(۹۰) عربی میں سوال آیا کہ کیا عجمی عالم سیدزادی کا کفو ہو سکتا ہے؟ اس کا عربی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب، قال اللہ تعالٰی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات[4]، وقال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[5]، فی وجیز الامام الکردری العجمی العالم کفؤ للعربی الجاھل لان شرف العلم الاقوی وارفع، وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل، وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفؤ للجاھل

---

[1] القرآن الکریم ۶/۵۷　　[2] القرآن الکریم ۵/۴۷
[3] 〃 ۲/۲۲۱　　[4] 〃 ۵۸/۱۱
[5] 〃 ۳۹/۹

القرشی والعلوی[1] اھ۔

ہاں جب عجمی عالم دیندار عالم ہو، کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم میں سے ایمان والوں کو اللہ تعالٰی نے بلندی دی اور ان لوگوں کو جو علم دیئے گئے ان کو کئی درجات دئے گئے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔ امام کردری کی وجیز میں ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی کا کفو ہوگا کیونکہ علمی شرافت اقوٰی وارفع ہے۔ اور یوں ہی عالم فقیر ہو تو وہ جاہل غنی کا کفو ہوگا اور یوں ہی غیر قرشی عالم جاہل علوی اور جاہل قرشی کا کفو بنے گا اھ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۷۱۲)

(۹۱) زید جو کہ ٹھاکر تھا اب مشرف بہ اسلام ہوگیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اُسے عزت دیں۔
چنانچہ فرمایا:

اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دئے۔ اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے، وہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

انما المؤمنون اخوۃ[2] (مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ ت)

اور فرماتا ہے:

فاخوانکم فی الدین[3] (تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ ت)

پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اسے کیونکر حقیر سمجھا جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۷۱۹)

(۹۲) زید مذکور کے بارے میں مزید فرمایا:

پنجم یہ شخص علمِ دین حاصل کرلے، مسلمانوں میں اس کی علمی فضیلت اوروں کی نسبی شرافت یا اسلامی قدامت کے ہم پلہ ہوجائے، عارعرفی باقی نہ رہے، اُس وقت یہ شخص ہر قوم و قبیلہ کا کفو ہوسکتا ہے۔

(۳) اولاد ہمیشہ باپ کی قوم پر ہوتی ہے۔ قال تعالٰی: وعلی المولود لہ

---

[1] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۶
[2] القرآن الکریم ۴۹/۱۰ [3] القرآن الکریم ۳۳/۵

رزقهن[1] (جس کا بچہ ہے عورت کا نفقہ اس پر ہے۔ ت)

(۴) شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[2]

تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وُہ ہے جو زیادہ تقوٰی رکھتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۷۲۲)

(۹۳) کیا اولادِ زنا کے بارے میں کوئی وعید وارد ہے؛ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

زنا کا عذاب صرف زانی وزانیہ پر ہے، اولادِ زنا پر اس کا وبال نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[3] (ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں۔ ت)

حدیث میں ہے:

لیس علی ولد الزناء من وزر ابویہ شیئ۔ رواہ الحاکم عن الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔[4]

ولدِ زنا پر اس کے والدین کا بوجھ کچھ نہیں ہے (اس کو حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۷۲۳)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲

(۱) شرعی مہر کے بارے میں ایک فارسی سوال کا فارسی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا:

مہر را در شرع مطہر جانب کمی حدے معین ست یعنی دہ درہم اما جانب زیادت ہیچ تحدید نیست ہرچہ کہ بستہ شود ہماں قدر بحکم شرع محمدی لازم آید صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وبارك وسلم، قال اللہ تعالٰی واٰتیتم احدٰھن قنطارا[5]، پس تعیین نتواں کرد کہ ہمیں قدر مقدار مہر شرعی است نہ غیر او۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳ [2] القرآن الکریم ۵۹/ ۱۳

[3] " " ۶/ ۱۶۴ و ۳۵/ ۱۸

[4] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/ ۱۰۰

[5] القرآن الکریم ۴/ ۲۰

شریعت پاک میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم مقرر ہے لیکن زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں بلکہ جتنا بھی مہر مقرر کردیا جائے وہ شریعتِ محمدی میں لازم ہوگا صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم، اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور تم ان عورتوں میں سے بعض کو بہت زیادہ مال دیتے ہو، اس لئے کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی کہ یہ مقدارِ شرعی ہے اور یہ نہیں ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

(۲) زوجین اگر سمجھیں کہ نباہ نہیں ہوسکے گا تو باہمی رضامندی سے علیحدگی اختیار کرسکتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

یہ معاملہ رضامندی پر ہے جبکہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لئے کُل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے اور اُس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے، قال تعالٰی:

فلاجناح علیہما فیما افتدت بہ[1]۔

عورت اگر فدیہ دے تو خاوند بیوی دونوں پر کوئی حرج نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۷۴)

(۳) اقسامِ مہر اور اس میں دستاویز لکھنے کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

مہر معجّل وہ ہے جو پیشگی دینا ٹھہرے، اور مؤجّل وہ جس کی ایک میعاد معین قرار پائے کہ اتنے زمانے کے بعد ادا کیا جائے گا، اور مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا نہ اس کا کوئی وقت معیّن کیا گیا، مہر مثل کوئی ان کی مقابل قسم نہیں۔ مؤجل کی دستاویز لکھنا بہتر ہے۔ قال تعالٰی:

یاایہا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الٰی اجل مسمّی فاکتبوہ[2]۔

اے ایمان والو! جب تم اُدھار لین دین مقررہ مدّت پر کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ (ت)

تفسیرِ احمدی میں ہے:

فی الزاھدی ان الاٰیۃ عامۃ فی السلم وکل دین یصح فیہ الاجل[3]۔

زاہدی میں ہے کہ یہ آیۂ کریمہ بیع سلم اور ہر ادھار سودا جس میں مدت مقرر کرنا صحیح ہو سب کو شامل ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۹ [2] القرآن الکریم ۲/۲۸۲

[3] التفسیرات الاحمدیۃ تحت الاٰیۃ ۲/۲۸۲ مطبعہ کریمیہ بمبئی بھارت ص ۱۷۵

مدارک التنزیل میں ہے، الامر للندب[1] (آیۂ کریمہ میں امر استحباب کے لئے ہے۔ت)
لباب التاویل میں ہے: وھو قول جمھور العلماء[2] (یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۷۵)

(۴) کوئی عورت شوہر کی موت یا طلاق کے بغیر دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ چنانچہ فرمایا:
یہ ناممکن ہے کہ ہندہ بغیر طلاق یا موتِ شوہر و انقضائے عدّت دوسرے سے نکاح کر سکے۔ قال تعالٰی:
والمحصنٰت من النساء[3] (شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۸۲)

(۵) زید نے اپنی بیوی کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا، نکاح ثانی کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:
زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال تعالٰی:
وان تجمعوا بین الاختین[4]۔
حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔(ت)
اس سے جو اولاد ہوگی شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں اسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۸۴)

(۶) ایک مستفتی نے استفتاء کے آخر میں لکھا بھیجا سند فقہاء مع عبارتِ کتب و اسمِ کتاب ارشاد ہو قیمتِ رقیمہ دی جائے گی۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا:
مسائل پر بفضل اللہ یہاں کبھی کوئی اجرت نہیں لی جاتی اور اس کو سخت عیب سمجھا جاتا ہے۔
ما اسئلکم علیه من اجران اجری الا علٰی رب العلمین[5]۔
تم سے کسی اجر کا سوال نہیں میرا اجر اللہ تعالٰی کے ہاں ہے۔(ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۸۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۳۹
[2] لباب التاویل (تفسیر الخازن) " " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۱۴
[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [4] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[5] " " ۲۶/ ۱۰۹

(۷) ایک شخص نے شادی کے وقت سسرال میں رہنے کا وعدہ کیا مگر اس کے باوجود وہ بیوی کو اپنے گھر لے جانے کا حق رکھتا ہے۔ سسرال میں رہنے کے لئے اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں فرمایا ؛

معاہدہ بیکار ہے، سسرال میں رہنا ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر جبر نہیں اور زوجہ کو اپنے پاس رکھنا ہی حقِ شوہر و حکمِ شرعی ہے۔ قال تعالےٰ ؛

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔[1]

ان کو سکونت دو جہاں تم ساکن ہو اپنی گنجائش کے مطابق۔ (ت)

شوہر جب چاہے اس حق کا مطالبہ کر سکتا ہے کمن ترکت قسمہا لہا ان تعود متی تشاء (جیساکہ بیوی اپنی باری چھوڑ دے تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جب چاہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۵ ، ۱۹۶)

(۸) زید اپنی بیوی کو جائے ملازمت و سکونت پر ساتھ رکھتا ہے تو وہ یا اس کا باپ عذر نہیں کر سکتے۔ چنانچہ فرمایا ؛

اصل حکم ہے کہ مرد جہاں رہے اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھے۔ قال اللہ تعالیٰ ؛

اسکنوھن من حیث سکنتم۔[2]

عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرو۔ (ت)

اور ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ عورت کو ضرر نہ پہنچائے، اس پر تنگی نہ کرے۔ قال اللہ تعالےٰ ؛

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔[3]

انھیں ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو۔ (ت)

جبکہ مہر معجل نہ تھا یعنی پیش از رخصت دینا قرار نہ پایا تھا تو عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا کوئی اختیار نہیں، نہ اس کا باپ اُسے شوہر سے جدا کر سکتا ہے، ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کو ضرر رسانی و بلا وجہ شرعی ایذا دہی بروجہ کافی ثابت ہو تو اس کا بندوبست کیا جائے اگرچہ کچہری کے ذریعہ سے ضمانت داخل کرنے سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۰۰)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۶
[2] القرآن الکریم ۶۵/۶
[3] 〃 〃 〃

(۹) بلاوجہ شرعی عورت کو ایذا دینے، دو زوجہ میں مساوات ملحوظ رکھنے اور دونوں کو جبراً ایک ہی مکان میں رکھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

ہرچند اللہ تعالٰی نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی،

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علٰی بعض وبما انفقوا من اموالھم[1]

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر مال خرچ کئے۔ (ت)

یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے، مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اُن کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور اُن کی بدخوئی پر صبر اور ان کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفتِ شرع نہیں اُن کی مراعات شارع کو پسند ہے، جناب رسالتمآب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے:

ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ[2]

بیشک مومنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے زیادہ حسنِ اخلاق والا اور اپنی اہل کے ساتھ زیادہ مہربان ہے۔ (ت)

اور فرماتے:

خیرکم خیرکم لاھلہ وانی خیرکم لاھلی[3]

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والا ہے اور میں اپنی اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک میں تم سب سے بہتر ہُوں۔ (ت)

اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وعاشروھن بالمعروف[4]

اور ان (اپنی بیویوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۷۳، ۲۷۴)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۴

[2] شعب الایمان حدیث ۸۷۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۱۵

[3] " " " ۸۷۱۸ " " " " ۶/ ۴۱۵

[4] القرآن ۴/ ۱۹

(۱۰) مزید فرمایا :

اور جس طرح اللہ تعالٰی نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کئے :

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف[1]

اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق ۔ (ت)

از انجملہ کھلانے پہنانے وغیرہما امور اختیاریہ میں انھیں برابر رکھنا واجب ہے ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۷۴)

(۱۱) لڑکی کی نسبت کسی سے کر دی پھر معلوم ہوا کہ وہ وہابی یا رافضی ہے تو نسبت چھڑا لینا شرعاً لازم ہے ۔ اس سلسلہ میں فرمایا :

معلوم ہوا کہ جس سے نسبت قرار پائی رافضی وہابی یا اور کسی قسم کا بدمذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چھڑا لینا شرعاً لازم ۔ قال تعالٰی :

واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[2] ۔ وللعقیلی عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا تجالسوهم و لا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم[3]

اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ ۔ اور عقیلی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نہ ان کے ہم مجلس بنو ، نہ کھانے پینے میں ان سے مشارکت کرو اور نہ ہی ان سے باہمی نکاح کرو ۔ (ت)

لڑکی والوں کو تو لحاظ مصالح واحتراز مفاسد زیادہ اہم ہے ، لڑکے والے بھی اگر ترک میں مصلحت سمجھیں ترک کر دیں ۔ حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر بن قرط رضی اللہ تعالٰی عنہا کو نکاح کا پیغام دیا انھوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۸۱ ، ۲۸۲)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

[2] " " ۶/ ۶۸

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ احمد بن عمران نمبر ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

(۱۲) دروازہ جنت حضور پرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کھلوائیں گے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:
حضور علیہ الصلوٰہ والسلام کے بعد جو اور بندگان خدا جائیں گے دروازہ کھلا پائیں گے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پہلے سے فتح باب فرما چکے ہوں۔
قال تعالٰی جنّٰت عدن مفتحة لهم الابواب[1]۔
اللہ تعالٰے نے فرمایا: بسنے کے باغ ان کے لئے سب کے دروازے کھلے ہوئے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۷)

(۱۳) اباحتِ نکاحِ ثانی کا ثبوت قرآنی آیات سے دیتے ہوئے فرمایا:
نکاحِ ثانی کی اباحت توبیشک ضروریاتِ دین سے ہے کہ تمام مسلمین اس سے آگاہ، قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اس پر گواہ:
قال تعالٰی عسٰی ربه ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن (الٰی قوله تعالٰی) ثيّبٰت وابكارا[2]، وقال تعالٰی فلما قضٰی زيد منها وطرا زوجنكها[3] وقال تعالٰی فلا تحل له من بعد حتٰی تنكح زوجا غيره[4]
اللہ تعالٰے نے فرمایا: ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں کہ انھیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے (اللہ تعالٰے کے قول) ثیّبٰت وابکارا (بیاہیاں اور کنواریاں) تک۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ (زینب) تمھارے نکاح میں دے دی۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ آئے۔ (ت)
کریمہ وانکحوا الایامٰی[5] (اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہیں۔ ت) میں ایم کے نکاح کردینے کو فرمایا۔ ایم ہر زنِ بے شوہر کو کہتے ہیں جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ، بیوہ سب داخل، اگرچہ ایم خاص بیوہ کا نام نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۸)

(۱۴) خاص بیوہ کے نکاح سے متعلق فرمایا:
بالخصوص بیوہ کے لئے یہ آیتیں ہیں قال اللہ تعالٰی:

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۵۰
[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۵
[3] 〃 ۳۳/ ۳۷
[4] 〃 ۲/ ۲۳۰
[5] 〃 ۲۴/ ۳۲

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ○ ولاجناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ[1]

اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہوجائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافقِ شرع کریں اور اللہ تعالٰی کو تمہارے کاموں کی خبر ہے، اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے۔ ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ رکھو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔ (ت)

وقال تعالٰی:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم[2] ○

اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر تک نان ونفقہ دینے کی بے نکالے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انھوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا، اور اللہ تعالٰی غالب حکمت والا ہے۔ (ت)

ان آیاتِ کریمہ کا جملہ جملہ جوازِ نکاحِ بیوہ پر نصِ صریح ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۸، ۳۰۹)

(۱۵) سوال ہوا کہ طلاق حق اللہ ہے یا حق العبد؟ اس کے جواب میں فرمایا:

طلاق بمعنی الایقاع یعنی اس کا احداث اصلاً منجملہ حقوق نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴-۳۵

[2] ″ ۲/ ۲۴۰

حیث لا مطالب لا من جھۃ العبد ولا من اللہ تعالٰی بل ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔

کیونکہ یہاں اللہ تعالٰے اور بندے کو طلاق کا کوئی مطالبہ نہیں پہنچتا بلکہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ تعالٰے کے ہاں طلاق ہے۔ (ت)

البتہ جب ادائے حقِ زوجہ پر قادر نہ ہو جیسے عنین وغیرہ، تو طلاق حق العبد ہے حقِ زن کے لئے دیانۃً بھی واجب ہے اور ہر واجب دیانۃً حق اللہ سبحٰنہ، تو اس حالت خاص میں طلاق حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی ہے لقولہ تعالٰے:

فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف۔[1]

انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی سے رخصت کرو۔ (ت)

اور طلاق بمعنی الوقوع یعنی بعد حدوث اس کا ثمرہ کہ حالاً یا مآلاً تحریم فرج ہے جو حق اللہ عزوجل ہے ولہٰذا اس پر ادائے شہادت کے لئے کسی کا مدعی ہونا ضرور نہیں یہاں تک کہ زن و مرد دونوں منکر ہوں مگر دو شاہد شرعی شہادتِ طلاق دیں حکم طلاق دیا جائے گا اور دونوں کے انکار پر اصلاً التفات نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ ص ۳۲۵، ۳۲۶)

(۱۶) حاملہ بیوی کو بوجہ نافرمانی طلاق دینے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حدیث میں ارشاد ہوا کہ مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو کہ اگر تمھیں اس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری عادت پسند ہوگی۔"[2]

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

عسٰی ان تکرھوا شیئًا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔[3]

قریب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانو گے اور اللہ عزوجل اس میں بہت بھلائی رکھے گا۔

اور اگر عورت کو طلاق دے کر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر، ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بُری ملے، اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی اور اسے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۶۵

[2] صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۵

[3] القرآن الکریم ۴/۱۹

خوش کرکے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہیئے۔ اور اصلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے، مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۲۸)

(۱۷) بلا وجہ طلاق دینا مبغوض ہے مگر ہے حلال۔ اسی سلسلے میں فرمایا:

حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق[1]

حلال چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ناپسندیدہ ترین ہے۔ (ت)

حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی۔ آیۂ کریمہ میں مطلقاً ارشاد ہوا:

یٰایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ[2]۔

اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب آپ عورتوں کو طلاق دیں تو عدت کو پیشِ نظر رکھ کر طلاق دیں اور عدت کو شمار کریں۔ (ت)

اور حدیث میں فرمایا:

لعن اللہ الذواقین والذواقات[3]ف

نکاح کو شغل بنانے والے مردوں اور عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۳۳۰، ۳۳۱)

(۱۸) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

بے حاجت بلا عذر شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے مگر دے گا تو پڑ ضرور جائے گی کہ وہ

ف غالباً حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات۔ تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو معجم اوسط ۸/۴۱۳، درمنثور ۱/۲۷۸، تفسیر القرطبی ۱۸/۱۴۹، کشف الاستار عن زوائد البزار ۲/۱۹۲
ان سب کتب میں "ان اللہ لا یحب الذواقین" کے الفاظ ہیں، "لعن اللہ الذواقین" کے الفاظ نہیں ملے۔ نذیر احمد

---

[1] سنن ابی داؤد — باب فی کراہیۃ الطلاق — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۲۹۶
[2] القرآن الکریم ۶۵/۱
[3] مجمع الزوائد — باب من یکثر الطلاق — دار الکتاب بیروت — ۴/۳۳۵

اس کی زبان پر رکھی گئی :

"بیدہ عقدۃ النکاح"[1] (نکاح کی گرہ اس کے ہاتھ میں ہے ۔ ت)

اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہگار ہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکمِ الٰہی فطلقوھن لعدتھن[2] (عدت کو پیشِ نظر رکھ کر طلاق دو ۔ ت) کی نافرمانی ہے، مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور یہ گناہگار ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۳۲)

(۱۹) لفظوں میں طلاق کی اضافت بیوی کی طرف نہیں اور حلفاً کہتا ہے کہ بیوی کی نیت نہیں تھی ۔ ایسے شخص کے بارے میں فرمایا :

اگر واقع میں اس نے نیت کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک اللہ ہے جل وعلا ۔

ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[3] ۔

اور کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۵۹)

(۲۰) کسی نے اپنی بیوی کو تین بار کہا میں نے تجھے طلاق دیا ۔ اس صورت میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں ، عورت بے حلالہ اُس کے نکاح میں آسکتی ، یعنی اس کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستری بھی ہو ، پھر وہ اسے طلاق دے یا مرجائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا ۔

قال اللہ تعالٰی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[4] ، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتك وتذوقی عسیلتہ[5] ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لئے مطلقہ دوبارہ حلال نہیں ہوگی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۷

[2] القرآن الکریم ۶۵/۱

[3] " " ۶/۱۶۴

[4] " " ۲/۲۳۰

[5] صحیح البخاری باب من قال لامرأتہ انت علی حرام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۲

تاوقتیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:
اے عورت! تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لئے جب تک تو دوسرے خاوند کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ لے لے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۷۶)

(۲۱) اسی نوعیت کی ایک اور صورت میں فرمایا:
جبکہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے، گنتی میں سہو بتاتا ہے، اگر ثابت ہو کہ بلفظ تین بار کہے تین طلاقیں ہوگئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا۔
قال اللہ تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد عورت حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۷۹)

(۲۲) مزید فرمایا:
جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں پھر وہ عورت اس کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی،
قال تعالٰی فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[2]
اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۸۹)

(۲۳) غیر حائضہ کی عدت کے بارے میں فرمایا:
جسے حیض نہ آیا اس کی عدت تین مہینے ہے،
قال اللہ تعالٰی فعدتہن ثلٰثۃ اشہر و اللّٰئی لم یحضن[3]
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۹۱)

(۲۴) تین بار طلاق دینے اور حلالہ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
بلاشبہہ باجماعِ ائمہ اربعہ تین طلاقیں ہوگئیں اور بے حلالہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی،
قال تعالٰی:

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۲/۲۳۰
[3] القرآن الکریم ۶۵/۴

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔

اگر تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۹۷)

(۲۵) بصورت حلالہ شوہر ثانی خالد نے طلاق نہیں دی کہ کچھ لوگوں نے مطلقہ مغلظہ کا شوہر اول سے نکاح کرادیا۔ اس نکاح اور کرانے والوں کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بحالت صحت نکاح خالد ظاہر ہے کہ بے طلاق وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتی،

قال تعالٰی: والمحصنٰت من النساء[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: شادی شدہ (منکوحہ) عورتیں دوسروں کے لئے حرام ہیں۔ (ت)

اور اگر خالد بے صحبت کئے طلاق دے بھی دے جب بھی ہرگز شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاخر عسیلتك وتذوقی عسیلته[3]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے عورت! تو حلال نہیں پہلے شوہر کے لئے جب تک دوسرا خاوند تیرا اور تو اس کا مزہ نہ چکھ لے (یعنی جماع نہ کرلو)۔ (ت)

جن لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کرادیا سب زنا کے دلال ہوئے اور زید و ہندہ زانی و زانیہ۔ اور ان سب کے لئے عذاب شدید و نار جہنم کی وعید ہے۔ یونہی وہ جو اس سے نکاح پر راضی ہوئے، نکاح نہیں زنا پر راضی ہوئے۔

والرضا بالحرام حرام وقد یکون کفرا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حرام فعل پر رضا حرام ہے اور کبھی یہ رضا کفر ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے۔ قال تعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

[2] " " ۴/ ۲۴

[3] صحیح البخاری باب من قال لامرأتہ انت علیّ حرام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۲

[4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

خبردار شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)
اُن سے میل جول کرنے والے اگر اس نکاح پر راضی یا اُسے ہلکا جانتے ہیں تو ان کے لئے بھی یہی حکم ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۹۸، ۳۹۹)

(۲۶) جھوٹ بول کر حق کو ناحق بنانے والوں کے بارے میں فرمایا:
جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔
قال اللہ تعالٰی ولاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون[1]۔
اللہ تعالٰی نے فرمایا: حق کو باطل سے خلط ملط نہ کرو اور دیدہ و دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔ (ت)
رسمِ باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے قالوا بل نتبع ماالفینا علیہ اٰبائنا[2] (کفار نے کہا بلکہ ہم اپنے آباء و اجداد کی پیروی کریں گے۔ ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۹۹)

(۲۷) تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ شوہر اول کے لئے حرمت اور آیۂ کریمہ الطلاق مرتٰن الخ کے شانِ نزول کے بارے میں بزبانِ فارسی آمدہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
حرام است بالنص والاجماع تا بنکاح شوہرے دیگر درآید وشہد او را ذوق نماید و او طلاقش دہد یا میرد و عدتش فراغ پذیرد قال تعالٰی الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان الٰی قولہ عزوجل فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ط فان طلقھا فلاجناح علیھما ان یتراجعا[3] الاٰیۃ، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتك وتذوقی عسیلتہ[5]، وفی المعالم عن عروۃ کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولاعدد وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت انقضاء عدتہا راجعہا ثم طلقہا کذلك

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۲
[2] " ۲/۱۷۰
[3] " ۲/۲۲۹ و ۲۳۰
[4] " ۲/۲۳۰
[5] صحیح البخاری باب من قال لامرأتہ انت علی حرام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۲

ثم راجعها يقصد مضارتها فنزلت هذه الأية الطلاق مرتٰن يعنى الطلاق الذى يملك الرجعة عقيبة مرتٰن فاذا طلق ثلثا فلا تحل له الا بعد نكاح زوج اٰخر اھ والمسئلة اوضح من ان توضح۔

دوسرے شخص سے نکاح اور پھر جماع کے بعد طلاق ہو یا دوسرا شخص فوت ہوجائے اور اس کی عدت پوری ہوجانے کے بغیر دوبارہ زید کا مذکورہ بیوی سے نکاح حرام ہے، یہ حرمت نص قرآن اور اجماع سے ثابت ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: دو طلاقیں دی ہیں تو بیوی کو بھلائی کرتے ہوئے روک لے یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دے ـ تا ـ اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے، پس اگر اس نے طلاق دے دی تو دونوں پر رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے الآیۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عورت! تو پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی حتی کہ تو دوسرے خاوند کا اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے یعنی جماع نہ کرلے۔" اور معالم التنزیل میں عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ابتداء میں لوگ بے حساب اور لاتعداد طلاقیں دیا کرتے تھے، اور مرد بیوی کو طلاق دیتا تو جب عدت پورا ہونے کے قریب ہوتی تو پھر طلاق دیتا اور یونہی بار بار کرتا، اور مقصد بیوی کو پریشان کرنا ہوتا تھا، تو اس واقعہ پر قرآن پاک کی آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن الآیۃ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کرسکتا ہے دو طلاقیں ہیں، تو جب تیسری طلاق دے دے تو اب دوسرے سے نکاح کے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہے اھ، اور مسئلہ وضاحت کا محتاج نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۵ تا ۴۰۷)

(۲۸) ایک شخص نے بلانکاح ایک عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی کو رکھتا ہے، کچھ لوگ اس کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں ان کے بارے میں حکم شرعی بیان فرمایا:

وہ شخص جس نے عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی کو رکھتا ہے وہ اس پر ضرور حرام ہے اگر نکاح نہ کرے جب تو زنا ہے ہی، اور نکاح کرے جب بھی حرام ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہوچکی۔ برادری والوں کو چاہیئے کہ وہ مرد وعورت جدا نہ ہوں تو ان کو برادری سے خارج کردیں، ان سے سلام کلام نہ کریں، اُن کے پاس نہ بیٹھیں، انھیں اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں، اور وہ لوگ جو

لہ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۲۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۵۲

31
31

پہلے اُن سے جدا ہو گئے تھے اور اب مل گئے اور اُن کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں بیجا کرتے ہیں انھیں چاہیئے اس سے باز رہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

واما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]۔

شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۸، ۴۰۹)

(۲۹) تین طلاقیں دے کر بلا حلالہ اکٹھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا :

دونوں مبتلائے حرامکاری ہوں گے اور عمر بھر حرامکاری کریں گے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے :

و من یتق اللہ یجعل له مخرجا[2]۔

جو اللہ تعالٰی سے ڈرتا ہے اللہ تعالٰی اس کے لئے راستہ بنا دیتا ہے۔ (ت)

اس نے تقوٰی نہ کیا بلکہ خلافِ حکمِ خدا و رسول تین طلاقیں لگاتار دینے کا مرتکب ہوا اللہ عزوجل نے اس کے لئے مخرج نہ رکھا، اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اسے ہرگز مفر نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۱۰)

(۳۰) زید نے کسی کو کہا میری بیوی کو طلاق لکھ دو اس نے تین طلاقیں لکھ دیں۔ زید نے مضمون طلاق سُن لیا پھر وہ تحریر رجسٹری بھیج دی۔ اس کے بارے میں فرمایا :

اُس نے اس کی درخواست سے لکھا اور اس نے لکھنے کے بعد سُن بھی لیا اور عورت کو بھیج دیا عورت پر تین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔ ذہن میں ہونے نہ ہونے وغیرہ کے عذر بیکار رہیں۔ قال اللہ تعالٰی :

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره[3]۔

اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت حلال نہ ہو گی تاوقتیکہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۱۸)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۲
[3] 〃 ۲/ ۲۳۰

(۳۱) تین طلاقیں دے کر انکاری ہو جانے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عند اللہ عورت اس پر حرام ہوگئی بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ قال اللہ تعالیٰ:

فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔

مطلقہ ثلاثہ عورت خاوند کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت)

اور اس کا انکار اللہ عزّوجل کے یہاں کچھ نفع نہ دے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۲۳)

(۳۲) زید کے کاروباری شریک نے زید کی بیوی ہندہ کو زید کے خلاف بھڑکا کر فتنہ کھڑا کردیا، اس کے بارے میں فرمایا:

شریک زید پر اگر ہندہ کے اغوا کا ثبوت ہو تو اہل برادری ضرور اسے برادری سے خارج کریں اس سے میل جول چھوڑدیں اس کے پاس نہ بیٹھیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[2]۔

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۲۹)

(۳۳) بزبان فارسی یہ سوال آیا کہ بیک وقت تین طلاقیں کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں سے یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں منعقد ہوا؟ اس کے جواب میں فرمایا:

خلافش نہ کند مگر مخالف سوادِ اعظم وحکمِ عمر حکمِ خداست قال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا[3]، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وعضوا علیہا

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۲۳۰

[2] " ۶ / ۶۸

[3] " ۵۹ / ۷

بالنواجذ[1]، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر[2] اما آنکہ عمر ازکجا آورد از انجا آوردہ کہ حق سبحنہ ہم درحقِ عمر فرمود لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم[3]۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فیصلہ اور اس پر اجماع کی مخالفت صرف سوادِ اعظم کا مخالف ہی کرے گا، کیونکہ عمر فاروق کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کی ترجمانی ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔" اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی پیروی کرو۔" لیکن یہ کہ عمر فاروق حکم کہاں سے لائے، تو وہاں سے لائے جہاں اللہ تعالٰی نے عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق فرمایا ہے: حکم کو معلوم کرلیں گے وہ لوگ جو استنباط کریں ان سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۵۹)

(۳۴) جھوٹی طلاق مشہور کرکے زوجین میں تفریق کرانے والوں کے بارے میں فرمایا:

اگر واقع میں اس نے طلاق نہ دی اور یہ لوگ دانستہ جھوٹ باندھ کر طلاق مشہور کرتے ہیں تاکہ عورت کو اس کے شوہر سے چھڑالیں تو سخت عذاب ولعنتِ الٰہی کے مستحق ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ت) قال اللہ تعالیٰ:

فیتعلمون منہما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ[4]

تو سیکھتے ہیں ان دونوں سے وہ جس سے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی کرسکیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۶۰)

(۳۵) فاسق کو نکاح خواں نہ بنایا جائے، چنانچہ فرمایا:

یہ قضائے عرف یعنی نکاح خوانی جسے لوگ عہدۂ قضا بولتے ہیں یہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہیے کہ نکاح خاص امرِ دین ہے اور عمر بھر صدہا احکامِ دینیہ اس پر متفرع ہوتے رہتے ہیں اور فاسق کا

---

[1] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنت الخلفاء الراشدین المہدیین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۳

[4] " " ۲/ ۱۰۲

امورِ دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پرکسی بات میں اطمینان، ولہذا قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

یاایہا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[1] الاٰیۃ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی خوب چھان بین کر لو۔ الآیۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت) (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ ص ۴۶۲)

(۳۶) ہندہ نے طلاقِ زید سے دو ماہ بعد بکر سے نکاح کیا پھر اٹھارہ سال بعد بے رضائے بکر خالد کے یہاں چلی گئی۔ اس صورت میں بکر اس کو جبراً واپس لانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مسئولہ میں اگر طلاق کے بعد ہندہ کو تین حیض[عہ] کامل گزر چکے تھے اس کے بعد نکاح ہوا یعنی حیض بعد طلاق شروع ہوئے ہوں اور قبل نکاحِ ثانی ختم ہو چکے ہوں یا وقتِ طلاقِ زید ہندہ حاملہ تھی اور بعد طلاق وضع حمل ہو گیا اگرچہ اُس دن ہوا ہو اس کے بعد اس نے بکر سے نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں میں تو بیشک نکاح بکر کا صحیح تھا اور بکر اسے لینے کا دعوٰی کر سکتا ہے، عورت جبراً اسے دلائی جائے گی۔

قال اللہ تعالٰی الرجال قوامون علی النساء[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مردوں کو عورتوں پر غلبہ حاصل ہے۔

اور اگر ان دو مہینے میں نہ تین حیض کامل بعد طلاق گزرے تھے نہ وضع حمل ہوا کہ بکر سے نکاح کر لیا تو وہ نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا۔

قال تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسہن ثلٰثۃ قروء[3]، وقال تعالٰی ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روکے رہیں۔ اور

عہ امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم سے کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک اُنتالیس دن میں ہو سکتے ہیں۔ ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶
[2] القرآن الکریم ۴/ ۳۴
[3] 〃 ۲/ ۲۲۸
[4] 〃 ۲/ ۲۳۵

اللہ تعالٰی نے فرمایا : عدت مکمل ہونے تک مطلقہ عورتیں نئے نکاح کا عزم نہ کریں ۔ (ت)

اس صورت میں عورت پر بکر کے پاس جانے کا جبر ہونا درکنار ان دونوں پر فرض ہے کہ باہم جُدا ہو جائیں اور ترکِ تعلق کریں ، اور بکر نہ مانے تو عورت بطورِ خود جدا ہو سکتی ہے ورنہ حاکم بالجبر جُدا کر دے ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۶۶ ، ۴۶۷)

(۳۷) شوہر کو مرضِ جذام عارض ہوا اس کی بیوی بھاگ کر ماں کے پاس چلی گئی ، شوہر اسی بیماری میں فوت ہو گیا تو کیا عورت کو مرحوم کے ترکہ سے حصہ ملے گا ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

یہاں جبکہ نہ حاکمِ شرع کی طرف مرافعہ ہوا نہ اُس نے فسخِ نکاح کا حکم دیا بلکہ عورت بطورِ خود اپنی ماں کے یہاں چلی گئی تھی تو باتفاقِ ائمہ نکاح قائم رہا ، پس بنصِ قطعی قرآنِ عظیم وہ اس کے ترکہ میں مستحق فریضۃ اللہ ہے ۔

قال اللہ تعالٰی ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اگر تم نے ترکہ چھوڑا اور تمھاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کو ترکہ کا چوتھائی حصہ اور اگر تمھاری اولاد ہو تو پھر بیویوں کو تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا ۔ یہ تقسیمِ وراثت تمھاری وصیت اور قرضہ ادا کرنے کے بعد ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۱)

(۳۸) زید کی بیوی ہندہ نے کچہری سے طلاق کی ڈگری حاصل کر لی جبکہ زید طلاق دینے پر تیار نہیں تو اس صورت میں ہندہ کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں ۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

لا الٰہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دئے طلاق تحصیلدار کے دئے نہیں ہو سکتی ۔

قال اللہ تعالٰی بیدہ عقدۃ النکاح[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے ۔ (ت)

دوسری جگہ نکاح کرے تو حرام قطعی و زنا ہوگا ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴ / ۱۲
[2] ؍؍ ۲ / ۲۳۷

قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور حرام ہیں منکوحہ عورتیں۔(ت)

ہاں شوہر پر فرض ہے کہ اُسے اچھی طرح رکھے اس کے حقوق ادا کرے، اگر وہ اس پر قادر نہیں تو اس پر فرض ہے کہ اُسے طلاق دے دے۔

قال اللہ تعالیٰ فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف۔[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو حُسنِ سلوک سے پاس رکھو یا اُن کو بھلائی کے ساتھ فارغ کر دو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۶)

(۳۹) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچّا دعوٰی کرکے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدت مطلقاً اور اگر رجعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدت میں رجعت نہ کی ہو نکاح کرسکتی ہے اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کرکے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختمِ عدت سے پہلے زید نے رجعت کرلی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے، اگر کرے گی زنا ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء۔[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔(ت)

حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہوکر ختم ہوں۔

والمطلّقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء۔[4]

طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رہیں۔(ت)

اگر اس چار پانچ مہینے میں تین حیض شروع ہوکر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۷)

(۴۰) زانی وشرابی شخص کی بیوی اس کی بدکاریوں سے تنگ آکر والدین کے گھر آگئی اور شوہر کے گھر میں جان وعزت کا خطرہ سمجھتی ہے۔ کیا اس کو شوہر کے جانے پر مجبور کیا جائے یا کوئی اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۲
[3] ؍؍ ؍؍
[4] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۲۸

صورت اپنائی جائے گی ۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

صورت مستفسرہ میں عورت پر ہرگز جبر نہ ہوگا کہ شوہر کے یہاں جائے کہ اس میں دینی دنیوی وجانی وجسمانی اس کا ہر طرح کا ضرر ہے ، جان جانے کا اندیشہ باقی وموجود اور ضرر شرعًا واجب الدفع ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولا تضاروھن[1] عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ ۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۸)

(۴۱) مزید فرمایا :

اگر اب اندیشہ صحیح ہو اور بندوبست کافی کی اُمید نہ ہو اور فی الواقع شرابی کا بندوبست ناممکن سا ہے تو حاکم شوہر پر جبر کرے کہ عورت کو طلاق دے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[2]

عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو (ت)

جب اچھی طرح رکھنا نہیں تو اچھی طرح چھوڑنا اس پر واجب ہوا اور ترکِ واجب گناہ ہے ۔ اس گناہ پر حاکم سزا دے سکتا ہے ۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۹)

(۴۲) شوہر کو پاگل ظاہر کرکے عورت نے حاکم سے نکاحِ ثانی کی اجازت حاصل کرلی اور اس کے دس دن بعد دوسرے سے نکاح کرلیا ۔ اس سلسلہ میں حاکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :

طُرہ یہ کہ عورت عدت بھی نہ بیٹھی ، اجازت سے دس ہی دن بعد نکاحِ ثانی کرلیا ، اس کے حرام ہونے میں کیا شبہہ ہے ۔ ہم ابھی عالمگیری سے نقل کر آئے کہ یہ تفریق طلاق بائن ہوتی ہے اور طلاق میں تین حیض کی عدّت فرض ۔

قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : عدت والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض کامل ہونے تک روکے رکھیں ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۶ [2] القرآن الکریم ۲/۲۳۱

[3] 〃 〃 ۲/۲۲۸

بالجملہ یہ دوسرا نکاح بالیقین ناجائز۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ ص ۴۹۴)

(۴۳) کسی شوہر کے بارے میں ڈاکٹری سند ثبوتِ نامردی کے لئے کافی نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

سندِ ڈاکٹر محض ناکافی و نامعتبر ہے۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الاٰیۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو الآیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۹۵)

(۴۴) کسی عورت کا نکاح کسی نامرد سے ہوئے چند سال گزر گئے، اب وہ عورت دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، اس بارے میں فرمایا:

نکاح مذکور جائز و صحیح ہے، عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فرقتِ شرعیہ کے بغیر دوسرے سے نکاح کرلے، اگر کرے گی محض حرام ہوگا۔ مرد جب ہمبستری میں عورت کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔

قال اللہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو پاس رکھ لو یا بھلائی کے ساتھ آزاد کردو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۹۶)

(۴۵) مذکورہ بالا سوال جیسے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں نکاح قطعاً صحیح ہے لصدورھا عن اھلہ فی محلہ (کیونکہ یہ نکاح اپنے محل میں اپنے اہل سے صادر ہوا ہے۔ ت) اور جب تک زید کی طرف سے طلاق نہ ہو وہ اس کی زوجہ ہے، دوسرے سے نکاح ہرگز جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: عورتوں میں سے منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶
[2] 〃 ۲/ ۲۳۱
[3] 〃 ۴/ ۲۴

عقود الدریہ میں ہے :

سئل فی بکر صغیرۃ زوّجہا ابوہا من رجل ودخل بہا ثم بلغت رشیدۃ وادعت بہ عنۃ وطلبت التفریق فما الحکم، الجواب لایفرق بینہما بمجرد دعواہا انہ عنین[1] الخ۔

ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی باکرہ نابالغہ بیٹی کا نکاح ایک شخص سے کیا اور خاوند نے جماع کرلیا اس کے بعد وہ بیٹی بالغ ہوئی تو اس نے عقل و فہم کے بعد خاوند کے خلاف نامرد ہونے کا دعوٰی کیا جس میں اس نے تفریق (فسخِ نکاح) کا مطالبہ کیا تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ لڑکی کے محض اس دعوٰی پر کہ خاوند نامرد ہے تفریق نہ ہوگی الخ (ت)

البتہ جب زید اس پر غیر قادر اور اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو اس پر بنص قطعی قرآن طلاق دینا واجب، اگر یونہی رکھ چھوڑے گا گنہگار ہوگا۔

قال تعالٰی فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ آزاد کردو۔ (ت)

پس اگر وہ طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص یہ ہے کہ مریم و زید کسی عالم دین فقیہ متین کو پنچ کریں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۹۶، ۴۹۷)

(۴۶) ایسے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

جبکہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اس کے ادائے حق واجب میں قاصر رہا تو اس پر شرعاً فرض ہے کہ ہندہ کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہگار رہے۔

قال اللہ تعالٰی فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک طلاق یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ اس کو آزادی دے دو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۵۰۶)

---

[1] العقود الدریۃ باب العنین حاجی عبدالغفار و پسران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

[3] " "

(۴۷) چند بار ہمبستری کرنے کے بعد شوہر نامرد ہوگیا تو کیا حکم ہے۔ اس بارے میں فرمایا:
طلاق لینا واجب نہیں، نہ اب بر بنائے نامردی دعوٰی ہوسکتا ہے کہ ایک بار چھوڑ تین بار ہمبستری کر چکا ہے، ہاں اگر زید جانتا ہے کہ وہ اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو عنداللہ اس پر لازم ہے کہ اسے طلاق دے دے جبکہ وُہ اپنا حقِ جماع چھوڑنے پر راضی نہ ہو۔
قال تعالٰی فامساك بمعروف او تسریح باحسان [1]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک رکھو یا اسے نیکی کے ساتھ آزاد کر دو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۵۰۸)

(۴۸) ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جس کا اقرار اس نے ڈیڑھ دو سال بعد کیا۔ زید نے فتوٰی دیا کہ اس کی عدت وقتِ طلاق سے پوری ہوچکی ہے لہذا اس نے دوسرا نکاح کرلیا، بکر کہتا ہے کہ عدت وقت اقرار سے ہوگی دوسرا نکاح ناجائز اور صحبت زنا رہے۔ اور بکر زید کو اقرار خطا کے لئے ترہیب و ترغیب کرتا ہے کہ رجوع کرلو گے تو تمھاری عزت بڑھا دیں گے۔ اس سلسلہ میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:
بکر نے جو حکم لگایا تھا کہ یہ نکاح نہ ہوا اور تمتّع زنا ہوگا یہ شریعتِ مطہرہ پر اُس کا افترا تھا، اُسی پر اپنی خطا کا اقرار لازم ہے، اگر اصرار کرے تو وہی بدعتی ہے کہ احکامِ شریعت کو نہیں مانتا اور اپنے گھڑے حکم پر جما ہے اس وقت تک اگر اس کا افترا نادانستہ تھا اور اب جان کر مُصر ہوگا تو قصدًا مفتری علی اللہ ہوگا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:
انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون [2]
جھوٹا افترا وُہ لوگ بناتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (ت)
اور فرماتا ہے:
ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون [3]۔
بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا باندھی کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹
[2] " ۱۶/ ۱۰۵
[3] " ۱۰/ ۶۹

اُس کا یہ طمع کی رشوت دینا کہ ہم تمہاری عزت بڑھا دیں گے ناپاک و مردود ہے، عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے،

ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔[1]

کیا وہ ان کے ہاں عزّت ڈھونڈتے ہیں تو عزت ساری کی ساری بیشک اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ (ت)

دانستہ حق کو باطل کہنا اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شُبہہ بتانا موجبِ عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے، خلفائے راشدین وائمۂ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کبھی رجوع عن الحق نہ فرمائی، ان کا اس طرح ذکر بلاشُبہہ توہین ہے بلکہ بے ادب مختل الدین ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۶۱۵)

(۴۹) دورانِ عدّت بطلانِ نکاح کے بارے میں فرمایا:

پیش از مرورِ عدّت نکاحی کہ با مرد دیگر کرد ناجائز و باطل و زنا و حرام بود از و باز ماندن فرض ست قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء۔[2]

عدت پوری ہونے سے قبل دوسرے شخص سے اس کا نکاح حرام، ناجائز اور باطل بلکہ زنا ہے اس لئے مائتون کو اس دوسرے شخص سے علیحدہ ہو کر باز رہنا ضروری اور فرض ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۶۴۸، ۶۴۹)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۳

(۱) طلاق معلق وجود شرط کے وقت واقع ہو جاتی ہے اس کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

بلکہ وہ آیت کریمہ الطلاق مرتٰن وغیرہ سے ثابت ہے، فان الاٰیات ذکرت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[2] " ۲/ ۲۲۸

الطلاق فشمل المنجز والمعلق (کیونکہ آیات میں مطلق طلاق کا ذکر ہے جو مشروط اور غیر مشروط دونوں طلاقوں کو شامل ہے۔ ت)

اسے سوگند یعنی یمین کہنا ایک اصطلاح علمی ہے جس کا پتا آیۂ کریمہ:

یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الی قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم[1]

اے نبی صلے اللہ تعالٰے علیک وسلم! اللہ تعالٰے نے آپ کے لئے جو حلال فرمایا اسے آپ کیوں حرام فرماتے ہیں — تا — اللہ تعالٰے کے ارشاد: بے شک اللہ تعالٰے نے تمہارے لئے قسموں کو حلال فرمانا فرض فرمایا ہے۔ (ت)

سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحریم حلال ہے اور آیت میں تحریم حلال ہی کو یمین فرمایا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۱۰۲)

(۲) بے تحکیم خود بخود حَکم بن کر ایک بدعقیدہ مولوی نے فضل کریم کی بیوی حسینہ کو طلاق کا فیصلہ سنادیا۔ اسی سلسلہ میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

خامسًا حَکم بننے میں اگر اس نے یہ زعم کیا کہ فضل کریم نے اسے حَکم کیا اور وہ واقع میں ایسا نہ تھا تو اس نے ایک مسلمان پر افتراء کیا، اور شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطانِ اسلام کے یہاں اسّی کوڑے ہیں ولعذاب الاٰخرۃ اکبر[2] (اور بیشک آخرت کا عذاب اور سخت تر۔ ت) اور اگر یہ ٹھہرایا کہ گو فضل کریم نے مجھے حَکم نہ کیا مگر شریعت نے بے رضا و تحکیم خود حَکم بن بیٹھنا اور فیصلہ کر دینا جائز کیا ہے اور ایسا فیصلہ شرعًا صحیح و نافذ ہوتا ہے تو اس نے شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا، اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے اور اللہ عزوجل پہ افتراء بے ایمان ہی کرتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[3]

جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۱ و ۲

[2] " " ۳۹/۲۶

[3] " " ۱۶/۱۰۵

سادساً وہ جانتا تھا کہ شرع مطہر سے اس صورت میں حکمِ طلاق نہیں ہوسکتا اور پھر دانستہ خلافِ شرع حکم کیا جب تو ان آیات کریمہ سے اپنا حکم معلوم کرے کہ:

من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئك هم الظّٰلمون[1]، من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئك هم الفٰسقون[2]، من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئك هم الکٰفرون[3]

جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں، جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں، جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۱۲۴)

(۳) مزید فرمایا:

سابعاً اس نے یہ ما انزل اللہ کا خلاف اپنی کسی خانگی بات میں نہ کیا بلکہ ایک مسلمان کی زوجہ کو ناحق ناروا اس کے نکاح سے خارج ٹھہرایا اور شوہر سے برگشتہ بنایا، اور یہ شیاطین کا کام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولٰکن الشیٰطین کفروا یعلمون الناس السحر الٰی قولہ تعالٰی فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ[4]۔

شیاطین کافر ہیں لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں (الٰی قولہ تعالٰی) جس سے مرد اور اس کی عورت میں جدائی ڈالتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۱۲۵)

(۴) تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ محض تجدید نکاح سے بیوی حلال نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ فرمایا:

درصورتِ مستفسرہ زن احمد علی از حبالۂ نکاحش بدر رفت و نہ آنچناں کہ بمجرد تجدید نکاح باز زن او تواں شد بلکہ تحلیل لازم ست و بے توسط شوھر دیگر حکم حرمت جازم قال اللّٰہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۴۵
[2] القرآن الکریم ۵/ ۴۷
[3] القرآن الکریم ۵/ ۴۴
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲
[5] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

مسئولہ صورت میں احمد علی کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اب تجدید نکاح سے بھی حلال نہ ہوگی بلکہ حلالہ ضروری ہے اور دوسرے شخص سے نکاح کئے بغیر قطعی حرام رہے گی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے، اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد بیوی حلال حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۶۶)

(۵) آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن الخ کے شانِ نزول اور مختلف اقوالِ مفسرین کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ تعالٰی عزوجل الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان الٰی قولہ تبارك وتعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہٗ[1] یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت است ہمیں تا دو بار ست کہ شوی را در ماندن زن بجوئی یا آزاد کردن بہ نیکوئی اختیار ست پس اگر بعد اینہا طلاق دگر دہد زن مرا ورا حلال نبود تا با شوئے دگر بخوابہ نشود ائمہ تفسیر و حدیث سبب نزول کریمہ چناں آوردہ اند کہ پیش ازیں طلاق را عددے معدود وحدے محدود نبود ہر قدر یار شوے خواستے طلاقہا دادے و رجعت ہا کردے و آنکہ اضرارِ زن خواستے طلاقش دادے تا آنکہ چوں عدتش بسر گزشتن آمدے رجعت کردے باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت رجعت نمودے وہمچناں کردے تا آنگاہ کہ دلش خواستے بیچارہ زن بایں کار معلقہ ماندے نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن، زن ازیں معنی بحضور بارگاہِ رسالت فریاد آورد آنگاہ آیۂ کریمہ نزول فرمود وبعد ـــ عہ طلاق اختیارِ رجعت نماند وکار زن بدست زن شد، امام بغوی در معالم التنزیل فرمود قولہ تعالٰی الطلاق مرتٰن روی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنهما قال کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد وکان الرجل یطلق امرأته فاذا قاربت انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها کذٰلك ثم راجعها یقصد مضارتها فنزلت هٰذه الاٰیة الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق

عہ یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹، ۲۳۰

الذی یملک الرجعة عقیبة مرتان فاذا طلق ثلثا فلا تحل له الا بعد نکاح زوج اٰخر[1]، امام رازی در تفسیر کبیر فرمود المسئلة الاولیٰ کان الرجل فی الجاهلیة یطلق امرأته ثم یراجعها قبل ان تنقضی عدتها ولو طلقها الف مرة کانت القدرة علی المراجعه ثابتة له فجاءت امرأة الیٰ عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها فشکت ان زوجها یطلقها ویراجعها یضارها بذٰلك فذکرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها ذٰلك لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فنزل قوله تعالیٰ الطلاق مرتٰن[2]، در تفسیرات احمدیہ ست لما کان عدد الطلاق فی الجاهلیة غیر مقرر علی وتیرة واحدة حتی انه لو طلقها عشرة یمکنه رجعتها وکان یراجعها وقت انقضاء العدة ثم یطلقها ویراجعها حتی ان جاءت امرأة الیٰ عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها تشکو من مراجعة زوجها ثم تطلیقها ثم وثم ھٰکذا فعرضت الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فنزل قوله تعالیٰ "الطلاق مرتان فامساك بمعروف اوتسریح باحسان" یعنی ان الطلاق الرجعی الذی یتعلق به الرجعة مرتان ای اثنتان لازائد ثابت فبعد ذٰلك امساکها بمعروف اوتسریحها کذٰلك وھذا امر بصیغة الخبر کانه قیل طلقوا الرجعی مرتین وھذا التوجیه المذکور فی الحسینی والزاهدی و البیضاوی والتلویح وهو الموافق لمذهب الشافعی وابی حنیفة جمیعًا[3]، ترمذی و ابن مردویہ وحاکم بافادۂ تصحیح وبیہقی در سنن از اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کنند قالت کان الناس والرجل یطلق امرأته ماشاء ان یطلقها وهی امرأته اذا ارتجعها وهی فی العدة وان طلقها مائة مرة اواکثر حتی قال رجل لامرأته واللہ لا اطلقك فتبینین منی ولا اٰویك ابدا قالت وکیف ذٰلك قال اطلقك فکلما همت عدتك ان تنقضی راجعتك، فذهبت المرأة حتی دخلت علی

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الاٰیۃ ۲/ ۲۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۵۱

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 〃 〃 〃 〃 ۶/ ۸۲

[3] التفسیرات الاحمدیۃ 〃 〃 〃 مکتبہ کریمی واقع بمبئی ص ۱۲۳

32

عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فاخبرتہا فسکتت عائشۃ حتی جاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی نزل القرآن الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[1] ونیز ابن مردویہ وبیہقی از ام المومنین روایت آرند، قالت لم یکن للطلاق وقت یطلق امرأتہ ثم یراجعہا مالم تنقض العدۃ وکان بین رجل و بین اہلہ بعض مایکون بین الناس فقال واللہ لا ترکنك، لا ایما ولا ذات زوج فجعل یطلقہا حتی اذا کادت العدۃ ان تنقضی راجعہا ففعل ذٰلك مرارا فانزل اللہ فیہ "الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان" فوقت لہم الطلاق ثلٰثا یراجعہا فی الواحدۃ وفی الثنتین ولیس فی الثالثۃ رجعۃ حتی تنکح زوجا غیرہ[2]، ابوداؤد ونسائی وبیہقی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فہواحق برجعتہا وان طلقہا ثلاثا فنسخ ذٰلك فقال الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[3]، اجلۂ ائمہ مالک وشافعی وعبد بن حمید وترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وبیہقی از عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آرند قال کان الرجل اذا طلق امرأتہ ثم ارتجعہا قبل ان تنقضی عدتہا کان ذٰلك لہ وان طلقہا الف مرۃ فعمد رجل الی امرأتہ فطلقہا حتی اذا ماجاء وقت انقضاء عدتہا ارتجعہا ثم طلقہا ثم قال واللہ لا اویك الی و لا تحلین لی ابدا فانزل اللہ تعالیٰ الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[4] مسلمان دمے انصاف دہید تعلیم دیوبندی چساں مقصود شریعت وحکم آیت را برہم میزند و ظلم وستم جاہلیت را از سر نوتازہ می کند اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود وبعد اوشوئے را از سر اختیار سہ طلاق بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس لاجرم ہماں آتش جاہلیت بکاسہ اندرست وانسداد ظلم کہ خدائے خواست معاذ اللہ باطل وبے اثر، ہرکہ خواہد ہزار بار طلاق دہد وہر بار رجعت کند

~~[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۲/ ۲۲۹ داراحیاء التراث العربی ۱/ ۶۲۷~~

جامع الترمذی ابواب الطلاق الثلاث امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۴۳

السنن الکبرٰی للبیہقی باب ماجاء فی امضاء الطلاق دارصادر بیروت ۷/ ۳۳۳

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن مردویہ والبیہقی تحت الآیۃ ۲/ ۲۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۲۷

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من جعل الثلاث واحدۃ وماورد فی خلاف ذٰلک دارصادر بیروت ۷/ ۳۳۷

[4] مؤطا امام مالک جامع الطلاق میر محمد کتب خانہ مرکز علم کراچی ص ۵۲۹

الدرالمنثور بحوالہ مالک والشافعی الخ تحت الآیۃ ۲/ ۲۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۲۷

طلاق ہائے دادہ نادادہ شود و اختیارات نامتناہیہ بدست شوہر بود ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با قرآن عظیم۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: دو طلاقیں ہوں تو پھر خوبصورتی سے رجوع کر کے روک لو یا نیکی کے طور پر آزاد کر دو۔ اور اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے قول "پس اگر تیسری طلاق دے دی ہو تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے" تک یعنی جس طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وہ دو بار طلاق ہے کہ جس میں خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو روک رکھے یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے طلاق دے دے، اس کے بعد اگر طلاق دے گا تو بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ ائمہ تفسیر و حدیث نے اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول یوں بیان فرمایا کہ اسلام سے قبل طلاق کی کوئی تعداد یا حد مقرر نہ تھی بلکہ خاوند جتنی بار بھی طلاق دے کر رجوع کرنا چاہتا کر لیتا، اور جب بیوی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا تو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب وہ رجوع کر لیتا اور رجوع کے بعد پھر طلاق دیتا اور عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کر لیتا اور جتنی بار دل چاہتا کرتا، بیوی بیچاری لٹک کر رہ جاتی اس کے لئے آزادی یا آبادی کا کوئی طریقہ نہ رہتا۔ اسی پریشانی میں ایک عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہوئی اور فریاد کی، تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اور تین طلاقوں کے بعد رجوع کا اختیار ختم ہوگیا اور بیوی خود مختار ہوگئی۔

امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد "الطلاق مرتٰن الخ" الآیۃ کا شانِ نزول یہ ہے جس کو عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ابتداء میں بے شمار اور لاتعداد طلاقیں دیتے تھے اور کوئی بھی شخص بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر لیتا اور پھر طلاق دے دیتا اور یوں بار بار کرتا رہتا جس کا مقصد بیوی کو تنگ کرنا تھا، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی؛ یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے وہ دو بار ہے، اور جب تین طلاقیں پوری کر دے تو اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی مگر بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو اس کے بعد حلال ہو سکے گی۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا؛ مسئلہ اولیٰ یہ کہ جاہلیت میں مرد بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کر لیتا اور اس طرح ہزار طلاق بھی ہوتی تب بھی خاوند کو رجوع کا اختیار رہتا، تو ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا ہے اور تنگ کر رہا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو بیان کیا تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتان الآیۃ ۔ تفسیراتِ احمدیہ میں ہے کہ چونکہ جاہلیت میں طلاق کا کوئی قانون نہ تھا حتیٰ کہ کوئی بھی شخص دس طلاقیں دے کر بھی پھر رجوع کر لیتا اور عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر کے پھر طلاق دے دیتا ۔ حتیٰ کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آکر اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ بار بار طلاق دیتا اور رجوع کر لیتا ہے ، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی ، تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، الطلاق مرتان الآیۃ ، یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار طلاق ہے اس سے زائد نہیں ۔ اس کے بعد بھلائی سے بیوی کو پاس رکھنا ہوگا یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے آخری طلاق دینا ہوگی ۔
اور تفسیر حسینی ، زاہدی ، بیضاوی اور تلویح نے بھی تفسیر بیان کی جو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کے مذہب کے موافق ہے ۔ ترمذی ، ابن مردویہ ، حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا انھوں نے فرمایا کہ لوگ اپنی بیوی کو جتنی چاہتے طلاقیں دیتے اس کے باوجود وہ بیوی رہتی جبکہ وہ عدت کے دوران رجوع کر لیتا اگرچہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد طلاقیں دے چکا ہوتا ، حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق نہ دوں کہ تو جدا ہو جائے اور نہ ہی تجھے پاس رکھوں تو ہمیشہ ایسے ہی رہے گی ۔ بیوی نے پوچھا : وہ کیسے ؟ تو اس نے کہا میں تجھے طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل جب عدت ختم ہونے والی ہوگی تو رجوع کر لوں گا ۔ تو اس عورت نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ شکایت کی ۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہو گئیں حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو انھوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات پر مطلع کیا جس پر آپ نے سکوت فرمایا حتیٰ کہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتٰن الخ ، نیز ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ، آپ نے بیان کیا کہ بیوی کو طلاق دینے اور پھر رجوع کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا ، کوئی بھی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا اور خاوند بیوی میں کوئی خانگی جھگڑا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ہوتا تو خاوند کہتا خدا کی قسم میں تجھے نہ خاوند والی اور نہ غیر خاوند والی بنا دوں گا ، اس کے لئے وہ بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا اور بار بار ایسے کرتا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرتٰن الآیۃ ، جس میں تین طلاقیں مقرر کر دی گئی ہیں ، جس میں سے

ایک اور دو کے بعد رجوع کا حق دیا گیا ہے اور تیسری کے بعد رجوع نہیں ہوگا تا وقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتدار میں مرد کو طلاق دینے کے بعد حق باقی تھا اگرچہ تین یا تین سے زائد طلاقیں دے دیتا، تو اس کو منسوخ کرکے اللہ تعالےٰ نے فرمایا: الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسريح باحسان، امام مالک، امام شافعی، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی ان اجلہ ائمہ کرام نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابتدار میں مرد کو اختیار تھا کہ وہ طلاق کی عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلے اگرچہ وہ ہزار طلاقیں بھی دے دے۔ تو ایک مرد نے بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیا اور پھر طلاق دے دی پھر کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے نہ رکھوں گا نہ دوسرے کے لئے کبھی حلال ہوسکے گی۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسريح باحسان۔ اب مسلمانوں کو انصاف سے غور کرنا چاہئے کہ دیوبندی کس طرح شریعت کے مقصد اور آیۂ کریمہ کے حکم کو پامال کرتے ہیں اور جاہلیت کے ظلم وستم کو دوبارہ تازہ کررہے ہیں۔ اگر پہلی طلاقیں رجوع کرنے سے باطل ہوجائیں اور خاوند کو نئے سرے سے دوبارہ تین طلاقوں کا اختیار مل جائے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے تو لازمی طور پر جاہلیت کی آگ محفوظ رہے گی اور اللہ تعالےٰ نے جس ظلم کو ختم کرنا چاہا ہے وہ سب باطل اور بے اثر ہوکر رہ جائے گا اور جاہلیت دوبارہ عود کر آئے گی اور جو شخص بھی ہزار طلاق دے کر رجوع کرتا رہے تو رجوع سے پہلی طلاق کا ہونا نہ ہونا برابر ہوجائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہوجائے گا، لاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم، دیوبندی کی یہ تعلیم قرآن کریم کے مخالف ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۸۴ تا ۱۹۰)

(۶) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔ در تفسیر جلالین ست فان طلقها الزوج بعد الثنتین[2]۔ در جمل فرموداے سواء کان

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۲/ ۲۳۰ اصح المطابع دہلی ص ۳۵

فقد راجعھا امر لا[1]۔ ایں حکم کہ اطلاق آیت مراد و متناول ست ہیچکس از علمائے امت را درو خلاف نیست کتبِ فقہ بلا خلاف مطلقاً ثلاث را مثبت حرمت غلیظہ گویند و زنہار ہیچ کتاب بوئے ایں وسوسہ نجسہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول در حساب نمی ماند و شوہر از سرسہ طلاق را مالک می شود عباراتِ ہزار در ہزار بر بطلانِ ایں ضلالت شاہدست۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرلے۔ تفسیر جلالین میں ہے: اگر خاوند دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دے۔ اور تفسیر جمل میں مزید ہے کہ رجوع کرچکا ہو یا نہ۔ مطلب یہ ہے کہ تیسری طلاق کا یہ حکم مطلق ہے ہر صورت کو شامل ہے۔ اس میں علمائے امت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ کتبِ فقہ بھی بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمتِ غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں، اور ہرگز کسی کتاب میں بھی اس پلید وسوسہ کی بو تک نہیں ہے کہ رجوع کے بعد پہلے دی ہوئی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے اور خاوند نئے سرے سے پوری تین طلاقوں کا مالک ہوجاتا ہے، اور ہزارہا عبارات اس گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۱۹۲)

(۷) مردود و باطل شرائط پر مشتمل ایک اقرارنامہ شوہر سے لکھوایا گیا تھا، اس کے بارے میں اعلیٰحضرت کی خدمت میں استفتاء بھیجا گیا جس کے جواب کے ضمن میں فرمایا:

بالجملہ صورتِ مستفسرہ میں طلاق ہوئی نہ عورت مالکِ اولاد ہوسکتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیوی کا نفقہ اولاد والے یعنی خاوند پر ہے۔ (ت)

ہاں بحقِ حضانت لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی نو برس کی عمر تک، پھر باپ لے گا۔ شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں۔

قال اللہ تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم[3]۔

---

[1] الفتوحات الالٰہیہ (تفسیر جمل) تحت الآیۃ ۲/ ۲۳۰ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۰۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳

[3] القرآن الکریم ۶۵/ ۶

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم اپنی بیویوں کو وہاں رکھو جہاں تم سکونت پذیر ہو۔ (ت)

اگر شوہر کے پاس آنے سے انکار کردے گی نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ عامۂ کتب میں ہے:

لا نفقة للناشزة[1] (نافرمان بیوی کے لئے نفقہ نہیں۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۱۶)

(۸) بوقتِ نکاح شوہر نے یہ شرط لکھی کہ اپنی بیوی کو مار پیٹ کر شہر جھالود سے باہر لیجاؤں تو بغیر طلاق کے طلاق طلاق طلاق واقع ہو۔ بعدازیں وہ بیوی کو جھالود سے لے گیا۔ اس بارے میں فرمایا:

اگر گواہان یا اقرار سے مار پیٹ کر لیجانا ثابت ہو تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔

قال اللہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو عورت حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۴۱)

(۹) ایلاء کی صورت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اصل حکم یہ ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے رب عزوجل نے اسے چار مہینے کی مہلت دی ہے، اگر چار مہینے کے اندر قربت کرلے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا، اور اگر چار مہینے کامل گزر جائیں گے تو ایک طلاق بائن ہوجائے گی عورت نکاح سے نکل جائے گی، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی۔

قال اللہ تعالٰی للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاءو فان اللہ غفور رحیم ○ وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم ○[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ جو بیویوں سے ایلا کرتے ہیں ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے اگر اس دوران رجوع کرلیں تو اللہ تعالٰی بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے، اور اگر وہ (رجوع نہ کرکے) طلاق کا عزم کئے ہوں تو اللہ تعالٰی سننے والا جاننے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۶۰، ۲۶۱)

---

[1] بحر الرائق باب النفقہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۷۹
ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۷
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۶، ۲۲۷

(۱۰) زید نے اپنی بیوی حمرا کے بارے میں یہ لفظ کہے کہ میں حمرا کو اپنی ماں بہن کی جگہ سمجھتا ہوں۔ اس مسئلہ کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

درصورت مستفسرہ زید با طلاق ہمچو کلمات فسّاق آثم وبزہ کارست، قال اللہ تعالیٰ ما ھن امھاتھم ان امھاتھم الا الّٰئی ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا[1] ہمخوابہا مادران ایشاں نیند، ہم مادران شاں ہم آناں اند کہ ایناں را زائیدہ اند و بدرستی ہمچناں ست کہ ایشاں ہرزہ می لافند و دروغ می بافند، بازاگر زید بایں کلمہ ارادۂ طلاق حمرا داشت و دل براخراجش از قید نکاح گماشت حمرا بیک طلاق بائن مطلقہ شد اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ لبسہ رسیدہ باشد طلاق مغلظ نشود لان البائن لا یلحق البائن کما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب۔

مسئولہ صورت میں زید اپنے ان کلمات کی وجہ سے فاسق، گنہگار اور جھوٹا ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا: وہ (بیویاں) مائیں نہیں ہیں مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے اور بیشک یہ بُری اور جھُوٹی بات کہتے ہیں۔ پھر اگر زید نے ان کلمات سے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور دل میں بیوی حمرا کو نکاح سے خارج کر دینے کا ارادہ کر رکھا تھا تو حمرا کو ایک بائنہ طلاق ہوگئی اگرچہ کلمات تین بار کہے ہوں ایک ہی طلاق ہوگی تین طلاقوں سے مغلظہ نہ ہوگی، کیونکہ بائنہ کے بعد بائنہ طلاق نہیں ہوتی، جیساکہ عام کتب میں اس کی تصریح ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

(۱۱) مذکورہ بالا نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

زوجہ کو ماں بہن کہنا (خواہ یوں کہ اُسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے) سخت گناہ و ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ما ھن امھٰتھم ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا[2]

جورو ئیں اُن کی مائیں نہیں اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے اُنھیں جنا ہے اور وہ بیشک بُری اور جھُوٹی بات کہتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲
[2] " " ۵۸/ ۲

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو، درمختار میں ہے:

الا ینوشیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی و یا ابنتی و یا اختی و نحوہ[1]۔

اگر کوئی نیت نہ کی یا حرفِ تشبیہ (کاف) کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ بات لغو ہے اور احتمالات میں سے ادنیٰ احتمال یعنی عزت و کرامت متعین ہوگا اور یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے یا اس کی مثل الفاظ، مکروہ ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۸۰)

(۱۲) اسی طرح کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں وہ اسے ماں اور یہ اسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہوئے۔

قال اللہ تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ بیشک لوگوں کا (بیوی کو ماں بہن کہنا) بُری بات اور جھوٹ ہے (ت)

مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۸۸)

(۱۳) مزید فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں، نہ یہ ظہار، صرف بُرا کہا اور گنہگار ہوا، توبہ کرے وبس،

قال اللہ تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا ط و ان اللہ لعفو غفور[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ بیشک بُری اور نِری جھوٹ بات کہتے ہیں، اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۸۹)

(۱۴) ایک صاحب نے عدّتِ وفات کو عدتِ طلاق پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ خلوت کے بغیر عدتِ وفات نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کا رُد فرماتے ہوئے فرمایا:

غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے:

---

[1] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[2] القرآن الکریم ۵۸/۲

[3] ” ” ۵۸/۲

سمعنا و اطعنا غفرانك ربنا و الیك المصیر[1]

ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۹۷)

(۱۵) عدّت کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا :

طلاق کی عدّت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، جب یہ تیسرا ختم ہوگا اُس وقت عدّت سے نکلے گی اور اسے جس سے نکاح کرنا روا ہوگا۔

قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۳)

(۱۶) مزید فرمایا :

اربع من النساء لاعدۃ علیھن المطلقۃ قبل الدخول الخ[3]

چار عورتیں ہیں جن پر عدّت نہیں ان میں سے ایک قبل از دخول طلاق والی ہے الخ (ت)

اور کلام مجید میں ایک جگہ یُوں ہے :

اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن، فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا[4]

جب تم مؤمن عورتوں سے قبل از دخول ان کو طلاق دے دو تو تمھارے حق میں ان عورتوں پر عدّت نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۵)

(۱۷) مزید فرمایا :

مدارک شریف میں ہے :

من قبل ان تمسوھن والخلوۃ الصحیحۃ کالمس[5] اھ ورأیتنی کتبت علی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸
[3] فتاوٰی ہندیۃ باب العدۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۶
[4] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۹
[5] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۳۳/ ۴۹ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۰۸

ھامشہا الاولی ان یقول قدس سرہ والخلوۃ فی النکاح الصحیح کالمس فیقید النکاح بالصحیح ویطلق الخلوۃ لان الخلوۃ وان فسدت توجب العدۃ اذا صح النکاح، امّا الفاسد فلاعدّۃ فیہ الّا بحقیقۃ الوطء کما فی الدر وغیرہ۔

قبل ازیں کہ تم ان کو مَس کرو (یعنی جماع کرو) اور خلوت صحیحہ بھی جماع کی طرح ہے اھ اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ بہتر تھا کہ صاحبِ مدارک یوں کہتے اور خلوت نکاح صحیح میں جماع کی طرح ہے اس طرح نکاح کو صحیح کی قید سے مقید اور خلوت کو مطلق قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ جب نکاح صحیح ہو تو خلوت فاسدہ بھی عدّت کو لازم کرتی ہے لیکن نکاح فاسد میں صرف حقیقی وطیٔ سے ہی عدّت لازم ہوتی ہے، جیساکہ در وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۶)

(۱۸) عورت دو۲ برس شوہر سے جدا رہی پھر طلاق ہوئی، کیا اس پر عدّت ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ضرور، اور اس کا دو۲ برس خواہ دس۱۰ برس شوہر سے جُدا رہنا مسقطِ عدت نہیں ہوسکتا، لاطلاق قولہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروءٍ[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول کہ "مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں" مطلق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۸)

(۱۹) قبلِ خلوت طلاق دے کر عدّت سے قبل مطلّقہ کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

واگر خلوت ہم نشدہ بود البتّہ از عدّت اثرے نیست واز بعد طلاقش خواہرش را بزنی تواں گرفت قال اللہ تعالٰی فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا[2] در کتب مذکورہ حکم عدّت را مطلق نگزاشتہ اند بلکہ سابقاً ولاحقاً دو جا مقید بدخول یعنی ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸
[2] ؍؍ ۳۳/ ۴۹
[3] درمختار ؍؍ باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

داشتہ اند۔

اور اگر خلوت نہ ہُوئی ہو تو پھر زینب پر کوئی عدت نہیں ہے اور اس کو طلاق دینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھارے حق میں دخول سے قبل مطلقہ بیویوں پر عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو۔ کتبِ مذکورہ میں نابالغہ کی عدّت کو عام قرار نہیں دیا گیا بلکہ اُس سے قبل اور بعد دونوں جگہ عبارت دخول کی قید سے مقید ہے اگرچہ وہ دخول حکمی ہو جیسے خلوت خواہ فاسد ہی کیوں نہ ہو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۰۹، ۳۱۰)

(۲۰) حاملہ بیوی کو ایک ہی جلسہ میں تین مرتبہ طلاق دی، اس کی عدّت کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تین طلاقیں ہوگئیں، چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے، اب وہ بغیر حلالے اُس سے نکاح نہیں کرسکتا، یہی حکم قرآن وحدیث کا ہے، وہ عدت تک یعنی بچّہ ہونے تک گھر میں رہے گی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر و اجنبی عورت کی طرح رہے اس سے پردہ کرے۔

قال اللہ تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم، ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن، وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: عدّت والی عورتوں کو وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہائش رکھتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق، اور ان کو تنگی دے کر ضرر مت پہنچاؤ، پھر اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو خرچہ دو تاوقتیکہ وہ بچے کو جنم دیں۔(ت)

صورتِ حمل میں یہی مذہب چاروں ائمہ کا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۱۲)

(۲۱) زنا سے حاملہ ہونے والی عورت کا خاوند فوت ہوگیا تو کیا وہ دورانِ عدت نکاح کرسکتی ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے، اور جب یہ حمل حیاتِ شوہر سے ہے شرعاً شوہر کا ہے اور جب تک وضع نہ ہو عدّت ہی میں ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]، وقال

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۶

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/۴۰۹

تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[1]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بچّہ نکاح والے کی طرف ہی منسوب ہوگا اور زانی نسب سے محروم ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: حمل والی عورتوں کی عدت بچّے کی پیدائش تک ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۱۹)

(۲۲) نکاح معتدہ کے بارے میں فرمایا:

بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ شوہر اول اس عورت سے خلوت کرچکا تھا کئی سال کے بعد طلاق دی اور عورت کو حمل نہ تھا، پس یہ نکاح کہ قبل گزرنے عدت کے دوسرے شخص سے ہوا اصلاً صحیح نہیں، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں،

قال اللہ تعالیٰ والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: مطلّقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۲۰)

(۲۳) بیوی کو ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:

زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق نہیں ہوتی،

کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ثم العلامۃ الشامی فی رد المحتار وقد قال تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا[3] و فی الحدیث اختك ھی فکرہ ذٰلك رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ ونھی عنہ[4]۔

جیسا کہ اس کو محقق علے الاطلاق نے فتح القدیر میں، پھر علامہ شامی نے رد المحتار میں ذکر کیا ہے، اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ غلط اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور حدیث شریف میں بہن کہنے پر فرمایا "کیا یہ تیری بہن ہے"۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ناپسند فرماتے ہوئے یہی فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۲۲)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۴
[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۸
[3] " ۵۸/۲
[4] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۰۱
السنن الکبرٰی باب مایکرہ من ذٰلک دار صادر بیروت ۷/۳۶۶

(۲۴) عبداللہ کا بھائی دوامی طور پر قید ہے اور بیوی کو طلاق نہیں دے رہا جبکہ بیوی کا بغیر شوہر گزارہ نہیں ہوسکتا، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

درصورتِ اولٰے برادرِ عبداللہ فرمان آں چنان ست کہ زن را طلاق دہد قال اللہ تعالٰی فامساك بمعروف او تسريح باحسان[1] مرد چوں از داشتن بخوبی عاجز آمد گزاشتن بہ نیکی واجب گشت و دراداے ایں واجب اگر طلاق بالفعل ندہد تفویض طلاق نیز کافی ست زیرا کہ مقصود آنست کہ زن از مضرت فتذروها کالمعلقة[2] محفوظ ماند وایں بہ سپردن طلاق بدست بدست زن نیز حاصل ست یعنی زن را بنویسد کہ طلاق تو بدست تو نہادم ہرگاہ کہ خواہی خود را طلاق دہی واز قیدِ من بدر آئی، نفعش آنست کہ زن مصلحت خود دیدہ کار خواہد کرد خواہ بوفاداری شوہر صبر پیش گرفتن خواہ بناچاری خواہش چارۂ دگر جستن اما تا از شوئے افتراق نشود نکاح با دیگرے حرام بود قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[3]

پہلی صورت میں عبداللہ کے بھائی کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ بیوی کو بھلائی سے پاس رکھو یا نیکی کے ساتھ آزاد کردو۔ خاوند چونکہ بخوبی پاس رکھنے سے عاجز ہے تو نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا اس پر واجب ہے، اس واجب کی ادائیگی میں اگر بالفعل طلاق نہیں دیتا تو بیوی کو طلاق کا اختیار سونپ دے تو بھی کافی ہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ عورت کو معلّق کرکے رکھنے کے ضرر سے بچایا جائے تو یہ مقصد عورت کو اختیار تفویض کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے یعنی بیوی کو لکھ دے کہ تیری طلاق تیرے ہاتھ دیتا ہوں تو جب چاہے طلاق اختیار کرلے اور میری قید سے آزاد ہوجا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ بیوی اپنی مصلحت کے مطابق فیصلہ کرے گی خواہ خاوند کی وفاداری میں صبر کرے خواہ مجبوریِ خواہشات کی بنا پر کوئی دوسرا راستہ اپنا لے۔ تاہم جب تک خاوند سے مفارقت نہ ہوجائے کسی اور سے نکاح حرام ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ نکاح والی عورتیں دوسروں کے لئے حرام ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۴۲)

(۲۵) زن مفقود کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

رزق اللہ پر ہے نہ کہ شوہر پر، علی اللہ رزقها[4] نہ کہ علی الزوج،

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۹ [2] القرآن الکریم ۴/۱۲۹
[3] " " ۴/۲۴ [4] " " ۱۱/۶

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب[1]

اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے روزی پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۴۴ و ۳۴۵)

(۲۶) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

اگر تحقیق ہو جائے کہ وہ ہسپتال میں یا کہیں اور مر گیا تو عدت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر موت ثابت نہ ہو تو جب اس شخص کی پیدائش سے ستر برس گزر جائیں یا زندہ ہوتا تو جس وقت وہ ستر برس کا ہو جاتا اس وقت تک اگر اس کی موت و حیات کا پتا نہ چلے تو اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جائے اور عدت کے بعد عورت نکاح کر سکے گی ورنہ حرام حرام حرام۔ اللہ عزّ وجل قرآن مجید میں فرماتا ہے:

والمحصنٰت من النساء[2]

اور خاوند والی عورتیں تم پر حرام ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۴۵، ۳۴۶)

(۲۷) عدتِ وفات کے دوران نکاح کرنے والوں کی اولاد کے نسب کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر حاملہ ہے تو وضعِ حمل تک، ورنہ چار مہینے دس دن تک نکاح نہیں کر سکتی کما ھو منصوص فی القرآن العزیز (جیسا کہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہوئی ہے۔ ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا[3]

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں (ت)

عدت کے اندر نکاح مطلقًا ناجائز ہے، ہاں اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ دوسرے کی عدت میں ہے نادانستگی میں نکاح کر لیا تو اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی اور دانستہ اس حرام خالص کا مرتکب ہوا، تو قنیہ و مجتبٰی و بحر الرائق وغیرہا کا مقتضٰی یہ ہے کہ اولاد ولد الزنا ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۵۷، ۳۵۸)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[3] ″ ″ ۲/ ۲۳۴

(۲۸) بیوی خاوند کی اجازت سے کہیں گئی پھر اسی کو بنیاد بنا کر شوہر نے نان ونفقہ روک دیا۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

صورت مستفسرہ میں عورت کو نان ونفقہ نہ دینا اس شخص کا محض ظلم ہے جس کے سبب وہ ظالم وگنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف [1]

بیویوں کا نفقہ اور لباس بھلائی کے ساتھ اس کے ذمّہ ہے جس کے لئے اولاد ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۳۰)

(۲۹) زید نے اپنی بیوی کو تہمتِ زنا لگا کر نکال دیا ہے اور نان ونفقہ نہیں دیتا۔ اس کے بارے میں فرمایا:

جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ عورت اگر معاذ اللہ بدوصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط بات ہے، اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اُسے طلاق دے دے یا اس کے نان نفقہ کی خبرگیری کرے، ورنہ یُوں معلّق رکھنے میں زید بیشک گنہگار ہے اور صریح حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔[2]

اور ایک کی طرف کلّی میلان نہ ہو کہ دوسری بیوی کو معلق کر چھوڑو۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۳۵)

(۳۰) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

زنائے زناں موجبِ بطلان نکاح آناں نیست قال تعالی بیدہ عقدۃ النکاح[3] تا آنکہ اگر با پدر یا پسر شوہر ایں چنیں وقاحت رُوئے دہد ہم نکاح باطل نشود اگرچہ زن حرام ابدی گردد و متارکہ فی الفور فرض شود۔

بیوی کے زنا سے نکاح باطل نہیں ہوتا، اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح (نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کے باپ یا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳
[2] " ۴/ ۱۲۹
[3] " ۲/ ۲۳۷

بیٹے سے بدفعلی کرے تو بھی نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ بیوی ہمیشہ کے لئے خاوند پر حرام ہوجاتی ہے، اور فوری طور پر دونوں میں متارکہ فرض ہوجاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۴۴۲)

(۳۱) عورت کو شرارتاً معلقہ رکھنے والے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا،

قال اللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف [۱]

(اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے فرمایا:) عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

وقال تعالیٰ فامساکٌ بمعروف اوتسریحٌ باحسان [۲]

(اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:) یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

وقال تعالیٰ وعاشروھن بالمعروف [۳]

(اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:) عورتوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگانی کرو۔

وقال تعالیٰ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضارّوھن لتضیّقوا علیھن [۴]

(اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:) جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔

وقال تعالیٰ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلّقۃ۔ [۵]

(اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:) پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو یوں کر چھوڑو جیسی اُدھر میں لٹکتی۔

بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب، اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب، اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلّق کر دینا حرام۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۴۴۶)

(۳۲) خاوند پر بیوی کے لئے کس قدر نفقہ لازم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۲۳۱ — [۲] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

[۳] 〃 ۴/۱۹ — [۴] 〃 ۶۵/۶

[۵] 〃 ۴/۱۲۹

33

اس کے ساتھ عورت کا خود اپنا حال بھی دیکھا جائے گا کہ غنیہ مفرطہ فی الغنا ہے یا فقیرہ یا متوسطۃ الحال۔ اگر زن وشو دونوں ایک طرح کے ہیں تو اُسی طرح کا نفقہ لازم آئے گا اور مختلف ہیں تو دونوں کے حال کا اوسط مثلاً ایک کے اعتبار سے عورت کا نفقہ دس روپے ماہوار ہونا چاہئے اور دوسرے کے لحاظ سے چار روپے، تو سات روپے ماہوار واجب کریں گے، پھر اگر شوہر فی الحال اس کی ادا پر قادر ہے فبہا، ورنہ جس قدر پر قادر ہے دے گا، باقی وقتِ فراخی تک اُس پر دَین رہے گا۔

قال اللّٰہ تعالٰی لینفق ذو سعۃ من سعتہٖ و من قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتاہ اللّٰہ لا یکلف اللّٰہ نفسا الا ما اٰتٰہا سیجعل اللّٰہ بعد عسر یسرا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر خرچ مقدر کیا گیا ہو وہ اللہ تعالٰی کے دیئے سے خرچ کرے، اللہ تعالٰی کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے عطا کیا ہے عنقریب اللہ تعالٰی تنگی کے بعد آسانی پیدا فرمائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فتستحق النفقۃ بقدر حالہما بہ یفتی و یخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ۔[2]

دونوں کے حال کے مطابق وہ نفقہ برداشت کرے گا، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور جتنی توفیق ہو اسی کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوگا اور باقی اس کے ذمہ ہوگا اس کو آسانی کے وقت ادا کرے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۶۸)

(۲۳) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

امام سراج الدین قاری الہدایہ نے فرمایا: غنی کے لئے دونوں وقت گیہوں کی روٹی اور گوشت ہے، متوسط کے لئے روٹی اور روغن، فقیر کے لئے روٹی اور پنیر و سرکہ۔ اقضیہ نے فرمایا: غنی کی نانخورش گوشت، متوسط کی دُودھ، فقیر کی روغن یعنی زیتون۔ وقال تعالٰی وصبغ للاٰکلین[3]

---

[1] القرآن ۶۵/۷

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[3] القرآن الکریم ۲۳/۲۰

(اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۷۱)

(۳۴) ایک نادار عورت کا خاوند نہ تو اسے نفقہ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق، اس کی خلاصی کی کوئی صورت ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

چارۂ کار نالش ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق۔ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو سوائے صبر کے کچھ علاج نہیں، اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ اس کی مشکل کھول دیتا ہے۔ رزق اللہ پر ہے، شوہر رزاق نہیں، محنت مزدوری کرے اور غلبۂ خواہش کے لئے روزے رکھے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء[1]۔

اور جو شادی کے خرچے کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے شہوت کا توڑ ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۝ ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ[2]۔

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائیگا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا، جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُسے کافی ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا[3]۔

اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کر دے گا۔

اللہ سچا اور اس کے وعدے سچے، اور شیطان جھوٹا اور اس کے ڈراوے جھوٹے، اللہ سے ڈرے اور اس پر بھروسا کرے، یقیناً اللہ اس کے لئے آسانی کر دے گا اور اس کے لئے راہ نکال دے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۷۴، ۴۷۵)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ ابن عباس دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۴ و ۴۳۲

[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۲، ۳ [3] القرآن الکریم ۶۵/ ۴

(۳۵) ایک معلقہ عورت اپنے خاوند کے رویّے سے تنگ ہوکر نصرانی ہونا چاہتی ہے اُسے مرتدہ ہونے سے بچانے کی صورت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جس نے مرتدہ ہونے کا قصد کیا وہ اُسی وقت مرتدہ ہوگئی، بچائی کاہے سے جائے، اور شوہر کی زندگی میں بلا طلاق دوسرے سے نکاح کی کوئی صورت نہیں،

قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: نکاح والی عورتیں (تم پر حرام ہیں)۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۷۶)

(۳۶) نفقہ نہ دینے والے شوہر کے بارے میں فرمایا:

نفقہ نہ دینے پر حاکم اسے مجبور کرے گا کہ نفقہ دے یا طلاق۔

لقولہ تعالٰی فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[2]

کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بھلائی کے ساتھ پاس رکھو یا نیکی کرتے ہوئے چھوڑ دو۔ (ت)

لیکن قاضی بطورِ خود اس وجہ سے تفریق نہیں کرسکتا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۸۰)

(۳۷) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

فلاسبیل للمرأۃ الا الاشتکاء الی الحکام لیجبروہ علی الانفاق وان لم یرضہ فعلی الطلاق لقولہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف اوفارقوھن بمعروف[3]

لہذا خاوند جب قادر ہو اور امیر ہو تو پھر مقصد برآری کی یہی صورت ہے کہ حکام سے بیوی شکایت کرے تاکہ وُہ خاوند کو نفقہ دینے پر مجبور کریں، اگر نفقہ دینے پر راضی نہ ہو تو پھر اس کو طلاق دینے پر مجبور کریں کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بیویوں کو اچھی طرح رکھو یا اُن سے بھلائی کے ساتھ جُدائی کرلو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۸۸)

(۳۸) زید نے قسم کھائی کہ بکر سے کلام کروں تو میری زوجہ کو طلاق ہے، پھر بکر کے مرنے کے بعد قبر پر جاکر سلام کہا اور بکر کے لئے فاتحہ پڑھی تو اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ چنانچہ فرمایا:

وجہ اس کی یہ ہے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور عرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

[3] القرآن الکریم ۲/ ۶۵

ومفہوم نہیں ہوتا، نہ بعد موت کلام وسلام کو یہ کہتے ہیں کہ زائرمیّت سے باتیں کر رہا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً وشرعًا کلام وسلام ہے جیسے قسم کھانے والا کہ گوشت نہ کھائے گا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ حقیقۃً وشرعًا گوشت اس پر بھی صادق،

قال اللہ تعالٰی لتأکلوا منہ لحما طریا[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ تم دریا سے تازہ گوشت کھاؤ۔ (ت)

ولہذا اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا اور قرآن پڑھا، تسبیح وتہلیل کی حانث نہ ہوگا، حالانکہ حقیقۃً وشرعًا یہ بھی کلام ہے۔

قال اللہ تعالٰی الیہ یصعد الکلم الطیب[2]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ رواہ البخاری[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اسی کی طرف طیب کلمات اُٹھتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، دو کلمے اللہ تعالٰی کے ہاں محبوب ہیں، زبان پر خفیف، ترازو میں بھاری، سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۹۶)

(۳۹) قسم توڑنے کے بارے میں فرمایا:

اگر خلاف کرنے میں شرعًا خیر دیکھے تو خلاف کرے اور کفّارہ دے ورنہ بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی واحفظوا ایمانکم[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اپنی قسموں کو پورا کرو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۰۷)

(۴۰) سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے اور اس سے خلاصی کے حیلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۴ [2] القرآن الکریم ۳۵/ ۱۰

[3] صحیح البخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ ونضع الموازین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۹

[4] القرآن الکریم ۵/ ۸۹

واین ست نبی اللہ سیدنا ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در ایام بلا زوجۂ مقدسہ اش رحمہ بنت آفرائیم یا میشا بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم بمزدوری ومحنت نان پیدا کردے وبرائے نبی اللہ آوردے روزے نان بسیارے آورد نبی اللہ گمان برد مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد سوگند خورد صد چوب زند باد خشم رفت و باعلام الٰہی برأت خاتون ظاہر گشت فاما یمین برجا ماند تا آنکہ حضرت عزت جل جلالہ راہ خلاص ازاں تعلیم فرمود کہ خذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث[1] دستہ بدست گیرد زن را زن وسوگند مشکن پیدا شد کہ بزوال حامل وانتفائے سبب یمین باطل نشود اخرج ابن المنذر عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلغہ ان ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام حلف لیضربن امرأتہ مائۃ فی ان جاءتہ فی زیادۃ علی ماکانت تأتی بہ من الخبز الذی کانت تعمل علیہ وخشی ان تکون قارفت من الخیانۃ فلما رحمہ اللہ وکشف عنہ الضر علم براءۃ امرأتہ مما اتہمہا بہ فقال اللہ عزّ و جل "وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث" فاخذ ضغثا من ثمام وھو مائۃ عود فضرب بہ کما امرہ اللہ تعالیٰ[1] اھ۔

دیکھئے حضرت سیدنا ایوب علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش وابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرائیم یا میشا بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا، وہ آپ کے لئے محنت ومزدوری کر کے خوراک مہیا فرماتی تھیں، ایک دن انھوں نے حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کر لائی ہیں، اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو چھڑی ماروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیوی کی برأت معلوم ہوئی تو آپ کا غصہ ختم ہوا مگر قسم باقی تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قسم سے خلاصی کی تعلیم دی کہ سو چھڑیوں کا مٹھا ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ مار دیں اور قسم نہ توڑیں۔ تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قسم کا سبب اور داعی ختم ہونے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اور اس کے خاتمہ سے قسم ختم نہیں ہوتی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۲۵ تا ۵۲۷)

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن منذر تحت الآیۃ ۳۸/ ۴۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۱۶۹

(۴۱) ترک کے معانی بیان کرتے ہُوئے فرمایا :

ترک گاہے بمعنی ابقاء آید قال اللہ تعالٰی وترکنا علیہ فی الاٰخرین○ سلام علٰی نوح فی العٰلمین[1] ای ابقینا لہ ثناء جمیلا، کما فی مجمع البحار وغیرہ[2] وابقاء وجودی ست کہ بقاء وجودی ست۔

چھوڑنا کبھی باقی رکھنے کے معنٰی میں آتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا : وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلامٌ علٰی نوح فی العٰلمین یعنی بعد والوں میں ہم نے ان کی ثناء باقی رکھی، جیسا کہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے، چھوڑنا باقی رکھنے کے معنٰی میں وجودی چیز ہے کیونکہ بقاء وجودی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۶۶، ۵۶۷)

(۴۲) کچھ لوگوں نے شادی کی تقریب میں اپنی عورتوں کو نہ بھیجنے کی قسم کھائی، پھر انھیں بھیج دیا۔ اس مسئلہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو بعد قسم کے بھیجا اگر رسم خلاف شرع پر مشتمل تھی تو ان پہ دوہرا گناہ ہُوا، ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا، دُوسرا قسم توڑنے کا۔

واحفظوا ایمانکم[3]، وقال اللہ تعالٰی قوا انفسکم واھلیکم نارا[4]۔

اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے : اپنی جانوں اور اہل کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

اُن پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور قسم کا کفارہ دیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹)

(۴۳) اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں کسی نے یُوں کہا کہ میرا یہ کام ہوجائے تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ یا رواحِ رسولِ کریم یا پیر دستگیر یا ولی اللہ کردوں گا، تو یہ نذر جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا :

بلاشُبہہ جائز ہے، اور نذر کا پُورا کرنا واجب۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۷۸، ۷۹

[2] مجمع البحار تحت لفظ "ترک" مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۱/ ۲۶۴

[3] القرآن الکریم ۵/ ۸۹ [4] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

قال اللہ تعالیٰ ولیوفوا نذورھم[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی نذروں کو پورا کرو۔(ت)
(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۸۳)

(۴۴) نذر کے بارے میں ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:
نذر کہ بر جانور معیّن واقع شد تبدیلش روا نیست۔ قال تعالیٰ ولیوفوا نذورھم[2]۔
نذر میں جو جانور معیّن کیا جائے اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ (ت)
(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۸۵)

(۴۵) ایک مولوی کے نذر کے بارے میں غلط فتوے کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:
اُس مولوی نے غلط کہا، اللہ عزوجل نے پُورا کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا ہے:
ولیوفوا نذورھم[3] یعنی مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پُوری کریں۔
نذر پُوری کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے:
یوفون بالنذر[4] نذریں پُوری کرتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۸۷)

(۴۶) زانیہ عورت نے اپنے خاوند سے خود طلاق مانگی تو کیا مہر و نفقہ و سکنی کی حقدار ہوگی؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:
مہر بہر حال دینا ہوگا اور عورت پر فرض ہے کہ عدّت اُسی مکان میں پُوری کرے۔
قال اللہ تعالیٰ لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یأتین بفاحشۃ مبیّنۃ[5]۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم بیویوں کو گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں اِلّا یہ کہ وہ کھُلے بندوں فحش کاری کریں۔(ت)
اس حالت میں تا ختمِ عدّت شوہر پر لازم ہوگا کہ اُسے نفقہ دے۔
(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۸)

(۴۷) زانی و زانیہ کو شرعی سزا دینا ممکن نہ ہو تو کوئی اور سزا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے

---

[1] و [2] و [3] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹
[4] القرآن الکریم ۷۶/ ۷
[5] القرآن الکریم ۶۵/ ۱

جواب میں فرمایا :

ہرگز نہیں، سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اور اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز۔

قال اللہ تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الظٰلمون[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور جو اللہ تعالٰی کے نازل کئے ہوئے پر حکم نہ کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی وقد امروا ان یکفروا بہ[2]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : ان کو حکم دیا گیا کہ اس سے انکار کریں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۸)

(۴۸) بدعقیدہ لوگوں سے میل جول رکھنے کے بارے میں فرمایا :

دیوبندی عقیدے والے خود مرتد ہیں اور ان سے میل جول مطلق حرام۔ اس واقعہ پر اس کو بنا کرنا اور یہ نہ ہوتا تو اُن سے میل جول رکھنا جہل وضلالت ہے۔ یونہی وہ جو دیوبندیہ سے میل جول رکھتا ہو اگرچہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہو سخت فاسق ہے اور مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق لازم۔

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، تم ظالموں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۹)

(۴۹) زانیہ کے شوہر کی سزا کے بارے میں فرمایا :

یہاں ترک تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہوسکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہ اٹھائے گی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۹)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۵ [2] القرآن الکریم ۴/۶۰
[3] " ۱۱/۱۱۳
[4] " ۶/۱۶۴ و ۳۵/۱۸

(۵۰) ایک شخص اپنی بھاوج سے بیہودہ مزاح کرتا ہے اور اس عورت کا شوہر اور دیگر اقربا منع نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا،

یہ حرکات حرام ہیں اور ایسا مزاح ابلیسی مزاح ہے، اور اگر شوہر واقعی دیکھتا اور اس پر راضی ہوتا ہے یا بقدرِ قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے، اور دیوث پر جنّت حرام ہے، نیز اقاربِ فریقین جو منع نہیں کرتے شریکِ گناہ و مستحقِ عذاب ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرائی سے منع نہ کرتے تھے ضرور جو وہ کرتے تھے بہت بُرا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۲۶، ۶۲۷)

(۵۱) اپنی زانیہ بہن بھانجی کو گھر سے نہ نکالنے والے شخص کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اس شخص پر اتنا واجب ہے کہ اس عورت کو سمجھائے فہمائش کرے، اگر کسی سختی جائز پر قدرت رکھتا ہو اُسے بجالائے، جو بندوبست اس کے ہاتھ میں ہو اس میں کوتاہی نہ کرے، اگر یہ شخص یہ باتیں کرتا ہے اور وہ باز نہیں آتی تو اس کا وبال اُسی پر ہے اس پر کچھ نہیں کہ اللہ تعالٰی ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہیں پکڑتا۔

قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخری[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

اور اگر یہ شخص اُس کی اس حرکت پر ناراض ہے مگر فہمائش وغیرہ میں کمی کرتا ہے تو گنہگار ہوگا کہ نیک بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا جہاں تک اپنی قدرت میں ہو مسلمان پر ضرور ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان[3]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے کسی بُرائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے، اور اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے، اگر اس سے بھی طاقت نہ رکھے تو پھر دل سے بُرا

---

[1] القرآن الکریم ۵/۷۹ [2] القرآن الکریم ۶/۱۶۴ و ۳۵/۱۸
[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون النہی عن المنکر من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱

جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (ت)

مسلمان اسے فہمائش کریں، اور اگر یہ شخص ان حرکات پر راضی ہو تو معاذ اللہ دیّوث ہے، مسلمان اُسے سمجھائیں، اگر باز نہ آئے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں۔

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) نصیحت یاد آنے کے بعد پھر ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۲۸)

(۵۲) فقط اولادِ آدم ہونے کی وجہ سے کافر مسلمانوں کے بہن بھائی نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ فرمایا:

فقط اولادِ آدم علیہ السلام ہونا کافی نہیں کہ کافروں کا نسب خود حضرت سیدنا آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے منقطع ہے۔

قال اللہ تعالٰی انما المؤمنون اخوۃ[2]، وقال تعالٰی انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک تمام مومن بھائی ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے پیارے نوح (علیہ السلام)! وُہ آپ کی اہل میں نہیں وہ تو اچھے عمل والا نہیں ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۴۷)

(۵۳) ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا نہ معلوم تجھے فلاں کے مکان سے کیا عشق ہے، شوہر نے کہا خدا جانے۔ اس پر عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانتے نہیں ہے۔ اس عورت کے قول مذکور کے بارے میں فرمایا:

قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری تعالٰی عزوجل سے معاذ اللہ نفیِ علم کرے نہ زنہار اس کے کلام سے سامع کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے، بلکہ شوہر نے کہا تھا خدا جانے یعنی کوئی چیز مخفی ہے جو مجھے معلوم نہیں یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا، اس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں، اسے اُس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں، نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بغرضِ غلط نفیِ علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] " ۴۹/ ۱۰
[3] " ۱۱/ ۴۶

نفی مطلق کی ہرگز یُوں بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علمِ الٰہی سے کسی شَے کی نفی اُس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا،

فکان من باب قولہ تعالٰی وجعلوا للہ شرکاء ط قل سمّوھم ام تنبئونہ بما لم یعلم فی الارض [1]

تو یہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے باب سے ہوگا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی کے شریک بنائے فرما دیجئے ان کا نام تو بتا ئیے یا تم وہ خبر اس کو دیتے ہو جس کو اس نے رُوئے زمین نہ جانا۔ (ت)

ہاں ارسالِ لسان ہے جس سے احتیاط درکار، اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفرن العشیر [2] (عورتیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ ت) میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۴۹)

(۵۴) زید نے متعدد بار بکر کو مردود و ابلیس و کافر کہا۔ ایک بار دورانِ خطبہ بکر نے آیت میں غلطی کی زید نے بتایا جس پر بکر نے تصحیح کرلی مگر اس کے باوجود مسلسل زید چیختا رہا اور کہا کہ یہ ابلیس ہمیشہ غلط پڑھتا ہے۔ اس بارے میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا۔ [3]

وہ لوگ جو مومن مردوں اور عورتوں کو بلاوجہ اذیت دیتے ہیں تو بیشک انھوں نے بہتان اور واضح گناہ کا ارتکاب کیا۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ [4]

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب الحیض ۱/۴۴ و کتاب الزکوٰۃ ۱/۱۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] القرآن الکریم ۳۳/۵۸

[4] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

اور مسلمان کو کافر کہنا تو ایسا سخت ہے کہ احادیثِ کثیرہ صحیحہ میں فرمایا: فقد باء به احدھما[1] یہ بلا دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑے گی، جسے کافر کہا اگر وہ واقع میں کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔ ولہذا امام اعمش وائمۂ بلخ وغیرہم کثیر فقہائے کرام کا فتوٰی یہی ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہوجاتا ہے والصحیح فیه تفصیل اوردناھا فی فتاوٰینا (اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ ت) عین حالتِ خطبہ میں تصحیح بکر کے بعد بھی جو زید بار بار اپنی قراءت کرتا رہا یہ بھی حرام تھا،

قال اللہ تعالٰی "واذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون[2]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

زید اگر بلا وجہِ شرعی ان الفاظ کا مرتکب ہوا ہے تو اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور بکر سے معافی چاہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۵۲)

(۵۵) ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے اور قرآن وحدیث کے بارے میں اس نے کہا یہ کوئی شے نہیں، اس کے بارے میں فرمایا:

اما قوله ان اللہ یغفر لمن یشرك به لمن یشاء فمخالف للقراٰن العظیم قال اللہ عزوجل "ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء[3]"، واما قوله لاٰیات القراٰن العظیم والاحادیث ھذا لیس بشیئ فھذا لیس بشیئ الا الکفر الجلی تجری به علیه احکام المرتدین فعلیه ان یسلم واذا اسلم فلیجدد نکاحه برضاء المرأة وان لم ترض فلها الخیار تعتد وتنکح من تشاء۔

تاہم اس کا یہ کہنا کہ "اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے" تو یہ قرآن عظیم کے مخالف ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی شریک بنانے والے کو نہیں بخشتا، اس کے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴

[3] " " ۴/ ۴۸ و ۱۱۶

علاوہ جس کو چاہے بخشتا ہے۔ اور اس کا قرآن و حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ "یہ کوئی چیز نہیں ہے" یہ تو خالص ایسا کفر ہے جس پہ مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں، لہٰذا اس پہ تجدیدِ اسلام ضروری ہے اور مسلمان ہو کر عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرے، اگر عورت اس سے نکاح پہ راضی نہ ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ عدّت پوری کر کے کسی اور سے اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۵۴)

(۵۶) کیا بشیر و نذیر القاب سیدالعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں یا کسی اور کو بھی کہہ سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفاتِ کریمہ بایں معنیٰ خصائصِ حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کا مماثل و شریک نہیں۔ امام ابو محمد بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

منزہ عن شریك فی محاسنه فجوهر الحسن فیه غیر منقسم[1]

(آپ اپنے محاسن میں کسی شریک سے پاک ہیں، تو آپ کے حسن کا مادہ منقسم نہیں ہے۔ ت)

مگر حضور نے اپنی بعض صفاتِ کریمہ کا اپنے مستفیضوں، اپنے خادموں اور اپنے غلاموں پہ بھی پرتو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم، کریم کہ ان صفات کی تجلّی جس میں متحقق ہو اس پہ ان کے اطلاق میں حرج نہیں، بشیر و نذیر بھی انھیں صفات میں ہیں۔

قال تعالٰی "مبشرین و منذرین"[2] وقال تعالٰی "و ان من امة الا خلا فیها نذیر"[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم "بشّروا و لا تنفّروا"[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے۔ اور فرمایا: ہر امّت میں ڈر سنانے والا گزرا ہے۔ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو۔ (ت)

---

[1] قصیدہ بردہ الفصل الثالث تاج کمپنی لاہور ص ۱۰

[2] القرآن الکریم ۴/۱۶۵ و ۶/۴۸ و ۱۸/۵۶

[3] 〃 ۳۵/۲۴

[4] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

(۱) ہجرت کے احکام وشرائط کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:
دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے۔

قال اللہ تعالٰی ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ؕ قالوا کنا مستضعفین فی الارض ؕ قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا ؕ فاولٰئک ماوٰھم جھنّم ؕ وساءت مصیرا ۝[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے' ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے' کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، تو ایسوں کا ٹھکانا جہنّم ہے اور بہت بُری جگہ پلٹنے کی۔(ت)

ہاں اگر حقیقۃً مجبور ہو تو معذور ہے،

قال اللہ تعالٰی الّا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولایھتدون سبیلا ۝ فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوّا غفورا ۝[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر وہ جو دبالئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنھیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ راستہ جانیں، تو قریب ہے اللہ ایسوں کو معاف فرمائے، اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔(ت)

اور دارالاسلام سے ہجرت کا حکم نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاھجرۃ بعد الفتح[3]

حضور اکرم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکّہ کے بعد ہجرت نہیں۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷   [2] القرآن الکریم ۴/ ۹۸، ۹۹
[3] کنز العمال حدیث ۴۵۰۵۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۱۰۹

ہاں اگر کسی جگہ کسی عذرِ خاص کے سبب کوئی شخص اقامتِ فرائض سے مجبور ہو تو اسے اس جگہ کا بدلنا واجب ہے، اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے، محلہ میں معذوری ہو تو دوسرے محلہ میں چلا جائے بستی میں معذوری ہو تو دوسری بستی میں جائے۔ مدارک التنزیل میں ہے:

والاٰیۃ تدل علی ان من لم یتمکن من اقامۃ دینہ فی بلد کما یجب وعلم انہ یتمکن من اقامتہ فی غیرہ حقت علیہ المھاجرۃ وفی الحدیث "من فر بدینہ من ارض الی ارض و ان کان شبرا من الارض استوجبت لہ الجنۃ وکان رفیق ابیہ ابراھیم ونبیہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔"[1]

یہ آیت مبارکہ اس پر دال ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں اقامتِ دین پر اس طرح قادر و متمکن نہیں جیسا کہ لازم ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے شہر میں اقامتِ دین پر قادر ہو جائے گا تو اس پر وہاں ہجرت کرنا لازم ہو جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ "جو شخص دین کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگا خواہ وہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے جنّت لازم ہو جاتی اور وہ اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنگت پائے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۰۲، ۱۰۳)

(۲) ہندوستان دار الاسلام ہے۔ چنانچہ فرمایا:

الحاصل ہندوستان کے دار الاسلام ہونے میں شک نہیں عجب ان سے جو تحلیلِ ربٰو کے لئے (جس کی حرمت نصوص قاطعۂ قرآنیہ سے ثابت، اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اس پر وارد) اس ملک کو دار الحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گویا یہ بلاد اسی دن کے لئے دار الحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اڑائیے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے، استغفر اللہ۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض[2] (تو کیا بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ ت) اللہ سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے: سود کھانے والے قیامت کو آسیب زدہ کی طرح اٹھیں گے[3] یعنی مجنونانہ گرتے پڑتے بدحواس۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۴/۹۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/۸۵

[3] القرآن الکریم ۲/۲۷۵

اور حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: "میں نے کچھ لوگ ملاحظہ فرمائے کہ پیٹ ان کے پھول کر مکانوں کے برابر ہو گئے ہیں اور مثل شیشہ کے ہیں کہ اندر کی چیز نظر آتی ہے سانپ بچھو ان میں بھرے ہوئے ہیں میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے عرض کیا، سود کھانے والے"۔[1]

جب تحریم ربٰو کی آیت نازل ہوئی بعض مسلمانوں نے کہا: "جو سود ہمارا نزولِ آیت سے پہلے کا رہ گیا ہے وہ لے لیں آئندہ باز رہیں گے، حکم آیا اگر نہیں مانتے تو اعلان کردو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا"۔[2]
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۱۴)

(۳) موجودہ زمانہ کے یہود و نصارٰی کا حکم اور اس میں علماء کا اختلاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نصارٰی باعتبار حقیقت لغویہ ازانجا کہ قیام مبدء مستلزم صدق مشتق ہے بلاشبہہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و بنوت ہیں، اسی طرح وہ یہود جو الوہیت و ابنیتِ عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے، مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک نے کتب آسمانی کا اجلال فرما کر یہود و نصارٰی کے احکام کو احکامِ مشرکین سے جدا کیا اور ان کا نام اہلِ کتاب رکھا اور ان کے نساء و ذبائح کو حلال و مباح ٹھہرایا آیا نصارٰی زمانہ بھی کہ الوہیت عبداللہ مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ الوہیت بندۂ خدا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہوں انھیں بھی داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعاً یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور ان کی نساء سے تزوّج اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا۔ کلماتِ علماء کرام رحمۃ اللہ تعالٰے علیہم اجمعین اس بارے میں مختلف، بہت مشائخ نے قولِ اخیر کی طرف میل فرمایا، بعض علماء نے تصریح کی کہ اسی پر فتوٰی ہے، مستصفٰی میں ہے:

قالوا هذا یعنی الحل اذا لم یعتقدوا المسیح الٰها اما اذا اعتقدوه فلا وفی مبسوط شیخ الاسلام ویجب ان لا یاکلوا ذبائح اهل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح الٰه وان عزیرا الٰه ولا یتزوّجوا نساءهم وقیل علیه الفتوی۔[3]

---

[1] سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵
[2] القرآن الکریم ۲ / ۲۷۹
[3] فتح القدیر بحوالہ المستصفٰی کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ / ۱۳۵

علماء نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وہ عیسٰی علیہ السلام کو اللہ نہ مانتے ہوں، لیکن اگر وہ ان کو اللہ مانتے ہوں تو پھر حلال نہ ہوگا۔ اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اس صورت میں نہ کھائیں جب وہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو اللہ مانتے ہوں اور اندریں صورت ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کریں۔ بعض علماء نے کہا فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

ان علماء کا استدلال آیہ کریمہ:

قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰری المسیح ابن اللہ[1]

یہود نے کہا عزیر ابن اللہ اور نصارٰی نے کہا مسیح ابن اللہ۔ (ت)

سے ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد پایا:

"سبحٰنہ عما یشرکون[2]"

وہ پاک ذات ہے اور جو انھوں نے اس کا شریک بنایا اللہ تعالٰی اس سے بلند و بالا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی المعراج ان اشتراط ما ذکر فی النصاری مخالف لعامۃ الروایات[3]۔

معراج میں ہے کہ نصارٰی کے مذکورہ شرائط عام روایات کے مخالف ہیں۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں اس مذہب کی ترجیح اور دلیل مذکور مذہب اول کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

مطلق لفظ المشرك اذا ذکر فی لسان الشارع لاینصرف الی اھل الکتاب وان صح لغۃ فی طائفۃ بل طوائف واطلق لفظ الفعل اعنی یشرکون علی فعلھم کما ان من رأی بعلمہ من المسلمین فلم یعمل الا لاجل زید یصح فی حقہ انہ مشرك لغۃ ولایتبادر عند اطلاق الشارع لفظ المشرك ارادتہ لما عھد من ارادتہ بہ من عبد مع اللہ غیرہ ممن لایدعی اتباع نبی وکتاب ولذلك عطفھم علیہ فی قولہ تعالٰی لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین

---

[1] القرآن الکریم ۹/۳۰

[2] " ۹/۳۱

[3] ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۸

ونص علی حلهم بقوله تعالٰی والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم ای العفائف منهن[1] الٰی اٰخرما اطال واطاب کما ھودابہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

لفظِ مشرک جب مطلق ذکر کیا جائے تو شرعی اصطلاح میں اہلِ کتاب کو شامل نہ ہوگا اگرچہ لغت کے لحاظ سے اہلِ کتاب کے کسی گروہ یا کئی گروہوں پر اس کا اطلاق صحیح ہے، اہلِ کتاب کے فعل پر صیغہ یشرکون کا اطلاق ایسے ہے جیسے کسی مسلمان ریاکار کے اس عمل پر جس کو مثلاً زید کی خوشنودی کے لئے کررہا ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے مشرک ہے، شرعی اصطلاح میں مطلقاً لفظ مشرک کا استعمال صرف اس شخص کے لئے متبادر ہوتا ہے جو کسی نبی اور کتاب کی اتباع کے دعوٰی کے بغیر اللہ تعالٰی کی عبادت میں غیر کو شریک کرے اسی لئے اہلِ کتاب پر مشرکین کا عطف اللہ تعالٰی کے اس قول "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکّین" میں کیا گیا ہے اور اللہ تعالٰی کے اس قول "والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم" میں کتابیہ عورتوں کے حلال ہونے پر صراحتًا نص فرمائی گئی ہے یعنی اہلِ کتاب کی عفیف عورتیں حلال ہیں، ابن ہمام کے طویل اور طیب قول کے آخر تک، جیسا کہ ان کی عادت ہے، اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔ (ت)

بالجملہ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود و نصارٰی مطلقاً اہلِ کتاب ہیں اور ان پر احکام مشرکین جاری نہیں۔

اقول وکیف لا وقد علم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی انھم یقولون بثالث ثلثۃ حتی نہاھم عن ذٰلک وقال انتھوا خیرا لکم[2] وانّ ھم یقولون ان المسیح الٰہ حتی قال لقد کفر الذین قالوا انّ اللہ ھو المسیح ابن مریم[3] بل بالوھیۃ امہ ایضا حتی یسأله علیہ الصلوٰۃ والسلام یوم القیٰمۃ یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامّی الٰھین من دون اللہ[4] وانھم مصرحون بالبنوۃ حتی نقل عنھم "قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰری المسیح ابن اللہ[5]" ومع ذٰلک فرق بینھم وبین المشرکین فقال

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵
[2] القرآن الکریم ۴/۱۷۱
[3] القرآن الکریم ۵/۱۷ و ۷۲
[4] القرآن الکریم ۵/۱۱۶
[5] القرآن الکریم ۹/۳۰

والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم[1]، وقال "طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم[2]" وقال "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنۃ[3]" فارشد بالعطف الی التغایر فالمولٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بمن اھیھم واعلم بما یشرع من الاحکام فلہ الحکم ولہ الحجۃ السامیۃ "لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ وتعالٰی عما یشرکون۔"

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے مراد نہ ہو جبکہ اللہ تعالٰی علیم ہے کہ نصارٰی ثالث ثلٰثۃ کہتے ہیں حتی کہ ان کو اس سے منع بھی فرمایا اور فرمایا اس سے باز آؤ تمہارے لئے بہتر ہے اور وہ علیم ہے کہ نصارٰی کہتے ہیں مسیح الٰہ ہے، حتی کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم، بلکہ وہ ان کی والدہ کو بھی الٰہ کہتے ہیں، حتی کہ قیامت کے روز اللہ تعالٰے عیسٰے علیہ السلام سے سوال فرمائے گا "یا عیسٰی انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ"، اور وہ علیم ہے کہ یہ لوگ عیسٰے علیہ السلام کے بیٹا ہونے کی تصریح کرتے ہیں حتی کہ ان سے نقل فرمایا "قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ"، اس کے باوجود اللہ تعالٰے نے اہل کتاب اور مشرکین میں فرق بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا: تمہارے لئے حلال ہیں پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔ اور فرمایا: جن کو کتاب دی گئی (اہل کتاب) ان کا طعام تمہارے لئے حلال ہے جس کو یوں فرمایا: "طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم"، اور فرمایا: "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنۃ"۔ واضح دلیل آنے تک کافر لوگوں میں سے اہل کتاب اور مشرک جدا نہ ہوں گے، تو اس آیۃ کریمہ میں دونوں میں عطف کے ذریعہ تغایر کی رہنمائی فرمائی، تو اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ان کے مذاہب کو بہتر جانتا ہے اور احکام کی مشروعیت کو بہتر جانتا ہے، تو حکم اسی کا ہے اور بلند و بالا حجت اسی کی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کو انہوں نے شریک بنایا اللہ تعالٰے اس سے بلند و بالا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۴ا ص ۱۱۶ تا ۱۱۹)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵
[2] القرآن الکریم ۵/۵
[3] " " ۹۸/۱

(۴) ہجرت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ہجرت دو[۲] قسم ہے: عامہ و خاصہ۔ عامہ یہ کہ تمام اہلِ وطن ترکِ وطن کرکے چلے جائیں۔ اور خاصہ یہ کہ خاص اشخاص۔ پہلے ہجرت دار الحرب سے ہر مسلمان پر فرض ہے، جس کا بیان آیۂ کریمہ ان الذین توفّٰھم الملئکۃ ظالمی انفسھم[۱] الاٰیۃ (وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے الآیۃ۔ ت) میں ہے، اس میں صرف عورتیں اور بچے اور عاجز مرد جو نکل نہیں سکتے مستثنٰی ہیں جس کا ذکر اس کے متصل دوسری آیۂ کریمہ الّا المستضعفین[۲] الاٰیۃ میں ہے، باقی سب پر فرض ہے جو باوصفِ قدرت دار الحرب میں سکونت رکھے اور ہجرت نہ کرے مستحقِ عذاب ہے۔

رہا دار الاسلام، اس سے ہجرتِ عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبورِ مسلمین کی بربادی، عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۳۱)

(۵) سلطنت اسلامیہ عثمانیہ سے ہمدردی اور اس کو تباہ کرنے والوں سے نفرت کرنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ہر سلطنتِ اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعتِ اسلام نہ صرف جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی مسلمان پر فرض ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الدین النصح لکل مسلم[۳]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: دینِ اسلام ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے۔ (ت)

مگر ہر تکلیف بقدرِ استطاعت اور ہر فرض بقدرِ قدرت ہے نامقدور بات پر مسلمان کو ابھارنا جو نہ ہو سکے اور ضرر دے اور اسے فرض ٹھہرانا شریعت پر افتراء اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی لا یکلف اللّٰہ نفسًا الّا وسعھا[۴]، وقال تعالٰی فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم[۵]۔

اللہ تعالٰے نے فرمایا: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ تعالٰے سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت)

پھر خیر خواہیِ اسلام حدودِ اسلام میں رہ کر ہے، مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے

---

[۱] القرآن الکریم ۴ / ۹۷   [۲] القرآن الکریم ۴ / ۹۸

[۳] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۱۳

[۴] القرآن الکریم ۲ / ۲۸۶   [۵] القرآن الکریم ۶۴ / ۱۶

کو شعارِ اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و رہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جاکر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کرکے لکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھاکر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لئے نماز و دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا۔ مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا، آگ سے پھونکا، ان میں کے جو لبعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی ریزولیوشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی۔ صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا۔ صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفرو اسلام کا امتیاز اٹھا دے گا۔ صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستشگاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا۔ یہ امور خیر خواہیِ اسلام نہیں کُند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے۔ یہ سب افعال و اقوال ضلالِ بعید و کفر شدید ہیں اور ان کے فاعل و قائل و قابل اعدائے دین حمید و دشمنانِ ربّ مجید ہیں۔

الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا[1]، بدلوا نعمت اللہ کفرا[2]، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا، اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

نفرتِ دینیہ، مکروہِ تنزیہی و اسارت و مکروہ تحریمی و حرام صغیرہ و کبیرہ و مراتب بدعت و ضلال و انواع کفر و ارتداد سب سے حسب رتبہ ہے جس کے درجات مستحب سے فرض اعظم بلکہ ضروریاتِ دین تک ہوں گے لیکن جو اخبث مراتب سے نفرت نہ کرے ادون سے ادعائے نفرت میں جھوٹا ہے، مکروہِ تنزیہی سے اسارت بُری ہے، اسارت سے مکروہِ تحریمی بدتر ہے۔ اس سے

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۱
[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۸
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

کبائر اپنے اپنے مرتبہ پر بدتر ہیں اور ان سب سے بدعت وضلال بدتر ہیں اور ان کے بھی مدارج مختلف ہیں اور ان سب سے کفر بدتر ہے اور اس میں بھی مراتب ہیں کفر اصلی سے ارتداد بدتر اور اس میں بھی ترتیب ہے۔ کفرِ اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اور اس سے بدتر مجوسیت، اس سے بھی بدتر بُت پرستی، اس سے بدتر وہابیت، ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت، افعال کیسے ہی شنیع ہوں کسی کفر کی شناعت کو نہیں پہنچ سکتے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر کافروں بُت پرستوں سے اتحاد و وداد منایا جاتا ہے، کیسا وداد، کہاں کا اتحاد، بلکہ غلامی و انقیاد، اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدائیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سر مشیخیتِ ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے۔ جب مشرکین و مرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل و معصیت سے نفرت کا ادعا محض سفید جھوٹ ہے اگر تمھاری نفرت اللہ کے لئے ہوتی تو افعال سے ایک درجہ ہی بُت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی اگر بُت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی دیوبندیوں سے کروڑ درجہ ہوتی، تو نفرت کے دعوے محض مکر و فریب ہیں،

یخدعون اللہ والذین اٰمنوا ومایخدعون الاّ انفسھم وما یشعرون[1]۔

فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔(ت)

آیہ کریمہ:

لا تجد قومایؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[2]۔

تم نہ پاؤ گے اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔(ت)

کی تلاوت اس جدید پارٹی کے لئے رب تالی القراٰن والقراٰن یلعنہ[3] (بہت سے قرآن پڑھنے والوں پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ت) کی پوری مصداق ہے، کیا بُت پرست و وہابیہ و دیوبندیہ من حاد اللہ ورسولہ میں داخل نہیں، ضرور ہیں۔ کیا یہ پارٹی ان سے وداد و اتحاد کرکے یوادون من حاد اللہ ورسولہ میں داخل نہ ہوئے، ضرور ہوئے۔ اور یہی آیہ کریمہ فرما رہی ہے کہ جو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۹ [2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[3] المدخل لابن الحاج الجزء الاول ص ۸۵ و الجزء الثانی ص ۳۰۴ دار الکتاب العربی بیروت

یوادون من حاد اللہ ورسولہ ہیں وہ یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر نہیں، لاجرم؛
شھدوا علٰی انفسھم انھم کانوا کافرین[1]، یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یااولی الابصار[2]
خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے، اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، تو عبرت لو اے نگاہ والو!۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۳۳ تا ۱۳۵)

(۶) سلطنت ترکی کو عظیم اسلامی سلطنت سمجھنے والے مگر اغراض فاسدہ کے لئے بنائی جانے والی خلافت کمیٹیوں کی مخالفت کرنے والے عالم دین پر لگائے جانے والے فتوٰی سے متعلق سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے رسالہ نابغ النور میں فرمایا؛
صُورتِ مستفسرہ میں عالم موصوف سراسر حق پر ہے اور اس کے مخالفین گمراہ وضال۔
قال اللہ تعالٰی "فماذا بعد الحق الا الضلال[3]"
اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ (ت)
بلاشبہہ حمایت سلطنت اسلامیہ وحفاظت اماکن مقدسہ میں، وسعت واستطاعت کی شرط قرآن عظیم سے ہے، اور اس کے طرق میں جائز وممکن ومفید کی تحدید شرع قویم وعقل سلیم سے۔ قال اللہ تعالٰی؛
لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[4]۔
اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ (ت)
وقال اللہ تعالٰی؛
فاتقوا اللہ ما استطعتم[5]۔
تو اللہ تعالٰی سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت)
شرع الٰہی عزوجل منزہ ہے اس سے کہ ناجائز وحرام یا ناممکن وغیر مقدور یا نامفید وعبث کا حکم دے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۰ و ۷/ ۳۷ [2] القرآن الکریم ۵۹/ ۲
[3] 〃 ۱۰/ ۳۲ [4] 〃 ۲/ ۲۸۶
[5] 〃 ۶۴/ ۱۶

قال اللہ تعالٰی :

ان اللہ لایأمر بالفحشاء[1]

بیشک اللہ تعالٰی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔(ت)

وقال تعالٰی :

وینھٰی عن الفحشاء والمنکر[2]

وہ منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔(ت)

وقال تعالٰی :

لا نکلّف نفسًا الّا وسعھا[3]

اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر۔(ت)

وقال تعالٰی :

وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لٰعبین[4]

اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔(ت)

(۳) درِ بارۂ خلافت جس عقیدۂ اہل سنّت کا عالَم نے اشعار کیا خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری اور اس کے لیڈر معظم و ناظم انجمن علماء صدر شعبۂ تبلیغ عبدالماجد بدایونی نے ایک مطبوعہ فتوٰی میں (کہ شخصین مذکورین جس کے مفتی و مستفتی ہیں) اس کا صاف اقرار و اظہار کیا جو عباراتِ ائمہ وعلماء اس فتوٰی نے سنداً پیش کیں وضوحِ حق کو ان میں سے یہ دو ہی بہت ہیں مقاصد و شرح مقاصد سے (کہ عقائد اہلسنّت کی معتمد کتابیں ہیں) سند دکھائی کہ لنا قولہ علیہ السلام "الائمۃ من قریش" واجمعوا علیہ فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیۃ[5] یعنی ہم اہلسنت کی دلیل حضور اقدس سیّد عالم صلّے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کا یہ ارشاد جلیل ہے کہ تمام خلفاء قریش سے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس پر اجماع کیا تو دلیل قطعی ہوگئی جس سے یقین حاصل ہوا کہ خلافت کے لئے قرشی ہونا بیشک شرط ہے۔ علامہ سید محمد ابن عابدین شامی

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۸ [2] القرآن الکریم ۱۶/ ۹۰

[3] " ۲۳/ ۶۲ [4] " ۲۱/ ۱۶

[5] شرح المقاصد۔ المقصد السادس الفصل الرابع المبحث الثانی دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ردّالمحتار علی الدر المختار سے سند پیش کی کہ فرماتے ہیں :

وقد یکون بالتغلب مع المبایعۃ وھوالواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن [1]

یعنی تغلب کی امامت کبھی بیعت کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ ہے تو متغلب مگر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، ہمارے زمانے کے سلاطین کا یہی واقعہ ہے، رحمان عزّوجل ان کی مدد فرمائے۔ (ہم کہتے ہیں آمین)۔

علامہ سید موصوف جن کی کتاب ممدوح آج تمام عالم میں مذہب حنفی کے اعلٰی درجہ معتمد سے ہے سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کے والد سلطان محمود خاں مرحوم کے زمانے میں انھیں کے قلمرو ملک شام میں انھیں کی طرف سے شہر دمشق و تمام دیار شامیہ کے مفتی اجل تھے (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) مفتی و مستفتی مذکورین کی ان شہادتوں کے بعد زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں،

قال اللہ تعالٰی شھدوا علٰی انفسھم [2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے۔ (ت)

خلافت کمیٹی کو اس بارے میں اگر پوچھنا ہو انھیں اپنے مفتیِ اعظم و لیڈر معظم سے پوچھے، کمیٹی کہے: لِمَ شھدتم علینا [3] (تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔ ت)، وہ کہیں: انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ [4] (وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔ ت)

مشرکوں سے اتحاد و وداد قطعی حرام اور ان سے اخلاص دلی یقیناً کفر ہے۔

قال تعالٰی ترٰی کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ○ ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فسقون ○ [5]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم ان میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، بیشک کیا ہی بُری ہے وہ چیز جو خود انھوں نے اپنے لئے آگے بھیجی کہ ان پر اللہ کا غضب ہوا اور انھیں

---

[1] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۰ و ۷/ ۳۷ [3] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۱

[4] " ۴۱/ ۲۱ [5] " ۵/ ۸۰، ۸۱

ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوگا اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد، وداد، محبت، موالات نہ مناتے مگر ہے یہ کہ ان میں بہت سے فرمانِ الٰہی سے نکلے ہوئے ہیں۔ (ت)

یہ اور بیسیوں سے زائد اور آیاتِ کریمہ ہیں جن میں مطلقاً کفار سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر فرمایا ہے، مسلمان کی شان نہیں کہ واحد قہار کے ارشادات سُنے اور ان میں مشرکین یا خاص ہندوؤں کے استثنار کی پخ گھڑ لے۔ قال اللہ تعالٰی،

آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[1]

کیا اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی (کہ مثلاً میرے کلام میں مگر ہندو کا پیوند لگالو) یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

وقال تعالٰی،

اتقولون علی اللہ مالا تعلمون[2]

کیا بے جانے بُوجھے اللہ پر کسی بات کا چھٹا رکھتے ہو کہ مثلاً اس نے ہندوؤں کو جُدا کر لیا ہے۔

وقال تعالٰی:

یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (الٰی قولہ عزوجل) لھم فی الدنیا خزی و لھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[3]

اللہ تعالٰی کے ارشادات کو ان کے ٹھکانے سے ہٹاتے ہیں (کہ مثلاً اگرچہ اللہ نے یہاں ہر جگہ عام لفظ فرمائے جو سب کفار کو شامل ہیں مگر ان سے ہندو مراد نہ رکھے ان سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر نہ فرمایا) ایسوں کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

مشرکوں کا غلام ومنقاد بننا، ان کا پس رو بننا، جو کہیں وہی کرنا، خصوصاً جسے امر و نہی سمجھا ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا یہ سب حرام حرام ہے، سخت مخالفتِ ذوالجلال والاکرام ہے، گمراہی کفر اس کا انجام ہے۔ قال اللہ تعالٰی؛

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[4]

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۸
[3] ؍؍ ۵/ ۴۱
[4] ؍؍ ۲/ ۱۶۸ و ۲۰۸

شیطان کے پس رو نہ بنو بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

وقال تعالٰی:

فلا تطع المکذبین[1]۔ جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کر۔

وقال تعالٰی:

ولا تطع منھم اٰثما او کفورا[2] ان میں سے کسی مجرم یا کافر کی اطاعت نہ کر۔

وقال تعالٰی:

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل اللّٰه[3]۔

یہ جو زمین میں ہیں ان میں اکثر وہ ہیں کہ اگر تُو نے ان کی اطاعت کی تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں گے۔

وقال تعالٰی:

یٰایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علٰی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین[4]۔

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمھیں تمھاری ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پھیر دیں گے تو پورے ٹوٹے میں پلٹو گے۔

حلال کو حرام، حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہب راجح میں مطلقًا کفر ہے جبکہ ان کی حلت و حُرمت قطعی ہو جیسے جائز کسب وتجارت و اجارت کی حلت مشرکین سے وداد و انقیاد و اتحاد کی حرمت، ان حلالوں کو وہ لوگ حرام بلکہ کُفر اور ان حراموں کو حلال بلکہ فرض کررہے ہیں، اور اگر وہ حرام قطعی حرام لعینہ ہے جیسے مذکورات جب تو اسے حلال ٹھہرانا باجماعِ ائمہ حنفیہ کفر ہے۔ اللہ عزوجل کفار کا بیان فرماتا ہے:

لایحرمون ما حرم اللّٰه ورسوله[5]۔

جسے اللہ ورسول نے حرام فرمایا کافر اسے حرام نہیں ٹھہراتے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۸

[2] القرآن الکریم ۷۶/ ۲۴

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۶

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۹

[5] القرآن الکریم ۹/ ۲۹

متن عقائد میں مسئلہ مصرحہ ہے، نیز فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے:

من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر ھذا اذا کان حراما بعینه والحرمة قامت بدلیل مقطوع به اما اذا کانت باخبار الاحاد لا یکفر[1] (ملخصًا)۔

جس نے کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام مان لیا تو وہ کافر ہوجائے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حُرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اگر ثبوت خبرِ واحد سے ہو تو کافر نہیں ہوگا (ملخصا)۔ (ت)

بزازیہ وشرح وہبانیہ و درمختار میں ہے:

یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی[2]

حرام قطعی کے تصدّق سے کافر ہوجائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حاصله ان شرط الکفر علی القول الاول شیئان قطعیة الدلیل وکونه حراما لعینه وعلی الثانی یشترط الشرط الاول فقط، وعلمت ترجیحه ومافی البزازیة مبنی علیه[3]

حاصل یہ ہے کہ قولِ اوّل پر کفر کے لئے دو شرائط ہوں گی: اوّل دلیل کا قطعی ہونا، ثانی اس کا حرام لذاتہ ہونا، اور دوسرے قول پر پہلی شرط ہے اور آپ اس کی ترجیح سے آگاہ ہیں، اور بزازیہ کا مدار اسی پر ہے۔ (ت)

حالات دائرہ میں دونوں شرطیں موجود ہیں تو یہ باجماعِ ائمہ حنفیہ کُفر ہیں۔ کفّار ومشرکین کی ایسی تعظیمیں کفر ہیں، ان کی جے پکارنا، اُن کے مرنے یا جیل جانے پر ہڑتال، اور اس پر وُہ اصرار، اور جو مسلمان نہ مانے اس پر وہ ظلم واضطراب، کمالِ تعظیم کفّار اور باعثِ دخولِ نار وغضبِ جبار، وحسبِ تصریحاتِ ائمہ موجبِ کفرِ کفار۔ فتاوٰی ظہیریہ واشباہ والنظائر وتنویرالابصار و درمختار میں ہے:

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی فی الفاظ الکفر الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۸۳

[2] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۴

[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷

لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر[1]

اگر کسی نے ذمی کو احتراماً سلام کہہ دیا تو یہ کفر ہے کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہوتی ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام ظہیر الدین و مختصر علامہ زین مصری و شرح تنویر مدقق علائی میں ہے:

لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[2]

اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یا استاد" کہا تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔ (ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولٰکن المنافقین لایعلمون[3]۔

عزت تو خاص اللہ و رسول اور مسلمین ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام، رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن بسر وابن عساکر وابن عدی عن ام المؤمنین الصدیقۃ وابونعیم فی الحلیۃ والحسن بن سفین فی مسندہ عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین والبیھقی فی شعب الایمان[4] عن ابراھیم بن میسرۃ مرسلا۔

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دین اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی۔ (اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن بسر، ابن عساکر اور ابن عدی نے ام المومنین سیدہ صدیقہ سے، ابونعیم نے حلیہ میں اور حسن بن سفیان نے مسند میں حضرت معاذ بن جبل سے، سجزی نے ابانہ میں حضرت ابن عمر سے اور ابن عدی کی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابراہیم بن میسرہ سے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔ (ت)

بدمذہب کی توقیر پر یہ حکم ہے مشرک کی تعظیم پر کیا ہوگا۔ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبد اللہ

---

[1] و [2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[3] القرآن الکریم ۶۳/۸

[4] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۶۱

رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون اویکنوا او یرحب بھم[1]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی مشرک سے ہاتھ ملائیں یا اسے کنیت سے ذکر کریں یا اس کے آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ باتیں کچھ ایسی تعظیم بھی نہیں ادنٰی درجہ تکریم میں ہیں کہ نام لے کر نہ پکارا فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آئیے کہہ دیا، حدیث نے اس سے بھی منع فرمایا، نہ کہ معاذ اللہ اس کی جے پکارنی اور وہ افعال شیطانی، اور یہ عذر بارد کہ یہ اقوال عوام کے ہیں کسی ذمہ دار کے نہیں، محض کاذب و پا در ہوا ہے، تمھیں نے عوام کالھوام کو اس اتحاد مشرکین حرام ولعین پر ابھارا اور ان حرکات ملعونہ سے نہ روکا بلکہ اپنے مقاصد مفاسد کا مؤید سمجھا تمھارے دلوں میں ایمان یا ایمان کی قدر ہوتی تو اس اتحاد حرام وکفر کے لئے جیسی زمین سروں پر اٹھالی ہے، رات دن، مشرق مغرب ٹاپتے پھرتے ہو، ہزاروں دھواں دھار ریزولیوشن پاس کرتے ہو اس کے مخالف بلکہ اس میں ساتھ نہ دینے والوں پر فتوٰئے کفر لگاتے ہو، صدہا اخبارات کے کالم ان کی بدگوئی سے گندے کرتے ہو، اس سے سَو حصے بڑھ کر ان کفروں، ضلالوں کی آگ بجھانے میں دکھاتے کہ یہ تمھاری ہی لگائی تھی اور اپنی داڑھی بچانے کے لئے اس کا بجھانا تم پر فرض عین تھا مگر سب دیکھ رہے ہیں کہ ہرگز ہرگز ان شیطنتوں کی روک تھام میں اس بولاہٹ والی جان توڑ کوشش کا دسواں، بیسواں، سَوواں حصہ بھی نہ دکھایا پھر جھوٹے بہانے بنانے سے کیا حاصل، معہذا خود ذمہ داروں نے جو کچھ کیا وہ جاہلوں کی حرکات مذکورہ سے کہیں بدتر وخبیث تر ہے، اور کیوں نہ ہو کہ شملہ بمقدار علم، ابوالکلام آزاد صاحب نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین وحضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا، میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمھارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، کہاں یہ کلمات ملعونہ اور کہاں بے تمیز احمق جاہلوں کا جے پکارنا،

فانّٰی تؤفکون[2] ۝ افلا تعقلون[3] ۝ کلّا بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون[4]۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۴۴ اسحاق بن ابراہیم حدیث ۱۳۷۹۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۲۴۸

[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۴ [3] القرآن الکریم ۲/ ۴۴

[4] " " ۸۳/ ۱۴

تم کہاں اوندھے جاتے ہو، تو کیا تمھیں عقل نہیں، کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ (ت)

[11] ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضییعِ مال ہوتا کہ حرام ہے، اور گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہوتا کہ اس سے سخت تر اشد حرام ہے، مگر وہ لوگ ترکی ٹوپیوں کو شعارِ اسلام جان کر پہنتے تھے اب انھیں جلا دیا اور ان کے بدلے گاندھی ٹوپی پہن لینا مشعر ہوا کہ انھوں نے نشانِ اسلام سے عدول اور کافر کا چیلا بننا قبول کیا، بئس للظٰلمین بدلا[1] (ظالموں کو کیا ہی بُرا بدلہ ملا۔ ت)

بالجملہ ایسے اقوال وافعال کفر وضلال پر عالم موصوف کا انکار عین حق وصواب وسبب ثواب ورضائے رب الارباب تھا اور رہا ان کے شرعی احکام اہلِ اسلام پر ظاہر فرمانا اور ان کو "ذیاب فی ثیاب" کے شر سے بچا کر راہِ حق کی طرف بلانا، سُنّی عالم کا جلیل فرض مذہبی وکار منصبی وبجا آوری حکمِ خدا ونبی تھا اور ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ [12] اس کی طرف نفس خلافت کا انکار نسبت کرنا بہتان ہی نہیں چیزے دیگر است۔ اس کی تہ میں اور اشد خباثت ہے، مسلمان تو مسلمان نفس خلافت کا منکر جملہ مدعیان کلمہ گو میں کون ہے جس سے سائل سوال کرتا اور مجیب جواب دیتا اہلِ سنت حضرات خلفائے اربعہ کو خلیفہ جانتے ہیں، غیر مقلد و دیوبندی بھی اس میں نزاع نہیں کرتے۔ روافض حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خلیفہ ووصی مانتے ہیں، مرزائی اپنے مرزا تک اُترتے ہیں، بلکہ خلافت سے مراد مسئلہ دائرہ ہے، اسی سے سوال اسی کا تذکرہ ہے تو اُسے یُوں مطلق لفظ نفس خلافت سے تعبیر تلبیس ابلیس ہے اور دل میں جو مراد ہے اس کا حال خود خلافت کمیٹی کے مفتیِ اعظم اور مستفتی اس کے لیڈر معظم کے فتوے سے ظاہر ہوگیا کہ عالم موصوف نے وہی فرمایا جو متواتر حدیثوں میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس پر اجماعِ صحابۂ امجاد ہے جو جمیع اہلسنت کا اعتقاد ہے۔ [13] اہلسنت سے خروج، قرآن کا انکار، کفر، ارتداد، ان کے یہ چار احکام ملعونہ کاش اسی عالم دین پر محدود رہتے تو اس فتوٰی کے مفتی اور اس کے مصدقین بحکم ظواہر احادیث صحیحہ ونصوص کتب معتمدہ فقہیہ ایک ہی بلائے کفر سہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ[2]۔ رواہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷
صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل " " " ۲/ ۹۰۱

مسلم والترمذی ونحوہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔
جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے، جسے کہا اگر وہ کافر تھا خیر ورنہ یہ تکفیر اسی قائل پر پلٹ آئے گی یہ کافر ہوجائے گا (اسے مسلم، ترمذی اور اس کی مثل بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا بہ یفتی[1]۔
کسی مسلمان کو "اے کافر" کہنے والے شخص پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا اگر کوئی شخص مسلمان کو کافر سمجھتا ہے تو وہ کافر ہوگا؟ ہاں وُہ کافر ہے، اور اگر کافر نہیں سمجھتا تو پھر کافر نہیں، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

شرح وہبانیہ، ذخیرہ، نہر الفائق و ردالمحتار میں ہے:

لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا[2]۔
کیونکہ جب مسلمان کو کافر مانا تو اس نے دین اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

اس کی تفصیل جلیل وتحقیق جمیل ہماری کتابوں الکوکبۃ الشہابیۃ اور النہی الاکید وغیرہما میں ہے مگر یہاں تو خود خلافت کمیٹی کے لیڈروں مفتیوں کے فتوے نے روشن کر دیا کہ یہ تکفیر صرف اس سُنّی عالم کی نہیں بلکہ تمام ائمہ اہلسنّت اور جملہ صحابہ کرام اور خود ارشاد اقدس حضور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے، اب کون مسلمان ہے کہ اس تکفیری فتوے اور اس کی ناپاک تصدیق کو کلماتِ کفر نہ کہے گا۔ فقہائے کرام ائمہ وصحابہ درکنار خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام پاک پر کفر کا حکم لگانے والوں کو کافر نہ کہیں گے تو اور کسے کافر کہیں گے، اب ان سے پوچھئے کہ یہ کتنے کروڑ کفر اخبث واشد ہوئے خصوصًا وہ کفر اخیر سب سے خبیث ترنسب ہے لعین، وذٰلک جزاء الظالمین[3]○ (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ ت) سُنّی عالم کو اس کی پروا نہ کرنی چاہئے، ہر قوم کی ایک اصطلاح ہوتی ہے، ان لوگوں کی اصطلاح جدید میں ملّت ملّتِ گاندھی ہے اور سنت

---

[1] درمختار — باب التعزیر — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۷
[2] ردالمحتار — داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۸۳
[3] القرآن الکریم ۵/۲۹

سنت کا مذہب، اس کی روش سے جدا چلنے والوں کو اہل سنت وجماعت سے خارج اور اس کی ملت مخترعہ کے مخالفوں کو کافر مرتد کہتے ہیں، جس طرح فرعون ملعون نے معاذ اللہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کی تھی کہ:

فعلت فعلتك التی فعلت وانت من الکافرین[1]

تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر تھے۔(ت)

اور مشرکین مکہ ملاعنہ نے خود حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ ابتداع کی تہمت رکھی تھی کہ:

ماسمعنا بھٰذا فی الملة الاٰخرۃ ان ھٰذا الا اختلاق[2]

یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے۔(ت)

بلکہ یہ حضرات تو فرعون ومشرکین سے بھی بڑھ کر کوئی نرالی انوکھی اصطلاح رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے دشمنوں خدا کے محبوبوں کو کہا یہ خود اپنوں کو بلکہ اپنی ہی زبانوں سے اپنی ہی جانوں کو کہتے ہیں، آخر نہ دیکھا کہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری وعبدالماجد صاحب بدایونی نے فتوائے شاہجہانپور میں کس شد ومد سے نفس خلافت کی جڑ کاٹ دی اور فتوائے جبلپور نے اپنے ان دونوں لیڈروں مفتیوں عالموں پر کافر مرتد کی چھانٹ دی بلکہ خود مولوی ریاست علی خاں وعبدالماجد نے اسی فتوائے شاہجہانپور کے آخر میں اپنے ہی اوپر فاسد ومفسد کی بانٹ دی، پھر فتوائے جبلپور میں علمائے دین کو کہنے کی کیا شکایت، آخر نہ دیکھا کہ حق بہ حقدار رسید مرجعت علیہ ان کا کفر انھیں پر پلٹا وویل للکٰفرین من عذاب شدید[3] (اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے۔ت) مستفتی اگر واقع میں اس گروہ سے نہ ہوتا ایک بات صاف دل سے معلوم کرنا چاہتا اور جب یہ ناپاک کفر دیکھتا اسے ردی میں پھینک دیتا تو اس پر الزام نہ آتا مگر وہ تو اول سے اسی خباثت پر اعتقاد لاتے اور اغوائے عوام کو اس کی تائید ہی کے لئے فتوے گھڑواتے، ولہذا اسی گروہ ناحق پژدہ کے پاس لے جاتے اور پھر اسے مانتے اس سے احتجاج کرکے اس کی نجاست پھیلاتے ہیں تو وہ اور اس کے پھیلانے والے سب

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۹

[2] 〃 〃 ۳۸/ ۷

[3] 〃 〃 ۱۴/ ۲

کفر کے ماننے والے ہیں ان کا وبال ان پر سے کم نہ ہوگا لاینقص من اوزارھم شیئ[۱] (ان کے بوجھ میں کمی نہ ہوگی ۔ت) اگرچہ ان کے مفتی و مصدقین پر اپنے وبال کے علاوہ ان سب کا بھی پڑے گا

علیہ وزرھا ووزرمن عمل بہا الیٰ یوم القیامۃ[۲]

اس کا بوجھ اس پہ ہوگا اور جو قیامت تک اس پہ عمل پیرا ہوگا اس کا بوجھ بھی اس پہ آئے گا۔ (ت)

ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم[۳]

اور بیشک ضرور وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۴۳ تا ۱۵۲)

(۷) موالات صرف یہود و نصارٰی سے نہیں بلکہ ہر کافر و مشرک و مبتدع و وہابی و بے دین سے حرام ہے۔ اس پر مفصل گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے، اوپر واضح ہو چکا کہ رب عزوجل نے عام کفار کے نسبت یہ احکام فرمائے تو بزورِ زبان ان میں سے کسی کافر کا استثنا ماننا اللہ عزوجل پر افترائے بعید اور قرآن کریم کی تحریفِ شدید ہے بلکہ عالم الغیب عزجلالہ نے یہ حکم یہود و نصارٰی سے خاص ماننے والوں کے منہ میں اپنے قہرِ عظیم کا پتھر دے دیا، ایک آیت میں صراحۃً کتابیوں کے ساتھ باقی کفار کو جُدا ذکر فرمایا کہ کتابی و غیر کتابی سب کو تعمیم حکم مفسّر منور ہو جائے جاہلان ضلیل کی تاویل ذلیل راہ نہ پائے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفاء اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین[۴]

اے ایمان والو! وہ جو تمھارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصارٰی) اور باقی سب کافر ان میں کسی سے اتحاد و وداد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو

۱؎ صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
۲؎ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ " " " ۱/۳۲۷
۳؎ القرآن الکریم ۲۹/ ۱۳
۴؎ " ۵/ ۵۷

اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اب تو کسی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود و نصارٰی کے لئے ہے، نیز آیۂ کریمہ میں کھلا اشارہ فرماتا ہے کہ کسی قسم کے کافروں سے اتحاد منانے والا ایمان نہیں رکھتا اور اوپر آیت میں صریح تصریح گزر چکی کہ انھیں اللہ و رسول و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد نہ کرتے، نیز صاف فرمایا:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوآدون من حآد اللہ و رسولہ و لوکانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]

نہ پاؤ گے انھیں جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے دوستی کریں جنھوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

سبحان اللہ! مگر مشرکین یا وہابیہ نے اللہ و رسول کی مخالفت نہ کی صرف یہود و نصارٰی نے کی ہے، قرآن کریم جابجا شاہد ہے کہ مطلقاً موالات حرام ہونے کی علت کفر و مخالفت و عداوتِ اللہ و رسول ہے جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، یہ معنی انھیں آیات سے کہ یہاں تلاوت ہوئیں روشن اور نہایت صریح تر الفاظ سے اس کا علت ہونا اس آیۂ کریمہ میں بیان فرمادیا کہ:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظالمون ○[2]

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں سے بھی محبت نہ کرو اگر وہ ایمان پر کفر کو اختیار کریں اور تم میں جو ان سے محبت کرے گا وہی پکا ظالم ہے۔

اللہ اکبر، یہ ہے وہ اسلام جس پر ان کے بڑے لیڈر ابوالکلام آزاد کا مسئلۂ خلافت و جزیرۂ عرب میں یہ اہتمام کہ وہ بعض اقسامِ کفار سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ عالمگیر محبت اس کی دعوتِ حق اصل الاصول ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا اللہ عزوجل نے نہ فرمایا:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ○ متاع قلیل ولھم

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] ؎ 〃 ۹/ ۲۳

عذاب الیم[1]

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا برت لیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کیا نہ فرمایا:

قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۰ متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون[2]

اے محبوب! تم فرمادو کہ بیشک وہ جو اللہ پر افترا کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں کچھ برت لیں پھر انھیں ہماری طرف پلٹنا ہے پھر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔

کیا نہ فرمایا:

ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری[3]

تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا اور بیشک نامراد رہا مفتری۔

کیا نہ فرمایا:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[4]

بیشک ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو کافر ہیں۔

یہ ہے قرآن عظیم کا فتوٰی جس نے کفر کا حکم جمادیا،

وخسر ھنالک المبطلون[5] وقیل بعدا للقوم الظالمین[6]

اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے اور فرمایا گیا کہ دُور ہوں بے انصاف لوگ۔ (ت)

حاش للہ کسی قسم کفار سے محبت کرنے کا اسلام نے حکم نہ دیا، باپ بیٹے بھائی کافر ہوں تو ان سے بھی محبّت کو صریح حرام فرمادیا اور دلی محبت و اخلاص و اتحاد کرنے والوں کو تو جا بجا صاف صاف ارشاد و اعلام فرمادیا کہ وہ انھیں کافروں میں سے ہیں، انھیں اللہ و قیامت پر ایمان نہیں، انھیں اللہ و رسول و

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷ [2] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹ و ۷۰

[3] " " ۲۰/ ۶۱ [4] " " ۱۶/ ۱۰۵

[5] " " ۴۰/ ۷۸ [6] " " ۱۱/ ۴۴

قرآن پر ایمان نہیں، بالجملہ وہ کسی طرح مسلمان نہیں، ہاں کافروں میں فرق ہوگا تو یہ کہ جس کا کفر اشد اس سے معاملات کا حرام و کفر ہونا اشد و زائد کہ علتِ حرمت کفر ہے، علت جتنی زیادہ حکم سخت تر۔ یہ ان کذابوں، مفتریوں پر اور الٹا پڑے گا کہ کفر میں یہود و نصاریٰ سے مجوس بدتر ہیں، مجوس سے ہنود بدتر ہیں، ہنود سے وہابیہ و سائر مرتدین عنود بدتر ہیں و لہذا ان کے احکام اسی ترتیب پر سخت تر ہیں۔

کما لایخفی علی من لہ اعلام باحکام الفقہین ولکن الظالمین بایٰت اللہ یجحدون[1] و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2]

جیسا کہ یہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو احکامِ فقہاء سے آگاہ ہے لیکن ظالم آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۱۵۳ تا ۱۵۵)

(۸) کیا صرف ترک موالات من الیہود والنصاریٰ کو فرض بتانے والے اور دوسرے کفار و مشرکین و مرتدین وہنود و وہابیہ سے موالات کرنے والے، اسے فرض جاننے والے محرف و مکذب قرآن عظیم نہیں، اگر ہیں تو ان کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ضرور وہ لوگ مکذب و محرفِ قرآن ہیں اور خود بحکمِ قرآن کافر و نامسلمان، جس کا بیان بقدرِ وافی ہوچکا، تکذیبِ قرآنِ عظیم ان کی نئی نہیں ان کے اعظم لیڈران ابو الکلام آزاد نے "الہلال" میں سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی صاحبِ شریعت ہونے کا صاف انکار کیا اور منہ بھر کر قرآن عظیم کو جھٹلا دیا۔ "الہلال" ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء میں کہا:

"مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعتِ موسوی کا ایک مصلح تھا جو خود کوئی صاحبِ شریعت نہ تھا، اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، اس نے خود تصریح کر دی کہ میں توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔"[3] (یوحنا ۱۳: ۵)

مسلمانو! اول تو روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہنا کہ اس کا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳۳ [2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[3] الہلال ابو الکلام آزاد ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء

تذکرہ بیکار ہے۔

دوم بار بار مؤکد فقروں سے جمانا کہ وہ نبی صاحبِ شریعت نہ تھے۔

سوم نصاریٰ کی انجیل محرف سے سند لانا، اور وُہ بھی محض بر بنائے جہالت وضلالت، کیا صاحبِ شریعت انبیاء، اللہ کے اگلے کلاموں کو مٹانے آتے ہیں، حاشا بلکہ پُورا ہی فرمانے کو۔ نسخ کے یہی معنی ہیں کہ اگلے حکم کی مدت پُوری ہوگئی۔ خیر یہاں کہنا یہ ہے کہ ان فقروں میں آزاد صاحب نے پیٹ بھر کر قرآن عظیم کی تکذیب کی۔ قرآن کریم قطعاً ارشاد فرماتا ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبِ شریعت تھے۔

اولاً اس نے پہلے توراۃ مقدس کا ذکر فرمایا:

وعندهم التوراة فيها حكم الله[1]

ان کے پاس توراۃ ہے اس میں اللہ کے حکم ہیں۔

اور فرمایا:

ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكفرون[2]

جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

پھر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انجیل دینا بیان کرکے فرمایا:

وليحكم اهل الانجيل بما انزل الله فيه ط ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفسقون[3]

انجیل والے اللہ کے اتارے پر حکم کریں اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

ثانیاً اور صاف فرمادیا کہ دونوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید اُترنے کا ذکر کرکے فرمایا:

لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا ولو شاء الله لجعلكم اُمّة واحدة[4]

اے توراۃ وانجیل وقرآن والو! ہم نے تم میں ہر ایک کے لئے ایک شریعت و راہ رکھی اور اللہ چاہتا تو تم سب کو گروہِ واحد کر دیتا۔

ثالثاً کج فہم بلیدوں یا ہٹ دھرم عنیدوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہو تو قرآن عظیم جھوٹوں کو

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۳
[2] القرآن الکریم ۵/۴۴
[3] ؍؍ ۵/۴۷
[4] ؍؍ ۵/۴۸

راہ نہیں دیتا، اس نے نہایت روشن لفظوں میں بعض احکامِ توراۃِ مقدس کا احکامِ انجیل مبارک سے منسوخ ہونا بتا دیا، اپنے نبی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم۔[1]

میں تمہارے پاس آیا ہوں سچ بتاتا اپنے آگے اُتری کتاب تورات کو اور اس لئے کہ میں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر توراۃ نے حرام فرمائی تھیں۔

اب بھی کسی مسلمان کو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبِ شریعت ہونے میں شک ہو سکتا ہے یا منکر بجہنم اس میں شک کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے، انجیل میں کئی جگہ ان احکام کی تفصیل بھی ہے کہ پہلے تم سے یہ فرمایا گیا تھا اور اب میں یہ کہتا ہوں آزاد صاحب خاص اپنا اطمینان چاہیں تو اپنی معتمد بائبل ہی کو دیکھ لیں، آزاد صاحب تو ابو الکلام ہیں، مواقع سخن سے خوب آگاہ ہیں۔ یہ تین آیات کریمہ تھیں ولیحکم اھل الانجیل، لکل جعلنا منکم، ولاحل لکم۔ بلیغ الدہر نے جب اُن کی تکذیب کی اور منہ پھاڑ کر کہہ دیا کہ مسیح صاحبِ شریعت نہ تھا تو اُسے بھی تین فقروں سے مؤکد کیا: اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وُہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا" تاکہ ہر آیت کے مقابلے کو ایک فقرہ تیار رہے، آیاتِ قرآن پہ وار کرنے کو یہ ان کی ذوالفقار ہے۔ بالجملہ ایک تکذیب وہ تھی کہ اسلام نے کچھ کافروں سے محبت کا حکم دیا، دوسری تکذیب وہ کہ مسلمین و کافرین سب سے محبت اسلام کی اصل الاصول ہے، اور چار تکذیبیں ان چار فقروں سے، یہاں تک چھ تکذیبیں ہوئیں، ان چار پر کوئی گمان کر سکتا ہے کہ آزاد صاحب اب ترکِ موالات میں ہیں، نصاریٰ سے بائیکاٹ اس زور سے کیا کہ ان کے نبی کو بھی بائیکاٹ کر دیا۔ اگر مسلمان اس پر معترضانہ کہیں کہ یہ تو سب انبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کا بائیکاٹ ہو گیا کہ ایک نبی سے مقاطعہ تمام انبیاء سے مقاطعہ اور خود رب عز وجل سے مقاطعہ ہے۔ اب آپ کے ماننے کو اللہ کا کوئی نبی نہیں مل سکتا، پھر بھی وہ اس کی کیا پروا کرتے جب تک کمیٹی کے نبی بالقوہ خواہ بالفعل گاندھی صاحب مذکر مبعوث من اللہ سلامت ہیں، یک در گیر و محکم گیر، لیکن اسی الہلال کی جلد تین کی چار اور تکذیبیں اس بائیکاٹ کے بالکل خلاف ہیں، صفحہ ۳۴۸ پہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کہا:

"یہودیوں نے ان کے سر پہ کانٹوں کا تاج رکھا تاکہ وہ صلیب[ع] پہ لٹائے جائیں اور

ع صلیب پہ لٹانا بھی عجیب شاید صلیب زمین پہ بچھی ہوئی مسہری سمجھی ۱۲

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

جو لکھا ہے پورا ہوا[1]
یہ قرآن عظیم کی ساتویں تکذیب کی، وہ فرماتا ہے :
وما صلبوه[2] انھوں نے مسیح کو سُولی نہ دی۔
نیز اسی صفحہ پر کہا :
"مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی"[3]۔
اور صفحہ ۳۳۹ پر دو لفظ اور لکھے :
"مظلومانہ قربانی" اور "خونِ شہادت"[4]۔
یہ تینوں لفظ بھی قرآن عظیم کی تکذیب بتاتے ہیں، وُہ فرماتا ہے :
وما قتلوه[5] انھوں نے مسیح کو قتل نہ کیا۔
یہاں تک پُوری دسوں تکذیبیں ہُوئیں، تلك عشرة كاملة[6]۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۵۶ تا ۱۵۸)

(۹) مزید فرمایا :
نیچری تہذیب اور ساختہ تادیب کے خوابِ غفلت سے جاگو جس سے کلمہ تکذیب و توہینِ خدا و رسول سُنو، تمھارا کیسا ہی معظم یا پیارا ہو دور کرو، دُور بھاگو، خدا کے دشمن کو دشمن مانو، اس سے تعلق کو آگ جانو، ورنہ عنقریب دیکھ لوگے کہ تمھارے قلوب مسخ ہو گئے، تمھارے ایمان نسخ ہوگئے، تمھارے نکاح فسخ ہوگئے۔
فستذكرون ما اقول لكم وافوض امرى الى الله ان الله بصير بالعباد[7] من يضلل الله فماله من هاد ○ ومن يهد الله فماله من مضل[8]۔
تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اُسے یاد کرو اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی بھکانے والا نہیں۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۰، ۱۶۱)

---

[1] الہلال ابوالکلام آزاد ۳/۳۳۸ [2] القرآن الکریم ۴/۱۵۷
[3] " " " [4] الہلال ۳/۳۳۹
[5] القرآن الکریم ۴/۱۵۷ [6] القرآن الکریم ۲/۱۹۶
[7] " ۴۰/۴۴ [8] " ۳۹/۳۶، ۳۷

(۱۰) جماعت اہلسنّت میں تفرقہ ڈالنا، مشرکوں کے کہنے سے عیدگاہ چھوڑ کر جماعتِ اہلسنت سے منہ موڑ کر مسجدِ الٰہی کو ویران کرنے کے لئے کافروں کے زیر سایہ نماز ادا کرنا کیسا ہے، اور ایسا کرنے والوں کا حکمِ شرعی کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

جماعت اہل سنّت میں (کہ محاورۂ قرآن وحدیث میں وہی مومنین ہیں کما بینہ الامام صدر الشریعۃ فی التوضیح والملّا علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ (جیسا کہ اسے امام صدر الشریعہ نے توضیح میں اور ملّا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے۔ ت) تفرقہ ڈالنا حرام ہے۔ رب عزوجل نے منافقین کی بنائی مسجد پر جو سخت غضب فرمایا اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لا تقم فیہ ابدا[1] کبھی اس میں کھڑے نہ ہونا، اور اس کے بنانے والوں کو فرمایا:

اسس بنیانہ علٰی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جہنم[2]

اس نے اس کی بنیاد رکھی گراؤ گڑھے کے کنارے پر تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا۔

اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھیج کر اس کو ڈھوا دیا، جلوا دیا۔ پھر حکم دیا کہ اس جگہ کو گھورا بنایا جائے جس میں نجاستیں اور کوڑا ڈالا جائے۔ رب عزوجل نے اس کی چار علتیں ارشاد فرمائیں، تیسری علت یہی تفریقا بین المومنین[3] (مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔ ت) ہے کہ انھوں نے اس کے سبب جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا۔ معالم شریف میں ہے:

لانھم کانوا جمیعا یصلون فی مسجد قباء فبنوا مسجد الضرار لیصلی فیہ بعضھم فیؤدی ذٰلک الی الاختلاف وافتراق الکلمۃ[4]

یعنی ساری جماعت مسجدِ قبا شریف میں ہوتی تھی، خبثاء نے وہ نقصان رسانی کی مسجد اس لئے بنائی کہ کچھ مسلمان اس میں پڑھیں، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ پھوٹ پڑے اور تفرقہ ہو جائے۔

بلکہ ان خبیثوں نے جو عذر تفریق ظاہر کیا تھا یہ تفریق جبلپور اس سے ہزاروں درجے بدتر ہے۔ انھوں نے کہا تھا:

انا قد بنینا مسجدا الذی العلۃ والحاجۃ واللیلۃ المطیرۃ واللیلۃ الشاتیۃ[5]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۸ [2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۹

[3] " ۹/ ۱۰۷

[4] و [5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹/ ۱۰۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۷۴

ہم نے مسجد بنائی ہے بیمار اور کامی اور بارش کی رات اور جاڑے کی شب کے لئے۔
اور ان کا عذر تفریق یہ ہُوا کہ عالم دین معاذ اللہ کافر و بد مذہب و ناقابلِ امامت ہے، جھُوٹے وہ بھی تھے اور جھُوٹے یہ بھی، مگر ؏

بہیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

مسلمانوں کو مسجدِ الٰہی میں جانے سے منع کرنے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہونے کا حکم تو یہ ہے جو قرآن عظیم میں فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ماکان لہم ان یدخلوھا الا خائفین ط لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]ط

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نامِ الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ ان میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رُسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مگر یہاں اُن کا عذر یہ ہوگا کہ ہمیں مسجد ویران کرنا اور اس میں نماز سے روکنا مقصود نہ تھا بلکہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی کہ امام کے پیچھے مسلمانوں کی نماز خراب نہ ہو، یہ بھلائی چاہنے کا عذر بھی ان منافقوں مسجد ضرار بنانے والوں نے پیش کیا تھا اور خالی زبانی نہیں بلکہ قسم کے ساتھ مؤکد کرکے:

قال اللہ تعالٰی ولیحلفن ان اردنا الا الحسنٰی۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ضرور ضرور اللہ کی قسم کھاکر کہیں گے کہ ہم نے تو تفریق جماعت سے بھلائی ہی چاہی۔

اس پر جواب فرمایا:

واللہ یشھد انھم لکٰذبون[3] اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ جھُوٹے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷
[3] " ۹/ ۱۰۷

جبکہ وہ وجہ جو یہ ظاہر کرتے ہیں قطعاً کذب و باطل ہے، محض معاندانہ اس کا جھوٹا حیلہ گھڑ کہ مسلمانوں کو مسجد سے روکنا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہا تو وہ نہ ہوا مگر مسجد الٰہی کو یادِ الٰہی سے روکنا، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور انھیں مسجد سے روکنے میں کافروں سے مدد لینا اور انھیں اغوائے مسلمین کے لئے راستوں پر مقرر کرنا نظر بحقیقت تو ٹھیک مناسبت پر واقع ہوا، کافروں سے زیادہ اس کا اہل کون تھا' ایسے کام لینے والوں کے ایسے کام کو ایسے ہی کام کرنے والے مناسب تھے،

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت۔[1]

گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے۔ (ت)

مگر ان کے زعم پر یہ کافروں سے استمداد اسی قسم میں واقع ہوا جو ان کے ادعا میں دینی کام تھا اور دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام۔

قال اللہ عزوجل لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیئ۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اُسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر ارشاد العقل و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں اسی آیۂ کریمہ کی تفسیر میں ہے:

نھوا عن الاستعانۃ بھم فی الامور الدینیۃ۔[3]

اس آیۂ کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں۔

یونہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بنا پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور سُنّی عالم کی اقتدا سے روک کر غالباً کسی منہم کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمینِ کفار ہی مناسب تھی کہ قطعۂ زمین برسرِ زمین' ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے اتنا روکا ہے کہ مسلمان کی زمین میں بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے، اور اگر مسلمان کی زمین میں کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستے میں پڑھے اور کافر کی زمین میں نہ پڑھے اگرچہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶ [2] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ ۳/ ۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳

الفتوحات الالٰہیہ " " " دار الفکر بیروت ۱/ ۴۲۶

راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت کافر کی زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے۔ حاوی قدسی میں ہے:

ان اضطر بین ارض مسلم و کافر یصلی فی ارض المسلم اذلم تکن مزروعۃ فلو مزروعۃ او لکافر یصلی فی الطریق[1]

اگر مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان اضطراب آگیا تو مسلمان کی زمین میں نماز ادا کیجائیگی بشرطیکہ وہ کاشت نہ ہو، اگر وہ زیرِ کاشت ہے یا کافر ہی کی زمین ہے تو راستے میں نماز ادا کر لی جائے۔ (ت)

ہاں ظاہراً یہاں اس کافر مالک زمین کا اذن ہوگا، اب ایمانی نگاہ سے یہ فرق دیکھنا چاہیے کہ کہاں تو کافر کی بے خبری میں اس کی زمین میں وہ نماز پڑھنی جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو اور کہاں مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور بندگانِ الٰہی کو مسجدِ الٰہی سے روکنے کے لئے کافر کی دلی خوشی کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے پوری کرنے کو اس کی زمین میں نماز قائم کرنی، کافر کی وہ کراہت بدتر تھی جو اس کی زمین میں نماز پڑھنے سے ہوتی یا کافر کی یہ خوشی بدرجہا بدتر ہے جو اس کی کراہتِ قلب پر غالب آگئی اور جس کے سبب خود اس نے اپنی زمین خوش خوش نماز کے لئے دی، اول کا مقصود رضائے الٰہی ہے اور کافر کو اس سے غیظ و نفرت، اور دوم کا مقصود مسلمانوں میں تفرقہ ہے کہ نامرضیِ خدا ہے اور کافر کو اس سے سرور و فرحت، فاعتبروا یااولی الابصار[2] (اے اہلِ بصارت! عبرت حاصل کرو۔ ت)

بلاشبہہ ایسا کرنے والے مسجدِ ضرار والے منافقوں کے وارث اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ایذائے مسلمین کے لئے مشرکین کے آلے اور ان کے مسخرے یعنی ان کے ہاتھوں میں ضرر اسلام کے لئے مسخر ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۱ تا ۱۶۵)

(۱۱) بُت پرستوں کو خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی سے لوگوں کو جبراً روکنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں نیز مشرکوں کے دامِ شیطنت میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑ دینے والوں کا کیا حکم ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الحاوی القدسی کتاب الصلوٰۃ مطلب فی الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۵

[2] القرآن الکریم ۵۹/۲

گائے کی قربانی بیشک شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالیٰ والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا، ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لئے دینِ الٰہی کی نشانیوں سے کیا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۵)

(۱۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا؛

توجو لوگ خوشنودیٔ مشرکین کے لئے اِس شعارِ اسلام کو مٹانا چاہتے اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں سخت فاسق، مفسد، آمر بالحرام، بدخواہ اسلام، مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ مشرکین کے گرگے، شیطان کے بھائی، ابلیس کے کارندے، حق کے دشمن ہیں، منافقوں کے وارث ہیں، جن کو حق سبحانہٗ فرماتا ہے؛

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضھم من بعض یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف و یقبضون ایدیھم نسوا اللہ فنسیھم ان المنٰفقین ھم الفٰسقون ○ وعد اللہ المنٰفقین والمنٰفقٰت والکفار نار جھنم خٰلدین فیھا ھی حسبھم ولعنھم اللہ ولھم عذاب مقیم ○[2]

منافق مرد عورت آپس میں ایک ہیں برائی (مثلاً شعارِ اسلام بند کرنے) کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی (شعارِ اسلام جاری رکھنے) سے روکتے ہیں، اور (نیک کام خصوصاً شعائرِ اسلام) سے ہاتھ کھینچتے ہیں وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں چھوڑ دیا، بیشک منافق ہی پکے فاسق ہیں، اللہ نے منافق مردوں عورتوں اور ان کافروں سے (جن کی طرف یہ منافق جھکتے اور ان کی خوشنودی چاہتے ہیں) جہنم کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں وہ سب ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے عذاب کو بہت ہے اور اللہ نے ان سب پر لعنت کی اور ان کے لئے دائم عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۷)

(۱۳) بہار اور اڑیسہ کے علماء نے ابوالکلام آزاد کی تحریک پر حضرت شاہ بدرالدین پھلواروی کو امیرِ اسلام مقرر کر کے لوگوں کو ان کی بیعت کا کہا۔ اعلحضرت علیہ الرحمۃ سے اس سلسلہ میں استفتاء کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۶

[2] " ۹/۶۷، ۶۸

ذریعے امیر کے احکام وشرائط پُوچھے گئے، جس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

امیرِ شریعت دو قسم ہے: اختیاری و قہری۔

اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا، احکام شریعت بتا دینا اس کا کام ہے، ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار، یہ امیرِ شریعت متدین فقہائے اہلسنت ہیں۔

قال اللہ تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[1]، اولوا الامر ھم العلماء علی اصح الاقوال کما قال تعالٰی "ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[2]"

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے اہلِ ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں ان کی۔ اصح قول کے مطابق اولوا الامر سے مراد علماء ہیں جیساکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور کاش وہ اُسے لوٹائیں رسول کی طرف اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف، تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیں گے وہ جس کو استنباط کرتے ہیں ان میں سے۔ (ت)

عدم سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امورِ دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہلسنت کی طرف رجوع کرنا اور بھی لازم تر ہو جاتا ہے کہ بعض بعض خاص دینی کام جنھیں ولاۃ وقضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں، ان میں تا حدِ ممکن انھیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے، جیسے معاملۂ عنین وتنفیذ انکحہ وخیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں۔

فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔ کما فی الحدیقۃ الندیۃ[3] عن الفتاوی العتابیۃ۔

جب ایک پر اتفاق دشوار ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کرلیں، اگر علماء کثیر ہوں تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے، اگر علم میں برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرلی جائے۔ جیساکہ حدیقہ ندیہ میں فتاوٰی عتابیہ سے ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[2] " " ۴/ ۸۳

[3] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود بانتخابِ الٰہی منتخب ہے، دیانت و فقاہت میں اس کا تفرد و تفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کو منتخب کریں گے خطا کریں گے اور اسی کا اتباع لازم ہوگا کہ وہی اہل ہے اور طبائع خود ہی دینی امور میں اس کی طرف رجوع پر مجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا حل شافی نہیں پاتیں یہاں تک کہ اس کے اکابر اعداء کہ بوجہ بددینی یا حسدِ شیاطینی اس کے سخت دشمن ہوتے ہیں، اور زبردستی اس پر اپنی تعلّی چاہتے ہیں، مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں اس کے محتاج رہتے ہیں، اپنے گمنام جاہلوں کے ذریعہ سے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں یوں اپنے لاحل مسئلوں کی گرہ کھلواتے ہیں۔

ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء ط والله ذو الفضل العظیم[1]

یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے عطا کرتا ہے جسے وہ چاہے، اور اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔ (ت)

اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کا دستور، نہ اس کا ترک گناہ و محذور، بلکہ اس کا معیار وہی ہے جو اوپر مذکور۔ اس کے فیصلے کو بہار و اڑیسہ کے جملہ علماء پر نظر تفصیلی صحیح شرعی نے جو فیصلہ ہو آپ ہی منظور۔

والله علیم بذات الصدور[2] ○ الا الی الله تصیر الامور[3] ○

اور اللہ سینوں کے رازوں کو جانتا ہے، اور سنو تمام امور اللہ کی بارگاہ میں لوٹتے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۸، ۱۶۹)

(۱۴) سلطنتِ عثمانیہ کی اعانت کی فرضیت اور خلافت شرعیہ کے لئے شرط قرشیت کے بارے میں ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے "دوام العیش فی الائمۃ من قریش"، اس میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور ابو الکلام آزاد کے موقف کا رد کرتے ہوئے ثابت کیا کہ خلافتِ شرعیہ کے لئے قرشیت شرط ہے۔ مگر اعانتِ سلطنتِ اسلام اور اعانتِ مسلمین کے لئے سلطان کا قرشی ہونا شرط نہیں، چنانچہ اس سلسلے میں فرمایا:

سلطنتِ علیہ عثمانیہ ایدہا اللہ تعالٰی نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنتِ اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعتِ اسلام نہ صرف جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۴
[3] ؍؍ ؍؍ ۴۲/ ۵۳

کیا معنی، دل سے خیر خواہی مطلقاً فرضِ عین ہے اور وقت حاجت دُعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدرِ قدرت ہر حکم بشرطِ استطاعت۔

قال تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1]۔ وقال تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۷۴)

(۱۵) رسالہ مذکورہ بالا میں ہی فرمایا:

تنبیہ: امامتِ متغلب صحتِ خلافت بالائے طاق۔ حکمِ اتباع بھی نہیں لاتی جہاں تک اثارتِ فتنہ یا ضرر و تاذی نہ ہو جس کا بیان مقدمہ میں گزرا، حیف ان پر جو مسلمان کہلا کر امر دینی میں مشرک کے پس رو بنتے اور اسے اپنا رہنما بتاتے ہیں۔

وقد امروا ان یکفروا بہ ط ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضللا بعیدا[3]۔

اور حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دُور بہکا دے۔ (ت)

کیا خوف نہیں کرتے کہ روزِ قیامت انھیں کے گروہ میں محشور ہوں جن کو قرآن عظیم نے فرمایا:

وقاتلوا ائمۃ الکفر کفر کے اماموں سے لڑو۔

اور فرمایا:

وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار[4]۔

ہم نے انھیں ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔

وقال اللہ تعالیٰ یوم ندعوا کل اناس بامامھم[5]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

یعنی جس کو انھوں نے امرِ دین میں رہنما بنایا اور اس کے لئے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے فمن اوتی کتٰبہ بیمینہ[6] (جن کا اعمال نامہ داہنے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶
[2] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶
[3] " " ۴/ ۶۰
[4] " " ۲۸/ ۴۱
[5] " " ۱۷/ ۷۱
[6] " " ۱۷/ ۷۱

ہاتھ میں دیا گیا) اور من کان فی ھذہٖ اعمٰی[1] (جو یہاں راہِ حق سے اندھے تھے) نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۲۱)

(۱۶) اسی میں فرمایا:

مسٹر آزاد نے بڑا زور اس پر دیا ہے کہ "اسلام تو قومی امتیاز کے اُٹھانے کو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کے لئے کیسے خاص کر سکتا ہے" یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبعزاد نہیں خارجی خبیثوں سے سیکھا ہے۔

کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم[2]۔

یونہی ان کے اگلوں نے انھیں کی سی کہی تھی ان کے دل ایک سے ہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۲۶)

(۱۷) ایک ہندو عورت نے اسلام قبول کیا اور مسلمان مرد سے نکاح کرلیا، ان کے ایک بیٹی پیدا ہوئی، اب نومسلمہ کے ہندو رشتہ دار انھیں مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی ان کے حوالے کریں اور کچھ مسلمان بھی اغراضِ فاسدہ کی بنیاد پر ہنود کی حمایت کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اعلحضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک سوال بھیجا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) کیا وُہ میاں بیوی دنیاوی ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے اپنی بیٹی ہنود کے حوالے کر دیں کہ وُہ اسے کافرہ بنائیں۔

(۲) یا جان توڑ کوشش کر کے اس کی حفاظت کریں۔

(۳) کیا مسلمانانِ شہر کو ان کی مدد کرنا لازم ہے؟

(۴) جو مسلمان اس سلسلے میں کفار کی حمایت کر رہے ہیں ان کا حکم شرعًا کیا ہے۔

اعلحضرت علیہ الرحمہ نے اس سوال کا شافی وافی جواب دیا جو حسب ذیل ہے:

(۱) حرام حرام حرام جب تک حالت اکراہ شرعی کی نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۷۲ [2] القرآن الکریم ۲/۱۱۸ [3] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶

(۲) فرض فرض ہے کہ ہر جائز کوشش کو حدِ امکان تک پہنچا دیں اور کسی طرح اس میں سُستی یا کم ہمتی کو کام نہ دیں۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[۱]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

(۳) فرض فرض ہے کہ ہر مسلمان بقدرِ قدرت اس مسلمان لڑکی کو اس سخت تر آفت سے بچائے اور کوئی کوشش جس حد تک جائز اور ممکن ہے اسے اٹھا نہ رکھے۔

قال اللہ تعالٰی "تعاونوا علی البرّ والتقوٰی"[۲]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

یہ فرض کفایہ ہے جتنے مسلمانوں کی کوشش سے کام چل جائے کافی ہے سب پر سے فرض اتر جائیگا ورنہ سب گنہگار اور سخت وبال میں گرفتار رہیں گے، والعیاذ باللہ۔

(۴) اس کے لئے نار ہے نار، اس پر غضب ہے غضبِ جبّار۔

قال اللہ تعالٰی "لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[۳]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (ت)

علماء نے دوسرے کے کفر پر راضی ہونے کو کفر لکھا ہے الرضا بالکفر کفر، نہ کہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش، یہ بلا شبہہ بحکمِ فقہاء کفر ہے، بحکمِ فقہائے کرام ایسے شخص کی عورت اس کے نکاح سے نکل جائیگی اور وُہ ان تمام امور کا سزاوار ہوگا جو ایک مرتد کے ساتھ کئے جانے کا حکم کہ اس کے پاس بیٹھنا، بات چیت، میل جول، شادی بیاہت، بیمار پُرسی، جنازہ پر جانا، اسے غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا، جنازہ بتکریم اٹھانا، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا سب یک قلم ناجائز وگناہ ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۳۹، ۲۴۰)

(۱۸) سادات کرام کو گالیاں دینے والوں اور اس کے مددگاروں اور حامیوں کے بارے میں فرمایا:

رہے اس کے معاونین خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ، اگر خود ان کلماتِ ملعونہ میں اس کے معاون ہیں یا ان کو جائز رکھتے ہیں یا ہلکا جانتے ہیں تو ان سب کا بھی یہی حکم ہے جو اس کا ہے، اور

---

[۱] القرآن الکریم ۶۶/۶
[۲] القرآن الکریم ۵/۲
[۳] " " ۵/۲

اگر ایسا نہیں جب بھی ایسے شخص کے ساتھ میل جول کے سبب عاصی و مخالف حکم شرع ہیں۔

قال اللہ عزوجل واما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

قال اللہ عزوجل ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۴۱)

(۱۹) انگریزی پڑھنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے، اور یہ لفظ کہ "مولوی لوگ کیا جانتے ہیں" اس سے ضرور علماء کی تحقیر نکلتی ہے اور علمائے دین کی تحقیر کفر ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب ط قل اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون، لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[3]۔ اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابوالشیخ وابن مردویہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وابن جریر عن زید بن اسلم وعن محمد بن کعب وغیرھما "قال رجل فی غزوۃ تبوك فی مجلس یوما' ما رأینا مثل قرائنا ھؤلاء ولا ارغب بطونا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء فقال رجل فی المجلس کذبت ولکنك منافق لاخبرن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فبلغ ذٰلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل القراٰن قال عبداللہ فانا رأیتہ متعلقا بحقب ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحجارۃ تنکیہ وھو یقول یارسول اللہ انما کنا نخوض ونلعب والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[3] " ۹/ ۶۵ و ۶۶

[4] الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن ابی الشیخ الخ تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۰۹ و ۲۱۰

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۵ و ۱۹۶

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے ہم تو دلچسپی اور کھیل کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کیا اللہ تعالٰی، اس کی نشانیوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے ہو۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ابن جریر نے حضرت زید بن اسلم اور محمد بن کعب وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حدیث کی تخریج کی کہ ایک شخص نے ایک دن میں ایک مجلس میں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر کہا کہ ہم نے اپنے ان قاریوں کی مانند اور نہ دیکھے، نہ کھانے کے لالچی اور نہ زبان کے جھوٹے، اور نہ دشمن کے مقابلہ میں بزدل۔ تو اس مجلس میں ایک شخص نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے تو منافق معلوم ہوتا ہے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا، تو اس کی یہ بات حضور اکرم کو معلوم ہوئی اور قرآن نازل ہوا۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: تو میں نے اس شخص کو حضور اکرم کی اونٹنی کے تنگ کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: یا رسول اللہ! ہم تو دلچسپی اور کھیل کر رہے تھے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو فرما رہے تھے: کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۴۴، ۲۴۵)

(۲۰) رسالہ "ردّ الرفضہ" میں روافض کے کفریہ اعتقادات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کفر اوّل: قرآنِ عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمانِ غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنت رضی اللہ تعالٰی عنہم نے گھٹا دیں۔ کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دیئے۔ کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے، اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرفِ بشری کا دخل مانے یا اسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے۔ اللہ عزوجل سورۂ حجر میں فرماتا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون [1]

بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸ میں ہے:

لحفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص [2]

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/۹

[2] انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت الآیۃ ۱۵/۹ دار الفکر بیروت ۳/۳۶۲

یعنی تبدیل وتحریف اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔(ت)

جلالین شریف میں ہے :

لحفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص[1]

یعنی حق تعالٰی فرماتا ہے ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اسے بدل دے یا الٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھادے یا گھٹا دے۔

جمل مطبع مصر جلد ۲ ص ۵۶۱ میں ہے :

بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیھا التحریف والتبدیل بخلاف القرأن فانہ محفوظ عن ذٰلک لایقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ اوینقص منہ حرفا واحد او کلمۃ واحدۃ[2]

یعنی بخلاف اور کتب آسمانی کے کہ اُن میں تحریف وتبدیل نے دخل پایا، اور قرآن اس سے محفوظ ہے۔ تمام مخلوق جن وانس کسی کی جان نہیں کہ اس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھادیں یا کم کردیں۔

اللہ تعالٰی سورہ حٰم السجدۃ میں فرماتا ہے :

وانہ لکتٰب عزیز ٭ لایأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٖ تنزیل من حکیم حمید ٭[3]

بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے، باطل کو اس کی طرف اصلاً راہ نہیں نہ سامنے سے نہ پیچھے سے، یہ اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے ہوئے کا۔

تفسیر معالم التنزیل شریف مطبوعہ بمبئی جلد ۴ ص ۳۵ میں ہے :

قال قتادۃ والسدی "الباطل ھو الشیطان لایستطیع ان یغیرہ اویزید فیہ او ینقص منہ" قال الزجاج "معناہ انہ محفوظ من ان ینقص منہ فیأتیہ الباطل من بین یدیہ اویزاد فیہ فیأتیہ الباطل من خلفہ

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۵/ ۹ اصح المطابع دہلی ص ۲۱۱

[2] الفتوحات الالٰہیۃ " " " " دار الفکر بیروت ۴/ ۱۸۱

[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۱ و ۴۲

وعلٰی ھٰذا معنی الباطل الزیادۃ والنقصان[1]۔

یعنی قتادہ و سُدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا بڑھا بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ باطل زیادت ونقصان ہیں قرآن اس سے محفوظ ہے کہ کچھ کم ہوجائے تو باطل سامنے سے آئے، بڑھ جائے تو پس پشت سے آئے اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۸۸ و ۸۹ میں ہے:

کان نسخ التلاوۃ والحکم جمیعا جائزا فی حیاۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما بعد وفاتہ فلا یجوز قال بعض الرافضۃ والملحدۃ ممن یتستر باظہار الاسلام وھو قاصد الٰی افسادہ، ھذا جائز بعد وفاتہ ایضا وزعموا ان فی القراٰن کانت اٰیات فی امامۃ علی وفی فضائل اھل البیت فکتمھا الصحابۃ فلم تبق باندراس زمانھم، والدلیل علٰی بطلان ھذا القول قولہ تعالٰی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون، کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمۃ[2] ملتقطا۔

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفاتِ اقدس ممکن نہیں، بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامتِ مولا علی اور فضائلِ اہلِ بیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے، ملتقطاً۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی ص ۳۶۴ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کرکے فرماتے ہیں:

وکذٰلک ومن انکر القراٰن او حرفا منہ او غیر شیئا منہ او زاد فیہ[3]۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴۱/ ۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۱۰۳

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تفصیل المنسوخ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۸۸، ۱۸۹

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من مقالات کفر دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۴۳، ۲۴۷

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ سے کچھ زیادہ بتائے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۶۱۷ میں ہے:

اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعة انہ ذهب بعض اصحابهم الی ان القرآن العیاذ باللہ کان زائدا علی هذا المکتوب المقروء قد ذهب بتقصیر من الصحابة الجامعین العیاذ باللہ لم یختر صاحب ذلك التفسیر هذا القول فمن قال بهذا القول فهو کافر لانکارہ الضروری[1]

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسّر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۵۹ تا ۲۶۲)

(۲۱) زید نے کہا تمام عبادات اللہ تعالٰے کے لئے ہیں اگرچہ وہ اس سے بے نیاز ہے۔ اس پر بکر نے کہا زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے بلکہ جو کچھ ہم کرتے ہیں سب اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں۔ ان دونوں کا حکمِ شرعی کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

زید و بکر اپنی اپنی مراد پر دونوں سچے ہیں۔ بیشک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں یعنی ان سے اسی کی عبادت و نجابت تعظیم مقصود ہے۔

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۝ لاشریك لہ[2]

بیشک میری نماز اور قربانی اور جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو مالک ہے سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور بیشک تمام عبادات و اعمالِ حسنہ اپنے ہی لئے ہیں یعنی اپنے فائدے کو ہیں من عمل صالحا فلنفسہ[3] جو نیک کام کرے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ دونوں قول قرآن عظیم میں موجود ہیں، ہاں

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی مسئلہ کل مجتهد فی مسئلۃ الاجتهاد الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۳۸۸

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۲ و ۱۶۳

[3] " " ۴۱/ ۴۶

بجمہ کا یہ کہنا کہ زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے، مفت ایذائے مسلم ہے اس سے معافی چاہے اور اس کا کہنا کہ یہ سب غلط ہے بہت سخت کلمہ ہے اسے تجدیدِ اسلام چاہیئے کہ اس نے ایسے واضح دینی، قرآنی قول کی تغلیط کی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۰)

(۲۲) علماء کی عیب جوئی اور اہانت کرنے والے کے بارے میں فرمایا:
عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی۔
قال تعالٰی لا تجسسوا[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: عیب نہ ڈھونڈو۔ ت)
اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے کما فی مجمع الانہر وغیرہ (جیسا کہ مجمع الانہر وغیرہ میں ہے۔ ت)۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۱)

(۲۳) حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی کے والد ماجد کے ایمان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیّدنا عبد اللہ اور حضرت سیّدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اہلِ توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آباء و امہات حضرت عبد اللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارجح میں سب اہلِ اسلام و توحید ہیں۔
قال اللہ تعالٰی الذی یرٰک حین تقومO و تقلبک فی الساجدین[2]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تمھیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمھارے دَورے کو۔ (ت)
اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیّدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا[3] اور حدیث میں ہے کہ رب عزّ وجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلابِ طیبہ و ارحامِ طاہرہ میں رکھوں گا[4] اور رب عزّ وجل کبھی کسی کافر کو طیّب و طاہر نہ فرمائے گا، انما

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲ — [2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۸، ۲۱۹
[3] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۲۶/ ۲۱۸، ۲۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۴۳
[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل و اما شرف نسبہ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۶۰

المشركون نجس[1] (بیشک مشرکین نجس ہیں۔ ت) اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے فشکر اللہ سعیہ واجزل ثوابہ (اللہ تعالٰی ان کی کاوش قبول فرمائے اور انھیں اجرِ عظیم سے نوازے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۳)

(۲۴) اللہ تعالٰی رضا جوئے محمدی ہے۔ اس کے اثبات اور اس کو قول بعض جہلاء کہنے والے کی تردید میں فرمایا:

قائل کا کہنا کہ جب ہی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح وشنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہہ کوئی بات اس کے خلافِ حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی[2]، قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام[3]۔

اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمھارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمھیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے پس ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (ت)

حکمِ الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف سے رضاجوئی الٰہی تھی مگر قلبِ اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولٰی عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرمادیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وُہ ہی قبلہ مقرر فرمادیا، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضاجوئی محمدی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[2] " ۹۳/ ۵

[3] " ۲/ ۱۴۴

ما اری ربك الا یسارع فی ھوٰك۔ رواہ البخاری۔[1]

میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

یہ ہے وُہ کلمہ کہ بعض ازواجِ مطہرات نے عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا، تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواجِ مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتا رہا ہے کہ ان بعض ازواجِ مطہرات نے خلافِ اصل بات کہی اور حضور صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیثِ روزِ محشر میں ہے: رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلّھم یطلبون رضائی وانا اطلبك رضاك یا محمد۔[2]

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمھاری رضا چاہتا ہوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بالجملہ کلمہ بہت سخت و شنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا، تو بہ لازم ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۵، ۲۷۶)

(۲۵) حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خدا کہنے والے اور سجدۂ تعظیمی کرانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے یقیناً کافر مرتد ہے،

من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔[3]

جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وُہ کافر ہوگیا۔ (ت)

جو اس کے قول پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا، اس سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۱۴۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۸۷
[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

میل جول، سلام کلام سب قطعاً حرام۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(ت)

وقال تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جُھکو کہ تمہیں آگ چُھوئے گی۔(ت)

وقال تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے (ت)

ان آیاتِ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چُھوئے گی، جو تم میں اُن سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے اگر وُہ علانیہ تائب ہو اور از سرِ نو مسلمان ہو فبہا ورنہ اگر وہ بیمار پڑے اس کی عیادت حرام، اگر مرجائے اُسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز سخت حرام، جنازہ کے ساتھ جانا حرام، مقابرِ مسلمین میں اسے دفن کرنا حرام، اسے ایصالِ ثواب سخت حرام بلکہ کفر، کوئی تنگ گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں اور بغیر کسی فاصلہ کے اُوپر سے اینٹ پتھر خاک بلا جو کچھ ہو پاٹ دیں۔ و ذلک جزاء الظالمین[4] (اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۷، ۲۷۸)

(۲۰۶) امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی توہین کرنے والے غیر مقلد وہابیہ کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بالیقین امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعنہم اعاظم سرارانِ اولیاء اللہ عزوجل سے ہیں، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من عادی لی ولیاً فقد اٰذنتہ بالحرب۔ رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عزوجل[5]۔

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان فرمادیا اس سے لڑائی کا۔(اسے بخاری نے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ — [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[3] ″ ۵/ ۵۱ — [4] ″ ۵/ ۲۹
[5] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آپ نے اللہ عزّوجل سے روایت کیا۔ ت)

ڈاکوؤں کی بابت فرمایا:

انما جزاء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ[1] الآیۃ۔

یہ جو اللہ و رسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سُولی دیئے جائیں الآیۃ (ت)

سُود کے بارے میں فرمایا:

فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہ[2]

اگر سُود نہ چھوڑو تو اعلان کرو اللہ و رسول سے لڑائی کا۔

لیکن یہاں فرمایا جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے خود میں نے اس سے لڑائی کا اعلان فرما دیا۔ خود ابتداء فرمانا دلیل واضح ہے کہ عداوتِ ولی سخت باعثِ ایذائے رب عزّوجل ہے۔ اور رب عزّوجل فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[3]

بیشک وُہ جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ عاصی اگرچہ معاذاللہ معذّب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت ونعمت و جنتِ ابدی نہ پاتا اس کی نار نارِ تطہیر ہے، نہ نارِ لعنت و ابعاد و تذلیل و تحقیر، تو جسے اللہ عزّوجل دُنیا و آخرت میں ملعون کرے گا مگر کافر۔ اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوحِ حق براہِ عناد ہو جس طرح اب وہابیہ مار دین اعدائے دین کا حال ہے۔

قاتلھم اللّٰہ انّٰی یؤفکون[4]

اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ (ت)

ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دارقطنی و ابوحاتم خزاعی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹
[3] ر ۳۳/ ۵۷
[4] ر ۹/ ۳۰

سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے فرمایا :

اھل البدع کلاب اھل النار[1]

گمراہ لوگ دوزخیوں کے کُتّے ہیں۔

کُتّا اور وُہ بھی بدترین خلائق دوزخیوں کا جن کے متعلق فرمایا :

اولٰئك ھم شرّ البریّة[2]

وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں۔

کُتّے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کتا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کُتّے ہیں، الا لعنة اللّٰه علی الظّالمین[3] ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۸۷، ۲۸۸)

(۲۷) علماء و سادات کی توہین کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا :

ایسا شخص گمراہ، بددین، مسخرۂ شیاطین ہے بلکہ اس پر حکمِ کفر کا لزوم ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے میل جول، مناکحت درکنار ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللّٰه تعالٰی و امّا ینسینّك الشّیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّالمین[4]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اور جو کہیں تجھے شیطان بھُلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۰۸)

(۲۸) ایک ایسے مولوی کے بارے میں سوال آیا جو حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہنے والے پادری کے ہاں نشست و برخاست رکھتا اور اس کے ہاں کھاتا پیتا ہے۔ منع کرنے والے مسلمانوں کو کہتا ہے قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کرو۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا :

اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہوسکتا جن میں اللہ و رسول کے ساتھ یہ استہزا و طعن کئے جاتے ہیں وہ ثبوت مانگتا ہے اسے اگر ایمان احکام کی

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۱۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۲۳

[2] القرآن الکریم ۹۸/۶

[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

[4] 〃 ۶/۶۸

خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اس کے مثل نصاریٰ ہونے کا فتویٰ دے رہا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ بشر المنفقین بان لھم عذابا الیما ٥ الذین یتخذون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا ٥ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم اٰیت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنفقین والکفرین فی جھنم جمیعا ٥[1]

خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کے سوا، کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے، اور بیشک وہ تم پر کتاب میں حکم اتار چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں نہ پڑیں اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی انھیں کی مثل ہو، بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں ایک ساتھ اکٹھا کرے گا۔

اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور وہ سخت اشد کبیرہ کا مرتکب ہے بلکہ اس کا ایمان ہی ٹھیک نہیں جیسا کہ قرآن عظیم صاف ارشاد فرماچکا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

(۳۰) ایک منکر حدیث مولوی کے بارے میں سوال جو سنت نماز، تشہد اور نماز جنازہ وغیرہ کے لئے قرآن سے ثبوت کا مطالبہ کرتا ہے، اس کے جواب میں فرمایا؛

جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہے، اور جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے، اور جو قرآن مجید کا منکر ہے وہ اللہ واحد قہار کا منکر ہے اور جو اللہ کا منکر ہے صریح مرتد کافر ہے، اور جو مرتد کافر ہے اسے اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے؛

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[2]۔

رسول جو کچھ تمھیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۸ تا ۱۴۰

[2] 〃 〃 ۵۹/ ۷

اور فرماتا ہے :

فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[1]

اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تجھے اپنی ہر اختلافی بات میں حاکم نہ بنائیں پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے کچھ تنگی نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

نماز سنّت وجنازہ اور التحیات و درود سب کا حکم کلام اللہ شریف میں صراحۃً موجود مگر :

من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور[2]

جسے اللہ نے نور نہ دیا اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

پہلے یہ منکر بتائے کہ پانچ نمازوں کا ثبوت کلام اللہ شریف میں کہاں ہے، اور صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں، باقی کی چار چار، ان کا ذکر کلام اللہ شریف میں کہاں ہے، اور نمازوں کی ترتیب کہ پہلے قیام اور اس میں قراءت پھر رکوع پھر سجود پھر قعود قرآن مجید میں کہاں ہے، وقتوں کی ابتدا و انتہا کہ فجر کا وقت طلوع صبح سے شروع ہوکر طلوعِ شمس پر ختم ہوتا ہے اور ظہر کا زوال شمس سے سایہ اصلی کے سوا ایک مثل یا دو مثل سایہ ہونے تک اس کا ذکر قرآن مجید میں کہاں ہے، وضو کی ناقض یہ یہ چیزیں ہیں اور غسل کی یہ یہ، اور نماز ان ان چیزوں سے فاسد ہوتی ہے ان کی تفصیل قرآن مجید میں کہاں ہے؟ —— جب وہ ان سوالوں سے عاجز ہوگا اور اپنے کفر وجہل کا اقرار کر کے تائب ہوگا اس وقت ہم اسے بتادیں گے کہ جن چیزوں کا وہ منکر ہے وہ سب قرآن مجید سے ثابت ہے، اور ساتھ ہی یہ بتائے کہ اس نے اس قرآن موجود کو بے کم وبیش قرآن منزل من اللہ کیونکر مانا، کیا اللہ خود اس کے ہاتھ میں قرآن مجید دے گیا؟ اور جب نہیں تو دلیل دے اور سمجھ رکھے کہ اس دلیل سے جو کچھ ثابت ہوگا سب ماننا پڑے گا ورنہ قرآن بھی ہاتھ سے کھوئے گا، کھویا تو ہے ہی جھوٹے زبانی اقرار سے بھی ہاتھ دھوئیگا۔

ان اللہ لا یهدی القوم الفسقین[3] (بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ ت) ——

یہ مسائل جن کا ثبوت ہم نے قرآن عظیم سے دینا اس کے ذمہ لازم کیا ہے اس طرح لکھے جس طرح

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

[2] ؍؍ ۲۴/ ۴۰

[3] ؍؍ ۶۳/ ۶

ہم مسلمانوں میں ہے، اس کے نزدیک اگر اور طور پر ہوں تو جس طرح اس کے اعتقاد میں ہیں انھیں کا ثبوت قرآن مجید سے دے کہ نماز ہر روز کے وقت کی فرض ہے، ہر وقت کی ابتدا انتہا کیا ہے، نمازمیں کیا کیا فرائض ہیں، ان کی ترتیب اور پڑھنے کی ترکیب کیا ہے، وضو وغسل کی ناقض کیا کیا ہیں، ہر وقت کی نمازیں کے رکعتیں ہیں، کس کس چیز سے فاسد ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۱۲، ۳۱۳)

(۱۳۱) زید ارکانِ شریعت کا منکر اور تمام رسوماتِ ہندوانہ کا مرتکب ہے۔ عمر نے زید سے توبہ کرائے بغیر اپنی بیٹی کا نکاح زید کے بیٹے سے کر دیا اور مسلمانوں کے منع کرنے کی کوئی پروا نہ کی، ان کے بارے میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں زید کافر مرتد ہے۔ اس سے سلام، کلام مسلمانوں کو حرام۔ اس کی شادی غمی میں شرکت حرام۔

قال اللّٰہ تعالیٰ واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

بیمار پڑے تو اُسے پوچھنے جانا حرام، اس کے جنازہ کی نماز حرام، اس کی قبر پہ جانا حرام۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تصلّ علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہ[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہونا۔ (ت)

عمر اس کے سب افعال پہ آگاہ ہے اور اس نے توبہ بھی لینا نہ چاہی اور ایسی قرابت اس کے ساتھ کی، مبتلائے گناہِ عظیم و مستحقِ عذابِ الیم ہوا۔

قال اللہ تعالیٰ انکم اذا مثلھم[3]، وقال اللہ تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " " ۹/ ۸۴

[3] " " ۴/ ۱۴۰

منہم[1]، وقال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

زید و عمر اگر توبہ نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ انھیں یک لخت چھوڑ دیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۰)

(۳۲) مرزائی کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

اگر وُہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لئے پیش کرنا اور پرلے سرے کی دیّوثی ہے۔ ایسا شخص سخت فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

ورنہ اس کے سخت بے احتیاط اور دین میں بے پروا ہونے میں کوئی شُبہہ نہیں، اور اگر ثابت ہو کہ وُہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر مرتد ہے۔ علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ:

من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[4]۔

جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت حیات کے سب علاقے اس سے قطع کر دیں، بیمار

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱ [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[3] " " ۶/ ۶۸
[4] حسام الحرمین باب المعتمد والمستند مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

پڑے پُوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اُس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اُس کی قبر پر جانا حرام۔

قال اللہ تعالٰی و لا تصلّ علٰی احد منھم مات ابدًا و لا تقم علٰی قبرہٖ[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۱)

(۳۳) بحجہ شرکت عبادت گاہ کفار کو فرض و سنت و مستحب ٹھہراتا ہے۔ اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

شرکت عبادت گاہ کفار صریح کفر ہے کیونکہ ہدایت یا رَد کو جانا شرکت نہیں ہو سکتا۔ کتبِ دینیہ میں تصریح ہے کہ معابدِ کفار میں جانا مکروہ ہے کہ ماوائے شیاطین ہیں کما فی رد المحتار وغیرہ (جیسا کہ ردّ المحتار وغیرہ میں ہے۔ت) نہ کہ شرکت کہ صریح کفر ہے اور کفر کو ہلکا جاننا بھی کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ مستحب بلکہ سنّت بلکہ فرض ٹھہرانا۔

اباللہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[2]۔

کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۴)

(۳۴) حنفیوں کے لباس میں وہابیوں کی حمایت کرنے والے گستاخ مفسرین و فقہائے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

عجب ہے کہ سائل اس سے وُہ کلمات نقل کر کے پھر اس کا مقلد ہونا پُوچھتا ہے وہ مقلد ضرور ہے مگر ابلیس کا۔

قال اللہ تعالٰی "استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن ط الا انّ حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان پر شیطان غالب آگیا تو انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۴)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۸۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶
[3] " ۵۸/ ۱۹

(۳۵) کراماتِ اولیاء کے منکر اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گستاخ کے بارے میں فرمایا:
کراماتِ اولیاء کا انکار گمراہی ہے،

قال اللہ تعالیٰ کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا ج قال یٰمریم انّٰی لک ھذا ط قالت ھو من عند اللہ ط ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ○[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب زکریا اس کے پاس اسکی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اسکے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں، وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے گنتی دے۔ (ت)

وقال اللہ تعالیٰ "قال الذی عندہ علم من الکتٰب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک[2]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ (ت)

اور حضور ولی الاولیاء، غوث الاقطاب، ملاذ الابدال والافراد رضی اللہ عنہ وعنہم کی شانِ اقدس میں زبان درازی نہ کرے گا مگر رافضی تبرائی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴، ص ۳۲۴، ۳۲۵)

(۳۶) آیت میں خاتم النبیین کے معنی مشہور میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کفر ہے۔ چنانچہ فرمایا:
حضور پُرنور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنی شک و شبہہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیۂ کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین[4] (لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ ت) وحدیث متواتر لا نبی بعدی[5] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ت) سے تمام امتِ مرحومہ نے سلفاً و خلفاً یہی معنی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۳۷ [2] القرآن الکریم ۲۷/ ۴۰
[3] 〃 ۲۶/ ۲۲۷ [4] 〃 ۳۳/ ۴۰
[5] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱
جامع الترمذی کتاب الفتن امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۸

سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاتخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ فتاوٰی یتیمۃ الدہر و اشباہ و النظائر و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

اذا لم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات[1]

جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔ (ت)

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے:

کذلك (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ (الٰی قولہ) فھٰؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبرانہ خاتم النبیین ولا نبی بعدہ واخبرعن اللہ تعالٰی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علٰی حمل ھذا الکلام علٰی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شك فی کفر ھٰؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا[2]۔

یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالٰی کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے، اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا و رسول کی مراد ہے، نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص، تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکمِ اجماعِ امت و بحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

---

[1] الاشباہ والنظائر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۶
فتاوٰی ہندیۃ باب احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۳
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۷۱ و ۱۷۲

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

ان الامۃ فھمت من ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیانات لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص۔[1]

یعنی تمام اُمتِ مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم و استغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نصِ قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں:

تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ یستلزم تکذیب القراٰن اذ قد نص علٰی انہ خاتم النبیین واٰخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لانبی بعدی واجمعت الامۃ علٰی ابقاء ھذا الکلام علی ظاھرہ وھذہ احدی المسائل المشھورۃ التی کفرنا بھا الفلاسفۃ لعنھم اللہ تعالٰی۔[2]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیبِ قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن عظیم تصریح فرماچکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین وآخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں فرمایا: میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم و استغراق بلا تاویل و تخصیص، اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جن کے سبب ہم اہلِ اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو۔ اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے۔

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد

---

[1] الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی المکتبۃ الادبیہ مصر ص ۱۱۴

[2] المعتقد المنتقد بحوالہ المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیہ تجویز نبی بعدہ کفر مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۱۵

میں فرماتے ہیں :

بحمدہ اللہ تعالٰی ایں مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تر ازاں ست کہ آں را بکشف وبیان حاجت افتد، خدائے تعالٰی خبر داد کہ بعد از وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی دیگر نباشد و منکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلاً در نبوت او صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر بر رسالت او معترف بودے وے را در ہرچہ ازاں خبر داد صادق دانستے وبہماں جہتہا کہ از طریق تواتر رسالت او بیش ما درست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باز پسیں پیغمبران ست در زمانِ او وتا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد وہرکہ دریں بہ شک ست دراں نیز بہ شک ست و نہ آں کس کہ گوید کہ بعد او وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود آں کس نیز کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافرست اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

بحمداللہ تعالٰی یہ مسئلہ اہلِ اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالٰی نے خود اطلاع فرمادی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ تو اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا توجو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت ونبوت تواتر سے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے۔ خاتم الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے۔ (ت)

بالجملہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2] مثل حدیث متواتر لا نبی بعدی[3] قطعاً عام اور اس میں مراد استغراقِ تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل وتخصیص نہ ہونے پر اجماعِ امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قال وقیل اصلاً مسموع نہیں، جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ "خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعتِ مطہرہ کا مروج وتابع ہو کر آئے

---

[1] المعتمد فی المعتقد [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱

جامع الترمذی کتاب الفتن امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۸

کچھ حرج نہیں" اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجّال نے کہا تھا کہ "تقدم[1] و تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں خاتم بمعنی آخر لینا خیالِ جُہّال ہے بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے"۔ اور اسی مضمون ملعون کو دجّال اوّل نے یُوں[2] ادا کیا کہ "خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے"۔ ایک اور مرتد نے لکھا "خاتم النبیین[3] ہونا حضرت رسالت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے، پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں جموع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں"۔ چند اور خبیثوں نے لکھا کہ "الف[4] لام خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو اور رہی عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں"۔ ان شیاطین سے بڑھ کر اور بعض ابلیسیوں نے لکھا کہ "اہلِ اسلام[5] کے بعض فرقے ختمِ نبوت کے ہی قائل نہیں اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے"۔

الٰی غیر ذٰلک من الکفریات الملعونۃ والارتدادات المشحونۃ بنجاسات ابلیس و قاذورات التدلیس لعن اللہ قائلہا وقاتل اللہ قابلیہا۔

ان کے علاوہ دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کی پلیدیوں کو متضمن ہے، اس کے قائل پر اللہ تعالٰے کی لعنت ہو اور اسے قبول کرنے والے کو اللہ تعالٰے برباد فرمائے۔ (ت)

یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم و استغراق "النبیین" میں تشویش و تشکیک سب کفر صریح و ارتداد قبیح، اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ و غیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین سے اب تک تمام اُمتِ مرحوم نے اسی معنی ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی تام

---

[1] تحذیر الناس نانوتی ۱۲

[2] مواہب الرحمٰن قادیانی ۱۲

[3] مناظرہ احمدیہ ۱۲

[4] ناصر المومنین سہسوانی ۱۲

[5] تحریر اسمی زندیق پشاوری ۱۲

پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً و خلفاً ائمۂ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتبِ احادیث و تفسیر و عقائد و فقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۳۳ تا ۳۳۷)

(۳۷) قرآن مجید میں انبیاء و رسل کا ذکر متعدد و مختلف وجوہ سے وارد ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن عظیم میں حضرات انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک بہت وجوہِ مختلفہ سے وارد:

(۱) فرداً فرداً خواہ بتصریح اسماء یہ صرف چھبیس[۲۶] کے لئے ہے:

آدم[۱]، ادریس[۲]، نوح[۳]، ہود[۴]، صالح[۵]، ابراہیم[۶]، اسحٰق[۷]، اسمٰعیل[۸]، لوط[۹]، یعقوب[۱۰]، یوسف[۱۱]، ایوب[۱۲]، شعیب[۱۳]، موسیٰ[۱۴]، ہارون[۱۵]، الیاس[۱۶]، الیسع[۱۷]، ذوالکفل[۱۸]، داؤد[۱۹]، سلیمان[۲۰]، عزیر[۲۱]، یونس[۲۲]، زکریا[۲۳]، یحییٰ[۲۴]، عیسیٰ[۲۵]، محمد[۲۶] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔

یا بر سبیل ابہام مثل قال لهم نبيهم[۱] (اشمویل) (ان کو ان کے نبی (شمویل) نے کہا) واذ قال موسٰى لفتٰه (یوشع) فوجدا عبدا من عبادنا[۲] (خضر) علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے نوجوان (یوشع) سے کہا تو پایا حضرت موسیٰ اور یوشع نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ حضرت حضرت خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ت)

(۲) یا بر سبیل عموم و استغراق، اور یہی او فرو اکثر ہے، مثل قولہ تعالیٰ:

قولوا اٰمنا بالله وما انزل الينا (الٰی قولہ تعالیٰ) وما اوتی النبيون من ربهم لا نفرق بين احد منهم[۳]، وقال تعالیٰ ولٰكن البر من اٰمن بالله واليوم الاٰخر والملٰئكة والكتٰب والنبيين[۴]، وقال تعالیٰ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض[۵]، وقال تعالیٰ كل اٰمن بالله وملٰئكته وكتبه ورسله[۶]، وقال تعالیٰ لا نفرق بين احد من رسله[۷]، وقال تعالیٰ وما اوتی موسٰى وعيسٰى والنبيون من ربهم لا نفرق بين احد منهم[۸]، و

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۷ و ۲۴۸ [۲] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۰ تا ۶۵
[۳] 〃 ۲/ ۱۳۶ [۴] 〃 ۲/ ۱۷۷
[۵] 〃 ۲/ ۲۵۳ [۶] 〃 ۲/ ۲۸۵
[۷] 〃 ۲/ ۲۸۵ [۸] 〃 ۳/ ۸۴

قال تعالیٰ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین[1]، وقال تعالیٰ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منہم اولٰئک سوف یؤتیہم اجورہم[2]، وقال تعالیٰ فاٰمنوا باللہ ورسولہ[3]، وقال تعالیٰ لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ و اٰمنتم برسلی وعزرتموہم[4]، وقال تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم[5]، وقال تعالیٰ وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین[6]، وقال تعالیٰ فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین[7]، وقال تعالیٰ عن المؤمنین لقد جاءت رسل ربنا بالحق[8]، وقال تعالیٰ عن الکافرین قد جاءت رسل ربنا بالحق فہل لنا من شفعاء[9]، وقال تعالیٰ ثم ننجی رسلنا والذین اٰمنوا[10]، وقال تعالیٰ واتخذوا اٰیٰتی ورسلی ہزوا[11]، وقال تعالیٰ اولٰئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین[12]، وقال تعالیٰ انی لا یخاف لدی المرسلون[13]، وقال تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقہم ومنک ومن نوح[14]، وقال تعالیٰ ہذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون[15]، وقال تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین[16]، وقال تعالیٰ وسلٰم علی المرسلین[17]، و قال تعالیٰ وجایٔ بالنبیین والشہداء[18]، وقال تعالیٰ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا[19]، وقال تعالیٰ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ہم الصدیقون[20]، وقال تعالیٰ

۱؎ القرآن الکریم	۴/۶۹	۲؎ القرآن الکریم	۴/۱۵۲
۳؎ 〃	۶۴/۸	۴؎ 〃	۵/۱۲
۵؎ 〃	۵/۱۰۹	۶؎ 〃	۶/۴۸
۷؎ 〃	۷/۶	۸؎ 〃	۷/۴۳
۹؎ 〃	۷/۵۳	۱۰؎ 〃	۱۰/۱۰۳
۱۱؎ 〃	۱۸/۱۰۶	۱۲؎ 〃	۱۹/۵۸
۱۳؎ 〃	۲۷/۱۰	۱۴؎ 〃	۳۳/۷
۱۵؎ 〃	۳۶/۵۲	۱۶؎ 〃	۳۷/۱۷۱
۱۷؎ 〃	۳۷/۱۸۱	۱۸؎ 〃	۳۹/۶۹
۱۹؎ 〃	۴۰/۵۱	۲۰؎ 〃	۵۷/۱۹

اعدّت للذین اٰمنوا باللہ ورسلہ[1]، وقال تعالٰی لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت[2]، وقال تعالٰی کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی[3]، وقال تعالٰی واذا الرسل اقتت لای یوم اجلت[4] الٰی غیر ذٰلک من اٰیات کثیرۃ۔

یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا (الٰی قولہ تعالٰی) اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کچھ ملا موسٰی اور عیسٰی اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انھیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمھیں کیا جواب ملا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے۔ اور اللہ تعالٰی نے مومنین سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔ اور اللہ تعالٰی نے کفار سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور انھوں نے میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی۔ اور اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱ — [2] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۵
[3] " ۵۸/ ۲۱ — [4] " ۷۷/ ۱۱، ۱۲

فرمایا : یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیشک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور اے محبوب ! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : یہ ہے وُہ جس کا رحمان نے وعدہ دیا تھا ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور سلام ہے پیغمبروں پر ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور لائے جائیں گے انبیاء ۔ اور یہ نبی اور اس کی امت کے ان پر گواہ ہوں گے ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : تیار ہوئی ہے ان کے لئے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور جب رسولوں کا وقت آئے کس دن کے لئے ٹھہرائے گئے تھے ۔ اسی طرح دیگر کثیر آیات ہیں ۔ (ت)

(۳) یا ملحوظ بوصف قبلیت یعنی انبیائے سابقین علٰی نبینا وعلیہم الصلٰوۃ والسلام مثل قولہ تعالٰی : وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی[1] ، وقال تعالٰی وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام[2] ، وقال تعالٰی سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا ن الذین یبلغون رسٰلت اللہ[3] ، وقال تعالٰی ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك[4] ، وقال تعالٰی ما یقال لك الا ما قد قیل للرسل من قبلك[5] ، وقال تعالٰی کذٰلك یوحی الیك والی الذین من قبلك اللہ العزیز الحکیم[6] ، وقال تعالٰی وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا[7] وغیر ذٰلك ۔

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹ [2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۰
[3] " ۳۳/ ۳۸ - ۳۹ [4] " ۳۹/ ۶۵
[5] " ۴۱/ ۴۳ [6] " ۴۲/ ۳
[7] " ۴۳/ ۴۵

کھاتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک وحی کی گئی تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم سے نہ فرمایا جائے گا مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یونہی وحی فرماتا ہے تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف اللہ عزت و حکمت والا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے وغیر ذٰلک۔

(۴) یا بر سبیل معنی جنسی شامل فرد و جمع بے لحاظ خاص خصوص و شمول مثل قولہ تعالٰی:

من کان عدوا للّٰہ وملٰئکتہ ورسلہ[1]، وقولہ تعالٰی ان الذین یکفرون بایٰت اللّٰہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یأمرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم[2]، وقولہ تعالٰی ولا یأمرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا[3]، وقولہ تعالٰی ومن یکفر باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلٰلا بعیدا[4]، وقولہ تعالٰی ان الذین یکفرون باللّٰہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللّٰہ ورسلہ (الٰی قولہ تعالٰی) اولٰئک ھم الکٰفرون حقا[5] وغیرھا۔

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انھیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرالو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کو اور قیامت کو تو وہ ضرور دُور کی گمراہی میں پڑا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جُدا کردیں (الٰی قولہ تعالٰی) یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر وغیرہا۔

(۵) یا خاص خاص جماعت خواہ اس کا خصوص کسی وصف یا اضافت یا اور وجوہ بیان

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۹۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۲۱
[3] " " ۳/ ۸۰ [4] " " ۴/ ۱۳۶
[5] " " ۴/ ۱۵۰ و ۱۵۱

سے نفس کلام میں مذکور اور اس سے مستفاد ہو مثل قولہ تعالٰی :

ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ بالرسل[1]، وقال تعالٰی فی بنی اسرائیل : ولقد جاءتھم رسلنا بالبینٰت[2]، وقال تعالٰی فی التوراۃ : یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا[3]، وقال تعالٰی بعد ماذکر نوحا ثم رسولا اٰخر : ثم ارسلنا رسلنا تترا، ثم قال ثم ارسلنا موسٰی[4]، وقال تعالٰی : انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ[5]، فالمراد من بین ھود وموسٰی علیھم الصلٰوۃ والسلام، وقال تعالٰی : فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد وثمود اذجاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم[6]، وقال تعالٰی بعد ذکر نوح وابراھیم : ثم قفینا علٰی اٰثارھم برسلنا[7]

اور بیشک ہم نے موسٰی کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔ اور اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا : اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے۔ اور اللہ تعالٰے نے توراۃ میں فرمایا : اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی۔ اور اللہ تعالٰے نے نوح علیہ السلام پھر ایک رسول کے ذکر کے بعد فرمایا : پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک کے پیچھے دوسرا۔ پھر فرمایا : پھر ہم نے موسٰی کو بھیجا۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا : بیشک اے محبوب ! ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی ان سے ہُود اور موسٰی کے درمیان والے نبی علیہم الصلٰوۃ والسلام مراد ہیں۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا : تو تم فرماؤ کہ میں تمھیں ڈراتا ہُوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد و ثمود پر آئی تھی جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ اور اللہ تعالٰے نے نوح اور ابراہیم کے ذکر کے بعد فرمایا : پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے۔ (ت)

یا بوجہ عہد حضوری مثل قولہ تعالٰے :

قال یقوم اتبعوا المرسلین[8]۔ (بولا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۷
[2] القرآن الکریم ۵/ ۳۲
[3] " ۵/ ۴۴
[4] " ۲۳/ ۴۴ و ۴۵
[5] " ۴/ ۱۶۳
[6] " ۴۱/ ۱۳ و ۱۴
[7] " ۵۷/ ۲۷
[8] " ۳۶/ ۲۰

یا ذکری مثل قولہ تعالٰی :

فی قوم نوح وھود وصالح ولوط وشعیب بعد ما ذکرھم علیھم الصلوٰۃ والسلام تلک القرٰی نقص علیک من انباءھا ولقد جاءتھم رسلھم بالبینٰت[1]۔

نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمھیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے۔ (ت)

یا علمی مثل قولہ تعالٰی :

واضرب لھم مثلا اصحٰب القریۃ اذ جاءھا المرسلون[2]، وقال تعالٰی سنکتب ما قالوا وقتلھم الانبیاء بغیر حق[3]، وغیر ذٰلک۔

اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔ اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا وغیر ذٰلک۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۴۲ تا ۳۴۸)

(۳۸) آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" میں النبیین پر الف لام استغراقی نہ ماننے سے آیۂ کریمہ کے معانی کیا ہوتے ہیں۔ اس پر تفسیری بحث کرتے ہوئے فرمایا :

اب **اولاً** اگر آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[4] (اور ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہو جیسا کہ یہ طائفہ خارجیہ گمان کرتا ہے اور وہ یہاں نہیں مگر ذکری، اور ذکر کو دیکھ کر کہ اتنے وجوہِ مختلفہ پر ہے اور ان میں صرف ایک وجہ وہ ہے جو بداہۃً کلامِ کریم میں مراد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یعنی وجہ سوم کہ جب انبیاء موصوف بوصف قبلیت ومفید بقید سبقت لے لئے گئے یعنی وہ انبیاء جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے ہیں تو اب حضور کو ان کا خاتم ان کا آخر ان سے زمانے میں متاخر کہنا محض لغو وفضول وکلام مہمل ومعطل ومغسول ہوگا جس کا حاصل حمل اولٰے بدیہی مثل زید زید سے زائد نہ ہوگا کہ جب ان کو حضور سے اگلا کہہ دیا حضور کا ان سے پچھلا ہونا آپ ہی معلوم ہوا اسے بالخصوص مقصود بالافادہ رکھنا قرآن عظیم تو قرآن عظیم اصلاً کسی عاقل انسان کے کلام کے لائق نہیں، نہ کہ وہ بھی مقامِ مدح میں کہ :

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۰۱
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۳
[3] ″ ۳/ ۱۸۱
[4] ″ ۳۳/ ۴۰

چشمانِ تو زیرِ ابروانند   دندانِ تو جملہ در دہانند

(تمھاری آنکھیں زیرِ ابرو ہیں اور تمام دانت منہ کے اندر ہیں۔ ت)

سے بھی بدتر حالت میں ہے کہ شعر نے کسی افادہ کی عبث تکرار نہ کی اور بات جو کہی وہ بھی واقعی تعریف کی تھی، احسن تقویم[1] (اچھی صورت۔ ت) سے بعض اوضاع کا بیان ہے اسے مقامِ مدح میں یوں مہمل جانا گیا ہے کہ ایک عام مشترک بات کا ذکر کیا ہے بخلاف اس معنی کے کہ اس میں صراحۃً عبث موجود اور معنیٰ مدح بھی مفقود، اور پھر عموم و اشتراک بھی نقدِ وقت کہ ہر شَے اپنے اگلے سے پچھلی ہوتی ہے، غرض یہ وجہ تو یوں مندفع ہو جائے گی کہ اصلاً محلِ افادہ و صالح ارادہ نہیں، اور اس طائفہ خارجیہ کے طور پر وجہ دوم کو بھی نامحتمل مان لیجئے پھر بھی اول و چہارم و پنجم میں خود وجوہِ کثیرہ ہیں، کہیں من بعد موسٰی، کہیں من بعد نوح، کہیں انبیاءِ بنی اسرائیل، کہیں من بعد ھود و موسٰی، کہیں صرف انبیائے عاد و ثمود، کہیں انبیائے قومِ نوح و عاد و ثمود، کہیں من بعد ابراھیم قوم لوط و مدین وغیر ذالک۔ بہر حال ذکر وجوہ کثیرہ مختلفہ پر آیا ہے اور یہاں کوئی قرینہ و بیّنہ نہیں کہ ان میں ایک وجہ کی تعیین کرے تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون سے مذکور کی طرف اشارہ ہوا، پھر عہد کہاں رہا، سرے سے عہد کا مبنیٰ ہی کہ تعیین ہے منہدم ہو گیا کہ اختلاف و تنوع مطلقاً منافی تعین، نہ کہ اتنا کثیر، پھر عہدیت کیونکر ممکن۔

ثانیاً جب کہ اتنی وجوہ کثیرہ محتمل اور قرآنِ عظیم نے کوئی وجہ بیان نہ فرمائی۔ حدیث کا بیان صحیح تو وہی عموم و استغراق ہے کہ لانبی بعدی[2] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ت) کما سیأتی۔ اس تقدیر پر جب اشارہ ذکرا استغراق کی طرف ٹھہرا عہد و استغراق کا حاصل ایک ہو گیا اور وہی احاطہ تامہ کہ معتقد اہلِ اسلام تھا ظاہر ہوا مگر یہ اس طائفے کو منظور نہیں، لاجرم آیت کہ برتقدیرِ عہدیت مجمل تھی بے بیان رہی اور وہی منقطع ہو کر متشابہات سے ہو گئی، اب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا محض اقرارِ لفظ بے فہم معنی رہ گیا جس کی مراد کچھ معلوم نہیں، کوئی کافر خود زمانۂ اقدس حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں کتنے ہی انبیاء مانے، حضور کے بعد ہر قرن و طبقہ و شہر و قریہ میں ہزار ہزار اشخاص کو نبی جانے خود اپنے آپ کو رسول اللہ کہے، اپنے استاذوں کو مرسلین اولوا العزم بتائے، آیۂ کریمہ اس کا بال بیکا نہیں کرسکتی کہ

---

[1] القرآن الکریم ۹۵/ ۴

[2] صحیح البخاری باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱
جامع الترمذی کتاب الفتن امین کمپنی دہلی ۲/ ۴۵

آیت کے معنٰی ہی معلوم نہیں جس سے حجت قائم ہو سکے، کیا کوئی مسلمان ایسا خیال کرے گا، حاشا وکلاّ۔

ثالثاً میں تکثّر و تزاحم معانی پر کیوں بنا کروں سوائے استغراق کوئی معنی لے لیجئے سب پر یہی آتش درکاسہ رہے گی کہ پچھلی جھوٹی کاذبہ ملعونہ نبوتوں کا در آیت بند نہ کر سکے گی، معنی اول یعنی افراد مخصوصہ معیّنہ مراد لئے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں معدود انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم ٹھہرے جن کا نام یا ذکر معیّن علی وجہ الابہام قرآن مجید میں آگیا ہے جن کا شمار تیس چالیس نبی تک بھی نہ پہنچے گا، یُوں ہی بر تقدیر معنی پنجم یعنی جماعات خاصہ خاص اپنی جماعت کے خاتم ٹھہریں گے، باقی جماعات صادقہ سابقہ کے لئے بھی خاتمیت ثابت نہ ہو گی، چہ جائے جماعات کاذبہ آئندہ اور معنی سوم میں صاف تخصیص انبیائے سابقین کی ہو جائے گی کہ جو نبی پہلے گزر چکے ان کے خاتم ہیں تو پچھلوں کی کیا بندش ہوئی بلکہ پیچھے اور آئے تو وہ ان کے بھی خاتم ہوں گے، رہے معنی چہارم جنسی اس میں جمیع مراد لینا اس طائفہ کو منظور نہیں ورنہ وہی ختم الشیئ لنفسہ لازم آئے، لاجرم مطلقاً کسی ایک فرد کے اختتام سے بھی خاتمیت صادق مانے گا کہ صدق علی الجنس کے لئے ایک فرد پر صدق کافی ہے تو یہ سب معانی سے اخس وارذل ہوا اور حاصل وہی ٹھہرا کہ آیت بہر نہج فقط ایک دو یا چند یا کل گزشتہ پیغمبروں کی نسبت صرف اتنا تاریخی واقعہ بتاتی ہے کہ ان کا زمانہ ان کے زمانے سے پہلے تھا، اس سے زیادہ آئندہ نبوتوں کا وُہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی، نہ ان سے اصلاً بحث کرتی ہے، طوائف ملعونہ فہدویہ وقادیانیہ و امیریہ و نذیریہ و نانوتویہ وامثالہم لعنہم اللہ تعالٰی کا یہی تو مقصود تھا، وہ اس طائفہ خارجیہ نے جی کھول کر امتا یہ کرلیا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) اصل بات یہ ہے کہ معانی قطعیہ جو تمام مسلمین میں ضروریاتِ دین سے ہوں جب ان پر نصوص قطعیہ پیش نہ کئے جائیں تو مسلمانوں کو احمق بنا لینا اور معتقداتِ اسلام کو مخیلاتِ[ع1] عوام ٹھہرا دینا ایسے خبثاء کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور نصوص میں احادیث پر نہ عام لوگوں کی نظر نہ ان کے جمع طرق وادراک[ع2] تواتر پر دسترس، وہاں ایک ہش میں کام نکل جاتا ہے کہ یہ باب عقائد ہے، اس میں بخاری و مسلم کی بھی صحیح احادیث نہیں

ع۱ دیکھو تحذیر الناس

ع۲ دیکھو براہین قاطعہ گنگوہی

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

مردود ہیں۔ ہاں ایسی جگہ ان ہیہے کے اندھوں کی کچھ کور دبتی ہے تو قرآن عظیم سے کہ بغرض تلبیسِ عوام برائے نام اسلام کا ادعا ہوکر، قرآن پر صراحۃً انکار کا ٹوٹو خرد ر گل ہے، لہذا وہاں تحریفِ معنوی کے چال چلتے اور کلام اللہ کو اُلٹتے بدلتے ہیں کہ جب آیت سے مسلمانوں کو ہاتھ خالی کرلیں پھر گونہ وحیِ شیطانی کا راستہ کُھل جائے گا "واللہ متم نورہ ولوکرہ الکفرون"[1] (اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے اگرچہ بُرا مانیں کافر۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۴۸ تا ۳۵۱)

(۳۹) آیت کریمہ میں النبیین پر الف عہد خارجی کا ہونا محال ہے۔ اگر اُسے عہد خارجی کا فرض کر بھی لیں تب بھی استغراق ہی ثابت ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

اقول اوّلاً اگر یہ مدعیانِ عقل اسی اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کو سمجھتے اور قرآن عظیم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وجوہ ذکر کو دیکھتے تو یقین کرتے کہ آیۂ کریمہ "ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین"[2] (اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء میں سے آخری ہیں۔ ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہونا محال ہے کہ بوجہ تنوع وجوہ ذکر و عدمِ اولویت و ترجیح جس کا بیان مشرعاً گزرا، کمال تمیز جدا سرے سے کسی وجہ معین کا امتیاز ہی نہ رہا تو یہی عبارت شاہد ہے کہ یہاں "عہد خارجی" ناممکن، کاش مکر کے لئے بھی کچھ عقل ہوتی تو اس کی جگہ توضیح ہی کی گول عبارت "العہد ھوالاصل ثم الاستغراق ثم تعریف الطبیعۃ"[3] (عہد اصلی ہے پھر استغراق اور پھر جنس۔ ت) کی نقل ہوتی کہ خود نفس عبارت تو ان کی جہالت سفاہت پر شہادت نہ دیتی اگرچہ اس سے دو[a] ہی سطر پہلے اسی توضیح میں متن تنقیح کی عبارت "ولا لبعض الافراد لعدم الاولویۃ"[4] (اور نہ بعض افراد کیونکہ اولیٰ نہیں۔ ت) اس کی صفرا شکنی کو بس ہوتی مگر یہ کیونکر کھلتا کہ طائفہ طائفہ کو دوست و دشمن میں تمیز نہیں صریح مضر کو نافع سمجھتا ہے لہذا نام تو لیا توضیح کا اور براہِ

---

[a] دیکھو تحذیر الناس

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۸

[2] " ۳۳/ ۴۰

[3] التلویح والتوضیح علی التنقیح من الفاظ العام الجمع المعرف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۴۵

[4] " " " المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۴۷

بدقسمتی عبارت نقل کردی تلویح کی، جس میں صاف صریح ان عقلاء کی تسفیہ اوران کے وہم کا سد کی تقبیح تھی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیًا توضیح کا مطلب سمجھنا تو بڑی بات، خود اپنا ہی لکھا نہ سمجھا کہ جب عہد خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔ ہم اوپر واضح کر آئے کہ عہد خارجی مزعوم طائفہ خارجیہ سے معنی درست نہیں ہوسکتے۔ آیہ کریمہ قطعاً آئندہ نبوتوں کا دروازہ بند فرماتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے یہی معنی اس کے بیان فرمائے۔ تمام اُمّت نے سلفاً خلفاً اس کے یہی معنی سمجھے اور اس عہد خارجی پر آیت کو اس سے کچھ مس نہیں رہتا، تو واجب ہے کہ استغراق مراد ہو، اسی تلویح میں اسی عبارت منقولہ طائفہ کے متصل ہے:

ثم الاستغراق (الٰی ان قال) فالاستغراق ھو المفھوم من الاطلاق حیث لاعھد فی الخارج خصوصا فی الجمع (الٰی قولہ) ھذا ما علیہ المحققون[1]۔

پھر استغراق (تا) اطلاق سے استغراق مفہوم ہوتا ہے جہاں عہد خارجی نہ ہو خصوصًا جمع میں (تا) محققین کی یہی رائے ہے۔ (ت)

ثالثًا بہت اچھا اگر فرض کریں کہ لام عہد خارجی کے لئے ہے تو اس سے بھی قطعاً یقیناً استغراق ہی ثابت ہوگا کہ وجوہ خمسہ سے اول وسوم وپنجم کا بطلان تو دلائل قاہرہ سے اوپر ثابت ہو لیا اور واضح ہوچکا کہ خود جن سے کلامِ الٰہی کا اولاً واصالۃً خطاب تھا یعنی حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انھوں نے ہرگز اس آیت سے صرف بعض افرادِ معیّنہ یا کسی جماعتِ خاصہ کو نہ سمجھا اب نہ رہیں، مگر وجہ دوم وچہارم یعنی وہ جو قرآن عظیم میں بروجہ اکثر واوفر ذکر انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام بروجہ عموم واستغراق تام ہے اسی وجہ معہود کی طرف لام النبیین مشیر ہے تو اس عہد کا حاصل بحمداللہ تعالٰی وہی استغراق کامل جو مسلمانوں کا عقیدۂ ایمانیہ ہے یا ذکرِ جنسی کی طرف اشارہ ہے اور ختم کا حاصل نفی معیت وبعدیت ہے، جیسے اولویت بمعنی نفی معیت وقبلیت تعریفات علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف میں ہے،

الاول فرد لایکون غیرہ من جنسہ سابقا علیہ ولا مقارنا لہ[2]۔

اول فرد ہے کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس اس سے پہلے نہیں اور نہ اسکے ساتھ متصل ہے۔ (ت)

---

[1] التلویح والتوضیح علی التنقیح الفاظ العام الجمع المعرّف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۵۰

[2] التعریفات باب الالف دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۸

حدیث شریف میں ہے:

انت الاول فلیس قبلک شئ وانت الاٰخر فلیس بعدک شئ[1]۔ رواہ مسلم فی صحیحہ والترمذی واحمد وابن ابی شیبۃ وغیرھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وللبیھقی فی الاسماء والصفات عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یدعو بھؤلاء الکلمات اللھم انت الاول فلا قبلک شئ وانت الاٰخر فلا شئ بعدک[2] الحدیث۔

تُو اوّل ہے تجھ سے پہلے کوئی شئ نہیں اور تُو آخر میں ہے تیرے بعد کوئی شئ نہیں۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں، ترمذی، امام احمد اور ابن ابی شیبہ وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دُعا فرمایا کرتے: اے اللہ! تُو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شئے نہیں اور تُو آخر ہے تیرے بعد کوئی شئے نہیں۔ (ت)

تو خاتم النبیین کا حاصل ہمارے حضور پُرنور صلّے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد جنس نبی کی نفی ہوئی اور جنس کی نفی عرفاً ولغۃً وشرعاً جملہ افراد ہی سے ہوتی ہے ولہذا لائے نفی جنس صیغ عموم سے ہے جیسے لا رجل فی الدار، ولہذا لا الٰہ الّا اللہ ہر غیر خدا سے نفیِ الوہیت کرتا ہے، یوں بھی استغراق ہی ثابت ہوا، وللہ الحمد۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۵۳ تا ۳۵۵)

(۴۰) نبی کریم صلّے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عبدیت وبشریت کی نفی کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ تعالٰے کے بندے نہیں وہ قطعاً کافر ہے۔

اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قال اللہ تعالٰی وانہ لمّا قام عبد اللہ یدعوہ[3]، وقال تعالٰی تبارک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا[4]، وقال تعالٰی سبحٰن الذی اسرٰی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الدعاء عند النوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۸
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الدعا حدیث ۲۹۳۰۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۰
[2] الاسماء والصفات للبیھقی باب ذکر الاسماء التی تتبع اثبات الباری الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۱/ ۱۲
[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۹
[4] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

بعبدہٖ[1]، وقال تعالٰی وان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا[2]، وقال تعالٰی الحمد ﷲ الذی انزل علٰی عبدہ الکتٰب[3]، وقال تعالٰی فاوحٰی الٰی عبدہ ما اوحٰی[4]

میں گواہی دیتا ہوں بلاشبہہ حضرت محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ تعالٰے کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہو۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر تمھیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (ت)

اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع و اعلٰی ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔

قال تعالٰی "قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا[5]" واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۵۷، ۳۵۸)

(۱۴) ایک مسلمان کہلوانے والے شخص نے دفعِ مرض کے لئے تین بار بُت پرستی کا ارتکاب کیا اور بار بار توبہ کرکے توڑ دیتا رہا اور کہتا ہے کہ میں نے مولوی سے معلوم کر لیا ہے کہ ضرورتاً ایسا کرنا جائز ہے، ایسے شخص کے بارے میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں وہ کافر ہے، اور وہ مولویوں پر افترا کرتا ہے، کوئی مولوی ایسا نہیں کہہ سکتا، اور اگر کسی نام کے مولوی نے مرض سے شفا کے واسطے غیر خدا کی پُوجا جائز کر دی ہو تو وُہ بھی کافر ہے، اور یہ شخص جب کہ تین بار ایسا کر چکا اب مسلمان اسے ہرگز نہ ملائیں اگرچہ توبہ ظاہر کرے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱
[2] القرآن الکریم ۲/۲۳
[3] 〃 ۱۸/۱
[4] 〃 ۵۳/۱۰
[5] 〃 ۱۷/۹۳

وُہ جھوٹا ہے اور فریب دیتا ہے۔ اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے :

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا[1] لن تقبل توبتھم و اولٰئك ھم الضالون[2]

بیشک وُہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر اور کفر میں بڑھے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۶۴)

(۴۲) ایک شخص نے آیت کریمہ فلا وربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما سے غلط استدلال کرتے ہوئے ملکی قانون سے اپنے اختلاف طے کرانے پر عامۂ مسلمین حتّٰی کہ خود اپنی بھی تکفیر کر دی۔ اس کے غلط استدلال کا رَد کرتے ہُوئے فرمایا :

جو مدعی حق پر ہیں وہ تحکیم نہیں کرتے بلکہ اپنا حق کہ بے زورِ حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں اور مدعا علیہ کہ حق پر ہے وہ مجبور ہی ہے جواب دہی نہ کرے تو یک طرفہ ڈگری ہوجائے، ان دونوں فریقوں پر اگر آیۂ کریمہ وارد ہو تو ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں آج سے نہیں صدہا سال سے مدعی، مدعا علیہ، وکیل، گواہ سب کافر ہوں کہ عام سلطنتوں نے شرعِ مطہر سے جدا اپنے بہت سے قانون نکال لئے ہیں، اور جو مدعی جھوٹا ہے وہ ناحق دوسروں کا مال مثلاً چھیننا چاہتا ہے جس پر اپنی چرب زبانی یا مقدمہ سازی یا جھُوٹے گواہوں کے ذریعہ حکومت سے مدد لیتا ہے، یونہی جھُوٹا مدعا علیہ مثلاً دُوسرے کا دیا ہوا مال دینا نہیں چاہتا اور وہی مدد ان ذرائع کاذبہ سے لیتا ہے، یہ باتیں گناہ ہیں مگر گناہ کو کفر کہنا خارجیوں کا مذہب ہے۔ آیت اس کے بارے میں ہے جو حکمِ شریعت کو باطل جانے اور غیر شرعی حکم کو حق یا شرعی حکم جب اس کے خلاف ہو تو نہ نفسِ امّارہ کی ناگواری بلکہ واقعی دل سے اس حکم کو بُرا جانے، یہ لوگ کافر ہیں۔ یہ نہ فقط مقدمات بلکہ عبادات میں بھی جاری ہے۔ رمضان خصوصاً گرمیوں کے روزے، نماز خصوصاً جاڑوں میں صبح وعشاء کی نفسِ امّارہ پر شاق ہوتی ہے اس سے کافر نہیں ہوتا جبکہ دل سے احکام کو حق ونافع جانتا ہے، ہاں اگر دل سے نماز کو بیگار اور روزے کو مفت کا فاقہ جانے تو ضرور کافر ہے۔ اگلی آیۂ کریمہ اس معنیٰ کو خوب واضح

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۷

[2] القرآن الکریم ۳/ ۹۰

فرماتی ہے :

قال اللہ تعالیٰ ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اگر ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے ۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ نہ کرنا ان احکام کے نفس پر شاق ہونے ہی کے سبب ہے تو ثابت ہوا کہ حکم کا نفس پر شاق ہونا یہاں تک کہ اس کے سبب بجا آوریِ حکم سے باز رہنا کفر نہیں ورنہ معاذ اللہ یہ ٹھہرے گا کہ صحابہ کرام بھی گنتی ہی کے مسلمان تھے کہ فرماتا ہے :

ما فعلوہ الا قلیل منھم[2]

اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے ۔ (ت)

حالانکہ رب عزوجل جابجا ان کے سچے پکے مومن ہونے کی شہادت دیتا ہے یہاں تک کہ فرماتا ہے :

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولٰئک ھم الراشدون ۝ فضلا من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم[3]

اے محبوب کے صحابیو ! اللہ نے تمھیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمھارے دلوں میں زینت دی اور کفر و بے حکمی و نافرمانی تمھیں ناگوار کر دی ، یہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور اس کی نعمت اور اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے ۔

یہ دل کی محبت ہے کہ مدارِ ایمان و کمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بناء ہے ۔ حدیث میں فرمایا :

افضل العبادات احمزھا[4]

سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو ۔

بہرحال یہ شخص جو اپنے کفر کا مقر ہے قطعاً کافر ہے ۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۴/ ۶۶

[3] 〃 〃 ۴۹/ ۷ و ۸

[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۲۰۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۶۱

کشف الخفاء حدیث ۴۵۹ 〃 〃 〃 ۱/ ۱۴۱

مسلم قال انا ملحد یکفر و لو قال ما علمت انہ کفر لا یعذر بھذا۔[1]
اگر کسی مسلمان نے کہا میں ملحد ہوں، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور کہا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کہنا کفر ہے تو اس کا عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۴ ص ۳۶۵، ۳۶۷)

(۳۴۴) مسجد کے محراب میں یا محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) لکھا گیا، ایک وہابی نے کہا یہ بُت کیوں لکھا ہے۔ مزید کہا کہ گوروگوبند سنگھ کا نام لکھ دو، یا بُت کھڑا کر دو تو بہتر ہے۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

شخص مذکور کافر کافر، مرتد مرتد مرتد ہے،

من شك فی کفرہ فقد کفر[2]

جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام، اس سے سلام وکلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اسے اپنے پاس بیٹھنے دینا حرام، بیمار پڑے تو اُسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دینا حرام، اس کے جنازہ پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پہ جانا حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]، وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]، وقال تعالٰی ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[5]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہونا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب موجبات الکفر انواع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۹
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷
الدر المختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶
[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[5] 〃 ۹/ ۸۴

مسلمان دیکھیں وہابیہ کو یہ دشمنی ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے۔ اور پھر سادہ لوح ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتے ہیں لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ ایک یہ بات یاد رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ پاک لے کر ندا نہ چاہیئے بلکہ اس کی جگہ یا رسول اللہ ہو۔ اور دیوار پر کندہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آئینہ میں لکھ کر نصب کریں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۶۸، ۳۶۹)

(۴۴) ایک شخص کہتا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہ مردوں میں سے کسی کے باپ ہیں اور نہ ہی عورتوں میں سے۔ اس کے بارے میں فرمایا:

یہ صراحۃً آیت کریمہ یاایّھا النبی قل لازواجك وبناتك[1] (اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے فرمادو۔ ت) کی تکذیب ہے اور آیت کی تکذیب کفر۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۴ ا ص ۳۷۵)

(۴۵) احکامِ شرع میں مَن مانی کرنے والے اور اپنی بیٹی کی حرام کی کمائی کھانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

ایسا شخص سخت خبیث و مردود و دیّوث ہے، بحکمِ حدیث اس پر جنّت حرام ہے، اور بحکمِ قرآنِ عظیم اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ واِمّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

مسلمان اسے یک لخت چھوڑ دیں اور اس سے سلام، کلام، میل جول سب ترک کر دیں جب تک صدقِ دل سے توبہ نہ کرلے۔ اس سے زیادہ یہاں کیا سزا ہو سکتی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۴ ا ص ۳۷۷، ۳۷۸)

(۴۶) ایک شخص کھلم کُھلا سُود کھاتا ہے، اس کو جائز کہتا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے تم سود کے معنی نہیں جانتے۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۹ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

سُود مطلقاً حرام ہے بہت ہو یا تھوڑا۔

قال اللّٰہ تعالٰی وحرّم الرّبٰوا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حرام کیا سُود کو (ت)

زید کا اسے حلال کہنا اس کی حلّت پر اصرار کرنا موجبِ کفر ہے، اس پر توبہ فرض ہے، از سرِ نو مسلمان ہو، پھر اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاحِ جدید کرے، اور اگر نہ مانے تو مسلمان اسے قطعاً چھوڑ دیں، اس کے پاس بیٹھنا اُٹھنا حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی واما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۷۸)

(۷۴) ایک شخص حلفاً کہتا ہے میں مسلمان ہوں، حنفی ہوں وہابی نہیں ہوں، کچھ لوگ پھر بھی اعتبار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اگر اس میں کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی، نہ کوئی قوی وجہ شبہہ کی ہے تو بلاوجہ شبہہ نہ کیا جائے بدگمانی حرام ہے، اور اگر اس میں وہابیت پائی تو ثابت شدہ بات اس کی قسموں سے دفع نہ ہو جائے گی، وہابی اکثر ایسی قسمیں کھایا کرتے ہیں۔

قال اللّٰہ تعالٰی یحلفون باللّٰہ ما قالوا ط ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر بعد میں کافر ہو گئے۔ (ت)

نہ ان کی قسموں کا اعتبار،

قال اللّٰہ تعالٰی انھم لا ایمان لھم[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔ (ت)

اور اگر کسی وجہ سے شبہہ ہے تو صرف ان قسموں پر قناعت نہ کریں بلکہ اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی و

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] " ۹/ ۷۴ [4] " ۹/ ۱۲

نذیر حسین دہلوی و رشید احمد گنگوہی و قاسم نانوتوی و اشرف علی تھانوی اور ان کی کتابوں تقویۃ الایمان و معیار الحق و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان و بہشتی زیور وغیرہا کو کیسا جانتا ہے، اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بے دین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر و ضلالت سے بھری ہوئی ہیں، تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں ورنہ ضرور وہابی ہے، جھوٹوں کی قسم پر اعتبار نہ کرنا قرآن اور اللہ پر اعتبار نہ کرنا نہیں،

اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول الله و الله يعلم انك لرسوله و الله يشهد ان المنٰفقين لكٰذبون ○ اتخذوا ايمانهم جُنّة فصدّوا عن سبيل الله ط انّهم ساء ما كانوا يعملون ○[1]

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں، اور انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا تو اللہ کی راہ سے روکا، بیشک وہ بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

(۴۸) ایک شخص نے لکھ دیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک سفر میں کافر کو راہنما بنایا تھا لہٰذا ہم نے مسٹر گاندھی کو اپنا راہنما بنالیا ہے۔ اس کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

پھر یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے کہ ہنوز حکمِ جہاد نازل نہ ہوا، لکم دینکم ولی دین[2] (تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔ ت) پر عمل تھا، پھر بتدریج کفار پر تغلیظ بڑھتی گئی اور اخیر حکم ابدی ناطق وہ نازل ہوا کہ:

يٰايها النبي جاهد الكفار والمنٰفقين واغلظ عليهم وماوٰىهم جهنم ط وبئس المصير[3]

اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی)! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر، اور ان پر سختی کرو، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

پہلے کے واقعات سے سند لانا اگر جاہل سے ہو تو جہل شدید ہے اور ذی علم سے تو مکر خبیث و ضلال بعید۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۸۸)

(۴۹) کچھ لوگوں نے کہا نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عرب کے کافر قبائل سے موالات کی تھی لہذا

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۱، ۲ [2] القرآن الکریم ۱۰۹/ ۶
[3] 〃 ۹/ ۷۳ و ۶۶/ ۹

ہم کفارِ ہند سے موالات کرتے ہیں، اس کے رد میں فرمایا:

یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر افترائے محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں فرمائی، اور کیونکر فرماسکتے حالانکہ ان کا رب عزّ وجل فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[1]

تم میں جو ان سے موالات کرے وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کے رب کا ابتدائی حکم یہ تھا:

فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین[2]

اعلان کے ساتھ فرمادو جو تمھیں حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

اور انتہائی حکم یہ ہوا:

یاایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم[3]

اے نبی! تمام کافروں اور منافقوں سے جہاد فرما اور ان پر سختی و درشتی کر۔

معاذ اللہ موالات کا وقت کون سا تھا، سورہ ن شریف مکیہ ہے اس میں فرماتا ہے:

ودوا لو تدھن فید ھنون[4]

کافر اس تمنا میں ہیں کہ کہیں تم کچھ نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑیں۔

اس وقت میں مداہنت تو روا رکھی نہ گئی نہ کہ معاذ اللہ موالات۔ ائمۂ دین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف نسبتِ مداہنت کرنے والے کی تکفیر فرمائی ہے چہ جائے مفتری موالات۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۸۸، ۳۸۹)

(۵۰) مسجد میں ہندوؤں کے لیکچر کے جواز میں کچھ لوگوں نے کہا کہ مسجدِ نبوی میں وفودِ کفار قیام کرتے تھے اور کفار کا داخلہ مخصوص بمسجد الحرام ایک خاص وقت کے لئے منع تھا۔ ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

یہ کہنا کہ مسجد الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللہ عزّ وجل پر صریح افتراء ہے:

قال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱ [2] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

[3] " " ۱۹/ ۷۳ و ۹/ ۶۶ [4] " " ۹/ ۶۸

عامھم ھٰذا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجدِ حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ (ت)

یونہی یہ کہنا کہ وفودِ کفار مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے، محض جھوٹ ہے۔ اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسے جائز رکھنے کا اشعار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترائے فجار۔ حاشا کہ اللہ کا رسول گوبار بار فرمائے کہ کسی مسجد، نہ کہ خاص مسجدِ مدینۂ کریمہ میں نہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے بتوں یا مسیح کی عبادت کی جائے۔ جانتے ہو کہ اس سے ان کا مقصود کیا ہے، یہ کہ مسلمان تو اسی قدر پر ناراض ہوئے ہیں کہ مشرک کو مسجد میں مسلمانوں سے اونچا کھڑا کر کے ان کو واعظ بنایا وہ تو اس تہیّہ میں ہیں کہ ہندوؤں کو حق دیں کہ مسجد میں بت نصب کر کے ان کی ڈنڈوت کریں، گھنٹے بجائیں، سنکھ پھونکیں کیونکہ ان مفتریوں کے نزدیک خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں خود حضور کے سامنے کفار اپنے طریقہ کی عبادت کرتے تھے،

ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[2]

تمھیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کردے۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مسجد کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا، کسی کافر کی حاضری معاذ اللہ بطورِ استیلا واستعلانہ تھی بلکہ ذلیل وخوار ہو کر یا اسلام لانے کے لئے یا تبلیغِ اسلام سننے کے واسطے، کہاں یہ اور کہاں وہ جو بدخواہانِ اسلام نے کیا کہ مشرک کو بروجہ تعظیم مسجد میں لے گئے اسے مسلمانوں سے اونچا کھڑا کیا، اسے مسلمانوں کا واعظ وہادی بنایا، اس میں مسجد کی توہین ہوئی اور توہینِ مسجد حرام، مسلمانوں کی تذلیل ہوئی اور تذلیلِ مسلمین حرام، مشرک کی تعظیم ہوئی اور تعظیم مشرک حرام، بدخواہیِ مسلمین ہوئی بلکہ بدخواہیِ اسلام، پھر اسے اس پر قیاس کرنا کیسی سخت ضلالت وگمراہی ہے، طرفہ یہ کہ زبانی کہتے جاتے ہیں کہ مشرک کا بطور استعلا مسجد میں آنا ضرور حرام ہے، اور نہیں دیکھتے کہ یہ آنا بطور استعلا ہی تھا۔

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸
[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱
[3] ؍؍ ۲۲/ ۴۶

تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)
(فتاویٰ رضویہ ۱۴ ص ۳۹۰، ۳۹۱)

(۵۱) بیگم شاہی مسجد لاہور سے صوفی احمد دین صاحب نے اقوال وعقائد وہابیہ پر مشتمل ایک طویل استفتاء اعلحضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

یہ سوال کیا محتاجِ جواب ہے خود ہی اپنا جواب باصواب ہے، سائل فاضل سلّمہ نے جو اقوالِ ملعونہ ان خبثائے سے نقل کئے ہیں ان سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفر وارتداد مہین ہونا خود ضروری فی الدین و بدیہی عند المسلمین۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۱] الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[۲] ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب ط قل اباللّٰہ و اٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزء ون ۵ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[۳] یحلفون باللّٰہ ما قالوا ط ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[۴]، لعنھم اللّٰہ بکفرھم فقلیلاً ما یؤمنون[۵]، والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم[۶] ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[۷]

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷ [۲] القرآن الکریم ۱۱/۱۸
[۳] 〃 ۹/۶۵، ۶۶ [۴] 〃 ۹/۷۴
[۵] 〃 ۲/۸۸ [۶] 〃 ۹/۶۱
[۷] 〃 ۳۳/۵۷

ان آیاتِ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کے لئے بری بازگشت ہے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، ان پر اللہ کی لعنت ہے، نہ کہ وہ جو اولیاء پر ظلم کریں نہ کہ انبیاء پر، نہ کہ خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و علوِ شان اقدس پر، ان پر کیسی اشد لعنتِ الٰہی ہو گی اور ان کا ٹھکانا دوزخ کا اخبث طبقہ۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ یہ کیسے کفریاتِ ملعونہ تم نے بکے تو حیلے گھڑیں گے، بے سروپا جھوٹی تاویلیں کریں گے، اور کچھ نہ بنے تو یوں کہیں گے کہ ہماری مراد توہین نہ تھی ہم نے یونہی ہنسی کھیل میں کہہ دیا تھا۔ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: اے محبوب! ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ جب کوئی حیلہ نہ چلے گا تو کذاب خبیثوں کا پچھلا داؤ چلیں گے کہ خدا کی قسم ہم نے تو یہ باتیں نہ کہیں، نہ ہماری کتابوں میں ہیں، ہم پر افترا ہے۔ ناواقف کے سامنے یہی جُل کھیلتے ہیں۔ اللہ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: بیشک ضرور وہ کفر کا بول بولے اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے یعنی ان کا قسموں کا اعتبار نہ کرو۔ وانھم لا ایمان لھم[1] ان پیشوایانِ کفر کی قسمیں کچھ نہیں، اتخذوا ایمانھم جُنّۃ فصدّوا عن سبیل اللہ فلھم عذاب مھین[2] وہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، لاجرم ان کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے۔ ان کفر کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی تو بہت کم ایمان لاتے ہیں، وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت دینے والا عذاب۔ طوائف مذکورین وہابیہ و نیچریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں، ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر ۲ والا دہلوی، مگر اب اتباع و اذناب میں اصلاً کوئی ایسا نہیں جو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر کلامی نہ ہو، ایسا کہ من شک فی کفرہ فقد کفر[3] جو ان کے اقوالِ ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۴ ص ۴۰۰ تا ۴۰۲)

(۵۲) مزید فرمایا:

ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد۔ ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲ — [2] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۶

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

سلام وکلام حرام، انھیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کاسا انھیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، انھیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، انکی قبر پر جانا حرام، انھیں ایصال ثواب کرنا حرام بلکہ مثل نماز جنازہ کفر۔ قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]۔

اور اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔

اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[3]۔

ان سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

لا تجالسوھم ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[4]۔

نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان پر نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " " ۱۱/ ۱۱۳

[3] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] کنزالعمال باب فضائل صحابہ حدیث ۳۲۵۲۹، ۳۲۵۴۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰ و ۵۴۲

[5] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا، نہ اس کی قبر پہ کھڑا ہونا۔
جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان سے محبت رکھے وُہ انھیں کی طرح کافر ہے۔ قال تعالیٰ:
ومن یتولھم منکم فانہ منھم[1]
تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۲، ۴۰۳)

(۵۳) مشرکین سے اتحاد و وداد کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
مشرکین سے اتحاد درکنار وداد حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالےٰ:
لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ و لو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ[2]
تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جنھیں اللہ اور قیامت پر ایمان ہے کہ اللہ و رسول کے مخالف سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں، یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان اللہ نے لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی رُوح سے ان کی مدد فرمائی۔
اور فرماتا ہے جل وعلا:
ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]
تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔
یہ ہیں قرآن عظیم کی شہادتیں کہ ان سے وداد و اتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر۔ مسلمانو! قرآن کریم سے بڑھ کر کس کا فتویٰ ہے" ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا[4] اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۵)

(۵۴) مشرک کو اپنی حاجت دینیہ میں امام و راہنما بنانا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:
مشرک کو حاجت دینیہ میں ہادی بنانا امام ٹھہرانا قرآن عظیم کی صریح تکذیب ہے۔ قرآن عظیم میں ہزارہا آیتیں گونج رہی ہیں کہ وہ گمراہ ہیں، ہدایت سے بالکل بیگانہ ہیں، یہاں تک کہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۱
[2] القرآن الکریم ۵۸/۲۲
[3] 〃 ۵/۵۱
[4] 〃 ۴/۸۷

ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا[1]

وہ چوپایوں کی طرح نرے بے عقل ہی ہیں بلکہ ان سے بھی سخت تر گمراہ۔

تو جو انھیں ہادی و امام بنائے گا قطعاً قرآن عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہِ ہلاک پائے گا۔

اذا کان الغراب دلیل قوم　　سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کسی قوم کا راہنما کوّا ہو تو وہ ان کو ہلاکت کی راہ چلائے گا۔ ت)

اور روزِ قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا۔

قال اللہ تعالیٰ یوم ندعوا کل اناس بامامھم[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس دن ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۵، ۴۰۶)

(۵۵) مشرک کے بارے میں کہنا کہ وہ ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں، اس کے متعلق فرمایا:

لا الٰہ الا اللہ عجب ان سے کہ مدعیِ اسلام ہوں اور اسلام کے پورے مدعی بن بیٹھیں، کیا قرآنِ عظیم کے رد ہی پر کمر باندھی ہے، واحد قہار فرماتا ہے: انما المشرکون نجس[3] مشرک تو نہیں مگر نرے گندے، بلکہ عین نجاست عجب کہ نجاست اور مطہر۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۶)

(۵۶) مشرک کے لئے بڑا مرتبہ و عزت ماننے والوں کے بارے میں فرمایا:

کیا قسم کھائی ہے کہ قرآنِ عظیم کا کوئی جملہ سلامت نہ رکھیں، مشرک کے لئے ہرگز کوئی عزت نہیں اور بڑا درکنار، ادنیٰ سے ادنیٰ چھوٹے سے چھوٹا کوئی رتبہ نہیں۔ واحد قہار جلّ وعلا فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون[4]

عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

عزیز مقتدر جلّ وعلا فرماتا ہے:

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولٰئک فی الاذلین[5]

---

[1] القرآن الکریم ۲۵ / ۴۴
[2] القرآن الکریم ۱۷ / ۷۱
[3] 〃 ۹ / ۲۸
[4] 〃 ۶۳ / ۸
[5] ۵۸ / ۲۰

بیشک اللہ و رسول کے جتنے مخالف ہیں سب ہر ذلیل سے بدتر ذلیلوں میں ہیں۔

عزیز منتقم عزجلالہ فرماتا ہے:

ھم شر البریۃ[1] وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں۔

مخلوق میں کتا بھی ہے سور بھی ہے۔ قرآن عظیم شہادت دیتا ہے کہ مشرکین ان سے بھی بدتر ہیں۔ پھر رتبہ و عزت کے کیا معنی! (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

(۵۷) مشرک کے استقبال و تعظیم کے لئے مسلمانوں کو جانا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اس کی تعظیم سخت سے سخت کبیرہ اور قرآنِ عظیم کی مخالفتِ شدیدہ ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[2]

جو کسی بدعتی بدمذہب کی تعظیم کرے اس نے اسلام کے ڈھا دینے پہ مدد دی۔

بتدع کی تعظیم پر حکم یہ ہے مشرک کی تعظیم کس درجہ بیخ کنیِ اسلام ہوگی ولکن المنٰفقین لا یعلمون[3] (مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ ت) استقبال کو شاندار بنانے کے لئے جانا تو عین تعظیم ہے جو صریح مخالفت قرآن عظیم ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۷)

(۵۸) کیا ولایت میں کوئی ایسا مقام ہے جہاں نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ ساقط ہو جاتے ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

کوئی شخص ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس سے نماز روزہ وغیرہ احکامِ شرعیہ ساقط ہو جائیں جب تک عقل باقی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واعبد ربك حتی یاتیك الیقین[4]

مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کر۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

[2] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۹
المعجم الاوسط حدیث ۶۷۶۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۹۶

[3] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[4] 〃 ۱۵/ ۹۹

سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی: کچھ لوگ پیدا ہوئے کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دی ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت تو راستہ ہے ہم پہنچ گئے ہیں ہمیں راہ کی حاجت نہیں۔ فرمایا:

صدقوا لقد وصلوا ولکن الیٰ این الی النار۔

وُہ سچ کہتے ہیں ضرور پہنچ گئے مگر کہاں تک، جہنّم تک۔

پھر فرمایا:

اگر مجھے صدہا برس کی عمر دی جائے تو فرض تو فرض جو نفل مقرر کر لئے ہیں ہرگز نہ چھوڑوں۔

اس مسئلہ کا کامل بیان ہمارے رسالہ "مقال عرفاء" میں ہے۔ حالتِ جذب میں مثل جنون عقل سلامت نہیں رہتی، اُس وقت وہ مکلّف نہیں۔ جو باوصف بقائے عقل و استطاعت قصدًا نماز یا روزہ ترک کرے ہرگز ولی اللہ نہیں ولی الشیطان ہے۔ قرآن و حدیث میں اسے مشرک د کافر تک فرمایا۔

قال اللہ تعالیٰ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو جاؤ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۹)

(۵۹) روافضِ زمانہ سے میل جول رکھنے کے بارے میں فرمایا:

روافضِ زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیّناہ فی رد الرفضۃ (جیسا کہ ہم نے اسے رَدّ الرفضہ میں بیان کیا ہے۔ ت) ان سے کوئی معاملہ اہلِ اسلام کا سا کرنا حلال نہیں، ان سے میل جول نشست و برخاست، سلام کلام سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۰)

(۶۰) کیا یہ حدیث درست ہے کہ جس میں ننانوے باتیں کفر کی اور ایک بات اسلام کی ہو اس کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

وہ حدیث جو سوال میں لکھی محض جھوٹ اور نری بناوٹ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر صریح افترا ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور قرآن حکیم کا حکم یہ ہے کہ ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کا کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم۔[1]

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے یہ بات نہ کہی اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کا لفظ کہا اور اس کے سبب مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔

دین وعقل دونوں کا مقتضٰی تو یہ ہے کہ ننانوے ۹۹ قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کی ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، مگر ان خبیثوں کا مذہب یہ ہے کہ ننانوے تولے پیشاب میں تولہ بھر گلاب ڈال دو سب گلاب ہو جائے گا، پاک ہے، حلال ہے، چڑھا جاؤ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۱۲)

(٦١) لشکرِ اسلام کے مقابلے میں کفّار کو فتح ہونے پر انھیں مبارک دینے اور خوش ہونے والوں کے بارے میں فرمایا :

اگر یہ بات واقعی ہے کہ وہ معاذ اللہ کفر کی فتح اور اسلام کی شکست چاہتا تھا تو اس کے کفر میں شک نہیں۔

قال اللہ تعالٰی" ان تمسسکم حسنة تسؤھم وان تصبکم سیئة یفرحوا بھا"۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں برا لگے اور اگر تمھیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔ (ت)

ورنہ مرتکب اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں اور تجدیدِ اسلام لازم۔ اس کے بعد تجدیدِ نکاح کا حکم۔ عالمگیریہ میں ہے :

ولد فاسق شرب الخمر فجاء اقاربہ ونثروا الدراھم علیہ کفروا ولو لم ینثروا لکن قالوا مبارکباد کفروا ایضا۔[3]

اگر کسی فاسق کے بیٹے نے شراب پی اس کے رشتہ دار آئے اور انھوں نے اس پر روپے وارے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۲۰

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۳

تو وہ کافر ہو جائیں گے اور اگر پیسے نہ وارے مگر مبارکباد دی تب بھی کافر ہو جائیں گے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۱۳)

(۶۲) تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کی آڑ میں ہندو مسلم اتحاد و وداد کی گہری سازش کی گئی۔ مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کا امام بنا کر مسجدوں میں منبر پر بٹھایا جانے لگا۔ اور سورۃ ممتحنہ کی آیت کریمہ "لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین" سے غلط استدلال کر کے لوگوں کو گمراہ کیا گیا۔ اعلحضرت نے اس سازش کا بروقت ادراک کیا اور لوگوں کی راہنمائی کے لئے رسالہ "المحجۃ المؤتمنہ فی اٰیۃ الممتحنہ" تحریر فرمایا اس آیت مذکورہ کی اقوالِ مفسرین کی روشنی میں صحیح تفسیر فرمائی اور مخالفین کے استدلالِ باطل کا ردِّ بلیغ فرمایا۔ چنانچہ آیت کریمہ مذکورہ کی مراد کے بارے میں مفسرینِ کرام کے اقوال ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

ایک آیت کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی ان سب چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے یعنی کریمۂ ممتحنہ لاینھٰکم اللہ الاٰیۃ اس میں اکثر اہلِ تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں : اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذِ اکبر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیرِ حضرت عبد اللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے، فرماتے ہیں : اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ رب عزّوجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا : مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔

قولِ اکثر کی حُجّت حدیثِ بخاری و مسلم و احمد وغیرہ میں ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انھوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو، جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور میں عرض کی، اس پر آیۂ کریمہ اُتری کہ اُن سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانۂ صلح و معاہدہ کا ہے خصوصًا یہ تو ماں کا معاملہ تھا، ماں باپ کے لئے مطلقًا ارشاد ہے :

وصاحبھما فی الدنیا معروفا[1]۔ دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۱۵

ظاہر ہے کہ قولِ امام مجاہد پر تو آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور اب نہ وہ کسی طرح قابلِ نسخ، اور قولِ سوم یعنی ارادۂ نساء و صبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستانِ ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد و اتحاد مناد منار ہے ہیں وہ عورتیں اور بچے نہیں۔ قولِ اوّل پر بھی کہ آیت اہلِ عہد و ذمّہ کے لئے ہے۔ اور یہی قولِ اکثر جمہور ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہلِ تاویل اُسے محکم مانتے ہیں۔

اور اسی پر ہمارے ائمۂ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیۂ لاینھٰکم دربارۂ اہلِ ذمّہ اور آیۂ ینھٰکم اللہ حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بناء پر ہدایہ و درر وغیرہما کتبِ معتمدہ میں فرمایا: کافر ذمّی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل و حرام۔ آیۂ لاینھٰکم اللہ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیۂ انما ینھٰکم اللہ نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۳۶، ۴۳۷)

(۶۳) مزید فرمایا:

تفسیر احمدی میں ہے:

والحاصل ان الاٰیۃ الاولیٰ ان کانت فی الذمی والثانیۃ فی الحربی کما ھو الظاھر وعلیہ الاکثرون کان دالا علی جواز الاحسان الی الذمی دون الحربی، ولھذا تمسک صاحب الھدایۃ فی باب الوصیۃ ان الوصیۃ للذمی جائزۃ دون الحربی لانہ نوع احسان ولھذا المعنی قال فی باب الزکوٰۃ ان الصدقۃ النافلۃ یجوز اعطاءھا للذمی دون الحربی[1]۔

حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی رخصت ہے اگر دربارۂ ذمی ہو، اور دوسری جس میں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارۂ حربی ہو جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہبِ اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہوں گی کہ ذمّی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام۔ ولہذا صاحبِ ہدایہ نے باب الوصیۃ میں انھیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمّی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوٰۃ میں فرمایا کہ نفلی صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام ۱۲۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۳۸، ۴۳۹)

---

[1] التفسیرات الاحمدیۃ سورۃ الممتحنہ المطبع الکریمی بمبئی ص ۶۹۹، ۷۰۰

(۶۴) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

آیت کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے نزدیک وہ ضرور آیاتِ قتال وغلظت سے منسوخ ہے، اجلّہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذِ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے: ماراٴیت افضل من عطا میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولیٰ امیر المومنین عمر فاروق اعظم و قتادہ تلمیذ خاص حضرت انس خادمِ خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔ تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من "الذین لم یقاتلوکم" فالاکثر علی انھم اھل العھد الذین عاھدوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ترک القتال والمظاھرۃ فی العداوۃ، وھم خزاعۃ کانوا عاھدوا الرسول علیٰ ان یقاتلوہ ولا یخرجوہ، فامر الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بالبر والوفاء الی مدۃ اجلھم، وھذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حیان ومقاتل ابن سلیمٰن ومحمد ابن سائب الکلبی، وقال مجاھد الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا وقیل ھم النساء والصبیان، وعن عبداللہ بن الزبیر انھا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قدمت امھا قتیلہ علیھا وھی مشرکۃ بھدایا فلم تقبلھا ولم تأذن لھا بالدخول فامرھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تدخلھا وتقبل منھا وتکرمھا وتحسن الیھا، وقیل الاٰیۃ فی المشرکین وقال قتادۃ نسختھا اٰیۃ القتال[1]

اس میں اختلاف ہوا کہ "وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" ان سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہلِ تاویل اس پر ہیں کہ اُن سے اہلِ عہد مراد ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے، اور وہ بنی خزاعہ ہیں انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے۔ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور ان کا عہد مدّت موعود تک پورا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس ومقاتل بن حیان ومقاتل بن سلیمان ومحمد بن سائب کلبی کا یہی

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیہ لاینھٰکم اللہ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۹/ ۲۶۳

قول ہے، اور امام مجاہد نے فرمایا: وہ مسلمانانِ مکّہ مراد ہیں جنھوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ اور بعض نے کہا: عورتیں اور بچّے مراد ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت اسماء بنتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں اُتری اُن کی ماں قتیلہ بحالتِ کفر اُن کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں اُنھوں نے نہ ہدیے قبول کئے نہ انھیں آنے کی اجازت دی، تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں حکم فرمایا کہ اُسے آنے دیں اور اس کے ہدیے قبول کریں اور اس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ اور بعض نے کہا: آیت دربارۂ مشرکین ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ آیت جہاد سے منسوخ ہوگئی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۴۱، ۴۴۲)

(۶۵) مزید فرمایا:

جمل میں قرطبی سے ہے:

ھی مخصوصۃ بالذین اٰمنوا ولم یھاجروا وقیل یعنی بہ النساء والصبیان لانھم ممن لایقاتل فاذن اللہ فی برھم حکاہ بعض المفسرین وقال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ واحتجوا بان اسماء بنت ابی بکر سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل تصل امھا حین قدمت علیھا مشرکۃ قال نعم، اخرجہ البخاری ومسلم[1] اھ۔

یہ آیت خاص ہے ان کے بارے میں جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی، اور بعض نے کہا اس سے عورتیں اور بچّے مراد ہیں اس لئے کہ وہ لڑنے کے قابل نہیں، تو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ مالی نیک سلوک کی اجازت دی، اسے بعض مفسرین نے نقل کیا۔ اور اکثر اہلِ تاویل نے کہا آیت محکم ہے، اور اس سے سند لائے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کرے جب وہ ان کے پاس بحالتِ شرک آئی تھیں، فرمایا: ہاں۔ اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تفسیر دُرِمنثور میں ہے:

اخرج عبدبن حمید وابن المنذر عن مجاھد فی قولہ لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم الاٰیۃ قال ان تستغفروا وتبروھم وتقسطوا الیھم ھم الذین اٰمنوا

---

[1] الفتوحات الالٰھیۃ (الشھیر بالجمل) تحت الآیۃ لاینھٰکم اللہ الخ دار الفکر بیروت ۷/ ۴۹۶

بمکۃ و لم یہاجروا[1]

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے امام مجاہد سے تفسیر کریمہ لا ینھٰکم الخ میں روایت کیا، فرمایا: معنیٔ آیت یہ ہیں کہ اللہ تمھیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان کی مغفرت کی دعا کرو اور ان سے نیک سلوک و انصاف کا برتاؤ برتو، اس سے مراد کون لوگ ہیں وہ جو مکہ میں ایمان لائے تھے اور ہجرت نہ کی۔

تفسیر جامع البیان میں بہ سند صحیح ہے:

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید وسألتہ عن قول اللہ عزوجل لا ینھٰکم اللہ الاٰیۃ فقال ھذا قد نسخ نسخہ القتال۔[2]

مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی کہ مجھ کو ابن وہب نے خبر دی کہا جب میں نے امام ابن زید سے کریمۂ لا ینھٰکم اللہ کے بارے میں پوچھا، فرمایا: یہ منسوخ ہے حکم جہاد نے اسے نسخ فرمادیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج ابوداؤد فی تاریخہ وابن المنذر عن قتادۃ لا ینھٰکم اللہ الاٰیۃ نسختھا فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔[3]

ابوداؤد نے اپنی تاریخ اور ابن المنذر نے تفسیر میں قتادہ سے روایت کیا کہ کریمۂ لا ینھٰکم اللہ کو اس آیت نے منسوخ فرمادیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

اسی میں ہے:

اخرج ابن ابی حاتم وابوالشیخ عن مقاتل فی قولہ تعالٰی "وقاتلوا المشرکین کافۃ" قال نسخت ھذہ الاٰیۃ کل اٰیۃ فیھا رخصۃ۔[4]

ابن ابی حاتم و ابوالشیخ نے اپنی تفسیروں میں مقاتل سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد نے کہ سب مشرکوں سے قتال کرو، اس سے پہلے جتنی آیتوں میں کچھ رخصتیں

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ لا ینھٰکم اللہ عن الذین الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ٨/ ١٢٤

[2] جامع البیان لابن جریر الطبری " " " " " " " " ٢٨/ ٧٧

[3] الدرالمنثور " " " " " " " " " ٨/ ١٢٤

[4] " " آیۃ وقاتلوا المشرکین کافۃ الخ " " " " ٤/ ١٧٢

تھیں سب منسوخ فرمادیں۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیرِ کریمہ یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ہے:

قال عطاء نسخت[ع] ھذہ الاٰیۃ کل شیئ من العفو والصفح[1]۔

امام عطا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کافروں کے ساتھ معافی و درگزر کی جتنی اجازتیں تھیں سب آیہ کریمہ نے منسوخ فرمادیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں زیرِ کریمہ لاینھٰکم اللہ ہے:

ھذہ الاٰیۃ منسوخۃ بقولہ تعالٰی اقتلوا المشرکین الاٰیۃ[2]۔

یہ آیت اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ تلوار کے گھاٹ اتار دو۔

تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات الٰہیہ میں ہے:

کان ھذا الحکم وھو جواز موالاۃ الکفار الذین لم یقاتلوا فی اول الاسلام عند الموادعۃ وترک الامر بالقتال ثم نسخ بقولہ تعالٰی فاقتلوا المشرکین حیث وجد تموھم[3]۔

یہ حکم کہ "جو کفار مسلمانوں سے نہ لڑیں اُن کے ساتھ کچھ نیک سلوک کیا جائے" ابتداء میں تھا کہ لڑائی موقوف تھی اور جہاد کا حکم نہ تھا، پھر یہ حکم اس آیہ کریمہ سے منسوخ ہوگیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ گردن مارو۔

جلالین شریف میں ہے:

[ع] یہاں سے اُس جاہل مفتی کی جہالت ظاہر ہوگئی جس نے آیہ کریمہ لا ینھٰکم کو کہا کہ واغلظ علیھم سے اس کو کسی نے منسوخ نہیں بتایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ یاایھا النبی جاھد الکفار دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۸۴

[2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ لاینھٰکم اللہ عن الذین دار الکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۱۵۸

[3] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) 〃 〃 〃 〃 دار الفکر بیروت ۷/ ۴۹۶

هذا قبل الامر بالجهاد[۱]۔

یہ اجازت اس وقت تھی کہ جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا۔

اُسی کے خطبہ میں ہے:

هذا تکملة تفسیر القرآن الکریم الذی الفه الامام جلال الدین المحلی علی نمطه من ذکر مایفهم به کلام الله تعالیٰ والاعتماد علی ارجح الاقوال[۲] (ملخصًا)۔

یہ امام جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ اُسی کے انداز پر ہے کہ اتنی بات بیان کی جائے جس سے کلام اللہ سمجھ میں آجائے اور جو قول سب سے راجح ہے اس پر اعتماد کیا جائے (ملخصًا)۔

جمل میں ہے:

ای الاقتصار علی ارجح الاقوال[۳]۔

یعنی صرف وہ قول بیان کریں گے جو سب سے راجح ہے۔

زرقانی علی المواہب میں ہے:

الجلال قد التزم الاقتصار علی الاصح[۴]۔

امام جلال نے التزام فرمایا ہے کہ صرف وہ قول لکھیں گے جو سب سے زیادہ صحیح ہے۔

تنبیہ ضروری: یہ آیۂ کریمہ کہ یہاں علماء وائمہ نے بیان ناسخ کے لئے تلاوت کی کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور اس مضمون کی اور آیات نیز وہ عبارات ہدایہ وغیرہا قریب آنے والیاں کہ جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطینِ اسلام وعساکرِ اسلام اصحابِ خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے۔ قال تعالٰی:

لا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها[۵]۔

اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔

---

[۱] تفسیر جلالین آیۃ لاینھٰکم اللہ عن الذین اصح المطابع دہلی نصف ثانی ص۴۵۷

[۲] " " خطبۂ کتاب " " نصف اول ۲

[۳] الفتوحات الالٰہیۃ (الشہیر بالجمل) خطبۂ کتاب دار الفکر بیروت ۱/۱۵

[۴] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۳/۱۷۱

[۵] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

وقال تعالیٰ :

لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا[1]

اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنے کی جس قدر کی استطاعت اُسے دی ہے۔

وقال تعالیٰ :

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2]

اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مجتبیٰ وجامع الرموز وردالمحتار میں ہے :

یجب علی الامام ان یبعث سریۃ الی دار الحرب کل سنۃ مرۃ او مرتین وعلی الرعیۃ اعانتہ الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیہ، وھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والا فلا یباح قتالھم[3]

سلطانِ اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ایک یا دو بار دار الحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر اس نے ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اُسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔

خصوصاً ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو، ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، ہمارا مقصود اس قدر تھا کہ کریمہ ممتحنہ اگر جملہ مشرکین غیر محاربین کو عام ہے تو ضرور منسوخ ہے وہ بحمدہٖ تعالیٰ بروجہ احسن ثابت ہوگیا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) اگر وہ اکابر تابعین اس کے نسخ کی تصریح اور یہ امام جلیل اس کی ترجیح و تصحیح نہ فرماتے تو قرآن عظیم خود شاہد تھا کہ آیۂ لاینھٰکم اگر جملہ مشرکین غیر محاربین بالفعل کو عام ہے تو قطعاً منسوخ ہے۔ ممتحنہ کا نزول سورۂ براءت سے یقیناً پہلے ہے تصریحِ ائمہ نہ ہوتی تو خود اس کی آیاتِ کریمہ بتارہی

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۷ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

[3] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۵

ہیں کہ اُس کے نزول تک مکہ معظمہ قبضہ کفار میں تھا اور سورۃ توبہ شریف کے ارشادات جگمگا رہے ہیں کہ اُس کا نزول بعد فتح بلد الحرام وتسلّطِ تام دینِ اسلام ہے وللہ الحمد۔ سورۃ برا رت میں ارشاد فرمایا:

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم وماؤٰھم جھنم و بئس المصیر[1]

اے نبی! کافروں اور منافقوں پر جہاد فرمائیے اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آئیے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

پھر اُسی سورۃ میں ارشاد فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ[2]

اے ایمان والو! اپنے پاس کے کافروں سے لڑو اور تم پر فرض ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں۔

یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے، حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے جب وہاں اسلام کا تسلّط ہوجائے تو اب جو اس سے نزدیک ہیں وہ پاس والے ہوئے وہ زیر ہوجائیں تو اب جو ان سے قریب ہیں یونہی یہ سلسلہ شرقاً غرباً منتہائے زمین تک پہنچے، اور بحمداللہ تعالٰی ایسا ہی ہوا اور بعونہٖ تعالٰی ایسا ہی بروجہ اتم وکمال زمانہ امام موعود رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہونے والا ہے۔

حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ[3]

یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔

یہاں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کفار پر درشتی کرو، مومنین کو حکم ہوا کافروں پر سختی کرو، اس میں نہ کوئی تقسیم ہے نہ تردید، نہ تخصیص نہ تقلید۔ اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک سلوک اور سختی و درشتی باہم متنافی ہیں، پہلے نیک سلوک کی اجازت تھی اب درشتی و

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۳
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳
[3] القرآن الکریم ۸/ ۳۹

سختی کا حکم ہوا تو وہ اجازت ضرور منسوخ ہوگئی۔ اجماعِ اُمّت ہے کہ جہاد کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں مدافعانہ وجارحانہ قطعاً دونوں طرح کا حکم ہے اجازت کا مدافعانہ میں حصر پہلے تھا پھر قطعاً منسوخ ہوگیا۔ مبسوط شمس الائمہ سرخسی وکفایہ وعنایہ وتبیین وبحرالرائق وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للبابرتی قوله تعالٰی فان قاتلوكم فاقتلوهم منسوخ وبيانه ان رسول الله صلّى الله تعالٰى عليه وسلم كان فی الابتداء مأمورا بالصفح والاعراض عن المشركين بقوله "فاصفح الصفح الجميل"، واعرض عن المشركين الاٰية ثم امر بالدعاء الى الدين بالموعظة والمجادلة بالاحسن بقوله تعالٰى ادع الٰى سبيل ربك بالحكمة الاٰية، ثم اذن بالقتال اذا كانت البداءة منهم بقوله تعالٰى اذن للذين يقاتلون الاٰية وبقوله فان قاتلوكم فاقتلوهم ثم امر بالقتال ابتداء فی بعض الازمان بقوله تعالٰى فاذا انسلخ الاشهر الحرام فاقتلوا المشركين الاٰية، ثم امر بالبداءة بالقتال مطلقا فی الازمان كلها وفی الاماكن باسرها فقال تعالٰى وقاتلوهم حتی لاتكون فتنة الاٰية وقاتلوا الذين لايؤمنون بالله ولا باليوم الاٰخر الاٰية۔[1]

بابرتی کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد کہ "اگر وہ تم سے لڑیں تو اُن کو قتل کرو" منسوخ ہے، بیان اس کا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کو ابتدا میں یہ حکم تھا کہ مشرکوں سے درگزر اور رُوگردانی فرمائیں، ارشاد تھا اچھی طرح درگزر کرو اور مشرکوں سے منہ پھیرلو۔ پھر حضور کو حکم ہُوا کہ سمجھانے اور خُوبی کے ساتھ دلیل قائم فرمانے سے دین کی طرف بلاؤ کہ ارشاد تھا اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلاؤ، پھر اجازت فرمائی گئی کہ ان کی طرف سے قتال کی ابتدا ہو تو لڑو۔ ارشاد تھا کہ جن سے قتال کیا جائے انھیں پروانگی ہے۔ اور ارشاد تھا کہ اگر وہ تم سے لڑو تو انھیں قتل کرو۔ پھر بعض اوقات ابتداءً قتال کا حکم ہوا ارشاد فرمایا جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو۔ پھر مطلقاً ابتداءً بالقتال کا حکم ہوا سب زمانوں اور سب مکانوں میں، ارشاد ہوا ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔ اور فرمایا ان سے

---

[1] کفایہ وعنایہ مع فتح القدیر کتاب السیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۹۳

لڑو جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۴۳ تا ۴۴۹)

(۶۶) تحریک خلافت اور ہندو مسلم اتحاد کے لیڈروں نے کہا کہ بعض کفار و مشرکینِ ہند نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے ہیں تمام نے نہیں، لہٰذا ان سے موالات اور دوستی جائز ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

اور بے ایمان اور پکا بے ایمان ہوگا وہ جو واحد قہار کو یکسر پیٹھ دے کر کہے کہ یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض بعض کفار نے کئے اس سبب تو قاتلوکم فی الدین نہیں ہو گئے۔ بدعقلو بدمنشو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی۔ کفارِ زمانۂ رسالت جن کی نسبت حکم ہوا: واقتلوھم حیث ثقفتموھم[1] انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور حکم ہوا:

قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[2]۔

سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

کیا ان کا ہر ہر فرد میدانِ جنگ میں آیا تھا، لڑائی دیکھی جاتی ہے اگر جو لڑے اُن کی خاص کوئی ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ لڑائی خاص انھیں کی طرف منسوب ہوگی جو اس کے مرتکب ہوئے مثلاً کسی گاؤں کے دھرے مینڈھے پر بعض لوگوں سے جنگ ہو تو وہ انھیں کی ہے، نہ تمام قوم کی۔ اور اگر لڑائی مذہبی ہے تو ان سب اہلِ مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے قدمے معین ہونگے اور کچھ نہ ہو تو راضی ہوں گے اور اپنے مذہب کی فتح ہو تو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہو تو رنجیدہ ہوں گے۔ قال تعالیٰ:

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا[3]۔

اگر تمھیں بھلائی پہنچے تو انھیں بُری لگے اور تمھیں برائی پہنچے تو اس پر شاد ہوں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۵۳)

(۶۷) مزعوماتِ لیڈران کا رَد کرتے ہوئے آیت کریمہ "وقاتلوا المشرکین کافۃ الخ" کی تفسیر میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۹۱ و ۴/۹۱ [2] القرآن الکریم ۹/۳۶

[3] " " ۳/۱۲۰

تنبیہ جلیل: اقول کریمہ وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[1] (اورمشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں۔ ت) کہ ابھی ہم نے تلاوت کی قطعاً اپنی ہر وجہ ہر پہلو پر لیڈرانِ عنود پس روانِ ہنود پر ردِّ شدید ہے، ان کا مزعوم دو فقرے ہیں:

اوّل یہ کہ ہنود میں مقاتل فی الدین صرف وہی ہیں جنھوں نے وُہ مظالم کئے، تو مقاتل نہیں مگر مقاتل بالفعل جس نے ہتھیار اٹھایا اور قتال کو آیا تاکہ عامہ ہنود کو قاتلوکم فی الدین سے بچالیں۔

دوم یہ کہ جو مقاتل بالفعل نہیں اس سے اظہارِ عداوت فرض نہیں تاکہ بزورِ زبان اُن سے وداد و اتحاد کی راہ نکالیں۔

اب آیہ کریمہ میں چار احتمال ہیں:

اول، دونوں کافۃ مسلمانوں سے حال ہوں یعنی تم سب مسلمان مشرکوں سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

دوم، دونوں کافۃ مشرکین سے حال ہوں یعنی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

سوم، پہلا کافۃ مشرکین سے حال ہو اور دوسرا مومنین سے یعنی تم بھی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سے لڑتے ہیں۔ یہ قول عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہے۔

چہارم، اس کا عکس یعنی سب مسلمان مشرکوں سے لڑیں جس طرح سب مشرک مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔ کبیر میں اسی کو ترجیح دی اور لباب میں اسی پر اقتصار کیا، اور امام نسفی نے چاروں احتمالوں کا اشعار کیا۔ مفاتیح الغیب میں ہے:

فی قولہ تعالٰی کافۃ قولان، الاول ان یکون المراد قاتلوھم باجمعکم مجتمعین علی قتالھم کما انھم یقاتلونکم علٰی ھذہ الصفۃ یرید تعاونوا وتناصروا علٰی ذٰلک ولاتتخاذلوا ولاتتقاطعوا وکونوا عباد اللہ مجتمعین متوافقین فی مقاتلۃ الاعداء، والثانی قال ابن عباس قاتلوھم بکلیتھم ولاتحابوا بعضھم بترک القتال کما انھم یستحلون قتال جمیعکم، والقول الاول اقرب حتی یصح قیاس

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

40

احد الجانبین علی الاخر[1]

ارشادِ الٰہی کافۃ میں دو قول ہیں : اول مراد یہ ہے کہ تم سب ان کے قتال پر اتفاق کرکے اُن سے لڑو جس طرح وہ تم سے یونہی لڑتے ہیں، فرماتا ہے قتالِ مشرکین میں سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ایک دوسرے کو بے یار نہ چھوڑو نہ باہم علاقہ قطع کرو اور سب اللہ کے بندے ہوجاؤ دشمنوں کے قتال پر یک دل و یک رائے ہوکر۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا کہ سب مشرکوں سے لڑو اور ان میں سے کسی سے ترکِ قتال میں محابہ نہ کرو جس طرح وہ تم سب سے قتال روا رکھتے ہیں، اور پہلا قول زیادہ قریب ہے تاکہ ایک فریق کا دوسرے پر قیاس صحیح ہو۔

خازن میں ہے :

یعنی قاتلوا المشرکین باجمعکم مجتمعین علی قتالھم کما انھم یقاتلونکم علی ھٰذہ الصفۃ[2]

یعنی سب مل کر قتالِ مشرکین پر متفق الرائے ہوکر اُن سے لڑو جس طرح وہ تم سے یونہی لڑتے ہیں۔

مدارک میں ہے : کافۃ حال من الفاعل او المفعول[3] ــــ کافۃ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے۔

اس احتمال چہارم پر آیۂ کریمہ کے دونوں جملے لیڈروں کے پہلے فقرے کا رَد ہیں، ظاہر ہے کہ سب مشرک میدان میں نہ آئے سب نے ہتھیار نہ اٹھائے بلکہ کچھ ساعی تھے کچھ معاون کچھ راضی۔ اور آیت میں فرمایا کہ وُہ سب تم سے لڑتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جمیع اقسام مقاتل فی الدین ہیں یونہی قطعاً تمام ہنود کہ ملشا مظالم گئو رکھشا ہے اور اس میں سب شریک۔ پھر مسلمانوں کو فرمایا تم سب لڑو اگر قتال قتال بالید سے خالص ہو تو جہاد مطلقاً فرض عین ہوجائے اور یہ بالاجماع باطل ہے نیز اس تقدیر پر یہ حکم صحابۂ کرام سے آج تک کبھی بجا نہ لایا گیا، کون سے دن دنیا

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ قاتلوا المشرکین الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۶/۴۴

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) " " " " ۲/۲۵۸

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۵

کے سب مسلمان ہتھیار لے کر میدان میں آئے، تو معاذ اللہ صحابۂ کرام وجمیع امت کا اجماع ضلالت و معصیت پر ہوا، اور یہ اول سے بڑھ کر باطل و کفر ہائل (سخت) ہے، لاجرم قتال معاونت و رضا سب کو عام ہے، اب بیشک اس کا حکم شامل جملہ اہلِ اسلام ہے، اسی طرح احتمال اول پر آیۂ کریمہ کے دونوں جملے فقرۂ اولٰے کے رد ہیں، پہلے کا ابھی بیان ہوا، اور دوسرا یوں کہ جب مشرکین سب مسلمانوں سے مقاتل ہیں تو سب مسلمان مشرکوں کے مقاتل کہ مفاعلہ جانبین سے ہے اور وہ نہیں مگر اسی طور پر کہ فاعل و معاون و راضی سب مقاتل ہوں، بعینہٖ اسی تقریر سے احتمال دوم و سوم بھی، جیسا کہ فہیم پر مخفی نہیں، بالجملہ ہر پہلو پر آیہ کریمہ کا ہر جملہ ان کے فقرۂ اولٰے کا رد ہے اور احتمال دوم و سوم پر کریمہ کا پہلا جملہ لیڈروں کے فقرۂ دوم کا بھی رد ہے کہ عام فرمایا گیا سب مشرکوں سے قتال کرو، اور قتل و قتال سے بڑھ کر اور اظہارِ عداوت کیا ہے، تو ثابت ہوا کہ مشرک مقاتل بالید ہو یا نہ ہو ہر ایک سے اظہارِ عداوت فرض اور وداد و اتحاد حرام۔

قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[1] بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون[2]

کہو حق آیا باطل کا دم ٹوٹا، بیشک باطل تو دم توڑنے ہی کو تھا بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں کہ وہ باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے جبھی وہ فنا ہو جاتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے اُن باتوں سے جو بناتے ہو۔

تنبیہ دوم: اقول یہاں سے روشن ہوا کہ آیۂ ممتحنہ میں قولِ اکثر ہی ارجح و اصح ہے لم یقاتلوکم فی الدین وہی ہو سکتے ہیں جو اہلِ عہد و ذمہ ہیں کہ اُن کے عہد نے صراحۃً انھیں مقاتلین سے جدا کر لیا، والصریح یفوق الدلالۃ تصریح دلالت پر مرجح ہے۔ باقی تمام حربی کفار مقاتل فی الدین ہیں اگرچہ ہتھیار نہ اٹھائے ہوئے ہوں۔ قولِ آخر کے اصح ہونے کی وجہ یہی ہوئی کہ لفظ عام ہے، اور جب ثابت ہوا کہ وہ اہل عہد و ذمہ ہی پر صادق ہے تو حربیوں کی تعمیم ناموجہ ہے، یونہی نساء و صبیان سے تخصیص کی وجہ نہیں، اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوصِ سبب کا، ورنہ صرف صلۂ مادر و پدر یا غایت درجہ صلۂ رحم کی اجازت نکلے، نہ جملہ نساء و

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

[2] " ۲۱/ ۱۸

صبیان کو تعمیم مقبول کہ اگرچہ وہ حکمِ قتال سے مستثنیٰ ہیں مگر حکمِ غلظت سے مستثنےٰ نہیں، اہلِ عہد و ذمہ کی عورتیں بچے ان کے حکم میں رہیں گے اور غیر معاہد حربیوں کے زنان و اطفال ان کے حکم میں، قال تعالیٰ من ذکر او انثیٰ بعضکم من بعض[۱] مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۵۵ تا ۴۵۷)

(۶۸) موالات کی تقسیم کرتے ہوئے اس کے اقسام کا حکمِ شرعی بیان فرمایا۔ چنانچہ فرمایا:

تحقیقِ مقام یہ ہے کہ موالات دو[۲] قسم ہے:

اوّل حقیقیہ جس کا ادنیٰ رکون[۱] یعنی میلانِ قلب ہے، پھر وداد[۲] پھر اتحاد[۳] پھر اپنی خواہش سے بے خوف و طمع انقیاد[۴] پھر تبتل[۵] یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[۲]

ظالموں کی طرف میل[ع] نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے۔

مگر میل طبعی جیسے ماں باپ اولاد یا زنِ حسینہ کی طرف کہ جس طرح بے اختیار ہو زیرِ حکم نہیں پھر بھی اس تصوّر سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے، بقدرِ قدرت اُس کا دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے کہ شئے مستمر میں بقاء کے لئے حکم ابتداء ہے کہ اعراض ہر آن متجدد ہیں، آنا بے اختیار تھا اور جانا یعنی ازالہ قدرت میں ہے تو رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے ولہذا جس غیر اختیاری کے مبادی اُس نے باختیار پیدا کئے اس میں معذور نہ ہو گا جیسے شراب کہ اس سے زوالِ عقل، اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو زوالِ عقل اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا۔ قال تعالیٰ:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباء کم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی

ع جب مجرد میلانِ قلب کو حرام و موجبِ عذابِ نار فرمایا تو وداد و اتحاد و انقیاد و تبتل کس قدر سخت کبیرہ موجب عذاب اشد ہوں گے، لیڈر وداد و اتحاد و انقیاد سب خود قبول کر رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ ۱۲

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۵ [۲] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظالمون[1]

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہی پکّا ظالم ہوگا۔

تفسیر کبیر و نیشاپوری و خازن و جمل وغیرہما میں ہے:

انہ تعالٰی لما امر المؤمنین بالتبری عن المشرکین وبالغ فی ایجابہ، قالوا کیف تمکن ھٰذہ المقاطعۃ التامۃ بین الرجل وبین ابیہ وامہ واخیہ، فذکر اللّٰہ تعالٰی ان الانقطاع عن الاٰباء والاولاد والاخوان واجب بسبب الکفر[2]

جب اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو مشرکوں سے بیزاری کا حکم دیا اور بتاکیدِ شدید واجب فرمایا تو بعض مسلمانوں نے کہا آدمی کا اس کے باپ اور ماں اور بھائی سے یہ پورا انقطاع کیونکر ممکن ہے، اس پر رب عزوجل نے فرمایا کہ باپ اور اولاد اور بھائیوں سے ان کے کفر کے سبب پورا انقطاع ہی لازم ہے۔

دوم صوریہ کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو، یہ بحالتِ ضرورت ومجبوری صرف بقدرِ ضرورت ومجبوری مطلقاً جائز ہے۔ قال تعالٰی:

الّا ان تتقوا منھم تقٰۃ[3] مگر یہ کہ تمھیں اُن سے پورا واقعی خوف ہو۔

بقدرِ ضرورت یہ کہ مثلاً عدمِ اظہارِ عداوت میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اکتفاء کرے اور اظہارِ محبت کی ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلودار بات کہے صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترکِ عزیمت۔ ابنائے جریر و منذر و ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

نھی اللّٰہ المؤمنین ان یلاطفوا الکفار ویتخذوھم ولیجۃ من دون المؤمنین الا ان یکون الکفار علیھم ظاھرین اولیاء فیظھرون لھم اللطف ویخالفونھم فی الدین وذٰلک قولہ تعالٰی الا ان تتقوا منھم تقٰۃ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹/ ۲۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۶/ ۱۵ و ۱۶

[3] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۳/ ۲۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۶۷
الدر المنثور 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۱۷۰ و ۱۷۱

اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ کافروں سے نرمی کریں اور مسلمانوں کے سوا اُن میں سے کسی کو رازدار نہ بنائیں مگر یہ کہ کافران پر غالب و والیانِ ملک ہوں تو اس وقت اُن سے نرمی کا اظہار کریں اور دین میں مخالفت رکھیں اور یہ ہے مولٰی تعالٰی کا ارشاد: مگر یہ کہ تم کو ان سے واقعی پورا خوف ہو۔
مدارک میں ہے:

ای الا ان یکون للکافر علیک سلطان فتخافه علی نفسک و مالک فحینئذ یجوز لک اظهار الموالاة و ابطان المعاداة۔[1]

یعنی مگر یہ کہ کافر کی تجھ پر سلطنت ہو تو تجھے اس سے اپنے جان و مال کا خوف ہو اس وقت تجھے جائز ہے کہ اس سے دوستی ظاہر کرے اور دشمنی چھپائے۔

کبیر میں ہے:

وذلک بان لا یظهر العداوة باللسان، بل یجوز ایضا ان یظهر الکلام الموهم للمحبة والموالاة، ولکن بشرط ان یضمر خلافه وان یعرض فی کل ما یقول۔[2]

یہ یوں ہے کہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایسا کلام کہے جو محبت و دوستی کا وہم دلائے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں اس کے خلاف ہو اور جو کچھ کہے پہلو دار بات کہے۔
صوریہ کی اعلٰی قسم مداہنت ہے اس کی رخصت صرف بحالتِ مجبوری و اکراہ ہی ہے اور ادنٰی قسم مدارات یہ مصلحتًا بھی جائز۔ قال تعالٰی:

وان احد من المشرکین استجارک فاجره حتی یسمع کلام الله ثم ابلغه مأمنه۔[3]

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اسے پناہ دو تاکہ کلامِ الٰہی سُنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔
ظاہر ہے کہ اس وقت غلظت و خشونت منافیِ مقصود ہوگی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۶۵ تا ۴۶۸)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیہ ۳/۲۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۵۳
[2] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/۱۲
[3] القرآن الکریم ۹/۶

(۶۹) کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کبھی پسندیدہ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کیسا اشد حرام و کبیرہ ہے لیکن اگر مثلاً اس لئے ہو کہ وہ تعاقب کرتے چلے آئیں گے اور آگے اسلامی کمین ہے جب اس سے گزریں ان کے پیچھے سے کمین کا لشکر نکلے اور آگے سے یہ لوٹ پڑیں اور کافر گھر جائیں تو ایسا فرار بہت پسندیدہ ہے کہ صورۃً فرار معنیً کرار ہیں۔ قال تعالیٰ:

ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جھنم وبئس المصیر[۱]

جہاد کے دن جو کوئی کافروں کو پیٹھ دکھائے گا سوا اس کے جو لڑائی کے لئے کنارہ کرنے یا اپنے جتھے میں جگہ لینے کو جائے وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۶۸، ۴۶۹)

(۷۰) آیاتِ ممتحنہ میں بِر و معاملات سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

اس تحقیق سے روشن ہوا کہ کریمہ لاینھٰکم میں بِر سے صرف صورت اوسط مراد ہے کہ اعلیٰ معاہد سے بھی حرام اور ادنیٰ غیر معاہد سے بھی جائز، اور آیت فرق کے لئے اُتری ہے نیز ظاہر ہوا کہ کریمہ انما ینھٰکم میں تولوھم سے یہی بِر و صلہ مراد ہے تاکہ مقابلہ و فرق فریقین ظاہر ہو۔ لاجرم تفسیر معالم و تفسیر کبیر میں ہے:

ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ الاٰیة۔[۲]

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا بیان فرمایا جن سے نیک سلوک کی ممانعت ہے کہ فرمایا اللہ تمھیں ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

تنویر المقباس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

(انما ینھٰکم اللہ عن الذین) عن صلة الذین (ان تولوھم) ان تصلوھم[۳] (ملخصاً)

اللہ تعالیٰ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک سے کہ ان سے موالات یعنی نیک سلوک کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۶۹)

(۷۱) آیت ممتحنہ میں معنیٰ اقساط کی تحقیق میں مفسرین کے اقوال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

---

[۱] القرآن الکریم ۸/۱۶

[۲] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۶۰/۸ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۹/۲۶۳
معالم التنزیل " " " ۴/۳۰۲

[۳] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس " ۶۰/۹ المکتبة العصریة " ص ۶۱۰

معنی اقساط میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہوئے :

اوّل کشاف و مدارک و بیضاوی و ابوالسعود و جلالین میں اسے بمعنی عدل ہی لیا، اولین میں اور واضح کردیا کہ ولا تظلموھم[1]، امام ابوبکر ابن العربی نے اس پر ایراد کیا کہ عدل و منع ظلم کا حکم معاہد سے خاص نہیں حربی محارب کو بھی قطعاً عام ہے اور وہ صرف رخصت نہیں بلکہ قطعاً واجب۔ قال تعالٰی :

ولایجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی[2]۔

کسی قوم کی عداوت تمھیں عدل نہ کرنے پر باعث نہ ہو عدل کرو وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

یہ تقریر ایراد ہے اور اسے قرطبی و خطیب شربینی پھر جمل نے مقرر رکھا۔

دوم عدل سے صرف وفائے عہد مراد ہے اسے کبیر میں مقاتل سے نقل کیا اور یہی تنویر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی :

(ان تقسطوا علیھم) تعدلوا بینھم بوفاء العھد (ان اللہ یحب المقسطین) العادلین بوفاء العھد[3]۔

اُن کے ساتھ اقساط کی اجازت فرماتا ہے یعنی جو معاہدہ اُن کے ساتھ ہوا اُسے پورا کرو یہ عدل ہے بیشک اللہ تعالٰی اقساط والوں کو دوست رکھتا ہے جو وفائے عہد سے عدل کرتے ہیں۔

اگر کہئے معاہد سے وفائے عہد بھی واجب ہے نہ صرف رخصت **اقول** وفا واجب ہے اتمامِ مدت واجب نہیں، مصلحت ہو تو نبذ جائز۔ قال تعالٰی :

فانبذ الیھم علٰی سواء[4] ان کی طرف یکساں حالت پر نبذ کردو۔ؑ

ؑ جن کفار سے ایک مدّت تک معاہدہ ہو اور مصلحتِ اسلام اس کا ترک چاہئے (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] مدارک التنزیل (التفسیر النسفی) تحت الآیۃ و تقسطوا الیھم دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۴۸

[2] القرآن الکریم ۵/ ۸

[3] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس تحت الآیۃ ۶۰/ ۸ المکتبۃ العصریۃ بیروت ص ۶۱۰

[4] القرآن الکریم ۸/ ۵۸

اب ایراد بھی نہ رہا، اور بِرّ و قسط دو چیزیں ہوگئیں اور ان اللہ یحب المقسطین یہاں بھی بلا تکلف ہے اور اسے ماثور ہونے کا بھی شرف حاصل، اگرچہ سند ضعیف ہے، تو یہی اسلم و اقوی ہے۔

سوم عدل سے مراد صرف عدل بالبِرّ ہے۔ ابن جریر و معالم و خازن میں ہے:

تعدلوا فیھم بالاحسان والبر[1]

ان سے انصاف کا برتاؤ کرو بھلائی اور نیکی کے ساتھ۔ (ت)

ابن عربی، قرطبی و شربینی و نیشاپوری و جمل نے اس کی یوں توجیہ کی: اقساط قسط بمعنی حصہ سے یعنی اپنے مال سے کچھ دینا۔

اقول یعنی اب تخصیص عدل کی حاجت نہ ہوئی کہ معنی عدل ہی سے عدول ہو گیا مگر بہر حال اقساط بِرّ سے جدا چیز نہ ہوا اور ظاہر عطف مغایرت چاہتا ہے۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ممکن کہ عدل سے عدل فی البر مراد ہو نہ کہ بالبر۔ اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی ماں عہدِ معاہدہ میں آتی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صلہ کا مسئلہ پوچھتی ہیں، اس پر یہ آیۂ کریمہ اترتی ہے، وہ اگر کچھ ہدیہ نہ لاتی یہ اپنی طرف سے صلہ کرتیں، یا جتنا وہ لاتی اس سے زائد یہ دیتیں تو کل یا قدر زائد ان کی طرف احسان ہوتا، یہ بِر ہے۔ اُتنا ہی دیتیں تو دینے میں عدل یعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فرض ہے کہ ان کو اطلاع کر دی جائے ہوشیار ہو جاؤ اب ہم تم سے معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے اس کا نام نبذ ہے، اس میں فرض ہے کہ اگر اس وقت وہ امن کی جگہ نہ ہوں تو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ اپنی امان کی جگہ پہنچ جائیں، اور اگر باطمینان معاہدہ وہ اپنے قلعے خراب کر چکے ہوں تو فرض ہے کہ اتنی مدت دی جائے جس میں وہ اپنے قلعے درست کر لیں یہاں سے یکساں حالت کے معنی کھل گئے یعنی یہ نہ ہو کہ اپنا سامان ٹھیک کر کے اُن کی غفلت میں نبذ کر دو، اور انھیں درستی سامان کی مہلت نہ دو، یہ ہے اسلام کا انصاف، والحمد للہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۶۰/۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸/۷۶
معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۰۲

مساوات ہوتی، یہ اقساط ہے۔ آیہ کریمہ نے معاہد سے دونوں صورتوں کی اجازت فرمائی، اب یہ آیت زیادت ومساوات دونوں کی اجازت اور ان میں تقدیم ذکر زیادت میں آیت تحیت کی نظیر ہوگی اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا[1] جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے زیادہ الفاظ جواب میں کہو یا اُتنے ہی، واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ، یہ ہے بتوفیق اللہ تعالیٰ تفسیر کریمہ ممتحنہ میں تمام کلام کہ ان اوراق کے غیر میں نہ ملے گا والحمد للہ حمداً کثیرا طیباً مبارکاً فیہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا وآلہ وذویہ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ بالجملہ عطار شادات ائمہ و نتیجہ مہمہ یہ ہوا کہ کریمہ ممتحنہ میں اگر قتال سے قتال بالفعل مراد ہو تو یقیناً آیاتِ کثیرہ سے منسوخ جس کے نسخ پر تصریحاتِ جلیلہ مذکورہ کے علاوہ مبسوط وعنایہ وکفایہ وتبیین وبحرالرائق وردالمحتار کے نصوص کا اور اضافہ ہوا، یہ جواب اول تھا اور اگر مطلق قتال مقصود کہ ہر حربی غیر معاہد میں موجود، تو ضرور آیت محکم، اور مشرکین ہند کو اس میں داخل نہ کرنا شدید ظلم وستم، یہ جواب دوم ہوا۔ اور یہی مذہب جمہور مشربِ منصور ومسلک ائمہ حنفیہ صدور ہے مسلم حنفی بننے والی ہندو پرستی نے نہ حنفیت قائم رکھی نہ حنیفیت، نہ مذہب ہی برقرار رکھا نہ شریعت۔ ذٰلک ھو الخسران المبین۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۷۰ تا ۴۷۲)

(۷۲) تحریکِ خلافت وترکِ موالات کے لیڈروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ تمہیں آیہ ممتحنہ پڑھنے کا کیا منہ ہے تمہارا پڑھنا یقیناً مصداق رب تالی القراٰن والقراٰن یلعنہ[2] (بہتیرے وہ ہیں کہ وہ تو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انہیں لعنت فرما رہا ہے) ہے کیا اسی آیت کا تتمہ نہیں:

ومن یتولہم منکم فاولٰئک ہم الظّٰلمون[3]

تم میں جو ان سے دوستی رکھے تو وہی پکے ظالم ہیں۔

جو اُن سے موالات کرے وہی ظالم ہے تم نے خاص محاربین بالفعل مقاتلین فی الدین سے موالات کی تو تم بحکمِ قرآن ظالمین ہوئے یا نہیں۔ اور یہی قرآن فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/۸۶

[2] المدخل لابن الحاج الکلام علی جمع القرآن دار الکتاب العربی بیروت ۱/۸۵ و ۲/۳۰۴

[3] القرآن الکریم ۹/۲۳

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[1]

سُن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت۔

تو بحکمِ قرآن ایسے لوگ لعین ہوئے یا نہیں، اب دو فتوے، اب کروآیۂ ممتحنہ کا دعویٰ۔

واللہ لا یہدی القوم الظّٰلمین[2] ومن الناس من یقول اٰمنّا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین ۝ یخٰدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون ۝ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون[3]۔

اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا، کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور انھیں ایمان نہیں، اللہ اور مسلمانوں سے فریب کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ اپنی ہی جانوں کو فریب میں ڈالتے ہیں، اور انھیں خبر نہیں، ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی ان کیلئے دردناک عذاب ہے اُن کے جھوٹ کا بدلہ۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۷۳)

(۴۷) تحریک مذکور کے لیڈروں سے سوال کرتے ہوئے فرمایا:

سوال ضروری لیڈران اور پارٹی کو اب تو کھلا کہ اُنھوں نے یقیناً دشمنانِ خدا و رسول سے وداد و اتحاد منایا اور اُن کا کوئی عذرِ بارد اُنھیں کام نہ آیا، اب قرآن کریم سے اپنا حکم بتائیں، اوپر آیۂ کریمہ تلاوت ہوئی:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[4]۔

تم نہ پاؤ گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول سے وداد کریں۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

تریٰ کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ۝ ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فٰسقون[5]

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۸
[2] القرآن الکریم ۹/۱۰۹
[3] ″ ۲/۸ تا ۱۰
[4] ″ ۵۸/۲۲
[5] ″ ۵/۸۰ و ۸۱

تم اُن میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں بیشک کیا ہی بُری چیز ہے جو خود اُنھوں نے اپنے لئے تیار کی یہ کہ اُن پر اللہ کا غضب اُترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اور اگر انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو دوست نہ بناتے مگر یہ ہے کہ ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

فرمایئے اللہ واحد قہار سچا کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد منانے والے ہرگز مسلمان نہیں انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان نہیں، یا معاذ اللہ یہ سچے کہ ہم تو ٹکسالی مسلمان ہیں ہم تو قوم کے لیڈران و ریفارمران ہیں، مسلمان تو یہی کہے گا کہ اللہ سچا ومن اصدق من اللہ حدیثا

غرض ترکِ موالات میں افراط کی تو وہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد واجب بلکہ ان کی غلامی و انقیاد فرض بلکہ مدارِ ایمان۔

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔

پاکی ہے اسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے۔

اوّل میں تحریم حلال کی، دوم میں تحلیل حرام بلکہ افتراض حرام، اور ان دونوں کے حکم ظاہر و طشت از بام۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۷۶، ۴۷۷)

(۴۷) مشرکوں سے بھائی چارہ، اتحاد اور حلیف بننا حرام ہے۔ چنانچہ فرمایا:

یکم، مشرکین سے عقدِ مواخات بھائی چارہ کہ برادرانِ وطن ہندو بھائی، اللہ عزوجل فرمائے انما المؤمنون اخوۃ[۲] مسلمان آپس میں بھائی ہیں، تم کہو نحن والمشرکون ہم اور مشرکین آپس میں بھائی ہیں، جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانهم الذین کفروا[۳]۔

کیا تم نے نہ دیکھا منافقوں کو کہ اپنے بھائی کافروں سے کہتے ہیں۔

وہاں من اھل الکتاب تھا یہاں اس سے بڑھ کر من المشرکین ہوا۔

دوم، ان سے اتحاد، حالانکہ قرآن عظیم بیس سے زیادہ آیات میں اسے مردود و ملعون فرما چکا اور جا بجا صاف ارشاد فرمادیا کہ ایسا کرنے والے اُنھیں میں سے ہیں ومن یتولهم

---

[۱] القرآن الکریم ۵/۸۰
[۲] القرآن کریم ۴۹/۱۰
[۳] ؍؍ ۵۹/۱۱

منکم فانه منھم[1]، ایسا کرنے والے مسلمان نہیں، لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[2]، ایسا کرنے والوں کو اللہ و رسول و قرآن پر ایمان نہیں، ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء[3]

سوم، مشرکین کے حلیف بننا انھیں اپنا حلیف بنانا، حالانکہ حلیف بنانا منسوخ ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتحدثوا فی الاسلام حلفا۔ رواہ الامام احمد فی المسند و[4] محمد بن عیسٰی فی الجامع عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

اب اسلام میں کوئی حلف پیدا نہ کرو۔ یہ حدیث امام احمد نے مسند اور امام محمد بن عیسٰی نے جامع میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بسندِ حسن روایت کی۔

یہ منسوخات ہی کے عمل پر ہیں، کل کو شراب بھی حلال کرلیں گے اور خدا جانے کہاں کہاں تک بڑھیں گے۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین[5]

اے ایمان والو! وہ جو تمھارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور باقی سب کافران میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیہ کریمہ کے تحت میں ہے:

یقول لاتتخذوھم ایھا المؤمنون انصارا او اخوانا او حلفاء فانھم لایألونکم خبالا وان اظھروا لکم مودۃ وصداقۃ۔[6]

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱ [2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[3] ؍؍ ۵/ ۸۱
[4] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی الحلف امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۹۲
مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص دار الفکر بیروت ۲/ ۲۰۷، ۲۱۳
[5] القرآن الکریم ۵/ ۵۷
[6] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۵/ ۵۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۴۵

رب عزّ وجل فرماتا ہے اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وہ تمہاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ تم سے دوستی و یارانہ ظاہر کریں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۸۶ تا ۴۸۸)

(۷۵) استعانتِ مشرکین پر آیاتِ قرآنیہ اور ان کی تفاسیر ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

آیت نمبر ۱:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودّوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنّا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[1]

اے ایمان والو! اپنے غیروں کو رازدار بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی اُن کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بیشک ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرما دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

یہ آیہ کریمہ اپنے ایک ایک جملے سے اس طوفانِ بدتمیزی کو جو آج مشرکینِ ہند سے لیڈران برت رہے ہیں رد فرماتی ہے:

ا۔ حالتِ کمزوری و عجز میں مدد کے لئے جس کسی کی طرف التجا لائی جائے ضرور ہے کہ اُسے اپنا رازدار بنایا جائے اور رب عزّ وجل فرماتا ہے، کسی کافر کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ یہ واحد قہار کی نافرمانی ہوئی۔

ب۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنا خیرخواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھپے گا۔ اور رب عزّ وجل فرماتا ہے: وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالٰی کی تکذیب ہوئی۔

ج۔ مصیبت میں التجا و استمداد اسی سے ہوگی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے بچائے گا، اور رب عزّ وجل فرماتا ہے: ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا یہ دوسری تکذیب ہوئی۔

د۔ چھپا دشمن جس سے اثرِ عداوت کبھی ظاہر نہ ہوا آدمی اس کے دھوکے میں آسکتا ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

جس کے منہ سے بغض کھل چکا اس سے قطعی احتراز کرے گا۔ رب عزوجل نے فرمادیا تھا کہ دشمنی اُن کے منہ سے ظاہر ہو چکی پھر بھی ان کی محبت نے وہ اندھا بہرا کر دیا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی سُنی نہ ان کے منہ سے جھلکی یاد رہی۔

۵۔ اگر ایک خفیف حد کی مخالفت ورنجش ظاہر ہوتی اور اطمینان ہوتا کہ دل میں اس سے زائد نہیں تو کچھ گنجائش ہو سکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی بھاری مصیبت میں ساتھ نہ دے۔ اس خیال ارذل کو رب عزوجل نے ان تینوں جملوں سے رُد فرمادیا کہ وہ کوئی ہلکے مخالف نہیں تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، یہ گمان نہ کرنا کہ وہ کسی سخت سے سخت مصیبت میں تم پر کچھ ترس کریں گے اُن کی دلی تمنّا ہے کہ تم مشقت میں پڑو، کوئی خفیف رنجش اُن کے منہ سے ظاہر نہ ہوئی بلکہ بُغض اور پُوری دشمنی بَرعداوت، اور اس پر چوتھا جملہ یہ ارشاد فرمادیا کہ اُس پر بس نہ جانو کہ اُن کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے، مگر انھوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

آیت نمبر ۲:

بشّر المنٰفقین بان لهم عذابا الیما ۞ الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ط ایبتغون عندهم العزة فان العزة لله جمیعا۔[1]

اے محبوب! خوشخبری دو منافقوں کو کہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ جو مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار بناتے ہیں کیا اُن کے پاس عزّت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے قبضے میں ہے۔

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بَل بازو سے ہمیں قوت ملے گی، ہماری کمزوری و ذلت غلبہ وعزت سے بدلے گی۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے: یہ اُن کی بدعقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ وعزّت کی تمنّا ہوس باطل ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۸ و ۱۳۹

آیۂ کریمہ کے تحت ہے:

بیان لخیبۃ رجائہم، ایطلبون بموالاۃ الکفر القوۃ والغلبۃ (فان العزۃ للہ جمیعا) تعلیل لبطلان رأیہم، فان انحصار جمیع افراد العزۃ فی جنابہ عز وعلا بحیث لاینالہا الا اولیاءہ قال تعالٰی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین یقضی ببطلان التعزز بغیرہ استحالۃ الانتفاع بہ[1] (مختصرًا)۔

اس آیت میں ان کی نامرادی کا بیان ہے جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں، فرماتا ہے کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ وقوت چاہتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔ اس میں ان کی رائے فاسد ہونے پر دلیل فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت عزت کے لئے خاص ہیں کہ اس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے عزت صرف اللہ ورسول اور مسلمانوں کے لئے ہے، تو اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور ان سے نفع پہنچنا محال (مختصرًا)۔

آیت نمبر ۳:

لایتخذ المؤمنین الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیئ[2]

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں ہے:

ان عبادۃ بن الصامت کان لہ حلفاء من الیہود فقال یوم الاحزاب یارسول اللہ ان معی خمسمائۃ من الیہود وقد رأیت ان استظہر بہم علی العدو فنزلت ہذہ الاٰیۃ وقولہ (لایتخذ المؤمنون) الاٰیۃ یعنی انصارا او اعوانا (من دون المؤمنین یعنی من غیر المؤمنین والمعنی لایجعل المؤمن ولایتہ لمن ہو غیر مؤمن نہی اللہ المؤمنین ان یوالوا الکفار او یلاطفوہم لقرابۃ بینہم او محبۃ او معاشرۃ والمحبۃ

---

[1] ارشاد العقل السلیم تفسیر ابی السعود تحت آیۃ ۴/ ۱۳۸، ۱۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۴

[2] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان۔[1]

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے غزوۂ احزاب میں انھوں نے عرض کی، یارسول اللہ! میرے ساتھ پانسو ٥٠٠ یہودی ہیں میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر اُن سے مدد لوں۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ اُتری کہ مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائیں کہ یہ مسلمانوں کو حلال نہیں، اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ رشتے، خواہ یارانے، خواہ نرے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا اُن سے لُطف و نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔

مدارک شریف پارہ ٦ میں ہے:

ای لاتتخذوھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم وتؤاخونھم وتعاشرونھم معاشرۃ المؤمنین۔[2]

یعنی رب عزّوجل فرماتا ہے کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے معاون بنو، اور ان سے اپنے لئے مدد چاہو، انھیں بھائی بناؤ، دُنیوی برتاؤ اُن کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو، اس سب سے منع فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر پارہ ٦ میں ہے:

المراد ان اللہ تعالٰی امر المسلم ان لایتخذ الحبیب والناصر الامن المسلمین۔[3]

یعنی مرادِ آیت ہے کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی کو اپنا دوست و مددگار بنائیں۔

اسی میں ہے:

یعنی لاتتخذوھم اولیاء ای لاتعتمدوا علی الاستنصار بھم ولاتتوددوا الیھم۔[4]

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ٣/ ٢٨ دارالکتب العلمیۃ بیروت ١/ ٢٣٧

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ لاتتخذوا الیھود الخ دارالکتاب العربی بیروت ١/ ٢٨٧

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ؍؍ ؍؍ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ١٢/ ٢٦

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ لاتتخذوا الیھود الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ١٢/ ١٥

یعنی مرادِ آیت یہ ہے کہ کافروں کی مدد و یاری پر اعتماد نہ کرو۔
تفسیر ابی السعود و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیر آیۂ مذکورہ ہے:

نھوا عن موالاتھم لقرابة او صداقة جاھلية ونحوھما من اسباب المصادقة والمعاشرة وعن الاستعانة بھم فی الغزو وسائر الامور الدينية۔[1]

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

آیت نمبر ۴:

فان تولوا فخذوھم واقتلوھم حيث وجدتموھم ولا تتخذوا منھم وليا ولا نصيرا۔[2]

اور اگر کافر ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو دوست نہ بناؤ۔

اس آیۂ کریمہ میں ولی کے ساتھ لفظ نصیر خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انھیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام۔

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فان تولوا) عن الايمان (فخذوھم واقتلوھم حيث وجدتموھم ولا تتخذوا منھم وليا ولا نصيرا) وان بذلوا لكم الولاية والنصرة فلا تقبلوا منھم (الا الذين يصلون الى قوم) ويتصلون بھم والاستثناء من قوله فخذوھم واقتلوھم دون الموالاة۔[3]

اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار، اور اگر وہ بلا معاوضہ بھی تمھاری دوستداری و مددگاری بگھاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر جو اہل معاہدہ سے ملیں یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء ہے نہ دوستی

---

[1] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۹
[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) زیر آیہ ۴/ ۸۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۲

فتاویٰ رضویہ جلد

سے کہ وُہ تو ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے :

ای جانبوھم رأسا ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ[1]۔

یعنی ان سے بالکل دُور رہو اور ان کی دوستی و مدد کچھ نہ قبول کرو۔

تفسیر ابی السعود میں ہے :

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ ابدا[2]۔

یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو اور کبھی ان کی دوستی و مدد قبول نہ کرو۔

تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے :

ھذا مستثنی من الاخذ والقتل اما الموالاۃ فحرام مطلقا لا تجوز بحال[3]۔

یہ استثناء گرفتاری وقتل سے ہے، رہی کافر سے موالات وہ تو مطلقاً حرام ہے کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے :

ھذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاۃ الکفار والمنافقین لا تجوز بحال[4]۔

یہ استثناء قتل کی طرف پھرتا ہے نہ موالات کی جانب اس لئے کہ کافروں اور منافقوں سے موالات تو کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے :

استثناء من مفعول فاقتلوھم لا من قولہ ولا تتخذوا منھم (ولیا ولا نصیرا) وان کان اقرب مذکورات لاتخاذ الولی منھم حرام بلا استثناء بخلاف قتلھم[5]۔

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۴/ ۸۹ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۳۱
[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۱۳
[3] الفتوحات الٰہیہ (الشہیر بالجمل) " " " دار الفکر بیروت ۲/ ۱۰۲
[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) " " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۰۷ و ۴۰۸
[5] تفسیر کرخی

معاہدوں سے ملنے والوں کا استثناء ان سے ہے جن کی بابت حکم فرمایا تھا کہ انھیں قتل کرو، اس ارشاد سے استثناء نہیں کہ اُن میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر ہے اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف اُن کے قتل کے کہ اس سے معاہدین مستثنٰی ہیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی لا من الضمیر فی ولا تتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منھم حرام مطلقا[1]

طیبی نے کہا دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثناء نہیں اگرچہ وہ قریب تر ہے اس لئے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ معاہد ہو۔

اقول اس پر خود سیاقِ کریمہ دال کہ قتل و قتال ہی کے منع و رخصت کا ذکر ہے یونہی عموم حکم نفس استثناء کا مفاد کہ مجاہرین متصلین بالمعاہدین و معاہدین غیر جانبدار طرفین مستثنٰی فرمائے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۹۰ تا ۴۹۶)

(۷٦) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اس سے ایسی استعانت جس میں وہ ہمارا رازدار و دخیلِ کار بنے یہ مطلقاً حرام ہے جس کے لئے پہلی آیۂ کریمہ بس ہے، نیز فرماتا ہے جل و علا:

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ ط واللہ خبیر بما تعملون[2]

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے جہاد کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیلِ کار نہ بنائیں اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔

ولہذا حدیث چہارم میں اُن سے مشورہ لینا ناجائز فرمایا، تفسیر کبیر میں کریمۂ اولٰی کے تحت میں ہے:

---

[1] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۴/ ۹۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۵
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱٦

ان المسلمین کانوا یشاورونهم فی امورهم ویؤانسوهم لما کان بینهم من الرضاع والحلف، ظنا منهم انهم وان خالفوهم فی الدین فهم ینصحون لهم فی اسباب المعاش، فنهاهم الله تعالٰی بهٰذه الاٰیة عنه، فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانة من غیر المؤمنین فیکون ذٰلك نهیا عن جمیع الکفار، وقال تعالٰی "یاَیّها الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء" ومما یؤکد ذٰلك ماروی انه قیل لعمر رضی الله تعالٰی عنه ھٰهنا رجل من اهل الحیرة نصرانی لایعرف اقوی حفظا و احسن خطا منه، فان رأیت ان تتخذه کاتبا، فامتنع عمر من ذٰلك وقال اذن اتخذت بطانة من غیر المؤمنین۔[1]

یعنی کچھ مسلمان بعض یہود سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے اور باہم دل بہلاتے کہ کسی سے دودھ کی شرکت تھی کوئی کسی کا حلیف تھا یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اگرچہ دین میں ہمارے خلاف ہیں دنیوی باتوں میں تو ہماری خیرخواہی کریں گے، اس آیہ کریمہ میں رب العزت جل و علا نے انھیں منع فرمادیا اور حکم دیا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ، تو یہ نہ صرف یہود بلکہ جملہ کفار سے ممانعت ہوئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو یار نہ بناؤ"۔ اور اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جو امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوئی کہ اُن سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اُس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کو معلوم نہیں، حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں، امیرالمومنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

روی ان ابا موسٰی الاشعری رضی الله تعالٰی عنه قال قلت لعمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه ان لی کاتبا نصرانیا، فقال مالك وله قاتلك الله الا اتخذت حنیفا؟ یعنی مسلما اما سمعت قول الله عزوجل "یاَیها الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیهود والنصٰری اولیاء" قلت له دینه ولی کتابته فقال لااکرمهم اذ اهانهم الله، ولا اعزهم اذ اذلهم الله ولا ادنیهم اذ ابعدهم الله، قلت انه لایتم

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ یایہا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۱۷۲

امر البصرة الا به فقال مات النصرانی والسلام یعنی هب انه مات فما تصنع بعدہ فما تعمله بعد موته فاعلمه الأن واستغن عنه بغیرہ من المسلمین[1]

یعنی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیرالمومنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے۔ فرمایا تمھیں اس سے کیا علاقہ خدا تمھیں سمجھائے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا، کیا تم نے یہ ارشادِ الٰہی نہ سُنا کہ اے ایمان والو! یہود ونصارٰی کو یار نہ بناؤ۔ میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے۔ فرمایا میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا، نہ ان کو قرب دُوں گا جبکہ اللہ نے انھیں دُور کیا۔ میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا۔ فرمایا مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وہ مرگیا تو اس کے بعد کیا کروگے جو جب کروگے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کر کے اس سے بے پروا ہوجا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۱۱ تا ۵۱۳)

(۷۷) خطبۂ جمعہ میں گاندھی کی تعریف کرنے والوں کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

دوسرا[ع1] جمعہ کا خطبہ اُردو میں پڑھتا ہے، نہیں نہیں خطبہ کی جگہ لکچر دیتا ہے اور اس میں خلفائے راشدین وحسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح مقدس ذات ستودہ[ع2] صفات وغیرہا لفظیوں کے ساتھ گاتا ہے۔ اللہ تعالٰی فرمائے: انما المشرکون نجس[2] مشرک تو نہیں مگر ناپاک، یہ کہیں مقدس ذات۔ اللہ فرمائے: اولئك هم شر البریة[3] وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں، یہ کہیں ستودہ صفات۔ غرض خطبۂ جمعہ کیا تھا قرآن عظیم کا رَد تھا۔ آج خطبۂ جمعہ میں یہ ہوا کل نماز میں اھدنا الصراط المستقیم کی جگہ

ع۱ اخبار مشرق گورکھپور ۱۳ جنوری ۲۱ء وعینی شہادت مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی رکن خلافت کمیٹی ۱۲ حشمت علی

ع۲ یہ مولوی صاحب شاہد عینی کا بیان ہے اور اخبار مشرق میں مقدس ذات پاکیزہ خیالات ہے ۱۲ حشمت علی

[1] لباب التاویل تفسیر الخازن تحت الآیۃ ۵/ ۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۳

[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[3] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

اھدنا الصراط الگاندھی پڑھیں گے، اور کیوں نہ پڑھیں جبکہ جانیں کہ اس مقدس ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالیٰ نے مذکّر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں تو صراط الذین انعمت علیھم میں تو گاندھی کو ضرور داخل مان چکے، اللہ جسے مقدس ذات ستودہ صفات کرے اور خلق کے لئے مذکّر بنا کر بھیجے اس پر انعام الٰہی تام وکامل ہے، الذین انعم اللہ علیھم[۱] (وہ جن پر اللہ نے احسان کیا) کا بیان قرآن کریم نے من النبیین والصدیقین والشھداء والصّٰلحین[۲] (وہ کون ہیں نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ) فرمایا ہے، یہ سب مقدّس ذات ستودہ صفات ہیں مگر لاکھوں شہداء وصالحین کو اللہ تعالیٰ نے مذکّر بنا کر مبعوث نہ فرمایا، تو گاندھی جی اوّل نمبر کے انعمت علیھم ہوئے مگر قرآن تو کفّار پر اپنا غضب اور لعنت بتاتا اور انھیں ہر مخلوق سے بدتر ہر ذلیل سے ذلیل تر فرماتا ہے، اگر اس کا نام انعام ہے تو ضرور کفّار سے بڑھ کر کوئی انعمت علیھم نہیں۔ قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[۳] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت) مشرک کو مسجد جامع میں مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے ہزار ہا مسلمانوں سے اونچا کھڑا کر کے مسندِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جمایا جاتا ہے کیا مسئلہ استعانت کا یہ مطلب تھا، کیا درمختار میں اس کا جواز لکھا تھا، اجازت تھی تو استخدام کی، وہ بھی ایسا جیسے کتّے سے جو پورا مسخّر ہو لیا، تم نے الٹی خدمتگاری بلکہ غلامی کی، وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون[۴] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت)

مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیبِ الٰہی تھا جس کا بیان زیر آیت اولیٰ گزرا انھوں نے اعتماد درکنار قطعًا التجا کی، التجاء واعتماد کے جو معنی گزرے اُن کے آئینہ میں ان کی صورتیں منقوش دیکھ لیجئے ۲۲ کروڑ ہندؤوں کو اپنا یار و یاور بنانا کیا دلی خیر خواہی پر پورے اعتماد کے بغیر ممکن ہے، بداہت عقل کو مکرائیے تو لیڈران کے گیت سُن لیجئے جو مشرکین کو اپنا دلی خیر خواہ سمجھنے کے گائے ہیں "اُن کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونتِ حق سے گریزاں

ع‎ خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ص ۵ و ۶۔ ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۶۹ [۲] القرآن الکریم ۴/ ۶۹

[۳] 〃 ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴ [۴] 〃 ۲۶/ ۲۲۷

تھے اُن کا دستِ اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہو گئے ہیں برادرانِ وطن کو اُن کی ہمدردی کی اُجرت دے کر اُن کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے، نہ ہماری لفظی شکر گزاری کی محتاج ہے ہمارے دل میں اُن کے اخلاص[۱] نے گھر کر لیا ہے"۔

دیکھئے کیسی دل کھول کر تکذیبیں کیں، اب آتنا مسلمان دیکھ لیں گے کہ یہ سچے یا اللہ واحد قہار سچا کہ لا یالونکم خبالا[۲] وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے قل صدق اللہ[۳] وما للظلمین من انصار[۳]

(فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۱۸، ۵۱۹)

(۷۸) مزید فرمایا:

سب جانے دو اتنا تو مفتی لیڈران کو بھی مسلّم کہ اگر ان کی طرف حاجت پڑے اور ان سے غدر کا امن ہو تو استعانت درست یعنی حاجت نہ ہو تو حرام اور اُن کے غدر سے امن نہ ہو تو حرام، حاجت کا انکار خود لیڈران کو ہے اور اُن کے غدر سے امن پر کیا دلیل قائم کر لی، کیا نرا وعدہ۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما یعدھم الشیطن الا غرورا[۴]

شیطان تو انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

یا انھوں نے تمہارے خیر خواہ بنے رہنے کی قسمیں کھائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انھم لا ایمان لھم[۵] ان کی قسمیں کچھ نہیں۔

یا تمھیں وحی آئی کہ یہ جانی دشمن یہ دینی اعدا یہ خونخوار بدخواہ یہ کبھی دغا نہ کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شئ[۶]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی حالانکہ اُسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی۔

عہ رسالہ قربانی گاؤ مولوی عبدالباری ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

۱ القرآن الکریم	۳/ ۱۱۸	۲ القرآن الکریم	۳/ ۹۵
۳ "	۲/ ۲۷۰	۴ "	۴/ ۱۲۰
۵ "	۹/ ۱۲	۶ "	۶/ ۹۳

اُن کے غدر سے امن کی تو ایک وہی صورت تھی کہ وہ ایسے ذلیل وقلیل ہمارے ہاتھ میں مجبور و مقہور ہوں کہ سرتابی کی قدرت ہی نہ رکھیں، کیا یہ ۲۳ کروڑ ہندو تمھارے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں، جھُوٹ جھوٹ جھوٹ اور پورے ۲۳ کروڑ جھوٹ۔ دیکھو تمھارے ہی شائع کردہ فتوے نے تمھیں گھر تک پہنچا دیا، اور اس استعانت میں تم پر فرد قرارداد جرم لگا کر مرتکب حرام ٹھہرا دیا، احمق اسے شائع کرواتے اور اپنی سند ٹھہراتے ہیں، اور نہیں جانتے کہ وہ انھیں پر زد ہے انھیں کا رَد ہے، ہمارے دوست مفتی صاحب نے مروان کے خفیہ خط کی طرح متلمس کا سا صحیفہ اُن کے ہاتھ میں دے دیا جس میں اُن کی موت ہے اور یہ خوشی خوشی لئے پھرتے ہیں، نہیں نہیں نرے ناشخص، نہیں سمجھتے ہیں، مگر مقصود ہی دین کو بدلنا، احکام کو کچلنا، عوام کو چھلنا ہے، جاہل بیچارے اتنا دیکھ لیں گے کہ دیکھو جائز لکھا ہے اب اتنی سمجھ کسے کہ جسے جائز لکھا ہے لیڈران کی استعانت کو اُس سے مس نہیں اور اُن کی جو استعانت ہے فتوے میں ہرگز اُسے جائز نہ لکھا بلکہ صاف عدمِ جواز کا اشعار کیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

(۷۹) مستامن وحربی کے حکم میں فرق ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اقول مستامن کے لئے خود قرآن عظیم سے اشارہ نکال سکتے ہیں کہ:

ان احد من المشرکین استجارك فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ[1]

اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سُنے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے کوئی مجلس نہ تھی سوا مسجد کریم کے، ولہذا وفود یہیں حاضر ہوتے اور اس میں متون کا خلاف نہیں۔ ہدایہ سے گزرا کہ مستامن جب تک دار الاسلام میں ہے بمنزلہ ذمّی ہے ذمہ مؤبدہ وموقتہ دونوں طرح ہوتا ہے۔ کافی امام نسفی فصل امان میں ہے:

المراد بالذمۃ العہد مؤقتا کان او مؤبدا و ذلك الامان وعقد الذمۃ[2]

---

[1] القرآن الکریم ۹/۶ [2] الکافی شرح الوافی للنسفی

ذمہ سے عہد مراد ہے ایک میعاد معین تک ہو یا ہمیشہ کے لئے، یہ امان وعقد ذمہ ہے۔
یہیں کہہ سکتے ہیں کہ ذمی و حربی برابر ہیں یعنی مستامن کہ اس کے لئے بھی ایک وقت تک ذمہ ہے بالجملہ جواز خاص ذمی کے لئے تھا اور حربی لے دوڑے۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۴ ص ۵۲۲؛ ۵۲۳)

(۸۰) مزید فرمایا:

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) للہ الحمد اس حدیث حسن نے صاف ارشاد فرمادیا کہ اس سے پہلے جو کسی مشرک یا کافر غیر ذمی کے لئے اجازت تھی منسوخ ہوگئی کہ فرمایا "بعد عامنا ھذا" (اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد میں نہ آنے پائے سوائے ذمیوں کے)۔ مخالفین جتنی روایات پیش کریں اُن کے ذمہ لازم ہے کہ اُس واقعہ کے اس ارشاد کے بعد ہونے کا ثبوت دیں ورنہ سب جوابوں سے قطع نظر ایک سیدھا سا یہی جواب بس ہے کہ وہ منسوخ ہوچکا اور ہرگز اس کا ثبوت نہیں دے سکتے خصوصاً بعد عامنا ھذا کا لفظ ارشاد فرمارہا ہے کہ یہ ارشاد بعد نزول سورۂ براءت ہے غالباً اُس کا یہ لفظ پاک ارشادِ الٰہی:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا[1]۔

مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔(ت)

سے ماخوذ ہے، تو پہلے کے وقائع پیش کرنا محض نادانی لیکن لیڈران تو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر منسوخات ہی پر عمل کر رہے ہیں کہ اس میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں، وخسر ھنالک المبطلون[2] (اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۴ ص ۵۲۶)

(۸۱) ہنود کی مسلمانوں سے رغبت و دوستی کا راز بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت و گاندھوی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض احباب نے تحریر میں لیا اُس کا اعادہ موجبِ افادہ۔ مسلمانوں کا رب جل وعلا فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایألونکم خبالا ط ودوا ماعنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر ط قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۸
[2] القرآن الکریم ۴۰/۷۸
[3] 〃 ۳/۱۱۸

اے ایمان والو! کسی کافر کو اپنا ہم راز نہ بناؤ وہ تمھارے نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا، دشمنی اُن کے مونھوں سے کھل چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے بیشک ہم نے تمھیں صاف صاف نشانیاں بنا دیں اگر عقل رکھتے ہو۔[1]

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ، ومن اصدق من اللہ قیلا (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) کہ مشرکین ہرگز ہماری خیرخواہی نہ کریں گے، خیرخواہی درکنار کبھی بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، پھر انھیں یار و انصار بنانا ان سے وداد و اتحاد منانا، اُن کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآنِ عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے، اور ضرور ہے، ولکن لا تبصرون[2] (مگر تمھیں نگاہ نہیں۔ ت) آؤ اب ہم تمھیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور اُن کی طرف سے اس میل اور مَیل کا راز بتائیں۔ دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

اوّل اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے اُن پر طے کر دئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیرخواہی سمجھے جاتے ہیں۔ **اولاً** جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔

ثانیاً جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرا دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں، بہرحال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد و مزاراتِ اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً جب یہ بھی نہ نبھی تو ترکِ موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترکِ معاملت پر اُبھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مالگزاری ٹیکس کچھ نہ ہو، خطابات واپس کر دو، امر اخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہری نام کا دُنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے، اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ و ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوقِ اسلام

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] " " ۵۶/ ۸۵

پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہوسکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہرگز نہیں، قرقیاں ہوں گی، تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے۔ دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ "وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے" ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۳۵ تا ۵۴۰)

(۸۲) ایک استفتا آیا کہ گاؤکشی واجب ہے یا مباح، قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی، جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں گاؤکشی سے باز رہا جائے یا نہ؟ اس کے جواب میں اعلحضرت نے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" تحریر فرمایا، اس میں فرماتے ہیں،

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے "ترک" اور "کف" میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی و تنگی کر دینا، ہم اہل اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک و تعالٰی نے قرآن عزیز میں جابجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔

قال ربنا تبارك وتعالٰى ومن الابل ومن البقر اثنين ط قل ءالذكرين حرم ام الانثيين اما اشتملت عليه ارحام الانثيين[1]

ہمارے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا: اس نے تمھارے لئے بنائے اونٹ میں سے دو (نر و مادہ) اور گائے میں سے دو (ان کافروں سے) فرما دو اللہ تعالٰی نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ جو دونوں مادہ کے پیٹ میں ہے۔

وقال تعالٰى اولم يروا انا خلقنا لهم مما عملت ايدينا انعاما فهم لها مالكون ۝ وذللنها لهم فمنها ركوبهم ومنها ياكلون ۝ ولهم فيها منافع ومشارب افلا يشكرون ۝[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انھیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۴۴ [2] القرآن الکریم ۳۶/۷۱ تا ۷۳

ان کے لئے چوپائے پیدا فرمائے تو وہ ان کے مالک ہیں، اور ہم نے ان چوپاؤں کو ان کا مسخر کر دیا تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں، اور اُن کے لئے اُن میں منافع ہیں اور پینے کی چیز، تو کیا شکر نہ کریں گے الی غیر ذٰلک من الاٰیات۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دُنیا و آخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل و بہتر فرمایا۔[1]

والحدیث مخرج بطرق عدیدۃ عن عدۃ من الصحابۃ الکرام رضوان اللہ تعالٰی علیھم اجمعین۔

یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیھم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے (ت)

اور بیشک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر و فقیر کو دستیاب نہیں ہوسکتا خصوصاً مسلمانانِ ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤ کے نہیں، اور کتبِ حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے۔ عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قوٰی کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو چند روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہو جاتی ہے، اور زیادہ دن گزریں، تو نفرت کرنے لگتی ہے بخلاف نانِ گندم و گوشت کہ عمر بھر کھائے تو اس سے تنفّر نہیں ہوتا، مع ھذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار قسم کے منافع ملتے اور ان منفعتوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں، اور چند اقوام کی تجارتیں اور ان کے رزق کے ظاہری سامان اُسی گاؤ کشی کا نتیجہ ہیں۔

تو سائل کا یہ قول کہ "کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو" محض تصویر غلط ہے، اور گائے کی قربانی خاص ہمارے شعائرِ دین سے ہے، ہمارا مالک و مولیٰ تبارک و تعالےٰ صریح ارشاد فرماتا ہے:

والبُدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ۔[2]

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اللحم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۵
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

اور اونٹ اور گائے کو کیا ہم نے تمہارے لئے خدا کے شعاروں میں سے۔

اور یقیناً معلوم کہ ہمارے ملک میں اونٹ ہماری غذا و ادائے واجب قربانی کے لئے کفایت نہیں کر سکتے، اوّل تو سخت گراں، دوسرے بہ نسبت گاؤ نہایت قلیل الوجود، اور اگر گاؤ کشی موقوف کرکے اونٹ پر کفایت کی جائے تو چند روز میں اونٹ کی قیمت دہ چند ہو جائے گی، اور یہ نفع عام جو ہمارے غربا کو پہنچتا ہے ہرگز متصور نہ رہے گا۔ اور عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ بوجہ قلت اونٹ حکم عنقا کا پیدا کرے، تو رفع حاجت دائمہ اس سے متوقع نہیں، اور بکری کا گوشت کھانے کے لئے بھی تھوڑے لوگوں کو ملتا ہے، اور قربانی کے واسطے بھی ہر شخص ایک بکری جداگانہ کرے کہ سال بھر سے کم کی نہ ہو اور اس کے اعضا بھی عیب و نقصان سے پاک ہوں بخلاف اس غریب پرور جانور یعنی گائے کے کہ ہمارے مسئلہ شرعیہ سے اس میں سات شخص شریک ہو سکتے ہیں، اور بیشک سات بکریاں ایک گائے سے ہمیشہ گراں رہتی ہیں۔

معہذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز اور ہنود کے یہاں ممانعت ایک پلہ میں نہیں، ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود، قرآن مجید میں ہے:

ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ[1]۔

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ (ت)

وشرائع من قبلنا اذا قصّہا اللہ تعالٰی علینا من دون انکار شرائع لنا (ملتقطا) کما نص علیہ فی کتب الاصول[2]۔

ہم سے پہلی شریعتوں کو جب اللہ تعالٰی بیان فرما کر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہو جاتی ہے (ملتقطا) جیسا کہ کتبِ اصول میں منصوص ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۵۳ تا ۵۵۵)

(۸۳) مجلس داد خواہی مسلمانان بریلی کی طرف سے سوال آیا کہ دعویٰ قربانی کے جواب میں ہنود نے اپنا یہ بیان پیش کیا ہے کہ قرآن شریف میں اس فعل کی اجازت نہیں۔ اس کے جواب میں قرآنی آیات سے گائے کی قربانی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

[2] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۲

بیانِ ہنود سراسر غلط ہے، مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید اور ہمارے سچے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ارشادات سے قربانیِ گاؤ کی اجازت بخوبی ثابت ہے:

(۱) اللہ تعالٰے قرآن مجید کے سترھویں پارہ، بائیسویں سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے:

والبدن جعلنٰها لكم من شعائر الله لكم فيها خير ق فاذكروا اسم الله عليها صواف ج فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها و اطعموا القانع والمعتر ط كذلك سخرنٰها لكم لعلكم تشكرون [۱]

اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں، تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے تو اللہ کا نام لو اُن پر کھڑے ہوئے، پھر جب اُن کی کروٹیں گر جائیں تو خود کھاؤ، اور صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ، یونہی ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ تم احسان مانو۔

قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں۔ تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی ای نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کرا کر اپنے مطبع میں چھ بار چھاپی، بیچی، اس کی جلد دوم طبع ششم سطر اخیر صفحہ ۷۹، وسطر اول ص ۸۰ میں آیت کے ان لفظوں کا ترجمہ یوں لکھا:

"والبدن اور اونٹ گائے جو قربانی کے واسطے ہانکے لئے جاتے ہیں جعلنٰها لكم کر دیا ہم نے انھیں یعنی ان کے ذبح کو تمہارے واسطے من شعائر الله دین الٰہی کی نشانیوں میں سے"۔ [۲]

اور بیشک ہم حنفی مذہب والوں کے تینوں امام یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اور اُن کے سب پیرؤوں کا یہی مذہب ہے کہ بُدنہ یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور میں اونٹ اور گائے دونوں داخل ہیں، انھیں اماموں کا مذہب ہندوستان کے تمام شہروں میں رائج ہے، اور یہاں انھیں کے مذہب پر فتوٰی وعمل ہوتا ہے۔ ہدایہ، درمختار، قاضیخاں، عالمگیری وغیرہا مشہور کتابیں اسی مذہب کی ہیں۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[۲] تفسیر قادری تحت الآیۃ والبدن جعلنٰها لكم نولکشور لکھنؤ ۲/ ۷۹، ۸۰

درمختار میں ہے :

بُدنة ھی الابل والبقر سمیت به لضخامتها[1]

بُدنہ اُونٹ اور گائے ہے اُن کے ڈیل دار ہونے کے سبب اُن کا یہ نام ہُوا۔

ہدایہ میں ہے :

البدن من الابل والبقر، قال الشافعی من الابل لنا ان البدنة تنبئ عن البدانة وھی الضخامة وقد اشترکا فی ھذا المعنی ولھذا یجزئ کل واحد منهما عن سبعة اھ[2] ملخصًا۔

اُونٹ اور گائے دونوں بُدنہ ہیں۔ شافعی نے کہا : اُونٹ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ بُدنہ ڈیل دار ہونے سے خبر دیتا ہے۔ اور اس بات میں اُونٹ اور گائے برابر ہیں، اس لئے وہ دونوں سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرتے ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

البُدن من الابل والبقر[3]۔

بُدنہ اونٹ اور گائے دونوں سے ہے۔

اور یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ عنقریب مذکور ہوگی۔

(۲) اللہ تعالٰی اسی رکوع کے شروع میں فرماتا ہے :

ولکل امّة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علٰی ما رزقهم من بهیمة الانعام[4]

اور ہر گروہ کے لئے ہم نے مقرر کر دی قربانی کہ اللہ کا نام لیں چوپایوں کے ذبح پر جو اللہ نے اُنھیں دئے۔

یہاں فرمایا کہ چوپایوں کو اللہ تعالٰی نے قربانی کے لئے بنایا ہے، اور آٹھویں پارہ چھٹی سورہ انعام کے سترھویں رکوع میں چوپایوں کی تفصیل یہ بیان فرمائی :

---

[1] درمختار | کتاب الاضحیة | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۱

[2] الهدایة کتاب الحج فصل فی ما یتعلق بالوقوف | المکتبة العربیة کراچی | ۱/۲۳۶، ۲۳۷

[3] فتاوٰی ہندیة | الباب السادس عشر فی الهدی | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۲۶۱

[4] القرآن الکریم ۲۲/۳۴

ثمٰنیۃ ازواج ۚ من الضان اثنین ومن المعز اثنین ط (الیٰ قولہ تعالیٰ) ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین ط قل ءٰ الذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین[1]

چوپائے آٹھ نر و مادہ میں بھیڑ سے دو، اور بکری سے دو، اور اونٹ سے دو، اور گائے سے دو، تم فرماؤ کیا اللہ نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ، یا وہ جسے اپنے پیٹ میں رکھا دونوں مادہ نے۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سب کی قربانی اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے، اسی لئے تفسیر مذکور فرماتشی منشی نولکشور کی جلد دوم ص ۷۰، سطر ۱۱ و ۱۲ میں "چوپایوں پر اللہ کا نام لینے" کی تفسیر میں لکھا:

"بے زبان چوپایوں میں سے یعنی اونٹ گائے بکرا" اس سے قربانی مراد ہے کہ خدا کے نام پر ذبح کریں۔"[2]

اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے، بیل، بچھیا، بچھڑا اس کا کھانا حلال ہے جس کی حلت خود قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے۔

(۳) اللہ تعالٰی پہلے پارے، دوسری سورت سورۂ بقر کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے:

واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ[3]

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تمھیں حکم فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اور ساتویں پارے چھٹی سورت سورۂ انعام کے دسویں رکوع میں موسیٰ و ہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:

اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ[4]

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ٹھیک راستے پر چلایا تو انھیں کی راہ چل۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا وہی ہمارے لئے بھی ہے جب تک

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۳، ۱۴۴

[2] تفسیر قادری تحت الآیۃ ۲۲/ ۲۸ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۷۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

[4] " " ۶/ ۹۰

ہماری شریعت اسے منسوخ نہ فرمادے۔ تو گائے قربانی کرنے کی ہمیں اجازت یوں بھی ثابت ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں بلکہ اگلی شریعتوں سے چلا آتا ہے۔

تفسیر مذکور مطبع نولکشور جلد اول کے ص۱۷ سطر اخیر و ص۱۸ سطر اول میں اس حکم الٰہی ذبح گاؤ کی حکمت یوں لکھی:

"اُسے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا کہ گوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو، انھیں دکھا دیا کہ جسے تم نے پوجا وہ ذبح کرنے کے قابل ہے عبادت اور مدح کے لائق نہیں۔"[1]

(۴) ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن مجید میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی۔ قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف انھیں احکام پر نہیں رکھی جس کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا، بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور نبی کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[2]

جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے روکے اس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔[3]

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوٰی ۝ ان ھو الا وحی یوحٰی۔[4]

یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی اور مسلمانوں کو ایک ایک گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ مذہب اسلام میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] تفسیر قادری تحت الآیۃ ۲/ ۶۷ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۷ و ۱۸

[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[3] " " ۴/ ۸۰

[4] " " ۵۳/ ۳ و ۴

کے احکام کی چھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں جنھیں صحاح ستّہ کہتے ہیں، ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ضحی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۶۰ تا ۵۶۴)

(۸۴) ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

گائے کی قربانی ہندوستان میں اعظم شعائرِ اسلام سے ہے:

قال اللہ تعالٰی والبُدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا، اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۶۶)

(۸۵) ہنود کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان سے معاہدہ کرلیا کہ ہم گائے کی قربانی نہیں کریں گے کیونکہ اس کا حکم کہیں نہیں آیا ہے، ان کے بارے میں فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں وہ لوگ سخت اشد اخبث اشنع کبیرہ کے مرتکب ہیں، گائے کی قربانی بلاشبہہ قرآنِ عظیم سے ثابت ہے، جواز کے لئے تو آیات کثیرہ ہیں، مثلاً:

قال اللہ تعالٰی ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔[3]

اللہ تعالٰے کا ارشاد مبارک ہے: بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اور فرماتا ہے:

من الابل اثنین ومن البقر اثنین ط قل ءٰالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین[4]

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح ضحیۃ غیرہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۴

[2] القرآن الکریم ۲۲/۳۶

[3] 〃 ۲/۶۷

[4] 〃 ۶/۱۴۴

اونٹ میں سے دو، اور گائے میں سے دو، تم فرماؤ کیا اللہ نے اونٹ اور بیل حرام کئے ہیں یا اونٹنی اور گائے یا بوتا اور بچھڑا۔

یعنی ان میں سے کچھ حرام نہ فرمایا، سب تمہارے لئے حلال ہیں، اور خاص عبادت قربانی کے لئے فرماتا ہے:

والبُدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے۔

خصوصًا ہندوستان میں کہ یہاں تو بالخصوص گائے کی قربانی واجباتِ شرعیہ سے ہے، جیسے ہم نے اپنے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" میں بدلائلِ واضحہ ثابت کیا ہے۔ خوشیِ ہنود کے لئے اس سے باز رہنے والا بلاشُبہہ بدخواہِ اسلام و مسلمین ہے، دشمنانِ دین سے دوستی کرنیوالا دشمنِ دین ہوتا ہے اور روزِ قیامت ان کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جاتا ہے۔

قال تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تم میں ان سے دوستی رکھے وہ انھیں میں سے ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۶۸، ۵۶۹)

(۸۶) اتحادِ ہنود کی خاطر گائے کی قربانی ترک کرنا کیسا ہے، اس کے جواب میں فرمایا:

گائے کی قربانی شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی والبُدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے۔(ت)

دشمنانِ دین سے اتحاد منانے کو شعارِ اسلام بند کرنا بدخواہیِ اسلام ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۱، ۵۷۲)

(۸۷) ہنود کے حمائتیوں نے وعدہ کیا ہے کہ گائے کی بجائے بکرے کی قربانی کرو ہم مالی مدد کرینگے،

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۶

[2] 〃 ۵/۵۱

[3] 〃 ۲۲/۳۶

اس کے بارے میں فرمایا:

ان صاحبوں کا وعدہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ القائے شیطان ہے،

وقال اللہ تعالیٰ و مایعدھم الشیطٰن الا غرورا[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطان تو وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

ان سے چندہ سے مدد لے کر گائے کی قربانی چھوڑنا شیطان کا داؤں چلا لینا ہے، دو چار کو شیطان نے دھوکا دے لیا، اور مسلمان تو اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۵۰۲)

(۸۸) وعدہ مذکورہ بالا کے ایفاء میں ہنود کی طرف سے بھی مدد شامل ہو تو مسلمانوں کو وہ قبول کرنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اس سے اور بھی کھل گیا کہ یہ شیطان کا فریب ہے ہرگز کفار تمہارے دین کی خیر خواہی نہ کریں گے

قال اللہ تعالیٰ لا یالونکم خبالا۔[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ (ت)

ضرور ہے کہ جس میں وہ ساعی ہیں اس میں تمہارے دین کا ضرر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ودّوا ما عنتّم[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمھیں پہنچے۔ (ت)

ان کے زبانی اتحاد پر پھولنا قرآن عظیم کو بھولنا ہے،

قال اللہ تعالیٰ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ (ت)

اس اتحاد کی یک طرفہ نالی تو دیکھو، تم اپنا شعار دین بند کر دو جسے تم ان سے بالکل مخفی کرتے ہو اور وہ اتنا بھی نہ کریں کہ اتنے گھنٹے سنکھ اُن مندروں سے بند کر دیں جہاں سے تمھیں یا کم از کم کسی مسجد کو وہ مکروہ و دلخراش آوازیں جائیں وہ اعلان نہ چھوڑیں اور تم مخفی سے بھی باز آؤ۔ یہ انھیں لیڈروں سے اسلام دوستی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۵۰۲)

(۸۹) ترک گاؤ کشی کے معاہدہ کے محرکین اور ان کی کمیٹی میں شرکت کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[3] 〃 〃 ۳/ ۱۱۸ [4] 〃 〃 〃

محرکین کا حال قرآنِ عظیم کی آیتوں سے اُوپر ظاہر ہو چکا کہ شیطان کے فریب میں ہیں، نادانستہ خواہ ان میں بعضے دانستہ بدخواہیِ اسلام کر رہے ہیں، اس کمیٹی میں شرکت حرام ہے کہ قرآنِ عظیم کو پیٹھ دینے کا مجمع ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

وقال تعالٰی فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذًا مثلھم[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۳)

(۹۰) گائے، بھیڑ، بکری، اونٹ وغیرہ کی قربانی میں منجانب شرع مختار ہونے کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قربانی کا تمھیں اختیار ہے مگر مخالفانِ اسلام کی خاطر سے شعائرِ اسلام بند کرنے کا کسی وقت تم کو اختیار نہیں،

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[3]۔

اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۳)

(۹۱) گائے کی قربانی کے بارے میں مزید فرمایا:

ہندوستان میں قربانیِ گاؤ جاری رکھنا واجب ہے اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے۔

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[4]۔

اللہ و رسول زیادہ اس سے مستحق ہیں کہ انھیں راضی کرو اگر تم مسلمان ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۶)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[3] 〃 ۳۳/ ۴
[4] 〃 ۹/ ۶۲

(۹۲) آیت کریمہ "من یشفع شفاعة حسنة" کی توضیح اور اس سلسلہ میں ایک وسوسہ کارد کرتے ہوئے فرمایا:

آیت کریمہ کی نسبت ایسا وسوسہ محض القائے شیطان رجیم ہے، قرآنِ عظیم میں اعمالِ حسنہ وسیّئہ کی ایک عام میزان ومعیار مقرر فرمائی ہے کہ تمام فروع میں ملحوظ ومرعی ہے، اللہ جل وعلا ارشاد فرماتا ہے:

ومن اراد الاٰخرة وسعی لها سعیها وهو مؤمن فاولٰئك كان سعیهم مشكورا[1]۔

جو آخرت چاہے اور اس کے قابل کوشش کرے اور شرط یہ ہے کہ ہو مسلمان، تو ان لوگوں کی کوشش مشکور ہوگی۔

اور کافروں کی نسبت فرماتا ہے:

وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثورا[2]۔

یعنی کافر کچھ بھی عمل کرے ہم نے اسے تباہ وبرباد کر دیا۔

کافر سے اصلاً کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ اس سے کوئی حسنہ متصور ومعقول نہیں، امورِ ثواب کے عمومات میں ہمیشہ صرف اہلِ اسلام مراد ہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضٰعفه له وله اجر کریم[3]۔

کون ایسا ہے جو اللہ کے لئے قرضِ حسن دے اللہ اُسے دُونا دُون عطا فرمائے اور اس کے لئے عزّت والا ثواب ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کافر اگر کسی کو دو ایک روپے بے سُود قرض دے دے وہ اس آیت میں داخل ہے اور اس کے لئے عزّت کا ثواب ہے۔ صورتِ دائرہ نہ صورتِ شفاعت نہ شفاعتِ حسنہ بلکہ بداہۃً سخت شناعت سیّئہ ہے، مسلمان کہلانے والوں نے مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد اختیار کیا، شعائرِ اسلام کی بندش میں کوشاں ہیں اور شعارِ کفر قبول کرنے پر نازاں، مشرکوں کی تعظیم کہ سخت مخالفتِ قرآنِ عظیم ہے اعلان کے ساتھ ہو رہی ہے، ان کی جے پکاری جاتی ہے انھیں اپنی مزعوم حاجتِ دینیہ میں پیشوا و رہنما بنایا جاتا ہے، آیات واحادیث کی تمام عمر

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳
[3] " ۵۷/ ۱۱

بُت پرستی پر نثار کی جاتی ہے، مشرکوں کو مساجد میں لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے، مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ تک لے گئے اس کے لئے دعائے مغفرت و نماز جنازہ کے اشتہار دئے جو صریح کفر ہے، صاف کہہ دیا کہ آج تم نے اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا اور یہ کہ خدا کی رسّی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے دُنیا تو ضرور ملے گی، علانیہ چھاپ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز موقوف کر دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت بنائے گا، یہاں اس قول کے معنی کھلے جو خدا کی رسّی کی نسبت کہا تھا، حبل اللہ قرآن عظیم ہے محال ہے کہ اسے مضبوط تھامنے سے دین نہ ملے، مگر یہ دین جو معابد کفار کو مقدس بنائے اور مسلم و کافر کا امتیاز اٹھائے البتہ قرآن عظیم سے نہیں مل سکتا، قرآن عظیم تو اس کا بیخ کن ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام[1]

بیشک اللہ کے نزدیک سچّا دین صرف اسلام ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین۔[2]

اور جو اسلام کے سوا کوئی بھی دوسرا دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں زیاں کار رہے گا۔

لہٰذا تصریح کر دی کہ قرآن عظیم کو مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے، اور کہاں تک ان کے افعال و اقوال ذکر کئے جائیں جن کے دل اللہ نے اُلٹ دئے اور آنکھیں پلٹ دیں فسبحٰن مقلب القلوب والابصار (پاک و منزّہ ہے وہ ذات جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتی ہے۔ ت) باقی امور تحریم تعظیم مشرکین وغیرہ بارہا بیان ہو چکے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۹، ۵۸۰)

(۹۳) کیا کوئی شخص مشروع و مباحِ شرعی کو حرام شرعی اور حرام شرعی کو حلال شرعی بنا سکتا ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ دین پاک، اللہ واحد قہار نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تمام جہان کے لئے قیامت تک کے واسطے اتارا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/۱۹

[2] ؍؍ ۳/۸۵

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا[1]o
بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا[2]۔ (ت)
تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اور ان سے نبوت کا دروازہ بند فرمادیا، محال ہے کہ ابدالآباد تک اب کوئی جدید نبی ہو۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئ علیما[3]o (ت)
ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

محال ہے کہ ان کی کتاب کا ایک حرف یا ان کی شریعت کا کوئی حکم کبھی بدل سکے،

لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ط تنزیل من حکیم حمید[4]۔
باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

ان کی شریعت کے کسی حلال کو جو حرام بتائے یا کسی حرام کو حلال بتائے وہ حلال حرام یا حلال حرام تو نہ ہوجائے گا بلکہ یہی کہنے والا اُلٹا کافر ہوجائے گا۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[5]o متاع قلیل ثم ماوٰھم جھنم وبئس المھاد[6]o قل اٰللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[7]o ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افترٰی[8]o

اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانا

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۱   [2] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۸
[3] 〃 ۳۳/ ۴۰   [4] 〃 ۴۱/ ۴۲
[5] 〃 ۱۶/ ۱۱۶   [6] 〃 ۳/ ۱۹۷
[7] 〃 ۱۰/ ۵۹   [8] 〃 ۲۰/ ۶۱

دوزخ ہے اور کیا ہی بُرا بچھونا۔ کیا اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ تمھیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کردے اور بیشک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔ (ت)

قربانیِ گاؤ کی حلت اور مجالس اعیاد ہنود میں شرکت کی حرمت دونوں ضروریاتِ دین میں سے ہیں جو اسے حرام یا حلال کہے وہ اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اور بحکم قرآن اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور حکمِ کفر اس پر لازم والزم۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1]

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۸۱، ۵۸۲)

(۹۴) ایک شخص نے کہا یزید فاسق نہ تھا امام حسین کو اس سے لڑنا نہیں چاہیئے تھا اور یہ لڑائی مُلکی تھی، نیز بعد نماز مصافحہ کو بدعت کہا۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یزید پلید علیہ مایستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماعِ اہلسنّت فاسق و فاجر وجری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمۂ اہلسنّت کا اطباق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم ○ اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم[2]

کیا قریب ہے کہ اگر والیِ ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والیِ مُلک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حُرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۴۷ / ۲۲، ۲۳

پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چُور ہوگئے۔ سرِ انور کہ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزے پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مُخدّرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حُرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ[1] (ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) فرمایا۔ لہذا امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے منافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحالِ احتمال نسبتِ کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر، اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہٖ تعالٰی، فسوف یلقون غیا الا من تاب[2] (تو عنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوئے۔ ت) اور توبہ تادمِ غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے، مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امامِ مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے، بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبتِ سیدِ عالم صلّے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا شمّہ ہو، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنّت عدو و عنود ہے، ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سُود ہے، اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قولِ صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی دست کشی کرکے ایک مسلمان کا دل دُکھایا مگر وُہ تو ان کلماتِ ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضٰے اور خود حضور سید الانبیاء علیہ و افضل الصلوٰۃ والسّلام کا دل دکھا چکا ہے، اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے۔

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[4] ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذابا مھینا۔[5]

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۹ و ۶۰
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[5] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۹۱ تا ۵۹۳)

(۹۵) اختیاری طور پر بغیر کسی مجبوری کے کلمۂ کفر کہنا کفر ہے اگرچہ دل سے نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا:

کیا بلا ضرورت باختیار خود کفر بکنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے نہ ہو، اس دل سے نہ ہونے کا عذر منافقین پیش کر چکے اور اس پر واحد قہار سے فتوائے کفر پا چکے،

ولئن سألتهم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب ط قل اباللہ و اٰیتہ و رسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]

اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۹۹)

(۹۶) ایک عورت نے یہ کہا "اللہ میاں کو خبر نہیں فرشتہ آئے روح قبض کرنے کو" اس کے بارے میں فرمایا:

یہ لفظ بہر حال کلمۂ کفر ہے بلکہ صریح کفر ہے، اس کے صاف معنی نفی علم ہیں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر، اور تاویل کہ اس نے بیان کی وہ ان لفظوں سے علاقہ نہیں رکھتی وہ بھی یونہی بنے گی کہ جس کی روح قبض کرنے آئے اس کا علم تو تھا یہ اپنی غلطی سے دوسرے کے پاس گئے جس کی اسے خبر نہیں، تو اب دوہرا کفر ہو گیا، ایک نفیِ علمِ مولٰی عزوجل، دوسرا ملائک کی طرف براہِ غلط خلافِ حکم کرنے کی نسبت۔ اور اگر بالفرض اس سے قطع نظر بھی ہو تو اس دوم کا تو وہ خود اپنی تاویل میں اقرار کرتی ہے، یہ کیا کفر نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ویفعلون مایؤمرون[2] وقال تعالٰی لایسبقونہ بالقول وھم بامرہٖ یعملون[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بات

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۵۰
[3] " ۲۱/ ۲۷

ہیں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۲، ۶۰۳)

(۹۷) ایک شخص کے کسی عورت سے ناجائز تعلقات تھے بعدازاں اس نے مجمع عام میں توبہ کا اعلان کر دیا جس پر مسلمانوں نے اس کے ساتھ مواکلت و مشاربت شروع کر دی مگر متعدد لوگ اس کی توبہ قبول کرنے کو تیار نہیں اور اس سے میل جول رکھنے والوں کو بھی خارج از اسلام کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا:

یہ متعدد لوگ محض خطا و ظلم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے۔ اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں ہے:

هوالذی یقبل التوبة عن عباده ویعفوا عن السیٔات[1]

اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

الم یعلموا ان اللہ هو یقبل التوبة عن عباده[2]

کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتاه اخوه متنصلا فلیقبل ذٰلك منه محقا کان او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض۔ رواه الحاکم[3] عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر، اگر قبول نہ کرے گا تو روزِ قیامت حوضِ کوثر پر میرے حضور حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ (اسے حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی اس نے

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۵

[2] " " ۹/ ۱۰۴

[3] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۵۴

دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یٰایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۸، ۶۰۹)

(۹۸) توہینِ شریعت کے مرتکب کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

شریعت کی توہین کرنے والا کافر ہے،

قال اللہ تعالٰی "قل اباللہ و اٰیتہ و رسولہ کنتم تستھزءون ○ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[2]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم فرماؤ کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے مت بناؤ، تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۱)

(۹۹) قبولیتِ توبہ کا منکر مفتری بر شریعت ہے۔ چنانچہ فرمایا :

حق سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے :

ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیاٰت[3]

اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۲)

(۱۰۰) دین محمدی کو نقلی کہنے والے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

ان الدین عند اللہ الاسلام[4]

بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (ت)

اللہ کے یہاں یہی دین دین ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاخرۃ

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

[2] " ۹/۶۵، ۶۶

[3] " ۴۲/۲۵

[4] " ۳/۱۹

من الخاسرین[۱]۔

اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔ (ت)

تو یہی دین اصلی ہے اور یہ نقلی بھی ہے بایں معنیٰ کہ اس کے احکام شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں، فلاسفہ وغیرہم کی طرح عقلی ڈھکوسلے نہیں۔ اس معنیٰ پر اگر نقلی کہا تو صحیح کہا، اور اگر نقلی بمقابلہ اصلی کہا، یعنی معاذ اللہ واقعی دین نہیں بلکہ کسی کی نقل اتاری گئی، تو ایسا کہنے والا کافر۔ یہ بات اس وقت کے باہم محاورات سے واضح ہوگی، اور اگر واضح نہ ہو تو معنیٰ صحیح بنتے ہوئے خواہی نخواہی معنیٰ باطل پر حمل نہ کریں گے اور تکفیر جائز نہ ہوگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۳)

(۱۰۱) حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے لفظ "صاحب" کے استعمال سے متعلق فرمایا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر اطلاقِ صاحب خود قرآن عظیم میں وارد ہے:

والنجم اذا ھوٰی ۝ ما ضل صاحبکم وما غوٰی[۲]

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (ت)

مگر نامِ اقدس کے ساتھ اس طور پر لفظِ صاحب کا ملانا یہ آریوں اور پادریوں کا شعار رہے، وہ اسے معروف تعظیم میں لاتے ہیں جو زید و عمرو کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب، مرزا صاحب، پادری صاحب، پنڈت صاحب، لہٰذا اس سے احتراز چاہیے، ہاں یوں کہا جائے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمارے صاحب ہیں، آقا ہیں، مالک ہیں، مولےٰ ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۴)

(۱۰۲) نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نورِ عرشِ الٰہی کہنے کو ناجائز قرار دینے والے کے بارے میں فرمایا:

جو اسے ناجائز بتاتا ہے شریعت پر افتراء کرتا ہے۔

۔ قال اللہ تعالیٰ "ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[۳]"

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۸۵
[۲] القرآن الکریم ۵۳/ ۱، ۲
[۳] 〃 ۱۶/ ۱۱۶

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہ کہو اُسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

بلاشُبہہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ عرش اللہ ہیں عرش انھیں کے نُور سے بنا اور انھیں کے نور سے منور ہے[1]،

کما فی حدیث رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جیساکہ حدیث میں ہے اسے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنّف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیاکہ رسول اللہ صلّے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۴، ۶۱۵)

(۱۰۳) آیت کریمہ" یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون[2]" کے شانِ نزول اور ناسخ یا منسوخ ہونے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

آیہ کریمہ حمدِ الٰہی میں ہے، شانِ نزول وہاں ذکر ہوتا ہے جو کسی حادثہ خاصہ میں اُترے، خبر منسوخ نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۶)

(۱۰۴) حنفی المذہب عالم کسی غیر مقلد کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کرے اور اس کو جائز سمجھے، اس کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جسے عالم ہونے کا دعوٰی ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو لوگوں کو ان سے منع کرتا ہو اور خود انھیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتدا کرے تو ضرور اس کے عقیدے میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی منھم شمار کیا جائے گا،

قال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول اول المخلوقات المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱، ۷۲

[2] القرآن الکریم ۳۲/ ۵

[3] 〃 〃 ۵/ ۵۱

اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ و تجدیدِ اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہے تو بعد توبہ و تجدیدِ اسلام تجدیدِ نکاح کرے۔

واللّٰہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم[1] و من یتول فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید[2]، و من کفر فان اللّٰہ غنی عن العالمین[3]، نسأل العفو و العافیۃ و لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے، اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں سراہا، اور جو منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے مستغنی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت مانگتے ہیں کہ بلند و عظیم اللہ تعالیٰ کی قوت اور توفیق کے بغیر نہ بُرائی سے بچا جا سکتا ہے اور نہ ہی نیکی کو بجا لایا جا سکتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۶، ۶۱۷)

(۱۰۵) وحدۃ الوجود کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

توحید ایمان ہے لا الٰہ الا اللّٰہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) اور وحدت حق "کل شیئ ھالک الا وجھہ[4]" (اس کی ذات کے سوا ہر کوئی ہلاک ہونے والا ہے۔ ت) سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: ؎

فاشھد ان اللّٰہ لا رب غیرہ

وانک مامون علیٰ کل غائب[5]

(میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور بیشک (یا رسول اللہ) آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ ت)

اور اتحاد باطل اور اس کا ماننا الحاد۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۱۳ [2] القرآن الکریم ۵۷/۲۴ و ۶۰/۶

[3] 〃 〃 ۳/۹۷

[4] 〃 〃 ۲۸/۸۸

[5] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصۃ اسلام سواد بن قارب دار الفکر بیروت ۳/۶۰۹

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/۱۱

مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۹

ان کل من فی السمٰوٰت والارض الّا اٰتی الرحمٰن عبدا[1] ○

آسمانوں اور زمینوں میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہوکر حاضر ہوں گے۔(ت)

وجود واحد ہے اور موجود واحد، باقی سب ظل وعکوس،

ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم[2]۔

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۷، ۶۱۸)

(۱۰۶) آیاتِ متشابہات کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

رب (انی) اعوذبك من ھمزات الشیٰطین واعوذبك رب ان یحضرون[3]۔

اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔(ت)

آیاتِ متشابہات میں اہلِ سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے دو مسلک ہیں:

اوّل تفویض کہ ہم ان کے معنی کچھ نہیں جانتے اللہ و رسول جانتے ہیں جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو معنی مراد الٰہی ہیں ہم اس پر ایمان لائے،

اٰمنّا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب[4]۔

ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔(ت)

یہی مسلکِ سلف ہے اور یہی صحیح و معتمد، اس تقدیر پر تو نہ احاطہ ذاتی کہا جائے نہ صفاتی کہا جائے، معنی سے کچھ بحث ہی نہ کی جائے۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے الرحمٰن علی العرش استوٰی[5] (رحمان نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) کے معنی دریافت کئے گئے۔ فرمایا:

الاستوی معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب والسوال

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۹۳ — [2] القرآن الکریم ۵۷/ ۳

[3] 〃 ۲۳/ ۹۷، ۹۸ — [4] 〃 ۳/ ۷

[5] 〃 ۲۰/ ۵

عنہ بدعۃ[1]۔

استوار معلوم ہے اور کیف مجہول اور اس پر ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت۔

یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیا، یہی مسلک ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ اور سائر ائمۂ سلف کا ہے، ہاں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالٰی جسم وجہت و مکان سے پاک و منزّہ ہے کسی مکان میں نہیں ہو سکتا، کسی جگہ نہیں ہو سکتا، کسی طرف نہیں ہو سکتا، جگہ اور طرف سب اس کے بنائے ہوئے ہیں اور حادث ہیں اور وہ قدیم ازلی، ازل میں کسی جگہ کسی طرف نہ تھا کہ جگہ اور طرف تھے ہی نہیں، تو اب بھی کسی جگہ اور طرف میں نہیں، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے، جگہ اور طرف کو بنا کر بدل نہ گیا، جگہ اور طرف بدلیں گے اور وہ بدلنے سے پاک ہے۔

دوم تاویل کہ ایسی آیات کو حسبِ محاورہ معنیٔ جائز پر حمل کریں جس سے نہ چین لینے والی طبیعتوں کو تسکین ہو اور ایمان سلامت رہے، یہ مسلک خلف کا ہے۔ (فتاوی رضویہ ۱۴ ص ۶۱۹، ۶۲۰)

(۱۰۷) منکرِ فقہ کے بارے میں فرمایا:

جو مسلمان کہلا کر فقہ کو اصلاً نہ مانے نہ کتابی ہے نہ خارجی بلکہ مرتد ہے اسلام سے خارج، اور اگر تاویل کرتا ہے تو کم از کم بدترین گمراہ۔

قال اللہ تعالٰی فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۲۲ و ۶۲۳)

(۱۰۸) دیوتاؤں کو عزت دینا کفر ہے، چنانچہ فرمایا:

کفّار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمۂ کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون[3]۔

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) ۷/ ۵۴ تحت ثم استوٰی علی العرش دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۰۸
درمنثور بحوالہ مردویہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا 〃 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۲۹
مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) ۲۰/ ۵ سورۃ طٰہٰ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۴۸

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

[3] 〃 ۶۳/ ۸

اللہ تعالٰی نے فرمایا: عزّت تو خاص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جوان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاقِ ائمہ کافر ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر۔[1]

جس نے کسی کافر کے عمل کو اچھا گمان کیا وہ باتفاقِ مشائخ کافر ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ٦٢٥)

(۱۰۹) حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے لفظ "بے چارہ" استعمال کرنیوالے کے بارے میں فرمایا:

رہا لفظ "بے چارہ" وہ ان سب سے سخت تر، بے چارہ وہ کہ کسی بلا میں گرفتار اور بیکس، بےبس، بے یاور، بے یار ہو جو اس سے خلاص کا کوئی حیلہ نہ پائے۔ یہ ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے رب عزوجل پر افترا اور قرآنِ عظیم کی تکذیب اور کفار ملاعنہ کی تصدیق ہے جنھوں نے بکا تھا: ان محمدا ودعہ ربہ[2] محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، جس پر سورۂ والضحٰی شریف نازل ہوئی:

والضّحٰی ۝ والّیل اذا سجٰی ۝ ما ودعك ربك وما قلٰی ۝ وللاٰخرة خیرلك من الاولٰی ۝[3]

اے پیارے! تمھارے رُوئے درخشاں کی قسم، تمھاری زلفِ مشکیں کی قسم، نہ تمھیں تمھارے رب نے چھوڑا نہ بیزار ہوا، جو آن آگے آتی ہے تمھارے لئے گزشتہ آن سے بہتر ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

کیا معاذ اللہ ان کو اس ناپاک لفظ سے تعبیر کیا جائے گا جن کا رب فرماتا ہے:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ۔[4]

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ والضحٰی امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۰

الدر المنثور تحت الآیۃ ۹۳/۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۴۹٦

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۱ تا ۴ [4] القرآن الکریم ۹/ ۴۰

اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو اللہ واحد قہار ان کا مددگار۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جن کے لئے ان کا مولیٰ عزوجل فرماتا ہے:

فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظھیر[1]

بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتوں کی فوجیں ان کی مدد کو حاضر ہیں۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جو اس ظاہری تنہائی اور ایک جہان بر سرِ عداوت و پرخاش ہونے کی حالت میں اپنے یارِ غار سے فرماتے تھے:

لاتحزن ان اللہ معنا۔[2]

غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

تو یہ ملعون کلمہ ان پہلوں سے بھی ملعون و خبیث تر ہے۔ زید بے قید خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب سے بدتر ہے، ولہذا ایک بار کہ بناوٹ پر آیا اسی کو سوچ بچار بنایا اور اس سے بھی ہزار درجہ ملعون تر اس کا وہ ناپاک نجس گندا خبیث قول ہے کہ میں نے تو یہی کہا ہے اللہ تعالٰی یوں فرما رہا ہے، اس سے کھل گیا کہ وہ ضرور بددین گمراہ فاسد العقیدہ مختل الایمان بلکہ ظاہراً بالقصد مرتکب توہینِ حضور سید الانس والجان ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کا وعظ سننا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس سے ملنا جلنا حرام، اسے سلام علیک کرنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

اس حالت میں شر و ضلالت جو اس کے معاون ہیں سب اسی کی مثل ہیں اور ان سب کے یہی احکام،

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۴

[2] " " ۹/۴۰

[3] " " ۶/۶۸

قال اللہ تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔(ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۳۳ تا ۶۳۵)

(۱۱۰) شہید کو نبی پر فضیلت دینے والے کے بارے میں فرمایا:

غیر نبی را بر نبی تفضیل کفر است اگر فضل جزئی مراد دارد نیز بے ادب و بدزبان و بدخواہ مسلمانان و برہم زن دین و ایمان ست و تجاوز از حد ظلم ست و بغض او کفر و سائرش حرام۔ قال تعالیٰ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ[2]

غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینا کفر ہے اگر جزئی فضیلت مراد ہو تو یہ بے ادبی، بدزبانی اور مسلمانوں کی بدخواہی اور دین و ایمان کو جلانا ہے اور حد سے تجاوز کرنا ظلم ہے، ان کا بغض وغیرہ کفر و حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔(ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۴۰)

(۱۱۱) یہ کہنے والا کہ میرا فقہ پر ایمان نہیں، کیسا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا:

فقہ کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: توکیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔(ت)

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۴۵)

(۱۱۲) نورِ محمدی کو غیر مخلوق کہنے والے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

جو حضور کے نور کو غیر مخلوق کہے منکرِ قرآنِ عظیم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ خالق کل شئ فاعبدوہ[4] واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[2] 〃 ۶۵/ ۱
[3] 〃 ۹/ ۱۲۲
[4] 〃 ۶/ ۱۰۲

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے : وہ ہر شئے کا خالق ہے تو اسی کی عبادت کرو ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۵۵)

(۱۱۳) زید ٹوٹکے کرواتا ہے ، کافرانہ رسومات ادا کرتا ہے ، کفار و مشرکین سے دوستانہ مراسم رکھتا ہے ، اور اس کے کچھ پیروکار کہتے ہیں کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں ۔ اس کے بارے میں فرمایا :

اس کے پیچھے نماز ممنوع و گناہ اور اس کا پھیرنا لازم ۔ اور جو اس پر اس کی حمایت کرتے ہیں موردِ عذاب و مستحقِ عقاب ہوتے ہیں خصوصًا وہ کہنے والے کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں انھیں تجدیدِ اسلام و نکاح چاہیے اور زید کو بھی جبکہ قولًا یا فعلًا کوئی کفرِ صریح اس سے ثابت نہ ہو ورنہ خود ہی اس کا نکاح باطل اور اسلام زائل ، والعیاذ باللہ ، کافر سے دوستانہ رکھنا مسلمان کو شایاں نہیں ۔

قال اللہ تعالٰی " یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق "[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے ایمان والو ! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمھارے پاس آیا ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۵۶)

(۱۱۴) زید کہتا ہے حضورِ انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہماری طرح ایک بشر تھے جبکہ عمرو کہتا ہے کہ آپ کی بشریت ہماری مثل نہیں تھی ۔ ان کے بارے میں ارشاد فرمایا :

عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے :

قالوا ما انتم الّا بشر مثلنا[2]

کافر بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی ۔

بلکہ زید مدعیِ اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ :

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱

[2] " " ۳۶/۱۵

ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شئ ان انتم الا تکذبون[1]

تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر، اور رحمان نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو۔ (ت)

واقعی جب ان خبثائے کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انھیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا، لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انھیں اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو قل انما انا بشر مثلکم[2] سُوجھا اور "یوحیٰ الیّ" نہ سُوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا، ولہٰذا ارشاد فرماتا ہے:

ولو جعلناہ ملکا لجعلنٰہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون[3]

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انھیں اسی شبہہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انھیں اوروں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکا ہے شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۶۶۲ و ۶۶۳)

(۱۱۵) کسی مدرس نے کہا کہ "کافر افسر کے حکم کی تعمیل کرنے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے" اس کے بارے میں فرمایا:

مسلمانوں کے دینی مذہبی کام میں کسی کا افسر بننا دو طرح ہے،

اوّل قہری کہ کوئی شخص مذہبی دست اندازی کر کے بالجبر افسر بن بیٹھے جیسے فساق و ظلماء امراء امامتِ نماز کیا کرتے تھے۔

دوم ارادی کہ مسلمانوں کی جماعت خود اسے اپنے مذہبی کام میں پیشوا بنائے۔

اول نہ زیرِ بحث ہے نہ یہاں اس کلام و مکالمہ کا مفاد نہ محلِ اضطرار پر احکام اختیار،

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۵

[2] 〃 ۱۸/ ۱۱۰

[3] 〃 ۶/ ۹

لاجرم دوم مراد، اور وہی مفہوم و مستفاد یعنی باختیار خود کسی ہندو یا رافضی یا وہابی یا قادیانی کو مدرسہ دینیہ اسلامیہ پر افسر مقرر کیا گیا ہو اس کی نسبت مدرس کہتا ہے کہ اس کا حکم ماننے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے، ہمارے مذہب سے اس نے اپنا کوئی خاص اختراعی مذہب دینِ اسلام سے جدا مراد لیا ہو تو :

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ماتولّی ونصلہ جہنم ط وساءت مصیرا ۵[1]

اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (ت)

کا مصداق ہے، اور اگر دینِ اسلام مراد لیا تو شریعتِ مطہرہ پر محض افترا کیا اور :

انّ الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۵ متاع قلیل و لہم عذاب الیم[2]

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے، اور ان کیلئے دردناک عذاب۔ (ت)

کا استحقاق ہے، شریعتِ مطہرہ نے اسلامی کام پر باختیار خود ایسوں کو افسر مقرر کرنا ہی کب جائز رکھا ہے نہ کہ ان کے احکام کی تصویب اور ان کے ماننے کی تاکید' ان ھو الّا ضلال بعید (یہ واضح گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یاایہا الذین لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ط ودّوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھہم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنّا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون ۵ ھاٰانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتاب کلہ واذا لقوکم قالوا اٰمنّا واذا خلوا عضّوا علیکم الانامل من الغیظ ط قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[3]

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو، بَیر ان کے مُونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور وہ جو ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵
[2] " " ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷
[3] " " ۳/ ۱۱۸ و ۱۱۹

سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم ان سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت نہیں کرتے ، اور تم پوری کتاب پر ایمان لائے ہو تم سے ملیں تو کہیں ہم مسلمان ہیں اور اکیلے ہوں تو تم پر جلن سے اپنی انگلیاں چبائیں ۔ اے محبوب! تم ان سے فرمادو کہ اپنی جلن میں مرجاؤ ، بیشک اللہ دلوں کی جانتا ہے ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۷۰ ، ۶۷۱)

(۱۱۶) زید نماز روزے وغیرہ احکامِ شرع کا تمسخر اڑاتا ہے اور کچھ لوگ اس پر خوش ہوتے ہیں' ان لوگوں کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

صورتِ مستفسرہ میں زید پر حکمِ کفر ہے اور وہ لوگ جو اس کی ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں ان پر بھی یہی حکم ہے ، ان کے جمعہ و عیدین باطل ہیں ، ان کے عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں ، مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام ہے ، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز ۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۸۴)

(۱۱۷) ایک شخص کے بارے میں سوال آیا جو کہتا ہے کہ اعمال صالحہ کرنے والا کبھی نہ کبھی جنت میں پہنچ جائیگا اگرچہ کسی نبی پر ایمان نہ لاتے ، اس پر یہ آیت کریمہ پیش کرتا ہے : ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصارٰی من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے متعدد آیاتِ قرآنیہ سے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات پر ایمان لانے کا تاکیدی حکم ثابت فرمایا ۔ چنانچہ فرمایا :

اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے اور شیطان لعین کے دھوکوں سے پناہ دے ۔ قرآن عظیم اوّل تا آخر انبیاء پر عموماً اور حضور پُرنور سیدالانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء پر خصوصاً ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے ، ان کی تکذیب کرنے والوں پر لعنت و عذاب اتار رہا ہے ، اور یہ کہ دین صرف دینِ اسلام ہے ، اور یہ کہ کافر کا کوئی عمل صالح نہیں سب باطل و ناکام ہے ۔ جیسے دن کو آفتاب

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

نظر نہ آئے وہ اپنی آنکھوں کو روئے، ہم صدہا آیاتِ کریمہ سے بعض کی تلاوت سے شرف لیں گے نہ اس لئے کہ جو دیدہ و دانستہ اندھا بنا ہو اس کی آنکھیں کھلیں اس کی تو قیامت کے دن بھی پٹ ہی ہوں گی،

ونحشرھم یوم القیٰمۃ علیٰ وجوھھم عمیا و بکما وصما۔[1]

اور ہم انھیں قیامت کے دن اُن کے مُنہ کے بل اُٹھائیں گے اندھے اور گُونگے اور بہرے۔ (ت)

بلکہ اس لئے کہ کوئی جاہل ساجاہل مسلمان کسی ملعون کے دھوکے میں نہ آجائے۔

آیت ۱: سب سے پہلے یہی آیت جو اس کج فہم نے اپنے ثبوت میں پیش کی یہی اس کے زعم پر لعنت برسا رہی ہے، اس میں اللہ پر ایمان لانا توشرطِ نجات فرمایا ہے، اس قدر تو وہ شخص بھی جانتا ہے مگر اللہ پر ایمان ہونا تو اللہ پر ایمان کے معنی جاننا، اللہ پر ایمان یہ نہیں کہ لفظ اللہ مان لیا بلکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، جو اللہ عزوجل کے ہر ہر کلام کی تصدیق قطعی سچے دل سے کرتا ہو وہ اللہ عزوجل پر ایمان رکھتا ہو اور جو اس کے کسی کلام میں شُبہہ بھی لائے اسے ہرگز اللہ پر ایمان نہیں کہ اس کی سب باتوں کی تصدیق نہیں کرتا۔ اب کلام اللہ کو دیکھئے روشن تصریحوں سے انبیائے کرام و حضور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا بیان ہے، ازاں جملہ محمد رسول اللہ[2] محمد اللہ کے رسول ہیں، یٰسٓ ۝ والقراٰن الحکیم ۝ انک لمن المرسلین ۝[3] اے سردار! مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم رسولوں سے ہو، واللہ یعلم انک لرسولہ[4] اللہ خوب جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ یونہی نوح و ابراہیم و موسٰی و عیسٰی و ہارون و یعقوب و ادریس و الیاس ولوط و یونس و اسمٰعیل و اسحٰق و داؤد و سلیمٰن و زکریا و یحیٰی و ہود و شعیب و صالح وغیرہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کی نسبت، تو جو ان میں کسی کی نبوت میں شک کرے اللہ تعالٰی کی تصدیق نہیں کرتا تو ہرگز ہرگز اللہ ہی پر ایمان نہیں رکھتا کسی طرح اس آیت کے حکم میں نہیں آسکتا۔ اصل یہ ہے کہ ایمان باللہ میں جملہ ضروریاتِ دین پر ایمان داخل ہے کہ ان میں سے کسی بات کی تکذیب رب کی تکذیب ہے اور رب کی تکذیب رب کے ساتھ کفر ہے، پھر رب پر ایمان کہاں، یومِ آخر بھی انھیں میں داخل ہے جسے مہتم بالشان ہونے کے سبب جُدا ذکر فرمایا، جس طرح آیۃ کریمہ:

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک و بالاٰخرۃ

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۹۷
[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۹
[3] القرآن الکریم ۳۶/ ۱ تا ۳
[4] القرآن الکریم ۶۳/ ۱

ھم یوقنون [1]

اور وُہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب! تمھاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا اور آخرت پر یقین رکھیں ۔ (ت)

میں اسے تین بار ذکر فرمایا کہ وُہ جو قرآن عظیم پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلی کتابوں پر بھی اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں، آخرت پر ایمان قرآن عظیم پر ایمان میں آگیا، پھر اگلی کتابوں پر ایمان میں آیا کہ سب میں اس کا ذکر ہے، تیسری بار اسے پھر جُدا ذکر فرمایا یونہی یہاں، ولہذا جا بجا صرف ایمان باللہ و عمل صالح پر ایسے وعدے فرمائے یوم آخر کا ذکر نہ فرمایا مثلاً سورۃ طلاق میں:

ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنّت تجری من تحتہا الانھر خالدین فیہا ابدا ط قد احسن اللہ لہ رزقا [2]

جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے اللہ انھیں جنّتوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں، بیشک اللہ نے ان کے لئے اچھا رزق لکھا ہے ۔ (ت)

اسی طرح سورۃ تغابن میں بالجملہ ایمان باللہ میں سب ضروریات کتابوں، رسولوں، فرشتوں، قیامت وغیرہا پر ایمان لانا داخل ہے، تو آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان، یہود، نصرانی، صابی کوئی بھی ہو جو تمام ضروریاتِ دین پر اسلام لائے (قرآن عظیم کو کلام اللہ، محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو سچا رسول اللہ اور خاتم النبیین مانے کہ سب ضروریاتِ دین اس میں آگئے جب تک وہ کوئی قول یا فعل منافیِ تصدیق نہ کرے) اور نیک کام کرے (یعنی شریعتِ مطہرہ محمدیہ کے مطابق کیونکہ ان کو خاتم النبیین مان چکا تو جو کام ان کی شریعت کے خلاف ہے منسوخ یا مردود ہے) اس پر کچھ خوف و غم نہیں ۔ خلاصہ یہ کہ نعمت کچھ انھیں اشخاص مسلمین کے لئے خاص نہیں بلکہ کوئی بھی ہو کسی بھی مذہب و ملّت کا ہو جو اسلامی عقیدے مانے اور شریعتِ محمدی پر چلے اس پر کچھ خوف و غم نہیں، تو آیہ کریمہ اس آیت کی نظیر ہے کہ:

فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا [3]

اے مسلمانو! اگر یہود و نصارٰی بھی ان تمام باتوں پر ایمان لے آئیں جن پر تمھارا ایمان ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴
[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۱
[3] " ۲/ ۱۳۷

تو وہ بھی راہ پا جائیں۔

یہی مطلب ہے اس آیت کا، منکر سوچے کہ اب اس کا باطل شبہہ کدھر گیا، مسلمان دیکھیں کہ جو آیت اس کا رد ہے اسی کو اپنی سند بنایا، یہ اگر تعصب نہیں تو ابلیس لعین کا کیسا سخت دھوکا ہے، والعیاذ برب العالمین۔

آیت ۲: ایک سخت چالاکی بلکہ کلام اللہ میں تحریف کے قبیل سے ہے اس آیت کو دکھانا اور اس سے متصل اوپر کی آیت کا چھپانا جو مطلب صاف فرما رہی ہے وہ آیہ کریمہ یہ ہے:

قل یاھل الکتٰب لستم علٰی شیٔ حتی تقیموا التورٰىة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیرا منھم ما انزل الیك من ربك طغیانا وکفرا فلا تأس علی القوم الکافرین[1]

اے محبوب! ان یہود و نصارٰی سے فرما دو کہ اے کتاب والو! تم نرے باطل پر ہو جب تک توریت و انجیل اور جو کچھ تمہارے رب سے تمہاری طرف اترا تھا اسے قائم نہ کرو، اور اے محبوب! بیشک ان میں بہتوں کو اس قرآن سے سرکشی اور کفر بڑھے گا تو تم ان کافروں کا غم نہ کھاؤ۔

قرآن عظیم فرماتا ہے کہ یہود و نصارٰی جب تک توریت و انجیل کو قائم نہ کریں نرے باطل پر ہیں اور قرآن سے سرکشی کرکے کافر، جو شخص محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا قرآن عظیم سے سرکشی کرنا تو ظاہر و واضح، اور اس نے توریت و انجیل بھی قائم نہ کی کہ ان میں بھی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بشارتیں تھیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندھم فی التورٰىة والانجیل[2]

میں اپنی رحمت ان کے لئے لکھوں گا جو پیروی کریں گے رسول نبی اُمّی کی جسے اپنے پاس لکھا ہوا پائیں گے توریت و انجیل میں۔

اور فرماتا ہے:

محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الی

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۶۸
[2] 〃 ۷/ ۱۵۷

قولہ تعالیٰ) ذٰلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل[1]

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (الیٰ قولہ تعالیٰ) یہ ان کا وصف ہے توریت میں، اور ان کی ثناء ہے انجیل میں۔ (ت)

اور عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد[2]۔

میں بشارت دیتا آیا ہوں ان رسول کی جن کا نام پاک احمد ہے۔

توجس نے احمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نہ مانا اس نے توریت و انجیل قائم نہ کی بلکہ پھینک دی اور قرآن عظیم سے سرکش ہوا، اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ کافر ہے پھر ایمان میں کیونکر شامل ہوسکتا ہے، انصاف والے کے لئے تو خود وہی آیت کہ منکر نے پڑھی اور برابر کی آیت کہ اس نے چھوڑ دی، کفایت کرتی ہیں، صدہا میں سے تبرکاً دو چار اور سن لیجئے۔

آیت ۳: آیہ کریمہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی[3] میں حضور کے اوصاف کریمہ ذکر کرکے فرماتا ہے:

فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون[4]

تو جو اس نبی اُمّی پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم و مدد کی اور اس نور کے پیرو ہوئے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ثابت ہوا کہ جب تک محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور ان کی تعظیم نہ کرے ہرگز فلاح نہ پائے گا اگرچہ اپنے زعم میں کیسے ہی نیک عمل رکھتا ہو۔

آیت ۴: اس کے متصل فرماتا ہے:

قل یٰایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض ط لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون[5]

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۶۱/ ۶
[3] و [4] " ۷/ ۱۵۷
[5] " ۷/ ۱۵۸

اے محبوب! تم فرمادو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ کہ زمین و آسمان میں اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں وہی جلائے اور مارے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی اُمّی پر کہ اللہ اور اس کے کلاموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرو کہ تمھیں ہدایت ہو۔

معلوم ہوا کہ ہدایت تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماننے پر موقوف ہے جو ان کو نہ مانے اسے ہدایت نہیں، اور جب ہدایت نہیں ایمان کہاں، تو من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر[1] (جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے۔ ت) میں کیونکر آسکتا ہے۔

آیت ۵:

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا ۝ اولٰئک ھم الکٰفرون حقا ۚ واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا ۝ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما۔[2]

بیشک جو انکار کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈال دیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائیں گے اور کسی کے منکر ہوں گے، اور چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے بیچ میں کوئی راستہ نکالیں وہی پورے پکّے کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں کسی کے انکار اور باقی پر ایمان سے ان میں جُدائی نہ ڈالی عنقریب اللہ ان کو ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیہ کریمہ نے صاف فرمادیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں جُدائی ڈالنے والا پکّا کافر ہے، اور یہ کہ جو ان سب کو مانے اور ایک ہی کا منکر ہو وہ اللہ اور سب رسولوں کا منکر اور ویسا ہی پکّا کُھلا کافر ہے، یہ نہیں کہ جو سب کو مانیں وہ مسلمان اور جو سب سے منکر وہ کافر، اور یہ جو بعض کو مانتے ہیں اور بعض کے منکر ہیں کچھ اور رہوں، نہیں نہیں یہ بھی کُل کے منکر کی طرح پورے کافر ہیں بیچ میں کوئی اور راہ نکل ہی نہیں سکتی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۶۹

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰ تا ۱۵۲

آیت ۶ :

ان الدین عند اللہ الاسلام وما اختلف الذین اُوتوا الکتٰب الا من بعد ما جاءھم العلم بغیا بینھم ط ومن یکفر بایٰت اللہ فان اللہ سریع الحساب ۵ فان حاجوک فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعن ط وقل للذین اوتوا الکتٰب والاُمیّٖن ء اسلمتم ط فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولوا فانما علیک البلاغ واللہ بصیر بالعباد ۵[1]

بیشک اللہ کے نزدیک دین یہی اسلام ہے یہود و نصارٰی نے دانستہ براہِ سرکشی اس کا خلاف کیا، اور جو اللہ کی آیتوں سے کافر ہوا بے غم نہ ہو اللہ جلد حساب لینے والا ہے، اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرما دو کہ میں اور میرے پیرو تو سب اللہ کے لئے اسلام لائے اور یہود و نصارٰی و مشرکین سب سے کہو کیا تم مسلمان ہوتے ہو، اگر اسلام لائیں تو راہ پا جائیں اور منہ پھیریں تو تم پر صرف پہنچا دینا ہے، اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

آیت ۷ :

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین[2]

جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ فرمایا جائے گا اور اسے آخرت میں خسارہ رہے گا۔

آیت ۸ :

الذین اٰتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون[3]

یہود و نصارٰی محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں ایک گروہ دانستہ حق کو چھپاتا ہے۔

اور ساتویں پارہ میں اس کے بعد یوں فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹، ۲۰

[2] " ۳/ ۸۵

[3] " ۲/ ۱۴۶

الّذین خسروا انفسھم فھم لا یؤمنون[1]

وہ جنھوں نے اپنی جان خسارہ میں ڈالی وہ ان پہچانے ہوئے نبی پر ایمان نہیں لاتے۔

اور پہلے پارے میں صاف تر ارشاد ہُوا:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین[2]

اس سے پہلے اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے جب وہ جانا پہچانا تشریف لایا اس سے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔

آیت ۹ :

وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[3]

اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

اذھبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا[4]

ان سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے (ت)

اور فرماتا ہے:

مالہ فی الاٰخرۃ من خلاق[5]

آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لا یقدرون علٰی شیئ مما کسبوا ط واللہ لا یھدی القوم الکٰفرین[6]

اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۹
[3] ؍؍ ۲۵/ ۲۳
[4] ؍؍ ۴۶/ ۲۰
[5] ؍؍ ۲/ ۱۰۲
[6] ؍؍ ۲/ ۲۶۴

اور فرماتا ہے:

انّ اللہ حرّمهما علی الکافرین[1]۔

بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

قل من حرّم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیّبٰت من الرزق ط قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیٰوة الدنیا خالصة یوم القیٰمة ط[2]

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وُہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق، تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہی کی ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد ن اشتدت به الریح فی یوم عاصف لا یقدرون ممّا کسبوا علٰی شیئ ط ذٰلك ھو الضلال البعید[3]۔

اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا، یہی ہے دُور کی گمراہی۔ (ت)

ان نو آیتوں کا حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ کافر اگر کوئی بظاہر نیک کام مثل تصدّق وغیرہ کرے بھی تو اس کا بدلہ اسے دُنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے آخرت میں اس کا کچھ نہیں وہاں انھیں کچھ ہاتھ نہ آئے گا، جنّت کا کھانا پینا کافروں کے لئے حرام ہے، پاکیزہ رزق اور زینت کے سامان آخرت میں خاص مسلمانوں کے لئے ہیں، کافروں کے اعمال کو اللہ تعالٰے برباد کرکے ایسا کر دیتا ہے کہ جیسے روزن میں سے دُھوپ آئے تو اس کے اندر ریزے سے اُڑتے نظر آتے ہیں اور ہاتھ میں لو تو کچھ نہیں، کافروں کے اعمال کی یہ مثال ہے کہ سخت شدید آندھی کے دن میں کہیں کچھ راکھ پڑی ہو جسے آندھی کے جھونکے اُڑا لے گئے کہ اب وُہ ذرّے بھی نہیں دکھائی دیتے کچھ ہاتھ آنا تو بڑی بات ہے۔

نسأل اللہ العفو والعافیة، "ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمة انّك انت الوھاب[4]"

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۰
[2] القرآن الکریم ۷/ ۳۲
[3] " ۱۴/ ۱۸
[4] " ۳/ ۸

ہم اللہ تعالٰے سے معافی اور عافیت کا ہی سوال کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! نہ ٹیڑھا فرما ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت سے نوازا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما بلاشُبہہ تُوہی عطا فرمانے والا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۹۹ تا ۷۰۷)